قرآن مجید کی آسان اور عام فہم تفسیر

احسن الذکر

جلد چہارم

الانعام تا التوبہ

قرآنِ مجید کی آسان اور عام فہم تفسیر

اِمدادُ الکرم

جلد چہارم

الاحزاب تا الطور

محمد امداد حسین پیرزادہ

الکرم پبلی کیشنز

اِمداد الکرم

قرآنِ مجید کی آسان اور عام فہم تفسیر

جلد چہارم

الاحزاب تا الطور

محمد امداد حسین پیرزادہ

الکرم پبلی کیشنز یوکے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

فہرست مضامین

فہرست مضامین

إن الله وملائكته يصلون على النبي يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما

فہرست مطالب
(جلد چہارم)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الاحزاب (۳۳)

یہ سورت مدنی ہے کیونکہ یہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ اس کا نام ''الاحزاب'' ہے جو اس سورت کی آیت نمبر ۲۰ سے ماخوذ ہے۔

اس سورت میں بڑے خاص مضامین بیان کئے گئے ہیں مثلاً آیت نمبر ۴ میں ظہار، آیت نمبر ۵ میں منہ بولا بیٹا، آیت نمبر ۶ میں نبی کریم ﷺ کا مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہونا، آیت نمبر ۹ تا ۲۰ میں غزوہ احزاب، آیت نمبر ۲۱ میں نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ، آیت نمبر ۲۶ میں غزوہ بنی قریظہ، آیت نمبر ۳۳ میں اہل بیت سے کون مراد ہیں، آیت نمبر ۳۷ میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم ﷺ کا نکاح مبارک، آیت نمبر ۴۰ میں ختم نبوت، آیت نمبر ۴۵ میں چشم دید گواہ، آیت نمبر ۵۶ میں درود وسلام اور آیت نمبر ۵۹ میں پردہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، ان کی تفسیر متعلقہ آیات کے ضمن میں ملاحظہ کریں۔ یہاں پر صرف غزوہ احزاب کا مختصر تعارف عرض کرتا ہوں۔

غزوہ احزاب رخندق

حزب کا معنیٰ گروہ اور جماعت ہے، اس کی جمع احزاب ہے۔ اس غزوہ کو احزاب اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اس میں عرب کے سارے اسلام دشمن گروہ اکٹھے ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے، اور اس کو غزوہ خندق بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں مسلمانوں نے اپنی حفاظت کے لئے مدینہ کے اطراف میں خندق کھودی تھی تا کہ دشمن مدینہ کے اندر نہ آسکے۔

نبی کریم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو وہاں یہود کے دو مشہور قبیلے یعنی بنی نظیر اور بنی قریظہ آباد تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کر لیا۔ غزوہ احد میں تیراندازوں کی جلد بازی سے جنگ کا نقشہ بدل گیا اور مسلمانوں کو سخت جانی نقصان ہوا، اس ظاہری شکست کی وجہ سے یہود کے حوصلے بڑھ گئے اور معاہدہ کے باوجود بنی نضیر نے نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی سازش کی جس میں وہ ناکام ہوئے۔ اس غداری کے باعث نبی کریم ﷺ نے انہیں مدینہ سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

بنی نضیر کے جو لوگ مدینہ چھوڑ کر خیبر میں آباد ہوئے، انہوں نے ایک وفد مکہ بھیجا اور قریش اور چند دیگر قبائل کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ قریش مکہ نے جزیرہ عرب کی ساری اسلام دشمن قوتوں کو متحد کیا اور پانچویں ہجری میں دس ہزار کا لشکر جرار لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔

جب نبی کریم ﷺ کو ان حالات کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مشورہ کے لئے طلب فرمایا کہ اتنے بڑے لشکر کے حملہ کو کیسے روکا جائے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے ملک فارس میں جب دشمن یوں حملہ

کرنے کی نیت سے دھاوا بول دیتا تو ہم اپنے شہر کے اردگرد خندق کھود کر اس کی پیش قدمی روک دیتے، نبی کریم ﷺ کو یہ تجویز پسند آئی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے خواتین اور بچوں کو مدینہ کے محفوظ مقامات میں بھیج دیا اور خود تین ہزار اصحاب کو لے کر شہر سے باہر آئے اور جس طرف سے دشمن کے حملے کا خطرہ تھا وہاں خندق کھودنے کے لئے نشانات لگا دیئے۔ ہر دس آدمیوں کو چالیس گز خندق کھودنے کا فریضہ سونپا گیا جو پانچ گز چوڑی اور پانچ گز گہری ہو۔

خندق کھودنے کے کام میں سب مسلمان شریک تھے اور نبی کریم ﷺ خود بھی اپنے ہاتھ میں کدال لئے اپنے غلاموں کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف تھے اور مٹی اٹھا اٹھا کر باہر پھینک رہے تھے، شکم مبارک کے بال مٹی سے چھپ گئے تھے۔ خندق کھودتے وقت نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک زبانیں کیا کہہ رہی تھیں، صحیح بخاری کے الفاظ میں آپ بھی ملاحظہ کریں۔ صحابہ کرام کہہ رہے تھے:

نَحۡنُ الَّذِیۡنَ بَایَعُوۡا مُحَمَّدًا عَلَی الۡاِسۡلَامِ مَابَقِیۡنَا اَبَدًا

(ہم وہ ہیں جنہوں نے حضرت محمد ﷺ سے بیعت کی ہے، جب تک ہم زندہ ہیں ہم اسلام پر قائم رہیں گے۔) اور نبی کریم ﷺ ان کو جواب دیتے ہوئے فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّهٗ لَا خَیۡرَ اِلَّا خَیۡرُ الۡاٰخِرَۃِ فَبَارِکۡ فِی الۡاَنۡصَارِ وَالۡمُھَاجِرَۃِ

(اے اللہ تعالیٰ! اچھائی تو صرف آخرت کی اچھائی ہے، سو تو انصار اور مہاجرین میں برکت نازل فرما۔)

(بخاری: ۲۸۳۵: کتاب الجہاد: باب ۳۴)

قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم دیا، حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا: خندق کی جگہ میں ایک چٹان نکل آئی جو کدال اور گینتی سے نہیں ٹوٹ رہی تھی، مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی، حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فالتو کپڑے رکھ کر چٹان کی طرف اتر گئے، آپ ﷺ نے کدال پکڑی اور بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی تو اس چٹان کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! بے شک میں اس جگہ سے ملک شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے پھر بسم اللہ پڑھ کر دوسری ضرب لگائی تو اس چٹان کا دوسرا حصہ بھی ٹوٹ گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے ملک فارس کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! بے شک میں اس جگہ سے اس کے شہروں کو اور اس کے سفید محلات کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے پھر بسم اللہ پڑھ کر ایک اور ضرب لگائی تو چٹان کا آخری حصہ بھی ٹوٹ گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں بھی دے دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! میں اس جگہ سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔

(مسند احمد: جلد ۴: ص ۳۰۳)

تین دن کی فاقہ کشی اور پیٹ پر پتھر

خندق کی کھودائی میں تین دن گزر گئے، صحابہ کرام ﷺ کو ایک لقمہ تک میسر نہ آیا، اپنی کمر کو سیدھا رکھنے کے لئے انہوں نے اپنے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھ رکھا ہے، فاقہ کشی کی تکلیف جب ناقابل برداشت ہونے لگی تو اس کا شکوہ اپنے کریم آقا ﷺ سے کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ اپنے شکم مبارک سے قمیص اٹھاتے ہیں، تو صحابہ کرام ﷺ کو عجیب منظر دکھائی دیتا ہے، سب نے ایک ایک پتھر پیٹ پر باندھ رکھا ہے لیکن رحمت عالم ﷺ نے اپنے شکم مقدس پر دو پتھر باندھ رکھے ہیں، یہ دیکھ کر صحابہ کرام ﷺ کے سب شکوے دور ہو گئے۔

☆ حضرت ابوطلحہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹوں سے باندھا ہوا ایک ایک پتھر دکھایا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے شکم مبارک سے کپڑا اٹھا کر دو پتھر دکھائے۔

(ترمذی: ۲۳۷۱: ابواب الزہد: باب ۳۹)

کھانے میں برکت کا معجزہ

حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی تو میں نے رسول اللہ ﷺ میں بھوک کے آثار دیکھے، میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ میں شدید بھوک کے آثار دیکھے ہیں، اس نے ایک تھیلا نکالا جس میں چار کلو جو تھے اور ہمارے پاس ایک پالتو بکری تھی۔ میں نے اس بکری کو ذبح کیا اور میری بیوی نے آٹا پیسا، وہ بھی میرے ساتھ ساتھ فارغ ہوگئی۔ میں نے بکری کا گوشت کاٹ کر دیگچی میں ڈالا، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے لگا، میری بیوی نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے سامنے شرمندہ نہ کرنا۔ میں آپ ﷺ کے پاس پہنچا اور آپ سے سرگوشی میں کہا: یا رسول اللہ! ہم نے اپنی بکری کو ذبح کیا ہے اور ہمارے پاس چار کلو جو تھے جو ہم نے پیس لئے ہیں، لہٰذا آپ چند اصحاب کو لے کر ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا: اے اہل خندق! جابر نے تمہاری دعوت کی ہے، سو تم لوگ چلو اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: جب تک میں نہ آؤں تم ہانڈی نہ اتارنا اور نہ روٹی پکانا، پھر میں گھر آ گیا اور رسول اللہ ﷺ بھی اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لے آئے۔ میں اپنی بیوی کے پاس گیا، اس نے کہا: تمہاری ہی رسوائی ہوگی۔ میں نے کہا: میں نے وہی کیا ہے جو تم نے مجھے کہا تھا، پھر اس نے اپنا گندھا ہوا آٹا نکالا، آپ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا کی، پھر آپ ﷺ ہماری دیگچی کی طرف آئے اور اس میں لعاب دہن ڈال کر برکت کی دعا کی، پھر فرمایا: ایک اور عورت روٹیاں پکانے والی بلا لو جو تمہارے ساتھ مل کر روٹیاں پکائے، دیگچی میں سے سالن نکالنا لیکن اس کو چولہے سے نیچے نہ اتارنا۔ اس موقع پر ایک ہزار صحابہ تھے، اللہ تعالیٰ کی قسم! ان سب نے کھانا کھایا اور کھانا بچ گیا اور جس وقت آپ ﷺ واپس گئے تو ہماری دیگچی اسی طرح جوش کھا رہی تھی اور ہمارا گندھا ہوا آٹا بھی اتنا ہی تھا اور اس سے اسی طرح روٹیاں پک رہی تھیں۔

(بخاری: ۴۱۰۲: کتاب المغازی: باب ۳۰)

لشکر کفار کی آمد

مسلمانوں کی شبانہ روز کوشش سے چھ دن کی قلیل مدت میں خندق کی کھدائی کا کام مکمل ہوگیا تو نبی کریم ﷺ نے اسلامی لشکر جس کی تعداد تین ہزار تھی مناسب مقامات پر متعین فرما دیا۔ مسلمان جب اپنی تیاریاں مکمل کر چکے تو مشرکین عرب کا لشکر جرار بھی مدینہ کی حدود میں داخل ہوگیا۔ جنگ کے بارے میں مشرکین کا خیال یہ تھا کہ وہ امڈتے ہوئے سیلاب کی طرح مدینہ کی چھوٹی سی بستی پر چڑھ دوڑیں گے اور چند ساعتوں میں مسلمانوں کا قیمہ بنا کے رکھ دیں گے لیکن جب انہوں نے اتنی گہری اور چوڑی خندق کو اپنے راستے میں حائل پایا تو ان کے اوسان خطا ہوگئے، انہوں نے تو اس قسم کی رکاوٹ کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہ تھا، مجبوراً خندق کی دوسری طرف انہوں نے اپنے خیمے نصب کر لئے، مسلمانوں کو اپنے محاصرہ میں لے لیا اور حملہ کے لئے مناسب وقت کا انتظار کرنے لگے۔

ایک روز عرب کا مشہور شہ سوار عمرو بن عبدود اپنے کئی جنگ جو ساتھیوں کے ساتھ خندق کا چکر کاٹنے لگا، ایک جگہ خندق نسبتاً تنگ تھی، اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی، گھوڑا بجلی کی سرعت کے ساتھ کود کر خندق کے دوسرے کنارے پر جا پہنچا اور اس نے بلند آواز سے للکارا: ہے کوئی میرے ساتھ مقابلہ کرنے والا؟ کافر کی یہ للکار سن کر شیر خدا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اپنی تلوار ہوا میں لہراتے ہوئے آگے بڑھے، دونوں اپنی شجاعت کے جوہر دکھا رہے تھے، اتنی گرد و غبار اُڑی کہ دونوں اس میں چھپ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا محبوب ﷺ اپنی اشکبار آنکھوں سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی کامیابی کے لئے مصروف دعا ہوگیا، چند لمحوں کے بعد جب غبار چھٹا تو دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا شیر کافر کی چھاتی پر چڑھا بیٹھا ہے اور تلوار سے اس کا سر تن سے جدا کر رہا ہے۔ اس واقعہ کے بعد ایک مہینہ کے قریب کفار محاصرہ کئے رہے لیکن کسی کو پیش قدمی کی جرأت نہ ہوئی۔

مدینہ میں آباد یہودی قبیلہ بنی قریظہ نے عہد شکنی کر کے اندر سے حملہ کرنے کا فیصلہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے پانچ سو مجاہدین کو مدینہ طیبہ کی حفاظت کے لئے بھیج دیا۔ وہ مدینہ کی گلیوں میں چکر لگاتے تھے اور بلند آواز سے نعرہ تکبیر کہتے تھے جس سے سارا مدینہ گونج جاتا تھا۔ اس بر وقت اقدام سے یہودی گھبرا گئے کہ مسلمان غافل نہیں ہیں اور اگر انہوں نے کوئی احمقانہ حرکت کی تو انہیں اس کی ایسی سزا ملے گی کہ آئندہ نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔

نمازوں کا وقت نہ ملا

محاصرہ کے دوران مشرکین نے خندق کو عبور کرنے کی بار بار کوشش کی لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ ایک دن دونوں طرف سے ایک دوسرے پر سنگ باری اور تیراندازی کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کرنے کی بھی فرصت نہ ملی، نبی کریم ﷺ جب رات کو خیمہ میں تشریف لائے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا، پھر انہوں نے اقامت کہی اور سب نے اپنے آقا ﷺ کی اقتداء میں ظہر کی نماز ادا کی، اس کے بعد عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں اقامت کے ساتھ ادا کی گئیں۔ اگرچہ صبح سے نصف شب تک مصروف جہاد رہنے کے باعث جسم تھکاوٹ سے چور چور تھے لیکن جب اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے کے لئے حاضر ہوئے تو گویا تھکاوٹ کا نام و نشان نہ تھا اور بالکل تازہ دم تھے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن مشرکین نے ہمیں چار نمازوں سے مشغول رکھا حتیٰ کہ رات کا اتنا حصہ گزر گیا جتنا اللہ نے چاہا، پھر آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے اذان دی، پھر اقامت کہی، پس آپ ﷺ نے نماز ظہر پڑھائی، پھر اقامت کہی تو آپ ﷺ نے نماز عصر پڑھائی، پھر اقامت کہی تو آپ ﷺ نے نماز مغرب پڑھائی، پھر اقامت کہی تو آپ ﷺ نے نماز عشاء پڑھائی۔

(ترمذی:۱۷۹:۱:ابواب الصلاۃ: باب ۱۸)

کفار کے محاصرہ نے جب طول پکڑا تو کئی قسم کی افواہوں نے جنم لیا، مخالفین اسلام آپس میں ایک دوسرے سے بدگمان ہونے لگے، سامان رسد بھی آہستہ آہستہ ختم ہو رہا تھا اور سخت سردی نے ان کے حوصلے پست کر دیئے تھے۔ ایک رات کو سخت آندھی آئی، ان کے خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں، ہانڈیاں الٹ گئیں، گھوڑے رسے تڑا کر بھاگ نکلے، سارے لشکر میں سراسیمگی پھیل گئی، وہ سمجھے کہ یہ تند و تیز آندھی انہیں تباہ کر کے رکھ دے گی۔ ابو سفیان جو اس ساری شرارت کا سرغنہ تھا، وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور کہا میں تو جا رہا ہوں تم بھی کوچ کرو۔ چنانچہ قریش نے جب اپنے کمانڈر انچیف کو یوں بزدلی کا مظاہرہ کرتے اور فرار ہوتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے بھی بھاگ جانے میں ہی عافیت سمجھی۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یہ تیز آندھی نبی کریم ﷺ کا معجزہ تھی کیونکہ کفار کے لشکر میں جس آندھی نے کھلبلی مچا دی، خندق کی دوسری طرف چند گزوں کے فاصلہ پر مسلمانوں کو اس آندھی کا علم تک نہ ہوا اور نہ ہی مسلمانوں کے خیموں کو کوئی نقصان پہنچا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ احزاب: زیر آیت نمبر ۹)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز فجر بروز جمعرات ۱۲ نومبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۲۴ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

تفسیر امداد الکرم کی چوتھی جلد سورہ احزاب تا سورہ الطور یعنی ۲۰ سورتوں پر مشتمل ہوگی۔

آج اس کی ابتدا کی ہے، یارب العالمین! جس طرح پہلی تین جلدیں مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے

اسی طرح باقی دو جلدیں بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین بجاہ حبیبک الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

ایاتھا ۷۳ — ۳۳ سورۃ الاحزاب مدنیۃ ۹۰ — رکوعاتھا ۹

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں / کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الۡكٰفِرِیۡنَ وَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیۡمًا

۱۔ اے نبی ﷺ ! [۱] آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور کفار و منافقین کا کہنا نہ مانیں، بے شک اللہ تعالیٰ

[۱] نبی کی تعریف

اصطلاح میں نبی اس مقدس انسان کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ اپنی پیغام رسانی کے لئے منتخب فرماتا ہے، لہٰذا نبی سے مراد وہ مقدس واسطہ ہے جو وحی کے ذریعہ احکام الٰہی کو بندوں تک پہنچاتا ہے۔

نبی کا معنیٰ

اَلْمُخْبِرُ عَنِ الْغَیْبِ اَوِ الْمُسْتَقْبِلِ بِاِلْهَامٍ مِنَ اللّٰهِ (المنجد)

(اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کے ذریعہ مستقبل یا غیب کی خبر دینے والا۔)

Prophet

انگریزی میں نبی کے لئے پرافٹ (Prophet) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جس کا مفہوم انگریزی زبان میں کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

The term prophet refers to an inspired person who believes that he has been sent by his God with a message to tell. He is, in this sense, the mouthpiece of his God. (Encyclopedia Britanica : vol.15)

نبی وہ مقدس انسان ہے جسے یہ کامل یقین ہو کہ وہ اپنے خدا کی طرف سے پیغامبر بنا کر بھیجا گیا ہے، اس اعتبار سے نبی اپنے خدا کا ترجمان قرار پاتا ہے۔

علم غیب سے کیا مراد ہے

غور و فکر، حواس، علامات اور آلات کے ذریعہ جو علم حاصل ہو جیسے بادلوں کے ذریعہ بارش برسنے اور الٹرا ساؤنڈ کے ذریعہ پیٹ میں بچے کی کیفیت کا علم حاصل ہو جاتا ہے اسے علم غیب نہیں کہتے بلکہ علم غیب وہ ہے جو وسائل اور اسباب کے بغیر اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاصل ہو جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے اس رسول کے جس کو وہ پسند کر لے۔} (قرآن: ۷۲: ۲۶-۲۷)

حَكِيْمًا ۝ بڑے علم والا بڑی حکمت والا ہے۔ [۲]

وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

۲۔ اور آپ اس کی پیروی جاری رکھیں جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے وحی کیا جاتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ان کاموں سے اچھی طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو علم غیب عطا فرماتا ہے

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: {میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو (یعنی جو تمہارے پیٹ میں ہے) اور جو تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو۔} (قرآن: ۳:۴۹)

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! میرے اوپر نہ تمہارا رکوع پوشیدہ ہے اور نہ تمہارا خشوع اور بے شک میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری: کتاب الاذان: باب ۸۸)

رکوع نماز کی ظاہری صورت کو اور خشوع باطنی کیفیت کو کہا جاتا ہے، لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ ہر چیز کے ظاہر و باطن کو جانتے ہیں اور جو چیز نگاہوں سے غائب ہے اسے بھی جانتے ہیں کیونکہ نماز میں آپ ﷺ کا رخ قبلہ کی طرف ہوتا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیچھے صفوں میں ہوتے تھے اس کے باوجود آپ ان کے ظاہر و باطن کا علم رکھتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کو صفاتی نام سے ندا کرنا

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو ذاتی نام یعنی ''یا محمد'' سے خطاب نہیں فرمایا بلکہ ''یا ایھا النبی، یا ایھا الرسول'' وغیرہ صفاتی اسماء سے خطاب فرمایا جبکہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو ان کے ذاتی اسماء یعنی ''یا آدم، یاموسیٰ، یا عیسیٰ'' سے خطاب فرمایا۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی تعظیم و تکریم اور ان کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے صفاتی نام سے یاد فرمایا اور ذاتی نام لے کر ندا نہیں فرمائی۔ (تفسیر روح المعانی)

[۲] تفاسیر میں اس سورت کی ابتدائی تین آیات کے نزول کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ غزوہ احد کے بعد کفار مکہ کی طرف سے ابوسفیان ایک وفد لے کر مدینہ آیا، نبی کریم ﷺ نے ان کو مدینہ میں داخل ہونے کی امان دیدی۔ چنانچہ یہ وفد رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو بھی ساتھ لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا او، کہا: اگر آپ لات و منات اور ہمارے دیگر معبودوں کی مخالفت چھوڑ دیں اور یہ تسلیم کرلیں کہ جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں بت ان کی شفاعت کریں گے تو ہم بھی آپ کے رب کی مخالفت چھوڑ دیں گے۔ نبی کریم ﷺ کو یہ بات ناگوار گزری۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں اجازت دیں ہم ان کو قتل کردیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں ان کو امان دے چکا ہوں، لہٰذا ان کو قتل نہ کرو، البتہ ان کو مدینہ سے نکال دو، تو اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔ (تفسیر قرطبی) یعنی آپ کفار و منافقین کی باتوں میں آکر

وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ③

۳۔ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں، اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز کافی ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِیْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ

۴۔ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے لئے اس کے پیٹ میں دو دل نہیں بنائے، [۳] اور تم اپنی جن بیویوں سے

دینی معاملات میں کوئی سمجھوتہ نہ کریں بلکہ اپنے رب سے ڈرتے رہیں، اسی پر بھروسہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی کی پیروی جاری رکھیں، آپ کی مدد و نصرت اور حفاظت کے لئے آپ کا رب کافی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ثابت قدمی اور اللہ تعالیٰ پر توکل ہمیشہ سے ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے کیونکہ آپ معصوم ہیں اور آپ سے احکام الٰہیہ کی خلاف ورزی کا کوئی احتمال نہیں ہے، اس لئے ان آیات میں اگر چہ بظاہر خطاب تو نبی کریم ﷺ سے ہے مگر مراد آپ کی امت ہے تاکہ قیامت تک آنے والے مسلمان اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھیں اور اسلام پر ثابت قدم رہیں۔

نیز یہ آیات تو مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں اور اس وقت ہزاروں لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے مگر نبی کریم ﷺ کی استقامت اور خدا خوفی تو ہجرت سے پہلے اس وقت بھی نمایاں تھی جب آپ کے ساتھ گنتی کے چند مسلمان تھے اور وہ بھی مظالم کا شکار تھے، اس وقت بھی مکہ کے سردار اسی قسم کا مطالبہ لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ہم آپ کو اتنا مال دینے کے لئے تیار ہیں کہ آپ مکہ کے سب سے بڑے مالدار بن جائیں، قریش کی جن عورتوں کو آپ پسند کریں ہم آپ کی پسند کی دس قریشی عورتیں آپ کے نکاح میں دینے کے لئے تیار ہیں اور ہم آپ کو مکہ کا سردار اور حکمران ماننے کے لئے بھی تیار ہیں مگر آپ ہمارے بتوں کو برا نہ کہیں تو آپ نے فرمایا: اگر تم سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں رکھ دو اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ میں اور یہ توقع کرو کہ میں توحید کی دعوت کو چھوڑ دوں تو یہ ناممکن ہے۔ (سیرت ابن کثیر: جلد اول: ص ۴۷۴، سیرت حلبیہ: جلد اول: ص ۴۳۰) اس مادی دنیا میں اس سے بڑی خواہش اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسان اپنے ملک کا حکمران اور سب سے بڑا مالدار بن جائے مگر آپ کا مشن دولت کمانا اور لوگوں پر حکمرانی کرنا نہیں بلکہ توحید کی تبلیغ کرنا تھا، اس لئے آپ مصائب کے پہاڑوں سے ٹکرائے مگر توحید کے مشن سے دست بردار نہیں ہوئے۔

[۳] ایک منافق یہ دعویٰ کرتا تھا کہ اس کے دو دل ہیں، ایک دل مسلمانوں کے ساتھ ہے اور دوسرا دل کافروں کے ساتھ ہے۔ (اردو ترجمہ وتفسیر: شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس: مملكة العربية السعودية) اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ انسان کے جسم میں ایک ہی دل ہوتا ہے اور جس طرح ایک جسم میں دو دل نہیں ہوتے اسی طرح ایک دل میں کفر اور ایمان بھی جمع نہیں ہوتے۔ (تفسیر قرطبی)

اس میں آنے والی آیات کے متعلق ایک اشارہ یہی ہے کہ جس طرح ایک انسان کے جسم میں دو دل نہیں ہوتے اسی طرح ایک شخص کی دو حقیقی مائیں نہیں ہو سکتیں اور نہ دو حقیقی باپ ہو سکتے ہیں۔ اس کی حقیقی ماں وہی ہے جس کے پیٹ سے وہ

اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَ مَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ ۝

ظہار کرتے ہو (انہیں اپنی ماں کہہ دیتے ہو) اس نے انہیں تمہاری مائیں نہیں بنایا، [۴] اور نہ اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے (حقیقی) بیٹے بنایا، [۵] یہ سب تمہارے اپنے منہ کی باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ حق بات کہتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ؕ وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا

۵۔ تم ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارا کرو، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے، پھر اگر تمہیں ان کے حقیقی باپوں کا علم نہ ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی اور دوست ہیں، اور جو بات تم نے غلطی سے کہی ہے

پیدا ہوا اور اس کا حقیقی باپ وہی ہے جس کے نطفہ سے وہ پیدا ہوا۔ زبان سے کسی کو ماں باپ کہنے سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، وہ جو چاہے کر سکتا ہے مگر اس کی سنت یہ ہے کہ انسان کے منہ میں ایک زبان اور اس کے جسم میں ایک دل ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ فلاں شخص کے منہ میں ایک نہیں بلکہ دو زبانیں ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ واقعی اس کے منہ میں دو زبانیں ہیں بلکہ اس سے مراد اس شخص کی چرب زبانی اور غلط بیانی ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر یہ کہا جائے کہ فلاں شخص کے جسم میں ایک نہیں بلکہ دو دل ہیں تو اس کا بھی یہ مطلب نہیں کہ واقعی اس کے جسم میں دو دل ہیں بلکہ اس سے مراد اس کی دوغلی پالیسی اور منافقت ہوتی ہے۔

[۴] اسلام سے پہلے عرب میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو یہ کہہ دیتا کہ ''تو مجھ پر اس طرح ہے جس طرح میری ماں کی پشت ہے۔'' تو اس کو طلاق سمجھا جاتا اور وہ عورت اس پر حرام ہو جاتی کیونکہ اس نے بیوی کو اپنی ماں سے تشبیہ دے دی ہے۔ اس کے بارے میں اسلام کا حکم یہ ہے کہ بیوی کو زبان سے ماں کہہ دینے سے وہ ماں نہیں بن جاتی اور نہ اسے طلاق ہوتی ہے، البتہ اسلام نے ایسا کہنے سے منع کیا ہے اور اگر کوئی خاوند ایسی بات کہہ بیٹھے تو اس پر کفارہ ادا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ فقہ کی اصطلاح میں اس کو ظہار کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل سورہ مجادلہ (۵۸) کی ابتدا میں بیان کی جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

[۵] اسلام سے پہلے عرب میں اگر کوئی شخص کسی کو اپنا بیٹا بنا لیتا تو اسے وہ تمام حقوق مل جاتے جو حقیقی بیٹے کو حاصل ہوتے ہیں حتیٰ کہ اس کا نسب بھی اس نئے باپ کی طرف منسوب کر دیا جاتا یعنی اس کو نئے باپ کا بیٹا کہہ کر پکارا جاتا۔ اسلام نے اس رواج کو ختم کر دیا یعنی کسی کو زبان سے بیٹا کہہ دینے سے وہ حقیقی بیٹا نہیں بن سکتا۔

تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

اس میں تم پر کوئی گرفت نہیں ہے لیکن جس کا ارادہ تمہارے دلوں نے کیا ہو (اس پر ضرور گرفت ہو گی)، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے۔[۶]

[۶] یعنی تم منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی انصاف اور حق کی بات ہے، اور اگر تمہیں ان کے حقیقی باپوں کا علم نہیں ہے تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں انہیں بھائی یا دوست کہہ کر پکارو۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم زید بن حارثہؓ (جن کو رسول اللہ ﷺ نے آزاد کر کے بیٹا بنا لیا تھا) کو زید بن محمد ﷺ کہہ کر پکارتے تھے حتیٰ کہ قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری: ۴۷۸۲: کتاب تفسیر القران: سورۃ الاحزاب) تو ہم نے ان کو زید بن حارثہؓ کہنا شروع کر دیا۔

اس آیت کے نزول کے بعد مسلمانوں پر یہ حرام قرار دیا گیا کہ وہ اپنے حقیقی باپ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف اپنا نسب منسوب کریں۔ ہاں اگر کوئی غلطی سے کسی کو غیر باپ کی طرف منسوب کر بیٹھے تو خطا و نسیان پر کوئی گرفت نہیں ہے لیکن دل کے ارادے کے ساتھ یعنی دانستہ کسی کو یا خود کو غیر باپ کی طرف منسوب کرے تو اس کے لئے اتنی سخت وعید ہے کہ اس فعل کو کفر تک کہا گیا ہے، لیکن پھر بھی جو شخص سچی توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا کیونکہ وہ بہت بخشنے والا اور بہت مہربان ہے۔

☆ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے خود کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا حالانکہ اس کو علم تھا کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔
(بخاری: ۶۷۶۶: کتاب الفرائض: باب ۲۹)

☆ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اپنے باپوں سے اعراض نہ کرو، سو جس شخص نے اپنے باپ سے اعراض کیا تو یہ کفر ہے۔ (بخاری: ۶۷۶۸: کتاب الفرائض: باب ۲۹)

زید بن حارثہؓ

تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت زید بن حارثہؓ کے حق میں نازل ہوئی۔ علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ بنی قین کے ڈاکوؤں نے زید کی ماں کے قبیلے پر حملہ کیا، ان کا ساز و سامان لوٹا اور زید کو بھی پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے اور اسے عکاظ کی منڈی میں فروخت کر دیا۔ حکیم بن حزام نے زید کو ۴۰۰ درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کو تحفہ پیش کر دیا اور حضرت خدیجہ نے جب رسول اللہ ﷺ سے شادی کی تو انہوں نے زید کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے زید کو اسی وقت آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا۔

زید کے باپ حارثہ نے اپنے بیٹے کی تلاش میں کئی علاقوں کا سفر کیا۔ ایک دن اسے پتہ چلا کہ اس کا بیٹا مکہ میں ہے تو

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ

۶۔ نبی (کریم ﷺ) ایمان والوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں، [۷] اور نبی ﷺ کی

حارثہ اپنے بھائی کعب کو لے کر مکہ آیا اور حضرت محمد ﷺ سے عرض کیا: اے عبدالمطلب کے بیٹے! ہم اپنے بیٹے زید کے بارے میں آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں۔ ہم اس کا فدیہ دینے کے لئے تیار ہیں، آپ ہم پر احسان کریں اور اس کو آزاد کر دیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے بیٹے کو بلاؤ اور اس کو اختیار دے دو، اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو میں اسے فدیہ لئے بغیر تمہارے ساتھ جانے کی اجازت دے دوں گا لیکن اگر وہ تمہارے ساتھ جانے کے بجائے میرے ساتھ رہنے کو پسند کرے تو پھر تمہیں اس کو مجبور نہیں کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا: آپ نے یہ فرما کر صرف ہمارے ساتھ انصاف ہی نہیں کیا بلکہ احسان کی انتہا کر دی ہے، ہمیں یہ تجویز منظور ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے زید کو بلایا اور پوچھا: کیا تم ان کو جانتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں یہ میرا باپ ہے اور یہ میرا چچا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اگر تم چاہو تو ان کے ساتھ اپنے وطن واپس جا سکتے ہو اور اگر چاہو تو میرے ساتھ رہ سکتے ہو۔ زید نے جواب دیا: میں آپ کو چھوڑ کر کسی کے ساتھ جانے کو تیار نہیں ہوں، آپ ہی میرے لئے باپ اور چچا کی جگہ ہیں۔ اس کے باپ اور چچا نے کہا: اے زید! تم پر افسوس ہے، تم آزادی کے بجائے غلامی کو اور اپنے ماں باپ اور اہل خانہ کے بجائے ان کو پسند کر رہے ہو۔ زید نے کہا: مجھے حضرت محمد ﷺ سے اتنی شفقت اور محبت ملی ہے کہ میں ان کو چھوڑ کر کہیں اور جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

زید کا یہ جواب سن کر نبی کریم ﷺ زید کو باہر لائے اور اعلان کیا: اے لوگو! تم گواہ ہو جاؤ! زید میرا بیٹا ہے، وہ میرا وارث ہے اور میں اس کا وارث ہوں۔ یہ اعلان سن کر زید کا باپ اور چچا دونوں خوش ہو کر واپس گھر لوٹ گئے۔ اس کے بعد زید کو زید بن محمد پکارا جانے لگا لیکن نبوت کے اعلان کے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس کے بعد زید بن حارثہ کی نسبت سے پکارے جاتے۔ (اُسُدُ الغابۃ: جلد دوم: ص ۲۳۸، الاصابۃ: جلد دوم: ص ۲۴۱) یہی وہ خوش نصیب زید رضی اللہ عنہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے جنگ موتہ میں اسلامی فوج کا امیر مقرر فرمایا اور اسی جنگ میں آپ نے شہادت کی سعادت حاصل کی۔ رضی اللہ عنہ

[۷] نبی کریم ﷺ ایمان والوں کی جانوں سے بھی ان کے زیادہ قریب، زیادہ محبوب، زیادہ خیرخواہ اور ان پر زیادہ مہربان ہیں۔ اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ کریں:

☆ کسی شخص کے ماں باپ، بیوی بچے یا دوست احباب کبھی دانستہ اور کبھی نادانستہ اس کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور اسے گمراہ کر سکتے ہیں مگر نبی کریم ﷺ ہمیشہ وہی نصیحت کرتے ہیں جس میں دنیا و آخرت کی فلاح ہو حتیٰ کہ ہر وہ کام جس سے اہل ایمان کو دنیا میں تکلیف پہنچے یا آخرت میں جہنم کا باعث ہو وہ نبی کریم ﷺ پر گراں گزرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: { بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں، تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر گراں گزرتا ہے تمہاری فلاح پر

وہ بہت حریص ہیں، مومنوں پر بہت شفیق اور نہایت مہربان ہیں ۔} (قرآن:۹:۱۲۸)

☆ بعض دفعہ انسان خود اپنے نفس کی پیروی کرتے ہوئے تباہی کی راہ پر چل نکلتا ہے مگر نبی کریم ﷺ ہمیشہ نجات کی طرف بلاتے ہیں، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اور میری امت کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی اور مختلف جانور اور پروانے اس میں گرنے کے لئے دوڑتے چلے آرہے ہوں، میں تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ رہا ہوں اور تم اس میں گرنے پر اصرار کر رہے ہو۔ (مسلم:۵۹۵۵: کتاب الفضائل: باب ۶)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ایمان والوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہوں ۔ جو مومن قرض چھوڑ کر فوت ہو جائے تو اس کا قرض ادا کرنا میرے ذمہ ہے اور جو مال چھوڑ کر فوت ہو جائے تو یہ مال اس کے وارثوں کا ہے ۔ (بخاری:۲۲۹۸: کتاب الکفالۃ: باب ۵) اس حدیث کی شرح میں اہل علم لکھتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان قرض چھوڑ کر فوت ہو جائے اور اس کے گھر میں قرض ادا کرنے کی گنجائش نہ ہو تو مسلمان حکمران پر لازم ہے کہ وہ بیت المال سے اس کا قرض ادا کرے ۔

جو نبی اپنی امت پر اتنا مہربان ہو اس کا اپنی امت پر یہ حق بنتا ہے کہ وہ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب رکھیں اور ان کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں، جیسا کہ:

☆ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کامل مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اسے اس کے والد، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو جاؤں ۔ (بخاری:۱۵: کتاب الایمان: باب ۸)

☆ حضرت زُہرہ بن معبد ؓ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب ؓ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ حضرت عمر ؓ نے کہا: یارسول اللہ! مجھے آپ اپنے نفس کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں ۔ آپ ﷺ نے حضرت عمر ؓ سے فرمایا: قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! (تو اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا) جب تک تو مجھے اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ سمجھے تو حضرت عمر ؓ نے عرض کیا: پس اللہ تعالیٰ کی قسم! اب آپ مجھے میرے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اب اے عمر (تم کامل مومن ہو!)

(بخاری:۶۶۳۲: کتاب الایمان والنذور: باب ۳)

☆ جس طرح کامل مومن ہونے کے لئے آپ ﷺ کی محبت سب سے مقدم ہے اسی طرح آپ ﷺ کا حکم اور آپ ﷺ کی اطاعت بھی سب پر مقدم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{(اے رسول مکرم!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلہ آپ کر دیں اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کو خوشی سے تسلیم کر لیں ۔}

(قرآن:۴:۶۵)

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس بھی اس طریقہ کی تابع نہ ہو

بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ⑥

بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں، [۸] اور کتاب اللہ کی رو سے دیگر مومنوں اور مہاجروں کی بہ نسبت رشتہ دار آپس میں ایک دوسرے (کی وراثت) کے زیادہ حقدار ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرنا چاہو (تو اس کی بھی اجازت ہے)، یہ حکم کتاب (الٰہی) میں لکھا ہوا ہے۔ [۹]

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۪ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۙ⑦

۷۔ اور (پیارے نبی ﷺ! یاد کرو) جب ہم نے تمام انبیاء سے عہد لیا اور (خصوصاً) آپ ﷺ سے اور نوح علیہ السلام سے اور ابراہیم علیہ السلام سے اور موسیٰ علیہ السلام سے اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے اور ہم نے ان سب سے پختہ عہد لیا۔ [۱۰]

جائے جسے میں لے کر آیا ہوں۔ (مشکوۃ المصابیح: الاعتصام بالکتاب والسنة)

[۸] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کو یہ شرف عطا فرمایا کہ ان کو مومنوں کی مائیں قرار دیا یعنی ان کی تعظیم اور تکریم مسلمانوں پر اس طرح لازم ہے جس طرح اپنی ماں کی تعظیم اور تکریم لازم ہے، اور ابی بن کعب کی قراءت میں اس طرح ہے: (وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ وَ هُوَ اَبٌ لَّهُمْ) یعنی نبی کریم کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں اور نبی کریم خود ﷺ مومنوں کے باپ ہیں۔ (تفسیر قرطبی) جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خود بھی فرمایا: میں تمہارے لئے باپ کی حیثیت رکھتا ہوں کیونکہ میں تمہیں علم سکھاتا ہوں۔ (ابوداؤد: ۸: کتاب الطہارۃ: باب ۴) اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ ہمارے روحانی اور دینی باپ ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن ہماری روحانی اور دینی مائیں ہیں اور اسی رشتہ کے حوالے سے تمام مسلمان مرد اور عورتیں آپس میں دینی بہن بھائی ہیں۔

[۹] ہجرت کے بعد انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے مگر قرآن مجید میں اس آیت کے نزول کے بعد وراثت کی تقسیم کو صرف رشتہ داروں میں محدود کر دیا گیا اور اب قرآن مجید کا یہی حکم ہمیشہ کے لئے نافذ العمل رہے گا، البتہ اگر کوئی شخص اپنے دوستوں پر احسان کرنا چاہے تو وہ ان کے لئے اپنی وراثت کے ایک تہائی مال سے وصیت کر سکتا ہے۔ وصیت کے بارے میں سورۃ النساء (۴) کی آیت نمبر ۱۱ کا حاشیہ نمبر ۱۳ ملاحظہ کریں۔

[۱۰] اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے عہد لیا کہ نبوت کی جو ذمہ داری انہیں سونپی گئی ہے وہ اس کو پورا کریں۔ اس آیت میں پہلے نام

لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۸ ع

۸۔ تا کہ (اللہ تعالیٰ) سچوں سے ان کے سچ کے بارے میں دریافت کرے اور اس نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ [۱۱]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَ كَانَ

۹۔ اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو یاد کرو جب (کفار کے) لشکر تم پر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر (تیز) ہوا اور ایسے لشکر بھیجے جن کو تم نے نہیں دیکھا تھا، اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ تعالیٰ

لئے بغیر سب انبیاء کا ذکر کیا گیا اور بعد میں پانچ انبیاء کا خصوصی ذکر کیا گیا حالانکہ سب انبیاء کے ذکر میں ان پانچ نبیوں کا ذکر بھی آ گیا تھا لیکن ان کے شرف کی وجہ سے ان کا علیحدہ ذکر کیا گیا کیونکہ یہ اولوا العزم رسولوں میں سے ہیں، ان میں سے ہر ایک صاحب کتاب اور صاحب شریعت نبی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

اس آیت میں مذکور انبیائے کرام کو اگر ان کے زمانہ کے اعتبار سے دیکھا جائے تو پہلے حضرت نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے، ان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام، ان کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام، ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے لیکن اس آیت میں سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے تا کہ ان کی عظمت و شوکت کا اظہار ہو۔ نیز اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام انبیاء کے بعد ہوئی لیکن ان کی تخلیق سب سے پہلے ہوئی، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا (کہ آپ کا ذکر دیگر انبیاء سے پہلے کیوں ہے؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پیدائش میں ان سب سے پہلے ہوں اور بعثت میں ان سب کے آخر میں ہوں۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(ترمذی: ۳۶۰۹: ابواب المناقب: باب ۱، کنز العمال: ۳۱۹۱۷)

اس آیت میں بیان کردہ عہد کی ایک تفسیر سورہ آل عمران (۳) کی آیت نمبر ۸۱ کے حاشیہ نمبر ۴۳ میں گزر چکی ہے، وہاں ملاحظہ کرلیں۔

[۱۱] اس آیت میں سچوں سے مراد انبیاء و رسل ہیں یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انبیاء سے پوچھے گا کہ انہوں نے انسانوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں کیا کچھ کیا اور انہیں امت کی طرف سے کیا جواب ملا تھا؟ اور امتوں سے بھی پوچھا جائے گا کہ انہوں

اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿٩﴾

اسے خوب دیکھ رہا تھا۔[۱۲]

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿١٠﴾

۱۰۔ جب وہ (کفار) تمہارے اوپر کی طرف سے اور تمہارے نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئے، جب (دہشت سے تمہاری) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے۔[۱۳]

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿١١﴾

۱۱۔ اس موقع پر مومنوں کی آزمائش کی گئی اور وہ خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے۔[۱۴]

نے انبیاء کی دعوت کو کہاں تک قبول کیا؟ اور جن لوگوں نے انبیاء کی دعوت کا انکار کردیا ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

[۱۲] غزوہ احزاب میں تم بھوک اور سردی کے باوجود جس طرح خندق کھودرہے تھے اور کم تعداد کے باوجود کفار کے سامنے سینہ سپر ہوگئے تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس ایثار اور قربانی کو دیکھ کر تمہاری غیبی مدد فرمائی، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو یاد کرو جب عرب کے مختلف قبائل پر مشتمل دس ہزار کا لشکر جرار تم پر چڑھ دوڑا تھا تو اللہ تعالیٰ نے تیز ہوا اور فرشتوں کو بھیج کر تمہارے دشمنوں کو مرعوب کردیا اور وہ گھبرا کر واپس بھاگ گئے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یہ آندھی نبی کریم ﷺ کا معجزہ تھی کیونکہ کفار کے لشکر میں جس آندھی نے کھلبلی مچادی، خندق کی دوسری طرف چند گزوں کے فاصلہ پر مسلمانوں کو اس آندھی کا علم تک نہ ہوا اور نہ ہی مسلمانوں کے خیموں کو کوئی نقصان پہنچا۔ (تفسیر قرطبی) ان آیات میں غزوہ احزاب کا ذکر کیا جارہا ہے، لہٰذا ان آیات کا سیاق وسباق سمجھنے کے لئے پہلے اس سورت کے تعارف میں غزوہ احزاب کے حالات کا مطالعہ کرلیں۔

[۱۳] نجد اور خیبر کے کفار و یہود مدینہ کی مشرقی بالائی طرف سے اور مکہ اور اس کے گردونواح کے مشرکین مدینہ کی مغربی نشیبی طرف سے آئے یعنی ہر طرف سے دس ہزار کا لشکر جرار مدینہ منورہ پر چڑھ دوڑا۔ کفار کی کثرت کو دیکھ کر تم اتنے خوفزدہ ہوگئے تھے کہ تمہاری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں، تمہارے کلیجے منہ کو آنے لگے حتیٰ کہ تم میں سے منافقین تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانی کرنے لگے کہ آج اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مدد نہیں آئے گی اور مسلمانوں کا نام ونشان مٹ جائے گا، لہٰذا انہوں نے میدان سے بھاگنا شروع کردیا اور اہل ایمان اپنے پیارے نبی ﷺ کی معیت میں ثابت قدم تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح ونصرت کے امیدوار تھے۔

[۱۴] غزوہ احزاب میں مسلمانوں کا سخت امتحان لیا گیا تاکہ مومنوں اور منافقوں کے درمیان فرق واضح ہوجائے۔

وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اور اس وقت منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (شک کی) بیماری تھی کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہم سے جو (فتح کا) وعدہ کیا تھا وہ محض دھوکہ تھا۔[۱۵]

وَ اِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ يَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ

۱۳۔ اور جب ان (منافقوں) میں سے ایک گروہ نے کہا: اے یثرب والو![۱۶] اب تمہارے لئے (میدان جنگ میں) ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے تم (گھروں کو) واپس چلے جاؤ، اور ان میں سے ایک گروہ نبی ﷺ سے یہ

[۱۵] جب نبی کریم ﷺ نے چٹان کو توڑ کر قیصر و کسریٰ کی فتوحات کی خبر سنائی تو منافقین کہنے لگے: یہ محض دھوکہ ہے، بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک طرف تو محمد ﷺ خبر دے رہے ہیں کہ انہیں قیصر و کسریٰ کے محلات نظر آرہے ہیں اور ان کو مسلمان فتح کریں گے اور دوسری طرف اتنی طاقت بھی نہیں کہ میدان میں نکل کر صرف عرب قبائل کا مقابلہ کرسکیں اور ڈر کے مارے اپنے بچاؤ کے لئے خندق کھود رہے ہیں تو یہ قیصر و کسریٰ کیسے فتح کر سکتے ہیں؟ لیکن چند دنوں کے بعد منافقوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ تیز ہوا کی صورت میں نبی کریم ﷺ کا معجزہ ظاہر ہوا اور عرب قبائل کا یہ لشکر جرار ناکام و نامراد ہو کر واپس لوٹ گیا اور پھر تاریخ نے وہ زمانہ بھی دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قیصر و کسریٰ کے ممالک بھی فتح کر لئے گئے۔

[۱۶] اس آیت میں منافقوں نے مدینہ طیبہ کو یثرب کہا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے مدینہ طیبہ تشریف لانے سے پہلے اگرچہ اس کا نام یثرب تھا مگر نبی کریم ﷺ نے اس کو یثرب کہنے سے منع فرما دیا کیونکہ یثرب کے معنی اچھے نہیں ہیں اور جس شخص یا چیز کے نام کے معنیٰ اسلامی عقائد کے خلاف ہوتے یا اچھے نہ ہوتے تو ہمارے پیارے نبی ﷺ اس کا نام بدل دیتے۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ کریں:

☆ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عبدالکعبۃ (کعبہ کا بندہ) تھا، مسلمان ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام عبد الشمس (سورج کا بندہ) تھا، نبی کریم ﷺ نے ان کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ نبی کریم ﷺ کی یہ سنت آج تک چلی آرہی ہے، جب بھی کوئی مسلمان ہوتا ہے اگر اس کا نام اسلامی عقائد کے خلاف ہو تو اس کا نام بدل دیا جاتا ہے۔

☆ اسلامی عقائد کے خلاف ہونے کے علاوہ اگر کسی نام کے معنیٰ میں برائی یا بدصورتی کا پہلو ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس کو بھی بدل دیتے تھے۔ (ترمذی: ۲۸۳۹: ابواب الادب: باب ۶۶)

وَمَا هِیَ بِعَوْرَۃٍ ۚ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾

کہتے ہوئے اجازت مانگنے لگا کہ ہمارے گھر کھلے (غیر محفوظ) پڑے ہیں حالانکہ وہ کھلے نہ تھے، وہ صرف (میدان جنگ سے) بھاگنا چاہتے تھے۔[۱۷]

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَیْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ

۱۴۔ اور اگر مدینہ کے (چاروں) اطراف سے ان

☆ مثال کے طور پر ایک لڑکی کا نام عاصیہ (نافرمان اور خون بہانے والی) تھا، نبی کریم ﷺ نے اس کا نام جمیلہ (خوبصورت) رکھا۔ (ترمذی: ۲۸۳۸: ابواب الادب: باب ۶۶)

☆ اسی طرح حضرت حسن ؓ کا نام حرب (جنگ) تجویز کیا گیا تھا مگر نبی کریم ﷺ نے ان کا نام حسن (خوبصورت) رکھا۔ (مجمع الزوائد: جلد ۸: ص ۵۲)

غور طلب نکتہ

جو مذہب ایسا نام بھی پسند نہیں کرتا جس کے معنیٰ میں برائی، نافرمانی، خون ریزی اور لڑائی جھگڑے کا پہلو ہو، وہ مذہب ایسے انسانوں کو کیسے پسند کرے گا جو برائی اور دہشت گردی پھیلائیں یا قانون شکنی اور خون ریزی کا ارتکاب کریں۔

مدینہ اور روضہ رسول کی فضیلت

☆ حضرت زید بن ثابت ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مدینہ طَیِّبَۃ ہے، یہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح آگ چاندی کے زنگ کو مٹا دیتی ہے۔ (بخاری: ۴۰۵۰: کتاب المغازی: باب ۱۷، مسلم: ۱۳۸۴)

☆ حضرت حاطب بن حارث ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی وہ ایسا ہے گویا اس نے میری زندگی میں مجھ سے ملاقات کی اور جو حرمین (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوا، قیامت کے دن وہ امن وسلامتی والوں میں اٹھایا جائے گا۔ (کنز العمال: ۱۲۳۷۲: جلد ۵: ص ۱۳۵)

☆ حضرت ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے بیت اللہ کا حج کیا، پھر وہ میری زیارت کے لئے نہیں آیا تو اس نے میرے ساتھ بے وفائی کی۔ (کنز العمال: ۱۲۳۶۹: جلد ۵: ص ۱۳۵)

[۱۷] اس آیت میں منافقین کے دو گروہوں کا ذکر ہے۔ ایک گروہ نے سوچا کہ دس ہزار کے لشکر جرار کے سامنے کھڑا رہنا موت کو دعوت دینے والی بات ہے، اگر اس لشکر نے اچانک حملہ کر دیا تو ہم بھی مسلمانوں کے ساتھ ہی ختم کر دیئے جائیں گے، لہٰذا وہ خاموشی سے میدان جنگ چھوڑ کر واپس گھروں میں چلے گئے اور دوسرے گروہ نے یہ بہانہ بنایا کہ ان کے گھر اور ان کے بیوی بچے محفوظ نہیں ہیں اس لئے انہیں واپس گھر جانے کی اجازت دی جائے۔ قرآن مجید نے ان کی تردید کر دی کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں، ان کے گھر خود ان کے خیال میں بھی غیر محفوظ نہیں ہیں اور نہ ہی ان کا یہ ارادہ ہے کہ وہ گھر کا انتظام کرنے کے بعد واپس میدان جنگ میں آ جائیں گے، وہ صرف کسی بہانے میدان جنگ سے بھاگنا چاہتے ہیں۔

سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَ مَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا يَسِيْرًا ⑭

(منافقوں) پر لشکر داخل کر دیئے جاتے، پھر ان سے فتنہ پھیلانے کو کہا جاتا تو وہ ضرور فتنہ پھیلاتے اور اس میں بہت کم توقف کرتے۔ [۱۸]

وَ لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ⑮

۱۵۔ حالانکہ یہی لوگ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ پھیر کر نہ بھاگیں گے، اور اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کے متعلق ضرور باز پرس ہوگی۔ [۱۹]

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ⑯

۱۶۔ آپ فرما دیں: اگر تم موت یا قتل سے بھاگو تو یہ بھاگنا تمہیں ہرگز فائدہ نہیں دے گا اور تم تھوڑی ہی مدت (دنیاوی زندگی سے) لطف اندوز ہو سکو گے۔ [۲۰]

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا

۱۷۔ آپ فرما دیں: کون ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بچا سکے اگر وہ تمہیں عذاب دینا چاہے یا اگر وہ تم پر رحم فرمانا چاہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنے لئے

[۱۸] اگر یہ کفار چاروں اطراف سے مدینہ میں داخل ہو جاتے اور منافقوں کو کہتے کہ تم بھی ہتھیار اُٹھاؤ اور مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے ان کے ساتھ مل جاؤ تو وہ اپنے گھروں اور بیوی بچوں کی حفاظت کا کوئی بہانہ نہ بناتے بلکہ فوراً اس فتنہ میں شریک ہو جاتے اور صرف اتنی مہلت مانگتے کہ وہ گھر جا کر اپنے ہتھیار لے آئیں۔

[۱۹] غزوہ احد میں تین ہزار کفار نے مدینہ پر حملہ کر دیا، نبی کریم ﷺ ایک ہزار افراد کے ساتھ مدینہ سے نکلے مگر راستہ سے عبداللہ بن ابی اپنے تین سو منافقوں کو لے کر واپس چلا گیا۔ غزوہ احد کے بعد ان منافقوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ وعدہ کیا کہ وہ آئندہ کسی مشکل گھڑی میں بے وفائی نہیں کریں گے لیکن غزوہ احزاب میں پھر وہی حماقت کر دی۔ اس آیت میں منافقوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہوا عہد توڑا ہے، لہٰذا قیامت کے دن تم سے اس عہد کے متعلق باز پرس ہوگی۔

[۲۰] موت کے ڈر سے میدان جنگ سے بھاگنا کسی کے لئے سودمند نہیں کیونکہ کسی نے ہمیشہ زندہ نہیں رہنا، بالآخر آج نہیں تو کل ضرور مرنا ہے اور بزدلی کی زندگی سے جوانمردی کی موت اچھی ہے۔

نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

دوست اور مددگار نہیں پائیں گے۔[۲۱]

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۱۸﴾

۱۸۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو (جہاد سے) روکتے ہیں اور جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں: ہماری طرف آؤ اور وہ خود لڑائی میں بہت کم شریک ہوتے ہیں۔[۲۲]

اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾

۱۹۔ وہ تمہارے بارے میں بڑے بخیل ہیں، پھر جب خوف کا موقع آجائے تو آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ آپ کی طرف ایسے دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گھومتی ہیں جس پر موت کی غشی طاری ہو، پھر جب خوف دور ہو جائے تو وہ تم سے بڑی تیز طرار زبانوں کے ساتھ باتیں کرتے ہیں، وہ مال غنیمت کے بڑے حریص ہیں، (دراصل) یہ لوگ ایمان ہی نہیں لائے، سو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے بہت آسان ہے۔[۲۳]

---

[۲۱] اگر اللہ تعالیٰ تمہیں موت اور عذاب دینا چاہے یا اگر وہ تمہیں زندگی اور رحمت سے نوازنا چاہے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور نہ ہی اس کے سوا تمہارا کوئی یار و مددگار ہے، تو اس خالق حقیقی کے احکام سے روگردانی کرنا حماقت اور ہلاکت نہیں تو اور کیا ہے؟

[۲۲] اللہ تعالیٰ ان منافقوں کو خوب جانتا ہے جو شاذ و نادر ہی لڑائی میں شامل ہوتے ہیں بلکہ اکثر اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی جہاد میں شرکت سے روکتے ہیں کہ اپنی زندگی کو خطرے میں نہ ڈالو بلکہ ہماری طرح گھروں میں ہی رہو اور اپنی زندگی سے لطف اُٹھاؤ۔

[۲۳] مسلمانوں کی مدد کرنے میں یہ منافق لوگ بڑے بخیل ہیں، جب کسی جنگ میں جانے کا مشکل مرحلہ آئے تو بزدلی دکھاتے ہیں اور ان کی آنکھیں ایسے گھومنے لگتی ہیں جیسے ان پر موت کی غشی طاری ہو اور جب کسی جنگ میں فتح حاصل ہو تو بڑی ڈینگیں مارتے ہیں اور مال غنیمت زیادہ حاصل کرنے کے لئے اپنی بہادری کی جھوٹی داستانیں سناتے ہیں۔ اس آیت نے ان کے نفاق کو ظاہر کر دیا کہ دراصل یہ لوگ دل سے ایمان ہی نہیں لائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع

يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا ۚ وَإِنْ يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنْبَائِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ مَا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٢٠﴾

ع ۱۸

۲۰۔ یہ منافق لوگ گمان کرتے ہیں کہ کفار کے لشکر (ابھی تک واپس) نہیں گئے اور اگر کفار کے لشکر پھر آ جائیں تو یہ منافق پسند کریں گے کہ کاش وہ صحرا میں دیہاتیوں کے پاس ہوتے (اور لوگوں سے) تمہاری خبریں دریافت کرتے رہتے، اور اگر وہ تم میں موجود ہوتے تو بھی جنگ میں بہت کم حصہ لیتے۔ [۲۴]

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَ

۲۱۔ بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ (کی زندگی) میں عمدہ نمونہ ہے [۲۵] ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی

کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ہر کام آسان ہے لیکن عدل کے تقاضے پورے کرتے ہوئے کسی کو اس کے نفاق کی سزا دینا تو اور زیادہ آسان ہے۔

[۲۴] غزوہ احزاب میں کفار کے لشکر ناکام ہو کر واپس چلے گئے مگر منافقوں کی بزدلی کا عالم یہ ہے کہ وہ اب بھی گھروں میں ڈرے سہمے بیٹھے ہیں اور یہی خیال کرتے ہیں کہ کفار کے لشکر ابھی تک خندق کی دوسری طرف موجود ہیں اور اگر بالفرض کفار کے لشکر دوبارہ آ جائیں تو منافقوں کی خواہش یہ ہوگی کہ وہ مدینہ چھوڑ کر دور کسی دیہات میں چلے جائیں اور وہیں سے اہل مدینہ کی خبریں دریافت کرتے رہیں۔ بہر حال منافق لوگ اتنے بزدل ہیں کہ اگر وہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نہ جاتے اور جنگ میں مسلمانوں کے ساتھ موجود رہتے تو بھی ان کا کوئی فائدہ نہ ہوتا کیونکہ وہ جنگ میں عملاً بہت کم حصہ لیتے اور حیلے بہانے کر کے جنگ سے پیچھے رہنے کی کوشش کرتے۔

[۲۵] ۵ ہجری میں عرب کے تمام اسلام دشمن قبائل نے متحد ہو کر دس ہزار کا لشکر جرار تیار کیا اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے مدینہ روانہ ہو گئے۔ جب نبی کریم ﷺ کو ان حالات کا علم ہوا تو آپ نے شہر کے گرد خندق کھودنے کا حکم جاری کر دیا تاکہ دشمن مدینہ میں داخل نہ ہو سکیں۔ اسی لئے اس غزوہ کو غزوہ خندق بھی کہا جاتا ہے۔

نزول آیت کا موقع

☆ یہ آیت غزوہ خندق کے ایام میں نازل ہوئی۔ اس موقع پر صرف اصحاب ﷺ ہی خندق نہیں کھود رہے تھے بلکہ نبی کریم ﷺ خود بھی ان کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف تھے اور آپ ﷺ کا پورا جسم گرد آلود ہو چکا تھا۔ کھدائی کے دوران ایک جگہ ایسی چٹان نکل آئی جس کو صحابہ کرام ﷺ توڑ نہ سکے۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی تو آپ ﷺ خود تشریف لائے، بسم اللہ پڑھ کر اسے توڑنا شروع کیا اور صرف تین ضربوں کے ساتھ اس چٹان کو ٹکڑے

ٹکڑے کر دیا۔ (مسند احمد: جلد ۴: ص ۳۰۳)

☆اس موقع پر صحابہ کرام ﷺ نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا تو نبی کریم ﷺ نے اپنے پیٹ پر دو پتھر باندھ رکھے تھے۔ (ترمذی: ۱۷ ۲۳: ابواب الزہد: باب ۳۹)

☆اس موقع پر نبی کریم ﷺ مسجد نبوی میں امامت نہیں کرا رہے تھے بلکہ صحابہ کرام ﷺ کے ساتھ ایک دن کی چار نمازیں قضا کر رہے تھے۔ (ترمذی: ۱۷۹: ابواب الصلاۃ: باب ۱۸) اس سے معلوم ہوا کہ ملک وملت کی حفاظت اتنا اہم کام ہے کہ اس کے لئے نماز جیسی اہم عبادت کو بھی مؤخر کیا جاسکتا ہے۔

☆دشمن کی کثرت اور محاصرہ کی طوالت کے باعث منافقین میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنا شروع ہو گئے اور یہودیوں نے عہد شکنی کا اعلان کر کے مدینہ کے اندر انتشار پیدا کر دیا۔ ان سنگین حالات میں بھی نبی کریم ﷺ کے عزم واستقلال میں ذرہ بھر کمزوری نہ آئی بلکہ ایمان افروز دعاؤں کے ساتھ اپنے اصحاب کے حوصلے بلند کر رہے تھے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی ملک وملت کے تحفظ کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانی پڑے تو نبی کریم ﷺ کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

نزول آیت کا حکم

یہ آیت اگرچہ غزوہ خندق کے موقع پر نازل ہوئی مگر اس کا حکم عام ہے یعنی آپ ﷺ صرف غزوہ خندق یا میدان جنگ میں ہی نمونہ نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں اور انسانوں کے ہر طبقہ کے لئے آپ ﷺ کی زندگی ایک بہترین نمونہ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے نمونہ کو کسی شعبہ کے ساتھ خاص نہیں کیا بلکہ مطلق فرمایا: بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ (کی زندگی) میں (ہر لحاظ سے) عمدہ نمونہ ہے۔ (قرآن: ۳۳:۲۱)

نزول آیت اور دور حاضر کا تقاضا

آج سے ۱۴۲۵ سال پہلے عرب کے سارے قبائل مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ کو مشورہ کے لئے طلب فرمایا۔ حضرت سلمان فارسی ﷺ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے ملک فارس میں جب کوئی بڑا لشکر حملہ کرنے کا ارادہ کرتا تو ہم اپنے شہر کے اردگرد خندق کھود کر اس کی پیش قدمی روک دیتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کو یہ تجویز پسند آئی کیونکہ دانائی کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فوراً خندق کھودنے کا حکم جاری کر دیا۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ اپنے ہاتھوں سے خندق کھود رہے تھے اور اپنی زبانوں سے فتح ونصرت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ کفار کا لشکر جب مدینہ پہنچا تو خندق مکمل ہو چکی تھی جس کی وجہ سے وہ مدینہ میں داخل نہ ہو سکے اور ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد ناکام واپس چلے گئے۔

آج بھی کچھ ایسے ہی حالات ہیں کہ غیر مسلم طاقتوں نے مسلمانوں کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں پر حملہ کر رکھا ہے اور اسلام کو دہشت گردی کے ساتھ منسلک کرنے کی کوشش جاری ہے مگر ہم نے گزشتہ آٹھ سال کی پٹائی کے باوجود کوئی سبق نہیں سیکھا۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا　　کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

۱۴۲۵ سال پہلے مسلمانوں نے اس دور کی ترقی یافتہ ایرانی قوم کی ٹیکنالوجی سے استفادہ کیا اور ہنگامی بنیادوں پر خندق کھود کر مسلمانوں کو تباہی سے بچا لیا۔ آج بھی اگر مسلمان اس دور کی ترقی یافتہ مغربی قوم کی ٹیکنالوجی سے استفادہ کریں اور ہنگامی بنیادوں پر تعلیم، سائنس، انصاف اور میڈیا کے میدانوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کریں تو آئندہ نصف صدی میں وہ اس قابل ہو سکتے ہیں کہ اس جدید دنیا میں باوقار طریقہ سے زندگی گزار سکیں کیونکہ مستقبل کے فیصلے اب جنگ کے میدان میں نہیں بلکہ تعلیم اور معیشت کے میدان میں ہوں گے۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے غافل مسلمانو!　　تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

یہاں پر میں ایک حدیث پاک قارئین کی نذر کرنا چاہتا ہوں جو ہمارے پیارے نبی ﷺ نے چودہ صدیاں پہلے بیان فرمائی مگر آج وہ عملی صورت میں نظر آرہی ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریب ہے کہ ساری قومیں اکٹھی ہوکر تم پر حملہ کردیں جیسے بھوکے طفیلی کھانے پر جھپٹتے ہیں۔ ایک صحابی نے عرض کیا: کیا اس دن ہماری تعداد کم ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس دن تمہاری تعداد زیادہ ہوگی مگر تم سیلاب میں بہنے والے تنکوں کی طرح ہوگے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں وَہن ڈال دے گا۔ صحابی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ وہن کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔　　(ابوداؤد: ۴۲۹۷: کتاب الملاحم: باب ۵)

کامل نمونہ

☆ قرآن کتاب ہدایت ہے اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ اس کی عملی تصویر ہیں۔

☆ آپ ﷺ کی اطاعت میں خدا کی اطاعت ہے۔

☆ آپ ﷺ کی اتباع میں خدا کی محبت ہے۔

☆ آپ ﷺ کی اداؤں میں خدا کی رضا ہے۔

☆ آپ ﷺ کی رفعتوں میں خدا کی عطا ہے۔

☆ آپ ﷺ کی محبت میں ایمان کی جان ہے۔

☆ آپ ﷺ کی صورت میں حسن کی معراج ہے۔

☆ آپ ﷺ کی سیرت بہترین نمونہ ہے۔

آج کوئی شوہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں نمونہ تلاش نہیں کرسکتا کیونکہ آپ علیہ السلام نے شادی ہی نہیں کی۔ آج کوئی مزدور حضرت سلیمان علیہ السلام میں نمونہ کیسے تلاش کرے کیونکہ آپ نے بادشاہی میں ساری زندگی گزاری ہے۔

مگر سبحان اللہ! ہمارا نبی! خدا کی اس خدائی میں ایک لاجواب نبی!

☆ آپ ﷺ کا حسین نمونہ کہاں نہیں!

☆ مزدور سے لے کر بادشاہ تک۔

☆ بچے سے لے کر باپ تک۔

☆ سپاہی سے لے کر کمانڈر تک۔

☆ نمازی سے لے کر خطیب تک۔

☆ غار حرا کی تنہائیوں میں خدا کی عبادت سے لے کر طائف کے بازاروں میں پتھر کھانے تک۔

☆ رات کی تاریکی میں مکہ چھوڑنے سے لے کر دن کے اجالے میں مکہ فتح کرنے تک۔

☆ مکہ کے پہاڑوں میں چند بکریاں چرانے سے لے کر آخری حج میں سوا لاکھ انسانوں کی رہنمائی تک۔

☆ الغرض زندگی کے ہر گوشہ میں آپ کا حسین نمونہ چاند کی طرح چمک رہا ہے۔

دور حاضر کے ایک عیسائی محقق مائیکل ایچ ہارٹ نے کیا خوب لکھا ہے:

دنیا میں جن شخصیات نے لوگوں کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے ان میں محمد (ﷺ) کا نام پہلے نمبر پر ہے۔ میرا یہ انتخاب بعض قارئین کو حیران کرے گا لیکن تاریخ انسانیت میں یہ واحد شخصیت ہے جو مذہبی اور دنیاوی دونوں میدانوں میں نمایاں طور پر کامیاب ہوئی ہے۔ آپ کے وصال کے تیرہ سو سال بعد آج بھی اس کا اثر طاقتور اور ہر جگہ نمایاں ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عرب فتوحات نے ساتویں صدی سے لے کر آج تک انسانی تاریخ میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ مذہبی اور دنیاوی اقدار کا یہ وہ بے مثال امتزاج ہے جو میرے خیال میں محمد (ﷺ) کو اس بات کا مستحق قرار دیتا ہے کہ آپ کو تاریخ انسانیت کی سب سے بڑی متاثر کن شخصیت سمجھا جائے۔ (The 100 : Page No. 33)

چلتا پھرتا اور بولتا قرآن

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے جب قرآن کریم کی تبلیغ شروع کی تو مشرکین مکہ نے کہا: یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ آپ اپنی طرف سے کلام بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نزول قرآن سے پہلے میں نے تمہارے درمیان اپنی زندگی کے چالیس سال گزارے ہیں، اس طویل عرصہ میں میری صداقت اور دیانت کے تم خود شاہد ہو اور تم یہ بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اُمّی ہوں یعنی میں نے کسی ظاہری استاد کی شاگردی اختیار نہیں کی تو تم خود غور کرو کہ جس نے چالیس سال تک نہ کوئی کتاب پڑھی اور نہ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز لکھی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ امی شخص اچانک ایک ایسا معجزانہ کلام پیش کر دے جو فصاحت و بلاغت اور حکمت و فراست میں اپنا ثانی نہ رکھتا ہو؟ اس لئے اس حقیقت میں شک کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، انسان کا کلام نہیں ہے۔

نیز جس نے چالیس سال تک کسی انسان کے بارے میں ایک دفعہ بھی جھوٹ نہ بولا ہو العیاذ باللہ، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹا کلام کیسے منسوب کر سکتا ہے، لہٰذا قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کے لئے نبی کریم ﷺ کی زندگی ایک ایسا ناقابل تردید ثبوت ہے جس کے مشرکین مکہ خود شاہد ہیں۔

علامہ مقریزی لکھتے ہیں: جنگ بدر شروع ہونے سے پہلے ایک کافر (اخنس) نے ایک دن تنہائی میں ابوجہل سے پوچھا: کیا محمد (ﷺ) تیرے خیال میں جھوٹے ہیں؟ اس پر ابوجہل نے کہا: محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کیسے باندھ سکتے ہیں حالانکہ ہم خود انہیں صادق و امین کہا کرتے تھے، انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا، لیکن بات یہ ہے کہ محمد (ﷺ) کے خاندان کے پاس پہلے ہی حاجیوں کی میزبانی اور مشورہ کے اہم اور اعلیٰ مناصب ہیں، اب اگر نبوت بھی ان میں آجائے تو ہمارے لئے کیا باقی رہے گا؟ یہ سن کر اخنس کفار کا لشکر چھوڑ کر واپس چلا گیا اور جنگ بدر میں شریک نہ ہوا۔
(إمتاع الاسماع: جلد اول: ص ۹۱)

قرآن کریم نے اپنی صداقت کے لئے نبی کریم ﷺ کی اعلان نبوت سے پہلے کی چالیس سالہ زندگی کو بطور دلیل پیش کیا ہے، ارشاد خداوندی ہے: اس سے پہلے میں عمر کا ایک حصہ (چالیس سال) تمہارے درمیان گزار چکا ہوں، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ (قرآن: ۱۰: ۱۶) یعنی نبی کریم ﷺ کہیں باہر سے تشریف نہیں لائے، وہ تمہارے اندر پیدا ہوئے، ان کا بچپن اور جوانی، ان کا کاروبار اور شادی الغرض ان کی کتاب زندگی کا ہر ورق تمہارے سامنے عیاں ہے، کہیں کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں تم کسی نقص کی نشاندہی کر سکو۔ دوسرے لفظوں میں قرآن یہ اعلان کر رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہلے چالیس سال قرآن بن کے دکھایا ہے اور آخری ۲۳ سال قرآن پڑھ کے سنایا ہے، گویا آپ ﷺ چلتا پھرتا اور بولتا قرآن ہیں۔

حضرت سعد بن ہشام رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے خلق کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا خلق قرآن ہی تو ہے۔ (مسلم: ۱۷۳۹: کتاب المسافرین: باب ۱۸) یعنی جو کچھ قرآن کریم میں کہا گیا، نبی کریم ﷺ نے اس پر عمل کر کے دکھا دیا۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان نے کیا خوب کہا ہے:

تیرے خُلق کو حق نے عظیم کہا تیری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم
وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

ذِكْرَ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۝٢١

امید رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔[۲۶]

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝٢٢

۲۲۔ اور جب مومنوں نے (کفار کے) لشکر دیکھے تو پکار اٹھے: یہ ہے (وہ آزمائش) جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس (آزمائش) نے ان کے ایمان اور ان کی اطاعت گزاری میں اضافہ ہی کیا۔[۲۷]

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝٢٣

۲۳۔ اہل ایمان میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اس عہد کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا، سو ان میں سے بعض نے (شہید ہو کر) اپنی نذر پوری کر دی اور ان میں سے بعض (شہادت کا) انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے (اپنے وعدہ میں) کوئی تبدیلی نہیں کی۔[۲۸]

---

[۲۶] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت تمام انسانوں کے لئے بہترین نمونہ ہے مگر اس سے فائدہ وہی لوگ اٹھاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں کیونکہ انہی کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہوتی ہے اور یہی محبت انسان کو اپنے محبوب کی اطاعت اور پیروی پر مجبور کرتی ہے۔

[۲۷] سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۴ میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ گزر چکا ہے کہ اہل ایمان کو پہلے مصائب و آلام کے پہاڑوں سے ٹکرایا جاتا ہے اور اگر وہ حق پر ثابت قدم رہیں تو پھر فتح و نصرت آگے بڑھ کر ان کا استقبال کرتی ہے۔ مدینہ کے انصار و مہاجرین نے جب کفار کا لشکر جرار دیکھا تو ان کے ایمان اور جذبہ تسلیم و رضا میں اضافہ ہو گیا اور وہ پکار اٹھے: یہ وہی آزمائش کے پہاڑ ہیں جن سے ٹکرانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو گا اور فتح و نصرت ان کا استقبال کرے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، جب اہل ایمان نے استقامت کا مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسی تیز ہوا بھیجی جس نے کفار کے اوسان خطا کر دیئے اور وہ محاصرہ چھوڑ کر واپس بھاگ گئے۔

[۲۸] کئی ہمت والے مومنوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کر رکھا تھا کہ وہ کسی غزوہ سے پیچھے نہیں رہیں گے اور مشکل ترین حالات

لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۚ﴿۲۴﴾

۲۴۔ تا کہ اللہ تعالیٰ سچے لوگوں کو ان کی سچائی کی جزا دے اور منافقوں کو عذاب دے اگر وہ چاہے یا ان کی توبہ قبول فرمائے، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔[۲۹]

وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۚ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے غصے کے ساتھ ہی (ناکام) واپس بھیج دیا، وہ کوئی فائدہ نہ پا سکے، اور اس جنگِ (خندق) میں اللہ تعالیٰ خود ہی مومنوں کے لئے کافی ہو گیا، اور اللہ تعالیٰ بڑا طاقتور (اور) غالب ہے۔[۳۰]

میں بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ پوری ثابت قدمی سے لڑتے رہیں گے حتیٰ کہ شہید ہو جائیں۔ اس آیت میں ان مردانِ ہمت کی تعریف کی گئی ہے اور انہوں نے اپنے وعدے سچے کر دکھائے۔ ان میں سے بعض تو مختلف جنگوں میں شہید ہو چکے ہیں اور باقی پورے خلوص کے ساتھ شہادت کا انتظار کر رہے ہیں اور ان کے ارادوں میں کوئی تبدیلی اور کمزوری نہیں آئی۔ اس سلسلہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایک دعا ملاحظہ کریں: اے اللہ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما اور میری موت اپنے رسول کے شہر میں بنا دے۔ (بخاری: ۱۸۹۰: کتاب فضائل المدینۃ: باب ۱۳)

اس عہد کو پورا کرنے والوں میں شہدائے احد بھی شامل ہیں جن کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ قیامت کے دن یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہداء ہیں، سو تم ان کے پاس آیا کرو اور ان کی زیارت کیا کرو اور اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! قیامت تک جو شخص بھی ان کو سلام کرے گا یہ اس کے سلام کا جواب دیں گے۔
(مستدرک: امام حاکم: ۲۹۷۷: جلد ۲: ص ۲۷۱، کنز العمال: ۲۹۸۹۲: جلد ۱۰: ص ۳۸۱)

[۲۹] غزوہ احزاب میں اہل ایمان نے اپنے وعدے سچے کر دکھائے تو اللہ تعالیٰ نے اس جنگ میں انہیں فتح عطا فرمائی۔ تاریخ میں ان کا ذکر احترام کے ساتھ کیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے جنت کی خوش خبری ہے اور منافقین نے اگر توبہ نہ کی تو یہ اللہ تعالیٰ پر منحصر ہے، چاہے تو انہیں ان کے نفاق کی وجہ سے عذاب دے اور اگر ان کا نفاق معمولی ہو تو انہیں توبہ کی توفیق دے کر معاف فرما دے۔

[۳۰] عرب کے کفار بڑے تکبر کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوئے تا کہ مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں مگر وہ اپنے مشن میں کامیاب نہ ہو سکے اور غصے سے بھرے ہوئے واپس لوٹ گئے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کو جنگ کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسی تیز ہوا چلا دی جس سے گھبرا کر کفار خود ہی واپس بھاگ گئے۔

وَاَنۡزَلَ الَّذِيۡنَ ظَاهَرُوۡهُمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ مِنۡ صَيَاصِيۡهِمۡ وَقَذَفَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الرُّعۡبَ فَرِيۡقًا تَقۡتُلُوۡنَ وَتَاۡسِرُوۡنَ فَرِيۡقًا ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اور جن اہل کتاب (بنی قریظہ کے یہود) نے ان حملہ آور کفار کی مدد کی تھی، اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ تم ان کے ایک گروہ کو قتل کر رہے ہو اور ایک گروہ کو قیدی بنا رہے ہو۔ [۳۱]

وَاَوۡرَثَكُمۡ اَرۡضَهُمۡ وَدِيَارَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ وَاَرۡضًا لَّمۡ تَطَـُٔوۡهَا‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرًا ﴿۲۷﴾ ع

۲۷۔ اور اس نے تمہیں ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے اموال کا مالک بنا دیا اور اس زمین کا بھی مالک بنا دیا جس پر تم نے کبھی قدم بھی نہ رکھا تھا، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۳۲]

ع ۲ ۱۹

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّاَزۡوَاجِكَ اِنۡ كُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا وَزِيۡنَتَهَا فَتَعَالَيۡنَ اُمَتِّعۡكُنَّ وَاُسَرِّحۡكُنَّ سَرَاحًا جَمِيۡلًا ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اے نبی ﷺ! آپ اپنی بیویوں سے فرما دیں: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ! میں تمہیں مال و متاع دے دوں اور تمہیں اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں۔ [۳۳]

[۳۱] غزوہ احزاب سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں نے بنی قریظہ کا محاصرہ کر لیا کیونکہ انہوں نے دوران جنگ عہد شکنی کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی بھرپور کوشش کی۔ ۲۵ دن تک محاصرہ جاری رہا، اس دوران پتھروں اور تیروں کا تبادلہ بھی ہوا۔ آخرکار یہودی قبیلہ بنی قریظہ نے عاجز آ کر شکست تسلیم کر لی اور ان کی سزا کے لئے جانبین نے حضرت سعد بن معاذ ؓ کو حکم مقرر کیا۔ ان کے فیصلہ کے مطابق بنی قریظہ کے نوجوانوں کو قتل کر دیا گیا اور ان کے بچوں اور عورتوں کو غلام بنا لیا گیا کیونکہ بنی قریظہ نے عین اس وقت عہد شکنی کی جب سارا عرب دس ہزار کا لشکر جرار لے کر چھوٹی سی بستی یعنی مدینہ منورہ پر حملہ آور تھا اور مسلمان اپنی زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ایسے اسباب پیدا نہ فرماتا جنہوں نے دشمنان اسلام کے حوصلے پست کر دیئے تو آپ خود اندازہ کریں باہر سے کفار حملہ کرتے اور اندر سے بنی قریظہ ٹوٹ پڑتے تو مسلمانوں کا نام و نشان تک مٹا کے رکھ دیتے۔

[۳۲] اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بنی قریظہ کی زمین، ان کے گھروں اور ان کے اموال کا مالک بنا دیا اور مستقبل میں ایسی زمین کی فتح بھی ان کے مقدر میں لکھ دی جہاں تک وہ ابھی نہیں پہنچے تھے۔ اس زمین سے مراد خیبر اور طائف وغیرہ وہ ساری فتوحات ہیں جو اس جنگ کے بعد مسلمانوں کو حاصل ہوئیں۔

[۳۳] نبی کریم ﷺ کی خانگی زندگی بڑی سادہ اور فقیرانہ تھی، کئی کئی دنوں تک چولہے میں آگ نہ جلتی، صرف کھجوروں پر گزر

وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور دار آخرت کا ارادہ رکھتی ہو، تو بے شک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اے نبی ﷺ کی بیویو! تم میں سے جس نے بھی صریح ناشائستہ بات کی تو اس کے لئے عذاب دوگنا کر دیا جائے گا، اور یہ اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔ [۳۴]

بسر ہوتی۔ مسلمانوں کے مالی حالات جب تک ناسازگار تھے امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن اس فقر و فاقہ پر صابر و شاکر تھیں لیکن جب فتوحات اور مال غنیمت کے آنے کا سلسلہ شروع ہوا اور مدینہ منورہ میں عام مسلمانوں کی معاشی حالت بہتر ہوگئی تو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے بھی اپنے نان و نفقہ میں اضافہ کی درخواست کی۔ یہ بات نبی کریم ﷺ کے قلب نازک پر گراں گزری اور تقریباً ایک ماہ تک آپ ﷺ اپنی بیویوں سے الگ رہے، تب یہ آیات نازل ہوئیں یعنی اگر تم واقعی دنیا کی زیب و زینت چاہتی ہو تو مجھے بتاؤ میں تمہیں کچھ مال و متاع بھی دوں گا اور اچھے طریقہ سے طلاق دے کر فارغ کر دوں گا (کیونکہ دنیاوی مال و متاع اور میں ایک گھر میں اکٹھے نہیں رہ سکتے)۔
جب یہ آیات نازل ہوئیں تو نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: میں آج تم سے ایک بات پوچھنے والا ہوں، تم اس کے جواب میں جلدی نہ کرنا بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر کے اس کا جواب دینا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے یہ آیات پڑھیں تو اس کے جواب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: کیا میں اس بات میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ (میرا فیصلہ بالکل واضح ہے) میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور دار آخرت کو اختیار کرتی ہوں۔ (مسلم: ۱۴۷۵: کتاب الطلاق: باب ۵) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے بھی یہی جواب دیا اور اس آیت میں بیان کردہ اجر عظیم کی مستحق قرار پائیں۔

[۳۴] اس آیت کا مطلب یہ نہیں کہ العیاذ باللہ! نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے کسی ناشائستہ حرکت کا اندیشہ تھا بلکہ انہیں یہ احساس دلانا مقصود تھا کہ امت میں ان کا بڑا اونچا مقام ہے اور ان کی زندگی صرف اپنے لئے ہی نہیں بلکہ امت کی ساری عورتوں کے لئے ہدایت کا نمونہ ہے، لہٰذا ان کی ذمہ داریاں بھی دگنی ہیں، اگر ان کے دامن پر کوئی داغ لگا تو پھر اس کی سزا بھی دگنی ہوگی۔۔۔ جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

وَ مَنۡ یَّقۡنُتۡ مِنۡکُنَّ لِلّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ تَعۡمَلۡ صَالِحًا نُّؤۡتِہَاۤ اَجۡرَہَا مَرَّتَیۡنِ ۙ وَ اَعۡتَدۡنَا لَہَا رِزۡقًا کَرِیۡمًا ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اور تم میں سے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرماں بردار رہے اور نیک عمل کرتی رہے تو ہم اسے اس کا اجر دوگنا دیں گے اور ہم نے اس کے لئے عزت والی روزی تیار کر رکھی ہے۔ [۳۵]

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسۡتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیۡتُنَّ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ فَیَطۡمَعَ الَّذِیۡ فِیۡ قَلۡبِہٖ مَرَضٌ وَّ قُلۡنَ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا ﴿ۚ۳۲﴾

۳۲۔ اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں میں سے کسی ایک کی مانند نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو، اور (کسی مرد سے ایسے) نرم لہجہ میں بات نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہو وہ لالچ کرنے لگے اور دستور کے مطابق بات کیا کرو۔ [۳۶]

---

[۳۵] کسی اہم اور معزز شخص کی معمولی غلطی بھی بڑی سمجھی جاتی ہے کیونکہ دوسرے لوگ اس کو نمونہ بنا کر بڑی غلطیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس طرح اس معزز شخص کو اپنی غلطی کے ساتھ دوسروں کی غلطیوں کی بھی سزا ملتی ہے۔ اسی طرح جب کوئی اہم اور معزز شخص نیکی کرے تو اس کی عزت افزائی بھی زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اس سے دوسرے لوگوں کو نیکی کی ترغیب ملتی ہے، اس طرح اس اہم شخص کو اپنی نیکی کے ساتھ دوسروں کی نیکیوں سے بھی اجر ملتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن امت میں صرف اہم اور معزز ہی نہیں بلکہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا ایسا شرف حاصل ہے جو دنیا میں کسی کو حاصل نہیں ہے، اس لئے جب یہ اطاعت اور نیکی پر ثابت قدم رہیں گی تو ان کو دوسری عورتوں کے مقابلہ میں نہ صرف یہ کہ دوگنا اجر ملے گا بلکہ جنت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں خصوصی روزی اور امتیازی نعمتیں بھی ملیں گی۔

[۳۶] یعنی تمہاری حیثیت عام عورتوں کی مانند نہیں ہے بلکہ تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کی وجہ سے ایک خصوصی شرف حاصل ہے، لہٰذا تمہیں جب کبھی ضرورت کے باعث کسی مرد سے بات کرنا پڑے تو ایسا نرم لہجہ اختیار نہ کرو جس سے کسی بیمار دل میں کوئی غلط خیال پیدا ہو بلکہ ایسا مہذب اور شائستہ انداز تکلم اختیار کرو جس سے پرہیزگاری اور خدا خوفی جھلک رہی ہو۔

ان آیات میں بظاہر خطاب اگرچہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے ہے مگر مراد امت کی ساری عورتیں ہیں، یعنی اے مسلمان عورتو! تمہاری حیثیت غیر مسلم عورتوں کی مانند نہیں ہے بلکہ اسلام کی وجہ سے تمہیں ایک خصوصی شرف حاصل ہے، لہٰذا تمہیں بھی جب کبھی ضرورت کے باعث کسی مرد سے بات کرنی پڑے تو ایسا لہجہ اختیار کرو جس سے تقویٰ اور خدا کا ڈر جھلک رہا ہو اور سامع کے دل کے کسی گوشے میں کوئی غلط خیال جنم نہ لے سکے۔

اس آیت میں ایک اور نکتہ بھی قابل غور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے جب ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن

وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾

۳۳۔ اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنی زیب و زینت کی نمائش نہ کرو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتی رہو، [۳۷] اے (نبی کے) گھر والو! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھے اور تمہیں خوب پاک وصاف رکھے۔ [۳۸]

کی مثل کوئی عورت نہیں ہے تو خود نبی کریم ﷺ کی مثل بھی کوئی نہیں ہوسکتا۔

[۳۷] یعنی دور جاہلیت کی طرح اپنی زیب و زینت اور اپنا حسن و جمال دکھانے کے لئے باہر نہ جاؤ۔ اگر کسی ضرورت کے باعث باہر جانا پڑے تو مہذب طریقہ سے جاؤ اور ضرورت پوری کرنے کے بعد گھر لوٹ آؤ، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی پیروی کرو اور گھروں میں ٹھہری رہو۔ یہ حکم صرف ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لئے خاص نہیں ہے بلکہ امت کی ساری عورتوں کے لئے عام ہے۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ عورتوں کی اس زیب و زینت کو دیکھ لیتے جو اب عورتوں نے ایجاد کرلی ہے تو ان کو (مساجد میں نماز پڑھنے سے) اس طرح منع فرما دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو مساجد میں نماز پڑھنے سے منع کردیا گیا تھا۔ (بخاری: ۸۶۹: کتاب الاذان: باب ۱۶۳)

☆ حضرت ام حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہیں مگر ہمارے شوہر ہم کو آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا گھر کے کمروں میں نماز پڑھنا گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا گھر کے صحن میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(السنن الکبریٰ: امام بیہقی: جلد ۳: ص ۱۳۲)

☆ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کی نماز پڑھنے کی سب سے بہتر جگہ ان کے گھروں کا اندرونی حصہ ہے۔ (مسند احمد: جلد ۶: ص ۲۹۷)

[۳۸] اہل بیت سے کون مراد ہیں؟

اہل بیت سے مراد نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا اہل بیت ہونا قرآن کریم کی اس آیت سے ثابت ہے اور باقی چار حضرات رضی اللہ عنہم کا اہل بیت سے ہونا احادیث سے ثابت ہے۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ ع

۳۴۔ اور تمہارے گھروں میں جو اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں ان کو خوب یاد رکھو، [۳۹] بے شک اللہ تعالیٰ بہت باریک بین خوب باخبر ہے۔

☆ علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: یہ آیت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن آپ ﷺ کے اہل بیت ہیں اور اس میں شیعہ مذہب کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اہل بیت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص ہیں کیونکہ ایک دن نبی کریم ﷺ ایک چادر لے کر آئے، پھر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس چادر میں داخل کر کے یہ آیت پڑھی۔ یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ حضرات بھی اہل بیت سے ہیں، اس پر دلالت نہیں کرتی کہ ان کے علاوہ دیگر حضرات اہل بیت سے نہیں ہیں۔ (تفسیر روح البیان) یعنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن تو قرآن کی رو سے اہل بیت ہیں اور دیگر چار حضرات رضی اللہ عنہم کو چادر کے ذریعہ اہل بیت میں شامل کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی تا کہ کوئی ان کو اہل بیت سے خارج نہ سمجھے۔

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حج کے موقع پر دیکھا کہ آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار خطبہ دے رہے تھے اور فرما رہے تھے: اے لوگو! میں نے تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑی ہیں کہ اگر تم نے ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری اولاد، میرے اہل بیت۔ (ترمذی: ۳۷۸۶: ابواب المناقب: باب ۳۱) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ آپ ﷺ کی دوسری اولاد بھی اہل بیت میں شامل ہے۔ نیز قرآن مجید اور احادیث میں جہاں اہل یا اہل بیت کے الفاظ ذکر ہوئے ہیں وہاں ازواج اور اولاد دونوں مراد ہیں۔

☆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم نے ان کو تھام لیا تو تم میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے، ان میں سے ایک دوسری سے زیادہ عظیم ہے، ایک کتاب اللہ ہے، یہ وہ رسی ہے جو آسمان سے زمین تک تانی ہوئی ہے اور دوسری میری اولاد ہے میرے اہل بیت، وہ ہرگز ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے حتیٰ کہ وہ دونوں اکٹھے میرے پاس حوض پر وارد ہوں گے۔ پس غور کرو کہ تم میرے بعد ان سے کس طرح پیش آتے ہو۔

(ترمذی: ۳۷۸۸: ابواب المناقب: باب ۳۱)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے اہل بیت کشتی نوح کی طرح ہیں جو اس کشتی میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس کشتی سے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔ (المعجم الکبیر: ۲۵۷۰: جلد ۲: ص ۱۷۹)

☆ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اسلام کا لباس حیا ہے، اس کی زینت وفا ہے، اس کی مروت عمل صالح ہے، اس کا ستون تقویٰ ہے۔ ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے محبت اور ان کے اہل بیت کی محبت ہے۔ (کنز العمال: ۳۲۵۲۳: جلد ۱۱: ص ۵۳۹)

[۳۹] ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے گھروں میں قرآن اور حکمت کی تلاوت کی جاتی ہے، حکمت سے مراد حدیث ہے۔ اس سے

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآىِٕمِیْنَ وَالصّٰٓىِٕمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۳۵﴾

۳۵۔ بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں، صابر مرد اور صابر عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ تعالیٰ نے ان سب کے لئے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔[۴۰]

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ

۳۶۔ اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ فرمادیں تو پھر

معلوم ہوا کہ حدیث بھی قرآن کی طرح ثواب کی نیت سے پڑھی جاسکتی ہے۔

اس آیت میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو حکم دیا جارہا ہے کہ تمہارے گھروں میں جو قرآنی آیات کا نزول اور حکمت کے موتیوں کا ظہور ہوتا ہے ان کو غور سے سنا کرو اور اچھی طرح یاد کر کے امت تک پہنچاؤ، اور یہ اسی حکم کا نتیجہ ہے کہ احادیث مبارکہ کا ایک کثیر ذخیرہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ذریعہ امت مسلمہ کو نصیب ہوا، مثلاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۲۲۱۰، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۳۷۸، حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۱۰۳، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۴۸، حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۱۰ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۴ روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔

[۴۰] بعض خواتین نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: کیا وجہ ہے کہ ہم عورتوں کا قرآن مجید میں اس طرح ذکر نہیں ہے جس طرح مردوں کا ذکر ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اگرچہ تمام احکام میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہیں سوائے ان مخصوص احکام کے جو صرف عورتوں کے لئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی دلداری کے لئے اس آیت میں ان کا بھی ذکر فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر یہ اوصاف مرد اور عورت دونوں میں یکساں ہوں تو ان دونوں کا اجر بھی برابر ہوگا، ایسا نہیں کہ مرد کو سچ بولنے کا ثواب زیادہ ملے اور عورت کو کم۔ اگرچہ ان دونوں کا دائرہ کار مختلف ہے، عورت پیٹ میں بچے اٹھاتی ہے تو مرد اس کے لئے روزی کماتا ہے مگر نیک کام کرنے اور اس کے اجر و ثواب کے حوالے سے مرد اور عورت میں کوئی امتیاز نہیں ہے، ایک جیسی نیکی کا ہر ایک کو ایک جیسا اجر ملے گا۔

اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ﴿۳۶﴾

انہیں (مومن مردوں اور عورتوں کو) اپنے اس کام میں کوئی اختیار ہو، اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔ [۴۱]

وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا

۳۷۔ اور (پیارے نبی ﷺ یاد کیجئے!) جب آپ نے اس شخص (زید ؓ) سے فرمایا جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور آپ نے بھی اس پر انعام فرمایا [۴۲] کہ تم اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ کو لوگوں (کے

---

[۴۱] مفسرین لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ ؓ کا نکاح زینب سے کرنا چاہتے ہیں۔ زینب اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ان کا نسب اس آزاد کردہ غلام سے بہتر ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے مقابلے میں کسی کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ کھلا گمراہ ہوگا۔ اس آیت کے سننے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ ؓ اس شادی پر راضی ہو گئے اور نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضرت زید ؓ سے نکاح کر دیا۔

یہ آیت اگرچہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زید ؓ کے نکاح کے سلسلہ میں نازل ہوئی مگر اس کا حکم عام ہے، کسی مسلمان فرد یا قوم کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ قرآن وسنت کے حکم کے مقابلے میں اپنے فیصلے کو ترجیح دے۔

[۴۲] اللہ تعالیٰ نے حضرت زید ؓ پر یہ انعام فرمایا کہ ان کو مسلمان ہونے کی توفیق عطا فرمائی اور اس آیت میں ان کا نام ذکر فرمایا۔ قرآن مجید میں کسی صحابی کا نام مذکور نہیں مگر حضرت زید ؓ کا نام ہمیشہ کے لئے قرآن مجید کا حصہ ہے اور جب بھی کوئی شخص اس آیت کی تلاوت کرے گا تو صرف ان کا نام یعنی "زید" پڑھنے سے اس کو تیس نیکیوں کا ثواب ملے گا کیونکہ قرآن کریم کے ایک حرف کی تلاوت سے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت زید ؓ پر یہ انعام فرمایا کہ جب ان کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بطور غلام پیش کیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کو آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا۔ اس کی تفصیل حاشیہ نمبر ۶ میں ملاحظہ کریں۔ اور پھر جب حضرت زید ؓ جوان ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ان کی شادی کرا دی۔ اس کے لئے حاشیہ نمبر ۴۱ ملاحظہ کریں۔

زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۳۷

طعنوں) کا ڈر تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں، پھر جب زید ﷺ نے زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دینے کی خواہش پوری کر لی تو ہم نے اس کا آپ سے نکاح کر دیا تاکہ مومنوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح کرنے) کے متعلق کوئی حرج نہ رہے جبکہ وہ (ان کے خاوند) انہیں طلاق دینے کی خواہش پوری کر لیں، اور اللہ تعالیٰ کا حکم تو ہر حال میں پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ [۴۳]

[۴۳] گذشتہ آیت کی تفسیر میں لکھا جا چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کس طرح حضرت زید ﷺ کی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کرائی۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اکثر اپنی خاندانی شرافت و فضیلت کا ذکر کرتیں اور اس وجہ سے زوجین میں اکثر تلخ کلامی تک نوبت پہنچ جاتی۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی بتا دیا تھا کہ حضرت زید ﷺ ان کو طلاق دے دیں گے اور اس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے نکاح میں آئیں گی۔ (تفسیر روح المعانی) اور یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو ہر حال میں پورا ہو کر رہے گا۔ چنانچہ ایک دن حضرت زید ﷺ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: میں روز روز کی چپقلش سے تنگ آ گیا ہوں اور اب میں نے زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ کر لیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو اگرچہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا علم ہو چکا تھا کہ یہ طلاق ہو گی اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آئیں گی اور یہ بات پوشیدہ نہیں رہے گی بلکہ ہر ایک کو علم ہو جائے گا لیکن پھر بھی نبی کریم ﷺ نے اس حقیقت کو فی الحال مخفی رکھا کیونکہ ابھی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو باقاعدہ طلاق نہیں ہوئی تھی اور حضرت زید ﷺ کو خدا کا خوف دلایا اور طلاق دینے سے روکا کیونکہ آپ کو ڈر تھا کہ کفار عرب ابھی سے طعن و تشنیع کا بازار گرم کر دیں گے کہ نبی کریم ﷺ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فرمایا: آپ کفار کے طعنوں کی پرواہ نہ کریں اور صرف مجھ سے ڈریں، پھر جب حضرت زید ﷺ نے طلاق دے دی اور عدت گزر گئی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دیا گیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا جس کو ہر حال میں پورا ہونا ہی تھا۔ نیز اس سے اہل ایمان کو اس بات کا عملاً مشاہدہ بھی ہو گیا کہ جب منہ بولے بیٹے اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں تو ان سے شادی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اس شادی کے بارے میں بعض مفسرین اور مستشرقین نے کچھ ایسی روایات بھی نقل کی ہیں جن سے یہ تأثر ملتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محبت ہو گئی تھی جس کی وجہ سے حضرت زید ﷺ کی طلاق اور نبی کریم ﷺ کی شادی عمل میں آئی، مگر اکثر مفسرین نے ان روایات کی تردید کی ہے اور قرآن مجید کے الفاظ سے بھی یہی

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ۭ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۙ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ نبی پر اس کام کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر فرما دیا ہے، اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ان انبیاء میں بھی رہی ہے جو پہلے گزر چکے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا حکم ایسا فیصلہ ہوتا ہے جو (پہلے سے) طے شدہ ہوتا ہے۔[۴۴]

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾

۳۹۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، اور حساب لینے کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔[۴۵]

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ

۴۰۔ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں

معلوم ہوتا ہے کہ یہ شادی نبی کریم ﷺ نے اپنی خواہش کی بنا پر نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی تاکہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی کے ساتھ شادی نہ کرنے کی جاہلانہ رسم کو عملاً ختم کر دیا جائے۔

☆ حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے سامنے فخر کرتیں اور فرماتیں: تمہارا نکاح تمہارے گھر والوں نے کیا اور میرا نکاح آسمانوں سے اوپر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ (بخاری: ۷۴۲۰: کتاب التوحید: باب ۲۲)

☆ شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: مجھے آپ کی بیویوں پر تین چیزوں سے امتیاز حاصل ہے: میرا اور آپ کا دادا ایک ہے، میرا نکاح آپ ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کیا اور میرے نکاح کے سفیر جبریل امین تھے۔ (تفسیر الخازن)

[۴۴] انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ کسی نبی کو کوئی حکم دیتا ہے تو کوئی امتی خواہ اس پر عمل کرے یا نہ کرے، بہرحال نبی کے لئے اس حکم پر عمل کرنا لازم ہو جاتا ہے کیونکہ نبی امت کے لئے رہنما اور نمونہ ہوتا ہے۔ اب حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم ﷺ کا نکاح چونکہ اللہ تعالیٰ نے مقدر کر رکھا تھا تاکہ اس جاہلانہ رسم کا عملاً خاتمہ ہو جائے اس لئے آپ ﷺ کو وہ نکاح کرنا ہی تھا خواہ سارا عرب مخالفت پر اتر آئے۔

[۴۵] جن خوش نصیبوں کو اللہ تعالیٰ نبوت کے لئے منتخب فرماتا ہے وہ احکام خداوندی کی تبلیغ میں کسی فرد یا قوم کی مخالفت سے نہیں ڈرتے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا حامی و ناصر ہے اور وہی ان کا حساب لینے والا ہے۔

وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ

ہیں،[۴۶] لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں (یعنی سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں)،

[۴۶] حضرت زید بن حارثہ ؓ نبی کریم ﷺ کے منہ بولے بیٹے ہیں۔ جب انہوں نے اپنی بیوی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دی اور نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کر لی تو کفار و منافقین نے طعن و تشنیع کا بازار گرم کر دیا کہ دیکھو نبی کریم ﷺ نے اپنے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے شادی کر لی ہے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی حضرت محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی ایک کے بھی باپ نہیں ہیں تو پھر حضرت زید ؓ کے باپ کیسے ہو سکتے ہیں؟ دراصل آپ ﷺ کے سارے بیٹے بچپن میں ہی فوت ہو گئے اور ان میں سے کوئی بھی بالغ ہونے یعنی مرد کہلانے کی عمر کو نہیں پہنچا تھا، لہٰذا آپ کے نسبی بیٹوں میں کوئی مرد نہیں ہے، البتہ ساری امت آپ ﷺ کی روحانی اولاد ہے اور آپ ﷺ حقیقی باپ سے زیادہ تعظیم و تکریم کے مستحق ہیں اور آپ ﷺ سب کے روحانی باپ ہیں اور حقیقی باپ سے زیادہ مشفق و مہربان ہیں حتیٰ کہ قیامت کے دن جب ماں باپ اور اولاد ایک دوسرے سے دور بھاگیں گے تو نبی کریم ﷺ کی شفاعت اہل ایمان یعنی روحانی اولاد کے لئے تسکین کا باعث ہوگی۔ نبی کریم ﷺ اہل ایمان کے لئے روحانی باپ اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن روحانی ماں کی طرح ہیں۔ اس کے لئے آیت نمبر ۶ کا حاشیہ نمبر ۸ ملاحظہ کریں۔

اس آیت کی تفسیر میں دکتور وہبہ زحیلی لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے چار صاحبزادے تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تین صاحبزادے یعنی قاسم، طیب اور طاہر اور حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک صاحبزادے یعنی ابراہیم تھے۔ یہ چاروں صاحبزادے بچپن ہی میں فوت ہو گئے، ان میں سے ایک بھی حد بلوغت کو نہیں پہنچا تھا۔
(تفسیر منیر)

اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ نزول آیت کے وقت آپ ﷺ کا کوئی بیٹا زندہ موجود نہیں تھا یعنی قاسم، طیب اور طاہر کی وفات ہو چکی تھی اور ابراہیم ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔

نیز دکتور وہبہ زحیلی لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں یعنی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ یہ چاروں صاحبزادیاں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا ہوئیں۔ ان چاروں نے عہد نبوت پایا اور مشرف باسلام ہوئیں۔ ان میں سے پہلی تین نبی کریم ﷺ کی زندگی میں انتقال کر گئیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال نبی کریم ﷺ کے چھ ماہ بعد میں ہوا۔ (تفسیر منیر)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ شعراوی لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے تین صاحبزادے تھے یعنی قاسم، عبداللہ اور

عٌ ۲ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۴۰﴾ [۴۷] اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

ابراہیم۔ (تفسیر شعراوی) اور عبداللہ کو طیب اور طاہر کے القاب سے یاد کیا جاتا تھا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ الاحزاب: زیر آیت نمبر ۴۰)

[۴۷] اس آیت میں حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیین (آخری نبی) کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن جریر طبری (۲۲۴ھ تا ۳۱۰ھ) لکھتے ہیں: حضرت محمد ﷺ وہ ہستی ہیں جس نے سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا اور اس پر مہر لگا دی۔ اب آپ ﷺ کے بعد قیامت تک نبوت کا یہ دروازہ کسی کے لئے نہیں کھولا جائے گا۔
(تفسیر ابن جریر طبری)

ختم نبوت کا عقیدہ

ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ ختم نبوت کا یہ عقیدہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے اور چودہ صدیوں سے امت مسلمہ کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے اور اگر کوئی شخص حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کا انکار کر دے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہو جاتا ہے۔

اس آیت میں خاتم النبیین کے الفاظ نے عقیدہ ختم نبوت کو بالکل صریح اور اظہر من الشمس کر دیا ہے، لیکن اگر یہ آیت نازل نہ ہوتی تو بھی آپ کا آخری نبی ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اس سلسلے میں چند آیات اور احادیث ملاحظہ فرمائیں:

ختم نبوت کے متعلق چند آیات

☆ {اور جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور اس پر جو آپ سے پہلے (انبیاء پر) نازل کیا گیا اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔} (قرآن: ۲: ۴)

اس آیت میں متقی لوگوں کی چوتھی نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن مجید اور آپ سے پہلے انبیائے کرام پر نازل ہونے والی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ چونکہ قرآن مجید آخری کتاب اور حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں اس لئے قرآن کریم اور آپ سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں کا ذکر ہے لیکن بعد کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

☆ {آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا ہے۔} (قرآن: ۵: ۳)

یہ آیت بھی حضرت محمد ﷺ کے آخری نبی ہونے کی دلیل ہے کیونکہ جب دین مکمل ہو گیا اور کامل نعمت کی صورت میں تمہارے لئے پسند کر لیا گیا تو پھر کسی دوسرے نبی کے آنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔

☆ {آپ فرمایئے: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔} (قرآن: ۷: ۱۵۸)

آپ ﷺ سے پہلے ہر قوم اور ہر علاقہ کی طرف الگ الگ انبیائے کرام علیہم السلام مخصوص اوقات کے لئے آتے رہے مگر ہمارے پیارے نبی ﷺ چونکہ آخری نبی ہیں اس لئے آپ ﷺ کو دنیا کے ہر علاقے اور تمام انسانوں کے لئے بھیجا گیا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پہلے نبی کسی ایک مخصوص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا مگر میں تمام انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (بخاری: ۳۳۵: کتاب التیمم: باب ۱)

ختم نبوت کے متعلق چند احادیث

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس طرح ہے کہ ایک شخص نے بہت خوبصورت گھر بنایا مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس گھر کے گرد گھومتے اور تعجب سے کہتے: اس جگہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں وہ اینٹ ہوں اور میں آخری نبی ہوں۔

(بخاری: ۳۵۳۵: کتاب المناقب: باب ۱۸)

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے چھ باتوں میں انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے:

☆ مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں، یعنی الفاظ مختصر مگر معانی کا سمندر۔

☆ رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے۔

☆ میرے لئے غنیمت کا مال حلال کر دیا گیا ہے۔

☆ میرے لئے ساری زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے۔

☆ مجھے تمام مخلوق کے لئے رسول بنایا گیا ہے۔

☆ میری ذات کے ساتھ انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔ (مسلم: ۱۱۶۷: کتاب المساجد: باب ۱)

۳۔ حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک نبوت اور رسالت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اب میرے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ رسول۔ (ترمذی: ۲۲۷۲: ابواب الرؤیا: باب ۲)

۴۔ حضرت ثوبان ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو لپیٹ دیا ہے اور مجھے اس کے مشارق اور مغارب دکھا دیئے گئے ـ ـ ـ میری امت میں تیس کذاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کو گمان ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(ابوداؤد: ۴۲۵۲: کتاب الفتن: باب ۱)

۵۔ حضرت قتادہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تخلیق میں سب سے پہلا ہوں اور بعثت میں سب سے آخر ہوں۔ (کنز العمال: ۳۱۹۱۶: جلد ۱۱: ص ۴۰۹)

۶۔ حضرت عقبہ بن عامر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا۔

(ترمذی: ۳۶۸۶: ابواب المناقب: باب ۵۲)

۷۔ اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن اوفیؓ سے پوچھا: کیا تم نے نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کو دیکھا تھا؟ انہوں نے کہا: وہ بچپن میں فوت ہو گئے۔ اگر حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا مقدر ہوتا تو آپ کے صاحبزادے زندہ رہتے لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (بخاری: ۶۱۹۴: کتاب الادب: باب ۱۰۹)

۸۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کا نظام حکومت انبیاء چلاتے تھے، جب بھی کوئی نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہو جاتا۔ میرے بعد چونکہ کوئی نبی نہیں ہوگا اس لئے خلفاء بہت ہوں گے۔
(بخاری: ۳۴۵۵: کتاب الانبیاء: باب ۵۲)

ختم نبوت کے عقلی دلائل

☆تکمیل دین

اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام لوگوں تک پہنچانے کے لئے نبوت کا سلسلہ شروع کیا۔ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ اس وقت چند افراد کی ضرورت کے مطابق اسلام کے محدود احکام نازل ہوئے، پھر جس قدر افراد انسانی کی تعداد بڑھتی گئی ضرورت کے مطابق احکام اسلام میں اضافہ ہوتا گیا حتیٰ کہ حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا:

☆{آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا ہے۔} (قرآن: ۵: ۳)

اس آیت کا مقصد بالکل صاف اور واضح ہے کہ دین اسلام تدریجی مراحل طے کرتا ہوا آج پایہ تکمیل کو پہنچ گیا ہے، اب اس میں اضافہ و تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔ جب پیغام مکمل ہو چکا تو پھر کسی دوسرے نبی کی بھی ضرورت نہ رہی، لہٰذا ختم نبوت کا تاج حضرت محمد ﷺ کے مبارک سر پر سجا دیا گیا اور آپ ﷺ کے بعد نبوت کا مقدس سلسلہ ختم ہو گیا۔

☆تکمیل عرفان

اللہ تعالیٰ نے یہ ساری مخلوق اپنے عرفان کے لئے پیدا فرمائی۔ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کا تعارف کرایا، پھر دیگر انبیائے کرام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا تعارف کراتے رہے کہ اللہ ایک ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا تعارف تدریجی مراحل طے کرتا رہا، انبیائے کرام جبریل امین سے سن کر عرفان خداوندی کی تبلیغ کرتے رہے۔ اگرچہ ان کے سننے میں ذرہ بھر شک کی گنجائش نہیں، انبیائے کرام اور جبریل امین جو کچھ سنتے رہے وہ سو فیصد درست تھا مگر پھر بھی سننے اور دیکھنے میں فرق ہوتا ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خبر اور مشاہدہ برابر نہیں ہو سکتے۔ (مسند احمد: جلد اول: ص ۲۷۱)

چنانچہ ۲۷ رجب کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو آسمانوں پر بلا کر اپنی شان کے لائق اپنی ذات کا دیدار کرایا اور اس طرح وہ عرفان جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا نبی آخر الزمان ﷺ کے دیدار الٰہی سے تکمیل پذیر ہوا اور

آپ ﷺ نے معراج سے واپس آ کر سب انبیائے کرام کی تصدیق فرمائی کہ آج تک انبیائے کرام جس توحید کی تبلیغ کرتے رہے ہیں، میں سر کی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں وہ واقعی ایک ہے اور لاشریک ہے، تو جب اللہ تعالیٰ کا تعارف مکمل ہو گیا تو مزید کسی نبی کی ضرورت نہ رہی، لہٰذا آپ ﷺ کے بعد نبوت کا مقدس سلسلہ ختم ہو گیا۔

☆ حفاظت قرآن

ہر نبی نے اسلام کا پیغام ہدایت کامل طریقہ سے اپنی قوم تک پہنچایا مگر نبی کے جانے کے بعد جب قوم نے اس میں تحریف کی اور اپنی خواہشات کے مطابق اس میں باطل نظریات کو شامل کیا تو نئے نبی کی ضرورت پڑی تا کہ وہ اصل پیغام اسلام کو دوبارہ واضح اور نمایاں کر دے، لیکن قرآن کریم کے نزول کے بعد یہ اعلان کر دیا گیا کہ اب اس کتاب میں کسی تحریف اور تبدیلی کا امکان نہیں ہے، قیامت تک اس کا ہر ہر حرف محفوظ رہے گا، لہٰذا جب قرآن محفوظ رہے گا تو ظاہر ہے کسی نئے نبی کی ضرورت بھی نہیں ہوگی۔

☆ عالمگیر نبوت

نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا کے مختلف حصوں، مختلف وقتوں اور مختلف قوموں کے لئے انبیائے کرام تشریف لاتے رہے، ان کی تعلیم عالمگیر نہ تھی کیونکہ انسانیت کو ارتقائی منازل طے کرنے میں ابھی بہت وقت درکار تھا۔ بالآخر ہمارے نبی کی آمد اس وقت ہوئی جب دنیا ایک ایسی منزل پر پہنچ چکی تھی جہاں سے وہ عالمگیر نظام حیات کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو عالمگیر دین دے کر اعلان فرمادیا: ''آپ ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت اور سارے انسانوں کے لئے رسول ہیں۔'' جب عالمگیر رسول عالمگیر پیغام ہدایت لے کر آ گیا تو مزید کسی پیغام کی ضرورت باقی نہ رہی، لہٰذا سلسلہ نبوت کو ختم ہونا چاہیے تھا جو کہ ہو گیا۔

جب اپنی پوری جوانی پہ آ گئی دنیا جہان کے واسطے اک آخری نظام آیا

منطقی اصول

انبیاء کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ حق و باطل کو واضح کر دیا جائے اور فلاح دارین کے لئے انسان کو کامل ہدایت پہنچادی جائے، لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی شکل میں انسان کو کامل ہدایت عطا فرمادی تو جس مقصد کے لئے انبیاء کا سلسلہ جاری کیا گیا تھا وہ لامحالہ ختم ہو گیا کیونکہ منطق کا یہ اصول ہے کہ جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے وہ کامل ہدایت عطا کر دی گئی ہے اس لئے منطقی طور پر آپ اس سلسلہ کے خاتم قرار پائے ہیں۔

آخری نمونہ

کسی بزرگ کا ارشاد ہے: آنے کو تو پیغمبر کہاں نہیں آئے، ہر قوم میں آئے، ہر علاقے میں آئے اور ہر زمانے میں آئے۔ (اللہ تعالیٰ کا ان پر سلام ہو۔) لیکن یہ سب جانے کو آئے، ایک مقرر وقت اور معین زمانے کے لئے آئے۔ ان کے

احکام، ان کے نمونے وقتی تھے۔ قیامت تک رہنے کو ایک ہی دین آیا اور آیا تو آ گیا۔ اب اسے کون مٹائے، وہ آنے والا تو آخری آنے والا تھا، وہ چلا جائے اور اس کا نمونہ مٹ جائے تو قیامت آئے۔ اب کوئی آنے والا ہی نہیں، نمونہ تو یہی رہے گا، اللہ تعالیٰ نے ازل میں ہی فیصلہ کر دیا تھا کہ یہ آخری نمونہ ہے اور قیامت تک یہی رہے گا۔

ختم نبوت ایک نعمت ہے

ختم نبوت اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے جس کی بدولت امت مسلمہ میں ایک عالمگیر برادری اور وحدت قائم ہے۔ اگر یہ عقیدہ نہ ہوتا تو امت مسلمہ کو یہ وحدت کبھی نصیب نہ ہوتی کیونکہ ہر نبی کے آنے پر یہ پارہ پارہ ہوتی رہتی اور یہ ایک امت ایسی مختلف اور متعدد امتوں میں تقسیم ہو جاتی جن میں ہر امت کا روحانی مرکز الگ ہوتا، تاریخ الگ اور علمی و تہذیبی سرچشمہ الگ ہوتا بلکہ انسان ہمیشہ اپنے مستقبل کی طرف سے غیر مطمئن رہتا اور ہر نئے آنے والے نبی کا منتظر رہتا، لیکن عقیدہ ختم نبوت نے مسلمانوں کو ہر ایسے بنیادی اختلاف سے محفوظ کر دیا ہے جو ان کے اندر مستقل تفریق کا باعث بن سکتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی

نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والوں میں غلام احمد قادیانی بھی ہے، جس نے ۱۸۹۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کو غیر مسلم قرار دیا اور ۷ دسمبر ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے مرزا غلام احمد قادیانی کو غیر مسلم قرار دیا۔

ہیومن رائیٹس (انسانی حقوق) کے سب کمیشن کا ۸۔ اگست ۱۹۸۸ء کو جنیوا میں ایک اجلاس شروع ہوا، جس میں مرزائی حضرات نے درخواست دے رکھی تھی کہ پاکستان میں ان کے حقوق غصب کئے جا رہے ہیں۔ پاکستانی حکومت کو دعوت دی گئی کہ وہ اس اجلاس میں اپنا نمائندہ بطور مبصر بھیج سکتی ہے مگر وہ کسی اعتراض کا جواب نہیں دے سکتا۔ اس وقت کے صدر جنرل ضیاء الحق مرحوم نے میرے استاذ گرامی حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کو جنیوا بھیجا تاکہ اس اجلاس کی کاروائی کو سنیں اور دفاع کا کوئی راستہ تجویز کریں۔ جنیوا میں پاکستان کے سفیر جناب سعید دہلوی صاحب نے جیوری کے ارکان کے ساتھ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی چند پرائیویٹ ملاقاتیں کرائیں تاکہ انہیں پاکستان کا موقف بتایا جا سکے۔ ان ملاقاتوں میں بہت سے مسائل زیر بحث آئے جن میں سے ایک یہ تھا کہ سارے مرزائی حضرات حضرت محمد ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں پھر انہیں مسلمان کہلانے کا حق کیوں نہیں دیا جاتا؟ اس کے جواب میں جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے فرمایا:

دنیوی نقطہ نظر سے قوموں کے علیحدہ ہونے کی وجہ رنگ، نسل، زبان یا وطن وغیرہ ہوتی ہے لیکن مذہبی نقطہ نظر سے امتوں کی علیحدگی کا ایک ہی سبب ہے، یعنی جب کسی امت کا خصوصی تعلق ایک نبی کے ساتھ ہو جاتا ہے تو ایک علیحدہ امت معرض وجود میں آ جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ہم مسلمان حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں لیکن اس کے باوجود نہ ہم یہودی ہیں اور نہ عیسائی۔ چونکہ ہمارا خصوصی تعلق حضرت محمد ﷺ سے ہے اس لئے ہم مسلمان ہیں۔ اسی طرح مرزائی حضرات حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کو مان کر بھی یہودی، عیسائی یا مسلمان نہیں بلکہ

مرزائی ہیں کیونکہ ان کا خصوصی تعلق مرزا غلام احمد قادیانی سے ہے۔

اس نقطہ نظر کو اس طرح بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ سارے عیسائی حضرات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں مگر یہودی ان کو یہودی کہلانے کا حق نہیں دیتے کیونکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک اور نبی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں جن کو یہودی نہیں مانتے۔ اسی طرح سارے مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں مگر عیسائی ان کو عیسائی کہلانے کی اجازت نہیں دیتے کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک اور نبی یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں جن کو عیسائی نہیں مانتے۔ اسی طرح سارے مرزائی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مانتے ہیں لیکن مسلمان ان کو مسلمان کہلانے کا حق نہیں دیتے کیونکہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اور شخص یعنی مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں جس کو مسلمان نبی نہیں مانتے۔ یہ بالکل ظاہر اور واضح بات ہے، لہٰذا مرزائیوں کو مسلمان کہلانے پر اصرار نہیں کرنا چاہیے اور اپنے آپ کو مرزائی، قادیانی یا احمدی کہلانے پر ہی اکتفا کرنا چاہیے اور اگر ضرور ہی مسلمان کہلانے کا شوق ہے تو مرزائیت سے توبہ کر کے مسلمان ہو جائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول

اس آیت کی تفسیر میں علامہ زمخشری لکھتے ہیں: اگر کوئی کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں نازل ہوں گے؟ تو میں کہوں گا: آپ کے آخری نبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ان میں سے ہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبی بنایا جا چکا ہے اور جب وہ نازل ہوں گے تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے گویا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ایک فرد شمار ہوں گے۔ (تفسیر کشاف) جس طرح معراج کی رات تمام انبیائے کرام علیہم السلام مسجد اقصیٰ میں تشریف لائے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھی، حالانکہ وہ سب پہلے نبی بنائے جا چکے تھے۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق چند احادیث

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! عنقریب تمہارے درمیان ابن مریم نازل ہوں گے ایک عادل حاکم کی حیثیت سے، وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور مال کی اتنی فراوانی ہو گی کہ اسے کوئی لینے والا نہیں ہو گا اور (دینداری کا عالم یہ ہو گا) کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ایک سجدہ کرنا دنیا اور اس کے مال و متاع سے بہتر ہو گا۔

(بخاری: ۳۴۴۸: کتاب الانبیاء: باب ۵۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک تمہارے درمیان ابن مریم کا نزول نہ ہو، وہ عدل وانصاف کے احکام نافذ کریں گے، صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور مال کی اتنی فراوانی ہو گی کہ اسے کوئی لینے والا نہیں ہو گا۔

(بخاری: ۲۴۷۶: کتاب المظالم: باب ۳۱)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾

۴۱۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا کرو۔[۴۸]

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب تمہارے درمیان ابن مریم نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا؟ (بخاری: ۳۴۴۹: کتاب الانبیاء: باب ۵۱)

☆ حضرت حذیفہ ؓ بیان کرتے ہیں: ایک دن ہم آپس میں باتیں کررہے تھے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم کیا باتیں کررہے ہو؟ ہم نے عرض کیا: ہم قیامت کے متعلق باتیں کررہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ پھر آپ نے ان دس نشانیوں کا ذکر فرمایا یعنی دھواں، دجال، زمین کا جانور، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول، اور یاجوج اور ماجوج، اور تین جگہ زمین کا دھنسنا یعنی مشرق میں زمین کا دھنسنا، مغرب میں زمین کا دھنسنا اور جزیرہ عرب میں زمین کا دھنسنا اور آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر محشر کی طرف لے جائے گی۔ (مسلم: ۷۲۸۵: کتاب الفتن: باب ۱۳)

☆ حضرت نواس بن سمعان ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک صبح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ۔۔۔ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام جامع مسجد دمشق کے سفید مشرقی منارہ پر اس حال میں اتریں گے کہ انہوں نے ہلکے زرد رنگ کے دو حلے پہنے ہوئے ہوں گے اور انہوں نے دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے۔ جب آپ علیہ السلام سر نیچا کریں گے تو پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے اور جب آپ علیہ السلام سر اوپر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح سفید چاندی کے دانے جھڑ رہے ہوں گے۔ (مسلم: ۷۳۷۳: کتاب الفتن: باب ۲۰)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور وہ (آسمان سے) نازل ہوں گے۔ جب تم ان کو دیکھو گے تو پہچان لوگے، ان کا رنگ سرخی آمیز سفید ہوگا۔ ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے اگرچہ ان پر تری نہیں ہوگی۔ وہ لوگوں سے اسلام پر قتال کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو موقوف کردیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب کو مٹا دے گا اور مسیح علیہ السلام دجال کو ہلاک کردیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال زمین میں قیام کرنے کے بعد وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ (ابوداؤد: ۴۳۲۴: کتاب الملاحم: باب ۱۴)

☆ حضرت عبداللہ بن سلام ؓ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ کی صفت توراۃ میں لکھی ہوئی ہے اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی بھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے ساتھ دفن ہوں گے۔ ابوداؤد نے کہا: روضہ رسول میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ (ترمذی: ۳۶۱۷: ابواب المناقب: باب ۳)

[۴۸] حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو احکام فرض کئے ہیں ان کے لئے ایک حد مقرر کردی ہے۔ (مثلاً پانچ نمازیں مخصوص اوقات میں، رمضان کے روزے، حج عمر میں ایک بار، زکوٰۃ سال میں ایک بار) اور ان

وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۴۲

۴۲۔ اور صبح وشام اس کی تسبیح کیا کرو۔

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝۴۳

۴۳۔ وہی ہے جو تم پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور وہ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔[۴۹]

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ۝۴۴

۴۴۔ جس دن وہ (مومن) اس سے ملاقات کریں گے تو ان (کی ملاقات) کا تحفہ سلام ہوگا اور اس نے ان کے لئے عزت والا اجر تیار کر رکھا ہے۔[۵۰]

میں عذر کے وقت معذور لوگوں کو رخصت دے دی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کوئی آخری حد مقرر نہیں کی اور سوائے دیوانہ کے کسی کو ذکر سے رخصت نہیں دی بلکہ تمام احوال میں ذکر کا حکم دیا یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، کھڑے ہوکر، بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے اور لیل ونہار میں، صبح وشام کو، بحر وبر میں، سفر وحضر میں، بیماری وتندرستی میں اور تنہائی ومجمع عام میں اس کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ (تفسیر خازن)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ افضل ذکر ''لا الٰہ الا اللہ'' ہے اور افضل دعا ''الحمد للہ'' ہے۔ (ترمذی: ۳۳۸۳: کتاب الدعوات: باب ۹)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس طرح لوہے پر زنگ لگ جاتا ہے اسی طرح دلوں پر بھی زنگ لگ جاتا ہے۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ زنگ کس طرح صاف ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کتاب اللہ کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہ کثرت کرنے سے۔ (کنز العمال: ۳۹۲۴: جلد ۲: ص ۲۴۱) اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بارے میں سورہ الرعد (۱۳) کی آیت نمبر ۲۸ کا حاشیہ نمبر ۳۸ اور سورہ عنکبوت (۲۹) کی آیت نمبر ۴۵ کا حاشیہ نمبر ۱۴ ملاحظہ کریں۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ زمخشری لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اس کی حمد وثنا کے ساتھ ہر قسم کی نیکی اور ہر قسم کی عبادت بھی شامل ہے۔ (تفسیر کشاف)

[۴۹] جو لوگ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں اور اس کے احکام کے مطابق زندگی گزارتے ہیں ان کے لئے فرشتے نزول رحمت کی دعائیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل فرماتا ہے اور انہیں گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لے آتا ہے۔

[۵۰] یہ ذاکر اور متقی بندے قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں ''السلام علیکم'' فرمائے

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾

۴۵۔ اے نبی ﷺ ! بے شک ہم نے آپ کو چشم دید گواہ [۵۱] اور خوش خبری دینے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

گا۔ (تفسیر خازن) اور سلامتی کا گھر یعنی جنت میں جانے کا حکم صادر فرمائے گا جہاں فرشتے ان کا ''السلام علیکم'' کے ساتھ استقبال کریں گے۔

[۵۱] **شاہد کی تعریف**

شاہد عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کی تعریف میں اہل زبان لکھتے ہیں: الذی یخبر بما شهده۔ (المنجد) شاہد اس گواہ کو کہتے ہیں جو ایسی خبر دے جس کا اس نے خود مشاہدہ کیا ہو یعنی کسی سے سنی نہ ہو بلکہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھی ہو۔ ایسے گواہ کو عربی میں شاہد، اردو میں چشم دید گواہ اور انگریزی میں Eye-witness کہتے ہیں اور Eye-witness کی تعریف یہ ہے: A person who has personally seen something happen and can give evidence about it.

یعنی Eye-witness اس شخص کو کہتے ہیں جس نے بذات خود کوئی واقعہ دیکھا ہو اور پھر اس کی گواہی دے۔

الغرض شاہد اس گواہ کو کہتے ہیں جو موقع پر حاضر ہو اور واقعہ کا ناظر بھی ہو یعنی واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ اب اس مفہوم کو ذہن میں رکھتے ہوئے آیت کا ترجمہ یہ بنتا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نبی ﷺ ! بے شک ہم نے آپ کو حاضر و ناظر (چشم دید گواہ) بنا کر بھیجا۔ (قرآن: ۴۵:۳۳) O Prophet! Indeed We have sent you as an eye-witness. اور یہی ترجمہ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خانؒ نے کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا ہے۔ (کنز الایمان)

اب سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ کس کے لئے شاہد ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{بے شک ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا جو تم پر شاہد ہے۔} (قرآن: ۱۵:۷۳)

اس آیت میں تم سے مراد اُمت ہے اور امت کی دو قسمیں ہیں: ایک امت اجابت ہے جس نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور وہ مسلمان ہیں۔ دوسری امت دعوت ہے جس کو آپ نے ہدایت کی دعوت دی اور وہ ساری دنیا ہے۔ امت اجابت کے اعتبار سے آپ مسلمانوں کے شاہد ہیں اور امت دعوت کے اعتبار سے آپ ساری دنیا کے شاہد ہیں۔

{بہت برکت والا ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے محبوب بندے پر فرقان نازل فرمایا تا کہ وہ تمام جہانوں کے لئے نذیر بن جائیں۔} (قرآن: ۱:۲۵)

{اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔} (قرآن:۲۱:۱۰۷)

★اسی لئے اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں: یاایھا النبی انا ارسلناک شاھدا علی من بعثت الیھم۔ آپ ہر اس مخلوق کے شاہد ہیں جس کی طرف آپ کو نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ یعنی جس جس چیز کے آپ نبی ہیں اس چیز کے پاس آپ حاضر بھی ہیں اور ناظر بھی۔

★ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اُرسلت الی الخلق کافۃً وَ خُتِمَ بِیَ النبیون (مسلم: کتاب المساجد: حدیث نمبر ۵) میں ساری مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میرے اوپر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔ خلق کافۃ سے مراد یہ ہے کہ جتنی قسم کی مخلوق ممکن ہوسکتی ہے میں اس کا نبی ہوں اور اس کا مطلب یہ بنتا ہے گویا آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں مٹی کے ذروں کا بھی نبی ہوں اور پانی کے قطروں کا بھی نبی ہوں، میں جنگل کے درندوں کا بھی نبی ہوں اور فضا کے پرندوں کا بھی نبی ہوں، میں جنوں کا بھی نبی ہوں اور انسانوں کا بھی نبی ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر مخلوق کے شاہد بھی ہیں اور اس کے پاس حاضر و ناظر بھی ہیں۔

نبی کریم ﷺ مخلوق کے ہاں کیسے حاضر و ناظر ہیں؟

★ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مدینہ کے ایک قبرستان کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے دو انسانوں کی چیخ و پکار سنی جن کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کو کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا تھا بلکہ ان میں سے ایک اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے کھجور کی ایک ٹہنی منگائی، اس کے دو ٹکڑے کئے، اور ان دونوں میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ آپ سے پوچھا گیا: آپ نے یہ کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: امید ہے جب تک یہ ٹہنیاں سرسبز رہیں گی ان دونوں کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ (بخاری: حدیث نمبر ۲۱۶: کتاب الوضوء: باب ۵۵)

گویا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے صحابہ! میں بظاہر تمہارے ساتھ ہوں مگر صرف تمہارے ساتھ نہیں بلکہ برزخ والوں کے بھی ساتھ ہوں اور ان کی مدد بھی کرسکتا ہوں، ان کے ہاں بھی شاہد اور تمہارے ہاں بھی شاہد ہوں۔ اسی طرح جب میں برزخ میں ہوں گا تو صرف ان کا شاہد نہیں بلکہ تمہارا بھی شاہد ہوں گا اور تمہاری مدد بھی کرسکوں گا۔ اس کی تائید کے لئے ایک حدیث ملاحظہ کریں:

☆ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے سیاحت کرنے والے ہیں، وہ مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے، تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لئے حدیث بیان کی جاتی ہے، اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں، جو نیک عمل میں دیکھتا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جو برا عمل میں دیکھتا ہوں تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔ (مجمع الزوائد: ۹: ص ۲۴، البدایۃ والنھایۃ: جلد ۳: جز ۵: ص ۲۷۵) تو جس طرح نبی کریم ﷺ

زندگی میں صحابہ کرام کے ساتھ رہتے ہوئے برزخ والوں کے بھی شاہد تھے اسی طرح آج برزخ میں رہتے ہوئے ہمارے بھی شاہد ہیں اور ہمارے لئے استغفار کر کے ہماری مدد بھی کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ ایک ہیں پھر سب کے شاہد کیسے ہو سکتے ہیں؟

☆ زہیر بن محمد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا: ملک الموت تو ایک ہے اور مشرق و مغرب میں دو لشکر لڑتے ہیں اور ہلاک ہوتے ہیں (تو ایک ملک الموت ایک ہی وقت میں سب کی روحیں کیسے قبض کرتا ہے؟) اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کے لئے دنیا اس طرح سمیٹ دی ہے جس طرح ایک طشت تمہارے سامنے ہو، لہٰذا دنیا کی کوئی چیز ملک الموت سے چھوٹ نہیں سکتی۔

(تفسیر الدر المنثور: سورۃ السجدۃ (۳۲): زیر آیت نمبر ۱۱)

★ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا کو پیش فرمایا تو میں اسے اور اس میں قیامت تک ہونے والی چیزوں کو اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح میں اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

(کنز العمّال: حدیث نمبر ۳۱۹۷۱: جلد ۱۱: ص ۴۲۰)

☆ فرض کیا عشاء کی نماز کے بعد رات کے نو بجے امام صاحب مسجد میں خطاب کر رہے تھے اور بیس آدمی ان کے سامنے بیٹھ کر خطاب سن رہے تھے، عین اسی وقت اگر اس شہر میں کوئی آدمی قتل ہو جائے اور سامعین میں سے چند کا نام قاتلوں میں ذکر کر دیا جائے تو امام صاحب عدالت میں گواہی دے سکتے ہیں کہ فلاں بیس آدمیوں میں سے کوئی بھی اس قتل میں شریک نہیں ہے کیونکہ میں ان کا عینی شاہد ہوں کہ وہ اس وقت میرے سامنے مسجد میں موجود تھے۔ اب اگر امام صاحب ایک ہو کر بیس آدمیوں کے شاہد ہو سکتے ہیں اور ملک الموت ایک ہو کر مشرق و مغرب میں سارے انسانوں کے شاہد ہو سکتے ہیں تو ماننا پڑے گا نبی کریم ﷺ بھی ایک ہو کر سب کے شاہد ہو سکتے ہیں۔ اسی لئے حاضر و ناظر کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر انور میں تشریف فرما ہیں اور ہم سب آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور آپ ہمارے ناظر ہیں۔

نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی حاضر و ناظر ہیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {میں نے جنات اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔} (قرآن: ۵۶:۵۱) اور عبادت سے پہلے اس کا تعارف ضروری ہے کہ وہ کون ہے جو عبادت کے لائق ہے۔ اسی لئے علامہ آلوسی اور علامہ قرطبی اپنی تفاسیر میں لیعبدون کا معنیٰ لیعرفون لکھتے ہیں یعنی پہلے اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کرو اور پھر اس کی عبادت کرو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو اپنا تعارف کرانے کے لئے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے دنیا کو بتایا: اللہ تعالیٰ ایک ہے، پھر حضرت نوح علیہ السلام، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے، سب نے دنیا کو بتایا اللہ تعالیٰ ایک ہے، مگر کسی نبی نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا بلکہ جبریل امین سے سن کر دنیا کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے حالانکہ جبریل امین نے بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ ہمارا ایمان ہے جو کچھ انبیائے کرام نے سنا اور جبریل امین نے پہنچایا وہ سو فیصد درست تھا مگر ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ'' سننے اور دیکھنے میں فرق

وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾

۴۶۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن کرنے والا چراغ (بنا کر بھیجا)۔[۵۲]

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اور آپ مومنوں کو خوش خبری سنا دیں کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔[۵۳]

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾

۴۸۔ اور آپ کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیں اور ان کی ایذا رسانی سے درگزر فرمائیں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں، اور اللہ تعالیٰ کارساز کافی ہے۔[۵۴]

ہوتا ہے۔ یہ صرف کہاوت نہیں ہے بلکہ یہ انسانی فطرت ہے اور نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے: لیس الخبر کالمعاینۃ۔ خبر مشاہدہ کی طرح نہیں ہے۔ (مسند احمد: جلد اول: ص ۲۷۱) سارے انبیائے کرام نے جبریل امین سے سنا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے مگر معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان ﷺ کو لامکان پر بلایا اور فرمایا: تو خود آ اور اپنے سر کی آنکھوں سے مجھے دیکھ کر دنیا والوں کو بتا کہ آج تک جو انبیائے کرام کہتے رہے کہ خدا ایک ہے میں خود دیکھ کر آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ واقعی ایک ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات نبی کریم ﷺ کو اپنے پاس بلا کر اپنی ذات کا شاہد بنایا۔

جس طرح اسلام کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی، زمانے کے حالات کے مطابق ترقی پذیر رہا اور اپنے عروج کو اس وقت پہنچا جب نبی آخر الزمان ﷺ کے دور میں اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا: الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا ہے۔ (قرآن: ۵: ۳) اسی طرح انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے تعارف کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور اس کی انتہا اس وقت ہوئی جب نبی آخر الزمان ﷺ نے معراج کی رات اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ اسلام اور اللہ تعالیٰ کے تعارف کی تکمیل کے بعد نبوت کی ضرورت نہ رہی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا۔ الغرض نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، اس طرح آپ اللہ تعالیٰ کے شاہد اور حاضر و ناظر ہوئے۔

[۵۲] اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو داعی بنا کر بھیجا تا کہ آپ ﷺ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اطاعت کی طرف بلائیں اور آپ ﷺ کو روشن چراغ بنا کر بھیجا تا کہ حق و باطل کے راستے واضح ہو جائیں اور لوگ باطل کو چھوڑ کر حق کا راستہ اختیار کریں۔

[۵۳] بہت بڑے فضل سے مراد جنت اور اس کی نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے تیار کر رکھی ہیں۔

[۵۴] اس آیت کی تفسیر کے لئے آیت نمبر ۱ کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ کریں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾

۴۹۔ اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر تم انہیں طلاق دے دو اس سے پہلے کہ تم انہیں ہاتھ لگاؤ تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں ہے جس کو تم شمار کرو، پس تم انہیں کچھ مال ومتاع دے دو اور اچھائی کے ساتھ انہیں رخصت کردو۔ [۵۵]

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۚ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا

۵۰۔ اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے آپ کے لئے آپ کی وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جن کے مہر آپ ادا کر چکے ہیں اور آپ کی وہ کنیزیں بھی جو اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت سے آپ کو عطا فرمائی ہیں اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے اور وہ مومن عورت جس نے اپنے آپ کو نبی ﷺ کے لئے ہبہ کر دیا اور نبی ﷺ اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں (تو یہ سب آپ کے لئے حلال ہیں لیکن یہ اجازت) صرف آپ کے لئے خاص ہے دوسرے مومنوں کے لئے نہیں ہے،[۵۶] ہم خوب جانتے ہیں جو ہم نے ان (مسلمانوں) پر ان کی بیویوں اور ان کی کنیزوں کے

[۵۵] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس شخص کے متعلق ہے جو کسی عورت سے نکاح کرے، پھر اس کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دے، پس جب وہ اس عورت کو ایک طلاق دے گا تو وہ اس سے بائن ہو جائے گی اور اس پر کوئی عدت نہیں ہے، وہ جس سے چاہے نکاح کر لے۔ اگر اس شخص نے اس عورت کے لئے مہر مقرر کیا تھا تو اس عورت کو نصف مہر ملے گا اور اگر اس نے اس عورت کے لئے مہر مقرر نہیں کیا تھا تو وہ شخص اپنی گنجائش کے مطابق اس کو کچھ مال ومتاع دے دے اور اچھائی کے ساتھ رخصت کر دے۔ (تفسیر ابن جریر طبری)

[۵۶] اس آیت سے معلوم ہوا کہ بعض احکام میں نبی ﷺ کو امتیاز حاصل ہے جن میں دوسرے مسلمان آپ کے ساتھ شریک

يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵۰

بارے میں مقرر کر رکھا ہے (مگر آپ کے لئے تعداد ازواج کے حوالے سے کوئی پابندی نہیں) تا کہ آپ پر کوئی تنگی نہ رہے، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔[۵۷]

نہیں ہیں، مثلاً نمازِ تہجد آپ کے لئے ایک خصوصی نماز تھی جس کو آپ نے ہمیشہ پابندی سے ادا کیا جبکہ دیگر مسلمانوں کے لئے نفل ہے۔ آپ کے لئے اور آپ کے خاندان والوں کے لئے صدقہ لینا حرام ہے جبکہ دیگر مسلمانوں کے لئے حرام نہیں ہے۔ آپ کی بیویاں تمام امت کے لئے بہ منزلہ ماں ہیں، آپ کے وصال کے بعد کوئی ان سے نکاح نہیں کر سکتا۔ اسی طرح ان آیات میں آپ ﷺ کے نکاح کے متعلق چند خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے:

☆ جن عورتوں کو آپ نے مہر دیا ہے وہ آپ کے لئے حلال ہیں خواہ ان کی تعداد چار سے زیادہ ہو جبکہ دوسرے مسلمانوں کو چار سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے۔

☆ جو کنیزیں آپ کے لئے حلال کی گئی ہیں ان کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کے بعد دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالی عنہن کی طرح ان کے ساتھ بھی کوئی نکاح نہیں کر سکتا، جیسے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالی عنہا ہیں۔

☆ چچا اور پھوپھی کی لڑکیوں اور ماموں اور خالہ کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں نبی کریم ﷺ کے لئے خصوصی شرط یہ ہے کہ ان عورتوں نے مکہ سے ہجرت کرنے میں آپ کا ساتھ دیا ہو کیونکہ جس نے مکہ سے بلا وجہ ہجرت نہیں کی اس کے دل میں اللہ تعالی اور اس کے رسول کی محبت غالب نہیں ہے اس لئے وہ اس لائق نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس سے نکاح کریں۔

☆ جو مومن عورت اپنے آپ کو نبی ﷺ کے لئے ہبہ کر دے یعنی اپنے آپ کو بغیر مہر کے نکاح کے لئے پیش کر دے اور آپ بھی اس کو اپنے نکاح میں پسند کر لیں تو یہ حکم صرف نبی کریم ﷺ کے لئے خاص ہے کہ آپ اس عورت سے بغیر مہر کے نکاح کر سکتے ہیں لیکن اس رخصت کے باوجود نبی کریم ﷺ نے ہر ایک کا مہر ادا کیا، جبکہ دوسرے مسلمان بغیر مہر کے نکاح نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے لئے مہر کا مقرر کرنا لازم ہے اور اگر وہ مقرر نہ کریں تو صحبت کر لینے کے بعد مہر مثل ادا کرنا واجب ہے۔

(تفسیر مظہری)

مسلمانوں کے لئے اہل کتاب یعنی یہودی یا عیسائی عورت کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے مگر اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے لئے مومن عورت کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے تا کہ کوئی عیسائی یا یہودی عورت مومنوں کی ماں نہ بن جائے اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد کسی اہل کتاب سے نکاح کر لیتی۔ نیز اگر نبی کریم ﷺ کسی یہودی یا عیسائی عورت سے نکاح فرما لیتے تو اہل ایمان اس سنت کو زندہ کرنے کے لئے اہل کتاب عورتوں کی طرف زیادہ رغبت کرتے اور کئی مسلمان عورتیں نکاح سے محروم رہ جاتیں۔

[۵۷] عورت انسانی معاشرہ کی ایک اہم اکائی ہے، اس کی اچھی تعلیم و تربیت کے بغیر ایک اچھا معاشرہ وجود میں نہیں آ سکتا۔ نبی

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَ لَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾

۵۱۔ ان (بیویوں) میں سے آپ جن کو چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جن کو چاہیں اپنے پاس رکھیں، اور جن کو آپ نے علیحدہ کر دیا تھا اگر آپ ان میں سے کسی کو (دوبارہ) طلب فرمالیں تو آپ پر کوئی مضائقہ نہیں ہے، اس (دوبارہ طلب) سے پوری توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ غمگین نہیں ہوں گی اور وہ سب اس پر راضی رہیں گی جو کچھ آپ انہیں عطا کریں گے، [۵۸] اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا بردبار ہے۔

کریم ﷺ نے جس معاشرہ میں اسلام کا چراغ جلایا وہ معاشرہ صدیوں سے جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہا تھا اور اسلام جو معاشرہ قائم کرنا چاہتا تھا اس میں مردوں اور عورتوں کا آزادانہ اختلاط ممنوع تھا تو معاشرہ کی اس اہم اکائی کی رہنمائی کے لئے بہت سی خواتین کی ضرورت تھی جن کو نبی کریم ﷺ خود تعلیم وتربیت دے کر تیار کریں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو چار سے زائد شادیاں کرنے کی اجازت دی تاکہ خواتین کی مذہبی رہنمائی کے حوالے سے آپ کوئی کمی یا تنگی محسوس نہ کریں۔ نبی کریم ﷺ کی کثرت ازواج اور دوسرے مسلمانوں کی چار ازواج کے متعلق سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳ کا حاشیہ نمبر ۶ ملاحظہ کریں۔

[۵۸] جس مسلمان کی ایک سے زائد بیویاں ہوں اس پر واجب ہے کہ وہ ان کے درمیان باری مقرر کرے اور کسی کے ساتھ امتیاز نہ کرے مگر نبی کریم ﷺ کے لئے باری مقرر کرنا واجب نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ ﷺ کو اجازت دی ہے کہ آپ ﷺ جن بیویوں کو چاہیں ان کے پاس زیادہ قیام کریں اور جن کو چاہیں انہیں دور رکھیں اور پھر انہیں جب چاہیں دوبارہ طلب کرلیں، پھر بھی وہ خوش رہیں گی اور جو بھی تھوڑا بہت وقت کسی بیوی کے حصہ میں آئے گا وہ اسی پر راضی رہیں گی کیونکہ ان کے لئے یہی بہت بڑا اعزاز ہے کہ وہ نبی آخر الزمان ﷺ کی بیوی ہیں اور اس نسبت کی برکت سے تمام مومنوں کی ماں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اگرچہ نبی کریم ﷺ کو باری مقرر کرنے کا پابند نہیں بنایا لیکن آپ ہمیشہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کے درمیان باری مقرر فرماتے تھے اور آخری ایام میں بیماری کے باعث دیگر ازواج سے اجازت طلب کی تاکہ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں قیام کریں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنۢ بَعۡدُ وَ لَاۤ اَنۡ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجٍ وَّ لَوۡ اَعۡجَبَكَ حُسۡنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتۡ يَمِيۡنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ رَّقِيۡبًا ﴿۵۲﴾ ع

۵۲۔ ان (مذکورہ عورتوں) کے علاوہ دوسری عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں ہیں اور نہ یہ (حلال ہے) کہ آپ ان (موجودہ بیویوں) کی جگہ دوسری بیویاں کرلیں [۵۹] خواہ ان کا حسن آپ کو کتنا ہی اچھا لگے [۶۰] سوائے آپ کی کنیزوں کے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُيُوۡتَ النَّبِىِّ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡذَنَ لَكُمۡ اِلٰى طَعَامٍ غَيۡرَ نٰظِرِيۡنَ اِنٰٮهُ ۙ وَلٰكِنۡ اِذَا دُعِيۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡا

۵۳۔ اے ایمان والو! نبی ﷺ کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کے لئے (آنے کی) اجازت دی جائے (اور پہلے جا کر) کھانا پکنے کا انتظار نہ کیا کرو بلکہ جب تمہیں بلایا جائے

کہ جب نبی کریم ﷺ کی طبیعت بوجھل ہوگئی اور آپ کی تکلیف زیادہ ہوگئی تو آپ ﷺ نے اپنی ازواج سے اجازت طلب کی کہ ان کی تیمارداری میرے گھر میں کی جائے تو انہوں نے آپ کو اجازت دے دی۔

(بخاری: ۱۹۸: کتاب الوضوء: باب ۴۷)

[۵۹] جتنی قسم کی عورتیں آیت نمبر ۵۰ میں نبی کریم ﷺ کے لئے حلال کی گئی ہیں ان کے علاوہ دوسری عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں ہیں اور نہ ہی موجودہ بیویوں میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ دوسری بیوی لانا حلال ہے خواہ وہ کتنی ہی حسین ہو، البتہ کسی بیوی کو طلاق دیئے بغیر اگر مزید نکاح کرنا چاہیں تو آیت نمبر ۵۰ میں حلال کی گئی عورتوں میں سے کسی کے ساتھ بھی کر سکتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے کسی آزاد عورت سے نکاح نہیں کیا، البتہ کنیزیں بدستور حلال تھیں۔

[۶۰] امام احمد بن علی الجصاص لکھتے ہیں کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ غیر محرم عورت کے چہرے کو دیکھنا جائز ہے جبکہ اس کا حسن اسے متعجب نہ کرے۔ (احکام القرآن للجصاص: جلد ۵: ص ۲۴۱)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ نکاح کرنے سے پہلے عورت کو دیکھنا جائز ہے۔ (تفسیر قرطبی)

جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے شادی کرنے کا ارادہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا: جاؤ اور اس کو دیکھ لو، یہ زیادہ بہتر ہے تاکہ تم دونوں کے درمیان موافقت اور محبت پیدا ہو، چنانچہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا اور اس سے شادی کرلی ۔۔۔ (ابن ماجۃ: ابواب النکاح: باب ۹)

فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَ لَا مُسْتَأْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾

اس وقت جایا کرو، پھر جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں دل لگائے بیٹھے نہ رہو، تمہارا یہ عمل (یعنی دیر تک بیٹھے رہنا) نبی ﷺ کو تکلیف دیتا ہے اور وہ تم سے حیاء کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا، [۶۱] اور جب تم ان (ازواج مطہرات رضی اللہ تعالی عنھن) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو، یہ تمہارے دلوں کے لئے اور ان کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزہ بات ہے، [۶۲] اور تمہارے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ نبی ﷺ کے بعد تم کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو، بے شک یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ) ہے۔ [۶۳]

[۶۱] اہل عرب اپنے قدیم رواج کے مطابق نبی کریم ﷺ کے گھروں میں بغیر اجازت کے داخل ہو جاتے تھے اور جب نبی کریم ﷺ کھانے کی دعوت دیتے تو وقت سے پہلے آجاتے، کھانا پکنے کا انتظار کرتے اور کھانا کھانے کے بعد بھی باتوں میں دل لگائے دیر تک بیٹھے رہتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ نبی کریم ﷺ کے گھروں میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہوا کرو اور جب آپ ﷺ کھانے کی دعوت دیں تو وقت پر جاؤ اور کھانا کھا کر واپس آ جاؤ کیونکہ کھانے سے پہلے چلے آنے اور کھانے کے بعد دیر تک بیٹھے رہنے سے نبی کریم ﷺ کے خانگی اور نجی معمولات میں مداخلت ہوتی ہے اور اس سے نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچتی ہے مگر وہ اپنی فطری حیا اور حسن اخلاق کی وجہ سے تمہیں منع نہیں کرتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ادب سکھانے کے لئے قرآن مجید میں یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ یہ آیت اگرچہ نبی کریم ﷺ کے گھروں کے متعلق نازل ہوئی مگر اس کا حکم عام ہے اور تمام مسلمانوں کے گھروں میں جانے کے لئے ان آداب کو ملحوظ خاطر رکھا جائے اور میزبان کے لئے مشکلات پیدا نہ کی جائیں۔

[۶۲] آیت کا یہ حصہ بھی اگرچہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالی عنھن کے بارے میں نازل ہوا مگر اس کا حکم بھی عام ہے اور کسی بھی گھر میں اگر خواتین سے کوئی چیز مانگی جائے یا کوئی سوال پوچھا جائے تو درمیان میں پردہ ہونا چاہیے، اس طرح شیطان کو موقع نہیں ملتا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی غلط خیال پیدا کر سکے۔

[۶۳] امام ابن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن زید ؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص نے

اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾

۵۴۔ اگر تم کوئی چیز ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ تو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ [۶۴]

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾

۵۵۔ ان پر کوئی گناہ نہیں اگر ان کے باپ دادا اور ان کے بیٹے اور ان کے بھائی اور ان کے بھتیجے اور ان کے بھانجے اور ان کی ہم مذہب عورتیں اور ان کی لونڈیاں ان کے پاس آئیں، اور (اے عورتو!) تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مشاہدہ فرما رہا ہے۔ [۶۵]

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۗئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَي النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

۵۶۔ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔ [۶۶]

یہ کہا ہے کہ جب نبی ﷺ فوت ہو گئے تو وہ آپ ﷺ کی فلاں بیوی کے ساتھ نکاح کرے گا۔ اس بات سے نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن جریر طبری) یعنی ایسی فضول باتیں کر کے نبی کریم ﷺ کو تکلیف نہ پہنچاؤ کیونکہ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیویوں سے نکاح کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔
(تفسیر ابن جریر طبری)

[۶۴] یعنی نبی کریم ﷺ اور ان کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کے بارے میں توہین آمیز بات کرنا تو بہت بڑا گناہ ہے، دل میں ان کے متعلق برائی کا خیال بھی نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ظاہر و باطن یکساں ہیں اور وہ دل کے خیالات کو بھی خوب جانتا ہے۔

[۶۵] خواتین کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور غیر محرم مردوں سے پردہ کریں لیکن ان کے باپ دادا، بیٹے، بھائی، بھتیجے اور بھانجے ان کے محرم ہیں اور وہ ان کے پاس آ سکتے ہیں۔ محرم حضرات کا ذکر سورۃ النور (۲۴) کی آیت نمبر ۳۱ کے حاشیہ نمبر ۳۷ اور ۳۸ میں بھی گزر چکا ہے۔

[۶۶] اس آیت کا سیاق و سباق اور نزول کا زمانہ دیکھا جائے تو عرب کے سارے قبائل ایک طرف مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے میں کوشاں ہیں تو دوسری طرف بے ہودہ باتوں اور بے بنیاد الزامات کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچانے میں

سرگرم ہیں۔ ان حالات میں اس آیت کا نزول دشمنان اسلام کے لئے بہت بڑا چیلنج ہے یعنی جس ہستی پر اللہ تعالیٰ خود مہربان ہے اس کا تم بال بھی بیکا نہیں کر سکتے اور جس کی فضیلت وعظمت خود اللہ تعالیٰ بیان کرے وہاں تمہاری الزام تراشیوں کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

درود سے کیا مراد ہے؟

اللہ تعالیٰ کے درود کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے سامنے نبی کریم ﷺ کی تعریف وثنا بیان کرتا ہے اور ان پر برکت ورحمت نازل فرماتا ہے۔ (بخاری: تفسیر سورۃ الاحزاب: باب ۹) فرشتوں کے درود کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ پر برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائے۔ (بخاری: تفسیر سورۃ الاحزاب: باب ۹) اور مومنوں کے درود کے متعلق علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: جب ہم بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! اس دنیا میں نبی کریم ﷺ کے ذکر کو بلند فرما، ان کے دین کو غلبہ عطا فرما اور ان کی شریعت باقی رکھ، اور آخرت میں امت کے متعلق ان کی شفاعت قبول فرما کر اور ان کے اجر وثواب میں اضافہ فرما کر ان کی شان بلند فرما۔

(لسان العرب: ابن منظور: جلد ۴: ص ۲۴۹۰)

اگرچہ درود بھیجنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے لیکن ہم نہ شان رسالت کو کما حقہ جانتے ہیں اور نہ اس کا حق ادا کر سکتے ہیں، اس لئے ہم عرض کرتے ہیں: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ یعنی اے اللہ تعالیٰ! تو ہی اپنے محبوب کی شان کو اور قدر ومنزلت کو صحیح طور پر جانتا ہے، اس لئے تو ہی ہماری طرف سے اپنے محبوب پر درود بھیج جو اس کی شان کے شایاں ہے۔

(لسان العرب: ابن منظور: جلد ۴: ص ۲۴۹۰)

درود کی قسمیں

۱۔ فرض: زندگی میں ایک بار نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا فرض ہے۔ (ردالمحتار: سنن الصلاۃ: جلد اول: ص ۵۱۷)
کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔ (قرآن: ۵۶:۳۳)

۲۔ واجب: جب نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی لیا جائے تو آپ کی تعظیم کی خاطر آپ پر درود پڑھنا واجب ہے۔

(ردالمحتار: سنن الصلاۃ: جلد اول: ص ۵۱۷)

۳۔ سنت: نماز کے آخری قعدہ میں، نوافل اور سنت غیر مؤکدہ کے دونوں قعدوں میں اور نماز جنازہ میں درود پڑھنا سنت ہے۔

(ردالمحتار: سنن الصلاۃ: جلد اول: ص ۵۱۸)

۴۔ مستحب: (چند اوقات اور مقامات کو چھوڑ کر) ہر جگہ درود پڑھنا مستحب ہے، جیسے مسجد میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے نکلتے وقت، قبر انور کی حاضری کے وقت، جمعہ وغیرہ کے خطبات میں، اذان کے بعد، دعا کے شروع اور آخر میں، وضو کرتے وقت، جب کوئی چیز بھول جائے، وعظ ونصیحت کے وقت، تعلیم وتعلم کے وقت اور حدیث شریف پڑھتے وقت۔

(ردالمحتار: سنن الصلاۃ: جلد اول: ص ۵۱۸)

۵۔ مکروہ: آخری قعدے (نوافل، سنن غیر مؤکدہ کے دونوں قعدے)، دعائے قنوت اور نماز جنازہ کے علاوہ نماز میں کسی جگہ درود پڑھنا مکروہ ہے۔ (ردالمحتار: سنن الصلاۃ: جلد اول: ص ۵۱۸)

۶۔ حرام: کوئی حرام کام کرتے وقت درود پڑھنا حرام ہے۔ (حاشیہ طحطاوی: سنن الصلوٰۃ)

درود ابراہیمی

حضرت کعب بن عُجرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر سلام پڑھنے کو تو ہم جانتے ہیں، پس آپ پر درود کیسے پڑھا جائے؟ آپ نے فرمایا تم اس طرح پڑھو: (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ★ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ) اے اللہ تعالیٰ! حضرت محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم ؑ پر اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی، بے شک تو ہر تعریف کے قابل اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! حضرت محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم ؑ پر اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو ہر تعریف کے قابل اور بزرگی والا ہے۔ (سنن نسائی: ۱۲۸۹: کتاب السھو: باب ۵۱) اس درود کو درود اہل بیت بھی کہا جاتا ہے، جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ذکر کیا گیا ہے۔

درود اہل بیت

حضرت عبد اللہ بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں: مجھے کعب بن عجرہ ﷛ ملے اور کہا: کیا میں تمہیں وہ تحفہ نہ دوں جو میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، مجھے وہ تحفہ ضرور دیں۔ انہوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ تو بتایا ہے کہ ہم سلام کیسے پڑھیں لیکن آپ فرمائیں (کیف الصلاۃ علیکم اهل البیت) کہ ہم آپ اہل بیت پر درود کیسے پڑھیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کہو: (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ★ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ) اے اللہ تعالیٰ! حضرت محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم ؑ پر اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی۔ بے شک تو ہر تعریف کے قابل اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! حضرت محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم ؑ پر اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو ہر تعریف کے قابل اور بزرگی والا ہے۔

(بخاری: ۳۳۷۰ کتاب احادیث الانبیاء: باب ۱۱)

سلام سے کیا مراد ہے؟

مومنوں کے سلام بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ہر حکم کو دل سے تسلیم کریں اور آپ ﷺ کے لئے رحمت وسلامتی کی دعا کریں۔

سلام کے الفاظ

☆ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: میں ہر روز سحری کے وقت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا: السلام علیک یا نبی اللہ۔ (سنن نسائی: ۱۲۱۴: کتاب السھو: باب ۱۷)

☆ علامہ شہاب الدین خفاجی نقل کرتے ہیں کہ صحابہ کرام ﷺ اس طرح سلام عرض کرتے تھے: الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ! (نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض: جلد ۵: ص ۱۸)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز کے قعدہ میں بیٹھے تو یہ پڑھے: (اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ) زبان سے، جسم سے اور مال سے ادا کی جانے والی تمام عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ یا نبی! آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی، رحمت اور برکتیں نازل ہوں، ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر بھی سلامتی ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے (پیارے) بندے اور (سچے) رسول ہیں۔

(بخاری: ۶۲۳۰،۷۳۸۱)

تشہد میں سلام کی کیفیت

تشہد پڑھتے ہوئے نمازی کے قلب و ذہن میں یہ نیت نہ ہو کہ وہ اس مناجات کو حکایت کے انداز میں دوہرا رہا ہے جو شب معراج نبی کریم ﷺ، اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے درمیان ہوئی تھی بلکہ اس کے قلب و ذہن میں ان کلمات کا حقیقی مفہوم ہو، گویا وہ اپنی طرف سے بارگاہ خداوندی میں حمد و ثناء کا نذرانہ پیش کر رہا ہے، بارگاہ رسالت میں ہدیہ سلام عرض کر رہا ہے اور اپنی ذات کے ساتھ ساتھ تمام مومنین اور فرشتوں کے لئے سلامتی کی دعا کر رہا ہے۔ (ردالمحتار: سنن الصلاۃ: جلد اول: ص ۵۱۰، الدر المختار، مراقی الفلاح، الفتاوی العالمگیریۃ) علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اہل عرفان کو اللہ تعالیٰ جب عالم ملکوت میں حاضری کا شرف عطا فرماتا ہے تو وہ براہ راست عرض کرتے ہیں: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ (العینی علی البخاری: جز ۶: ص ۱۱۱) (یا نبی! آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی، رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔) امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ جب تشہد میں نبی کریم ﷺ کو سلام عرض کرو تو نبی کریم ﷺ کی ذات کریم کو اپنے حریم دل میں حاضر تصور کر کے عرض کرو: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ۔

(احیاء علوم الدین: جز اول: ص ۱۶۹)

درود و سلام اکٹھا پڑھا جائے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ پر درود اور سلام دونوں بھیجیں۔ نماز میں درود ابراہیمی اور تشہد میں سلام دونوں کو پڑھنے سے قرآن مجید کا حکم پورا ہو جاتا ہے کیونکہ ساری نماز ایک ہی مجلس کے حکم میں ہے

لیکن نماز سے باہر اگر کوئی صرف درود ابراہیمی پڑھے گا تو قرآن مجید کا حکم پورا نہیں ہوگا کیونکہ اس میں سلام نہیں ہے اور اگر ''التحیات'' میں بیان کردہ سلام (اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ) پڑھے گا تو بھی قرآن مجید کا حکم پورا نہیں ہوگا کیونکہ اس میں درود نہیں ہے، لہٰذا قرآن مجید کا حکم صرف اسی صورت میں پورا ہوگا جس میں درود اور سلام دونوں ہوں۔ جن احادیث میں صرف درود کا حکم ہے وہ یا تو اس آیت کے نزول سے پہلے کی ہیں یا پھر اس درود میں سلام کا حکم بھی شامل ہے کیونکہ آیت میں دونوں کے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی لئے امام نووی اور بعض دیگر علماء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ صلاۃ اور سلام دونوں کو ایک ساتھ پڑھنا واجب ہے اور صرف صلاۃ کو بغیر سلام کے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن: سورۃ الاحزاب: زیر آیت نمبر ۵۶)

ایک مختصر درود درج ذیل ہے جس میں درود وسلام دونوں موجود ہیں: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ (اے اللہ تعالیٰ! ہمارے آقا حضرت محمد پر اور ہمارے آقا حضرت محمد کی آل پر رحمت، برکت اور سلامتی نازل فرما۔)

درود وسلام پڑھنے کی فضیلت

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق: ۳۱۱۶: جلد ۲: ص ۲۱۵، صحیح ابن حبان: ۹۱۰: جلد ۲: ص ۱۰۳)

۲۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے چہرہ مبارک پر خوشی دکھائی دے رہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبریل امین آئے اور عرض کیا: یا محمد! کیا آپ کو یہ بات خوش نہیں کرتی کہ آپ کا رب فرماتا ہے: آپ کی امت میں سے جو بھی آپ پر ایک بار درود پڑھے گا میں اس پر دس بار درود پڑھوں گا اور آپ کی امت میں سے جو بھی آپ پر ایک بار سلام پڑھے گا میں اس پر دس بار سلام پڑھوں گا؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں، میں اپنے رب تعالیٰ کی اس عنایت و مہربانی پر بہت خوش ہوں۔ (سنن نسائی: ۱۲۹۶: کتاب السھو: باب ۵۵، کنز العمال: ۲۱۲۷: جلد اول: ص ۴۹۲) اسی طرح کی ایک اور حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھی ساتھ شریک فرمایا ہے یعنی اللہ فرماتا ہے: جس نے آپ پر ایک بار درود پڑھا، میں اور میرے فرشتے اس پر دس بار درود پڑھتے ہیں اور جس نے آپ پر ایک بار سلام پڑھا، میں اور میرے فرشتے اس پر دس بار سلام پڑھتے ہیں۔

(کنز العمال: ۲۲۱۰: جلد اول: ص ۵۰۰)

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا، اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے دس درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں۔ (سنن نسائی: ۱۲۹۸: کتاب السھو: باب ۵۵)

۴۔ حضرت الحسین اپنے باپ ﷛ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری قبر کو عید نہ بناؤ اور اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ اور مجھ پر درود اور سلام پڑھو، تمہارا درود اور تمہارا سلام مجھ تک پہنچتا ہے خواہ تم کہیں بھی ہو۔ (کنز العمال: ۲۱۹۹: جلد اول: ص ۴۹۸) عید نہ بناؤ کا مطلب یہ ہے کہ سال میں صرف ایک دو بار عید کی طرح میری قبر پر آ کر مجھ پر درود و سلام نہ پڑھو بلکہ آ سکو تو کثرت سے میرے پاس آ کر درود و سلام پڑھو ورنہ جہاں بھی ہو کثرت سے مجھ پر صلاۃ و سلام پڑھتے رہا کرو۔

۵۔ حضرت ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا، اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس پر ماہ رمضان آیا اور چلا گیا لیکن اس نے اپنی بخشش و مغفرت نہ کروائی اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس نے اپنے بوڑھے ماں باپ کی خدمت کے ذریعے اپنے آپ کو جنت کا مستحق نہ بنایا۔ (ترمذی: ۳۵۴۵: کتاب الدعوات: باب ۱۱۰)

۶۔ حضرت ابوذر ﷛ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ شخص نہ بتاؤں جو تمام لوگوں سے بڑا بخیل ہے؟ صحابہ کرام ﷛ نے عرض کیا: ضرور بتائیں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے پاس میرا نام ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا وہ شخص سب لوگوں سے بڑا بخیل ہے۔ (جلاء الأفهام: شیخ ابن قیم: حدیث نمبر ۹۸: ص ۶۵، الترغیب والترھیب: الصلاۃ علی النبی: جلد ۲: ص ۵۱۰) یعنی ایک بخیل وہ ہے جو مال میں بخل کرتا ہے، دوسرا بخیل وہ ہے جو سلام کا جواب نہیں دیتا اور تیسرا سب سے بڑا اور بدترین بخیل وہ ہے جس کے سامنے نبی کریم ﷺ کا نام ذکر کیا گیا اور اس نے آپ ﷺ پر درود نہیں پڑھا۔

اہل قبور کا سلام سننا

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا ہو اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب وہ ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ نہ پہچانتا ہو اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (شعب الایمان: ۹۲۹۶: جلد ۷: ص ۱۷)

☆ حضرت انس بن مالک ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ کو جب قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ (بخاری: ۱۳۳۸: کتاب الجنائز: باب ۶۸)

دور سے درود و سلام سننا

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ قریب سے ہر قبر والا اپنے زائر کو پہچانتا بھی ہے اور اس کی بات سنتا بھی ہے، لیکن ہمارے پیارے نبی ﷺ قریب سے تو سنتے اور پہچانتے ہی ہیں بلکہ آپ ﷺ دور سے بھی سنتے اور پہچانتے ہیں، جیسا کہ درج ذیل احادیث میں بیان کیا گیا ہے:

☆ حضرت ابو درداء ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (لیس من عبد یصلی علیّ الّا بلغنی صوتہ حیث

کان) جو بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، میری وفات کے بعد بھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھانا حرام قرار دیا ہے۔ (جلاء الأفہام: شیخ ابن قیم: حدیث نمبر ۱۰۸: ص ۶۸)

☆ امام جزولی نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: جو لوگ آپ پر درود بھیجتے ہیں حالانکہ وہ آپ سے غائب ہیں اور جو آپ کے بعد آئیں گے ان دو شخصوں کا آپ کے نزدیک کیا حال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے عاشقوں کا درود خود سنتا ہوں اور میں ان کو پہچانتا ہوں اور دوسروں کا درود (فرشتوں کے ذریعہ) مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(دلائل الخیرات: فضائل الصلاۃ)

دور و نزدیک سے سننے والے وہ کان   کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

ایک وقت میں سب کا درود و سلام سننا

امام شہاب الدین قسطلانی لکھتے ہیں کہ ایک آدمی سے پوچھا گیا: جو لوگ زمین کے مشرق و مغرب سے ایک وقت میں نبی کریم ﷺ پر سلام پڑھتے ہیں تو آپ ﷺ ان سب کو ایک ہی وقت میں کیسے جواب دیتے ہیں؟ انہوں نے جواب میں ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ ہے:

''جس طرح آسمان کے وسط میں سورج ایک ہے مگر اس کا نور مشرق اور مغرب کے تمام شہروں کو منور کرتا ہے۔'' (اسی طرح نبی کریم ﷺ کا نور بھی زمین کے مشرق و مغرب میں رہنے والے تمام مومنوں کے دلوں کو منور کر رہا ہے۔) نیز اس میں کوئی شبہ نہیں کہ برزخ میں نبی کریم ﷺ کا حال تمام فرشتوں کے احوال سے افضل اور اکمل ہے۔ صرف ایک فرشتہ یعنی عزرائیل علیہ السلام کے حال میں ہی غور کریں! وہ ہزاروں لاکھوں روحیں دنیا کے مختلف کونوں سے ایک ہی وقت میں قبض کر لیتا ہے، حالانکہ ایک روح کا قبض کرنا اسے دوسری روح کے قبض کرنے سے مشغول نہیں رکھتا اور اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تسبیح سے بھی غافل نہیں ہوتا۔ اگر ایک فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے اتنی وسیع طاقت دے رکھی ہے تو نبی آخر الزمان ﷺ کی وسعت طاقت کا کیا عالم ہوگا جو تمام فرشتوں سے افضل اور اکمل ہیں۔

(شرح زرقانی: جلد ۱۲: ص ۲۰۵، الأنوار المحمدیۃ: ص ۶۰۲)

حمد و صلاۃ

☆ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے، ایک آدمی آیا اور اس نے نماز پڑھی، پھر دعا مانگی: یا اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے نمازی! تو نے بڑی جلد بازی سے کام لیا، جب تم نماز پڑھ چکو تو بیٹھو، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرو اور مجھ پر درود پڑھو، پھر دعا مانگو، پھر اس کے بعد دوسرا آدمی آیا، اس نے نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے نمازی!

اب دعا مانگ قبول ہوگی۔ (ترمذی: ۳۴۷۶: کتاب الدعوات: باب ۶۴) اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور نبی کریم ﷺ پر صلاۃ وسلام پڑھنا نبی کریم ﷺ کا حکم اور قبولیت دعا کا باعث ہے کیونکہ مذکورہ دونوں نمازیوں نے بلند آواز سے پڑھا تھا تبھی تو صحابہ کرام ﷺ نے ان کے کلمات کو سن کر حدیث میں بیان کئے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس عظیم الشان کام کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی حمد اور مجھ پر درود سے نہ کی جائے وہ ناقص اور ہر قسم کی برکت سے محروم رہتا ہے۔ (کنز العمال: ۲۵۱۰: جلد اول: ص ۵۵۸)

درود لکھنا

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی کتاب میں مجھ پر درود لکھا، جب تک اس کتاب میں میرا نام ہے فرشتے اس شخص کے لئے استغفار کرتے رہیں گے۔

(کنز العمال: ۲۲۴۳: جلد اول: ص ۵۰۷)

دعا میں درود پڑھنا

☆ حضرت علی ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر دعا اور آسمان کے درمیان حجاب ہوتا ہے حتیٰ کہ محمد ﷺ پر درود پڑھا جائے، پس جب نبی ﷺ پر درود پڑھ لیا جائے تو وہ حجاب دور ہو جاتا ہے اور دعا قبول ہو جاتی ہے اور جب نبی ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ (مجمع الزوائد: جلد ۱۰: ص ۱۶۰، المعجم الاوسط: ۷۲۵)

☆ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے فرمایا: دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اور جب تک نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے اس دعا میں سے کچھ بھی اوپر نہیں جاتا۔ (ترمذی: ۴۸۶: ابواب الصلاۃ: باب ۳۵۲)

☆ ابوسلیمان دارانی کہتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود پڑھے، پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے اور آخر میں پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے۔ بے شک اللہ تعالیٰ (اول وآخر) دونوں درودوں کو تو قبول فرماتا ہی ہے اور اس کا کرم گوارا نہیں کرتا کہ درمیان کی دعا کو مسترد کردے۔

(ردالمحتار: سنن الصلاۃ: جلد اول: ص ۵۲۰، دلائل الخیرات: فضائل الصلاۃ)

☆ بعض اعمال مقبول ہوتے ہیں اور بعض مردود، سوائے درود کے، اس کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے، غالباً اسی لئے حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں: جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو اس میں درود بھی پڑھا کرو کیونکہ درود کو قبول کیا جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے بہت بعید ہے کہ وہ دعا کے ایک حصے کو قبول فرمالے اور دوسرے حصے کو مسترد کردے۔

(ردالمحتار: سنن الصلاۃ: جلد اول: ص ۵۲۰)

نسیان کے وقت درود پڑھنا

☆ حضرت عثمان بن ابی حرب ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی کو کوئی بات بتانا چاہے، پھر اس کو

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۵۷﴾

۵۷۔ بے شک جولوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجتا ہے اور اس نے ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ [۶۷]

بھول جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ مجھ پر درود پڑھے امید ہے کہ مجھ پر درود پڑھنے کی وجہ سے اس کو وہ بات یاد آجائے گی۔
(کنز العمال: ۴۱۶۶۴)

☆ حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم کوئی چیز بھول جاؤ تو مجھ پر درود پڑھو، ان شاء اللہ تمہیں وہ چیز یاد آجائے گی۔ (انوار محمدیہ: ص ۴۳۱)

اذان کے بعد درود پڑھنا

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب تم مؤذن کی اذان سنو تو تم بھی اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہتا ہے، پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے ''وسیلہ'' مانگا کرو، وہ (وسیلہ) جنت میں ایک خصوصی مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں، جس نے میرے لئے ''وسیلہ'' کا سوال کیا اس کو میری شفاعت نصیب ہوگی۔ (مسلم: ۸۴۹: کتاب الصلاۃ: باب ۷)

نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر فرشتوں کا درود پڑھنا

حضرت کعب ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ہر روز ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اپنے پروں سے نبی ﷺ کی قبر کا احاطہ کر لیتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ (درود) پڑھتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب شام ہوتی ہے تو وہ آسمانوں پر چڑھ جاتے ہیں اور اتنے ہی اور فرشتے نازل ہو جاتے ہیں اور وہ بھی اسی طرح آپ پر صلاۃ پڑھتے رہتے ہیں، یہ معمول اسی طرح ہوتا رہے گا حتیٰ کہ زمین آپ سے شق ہوگی اور آپ ستر ہزار فرشتوں کے جلو میں قبر سے باہر آئیں گے۔
(سنن دارمی: مقدمہ: باب ۱۵)

[۶۷] اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، اس کو کوئی اذیت نہیں پہنچا سکتا، لہٰذا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں اور اپنی برائیوں کی وجہ سے آخرت میں رسوا کن عذاب کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ اس آیت کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو بھی ایذا پہنچاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ایذا کو اللہ تعالیٰ اپنی ایذا قرار دے رہا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝۵۸ ع

۵۸۔ اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر ان کی خطا کے ایذا پہنچاتے ہیں تو بے شک انہوں نے بہتان اور صریح گناہ (کا بوجھ اپنے سر پر) اٹھایا ہے۔[۶۸]

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵۹

۵۹۔ اے نبی ﷺ! آپ اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور اہل ایمان کی عورتوں سے فرما دیں کہ (باہر نکلتے وقت) اپنی چادروں کو اپنے اوپر لٹکا لیا کریں، اس طرح وہ جلد پہچان لی جائیں گی، پھر انہیں ستایا نہیں جائے گا، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔[۶۹]

[۶۸] جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت پہنچاتے ہیں وہ جھوٹ اور صریح گناہ کے مرتکب ہیں اور وہ اس کی سزا سے نہ بچ سکیں گے۔ اب اگر عام مسلمانوں کو بلا وجہ تکلیف پہنچانا واضح گناہ ہے تو جو لوگ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن، آل پاک ؓ اور صحابہ کرام ؓ کی بے ادبی اور ان کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کر کے انہیں تکلیف پہنچاتے ہیں وہ اعلانیہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن مغفل ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ ؓ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے صحابہ ؓ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے بعد ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا، پس جو شخص ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے، اور جو ان سے بغض رکھتا ہے تو وہ مجھ سے بغض کے باعث ایسا کرتا ہے، اور جس نے ان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی، اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ تعالیٰ عنقریب اس کی گرفت فرمائے گا۔

(ترمذی: ۳۸۶۲: ابواب المناقب: باب ۵۸)

لہٰذا کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ بلا وجہ دوسرے لوگوں کو تنگ کرے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بہتر مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں اور بہتر مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنے خون اور مال کے بارے میں محفوظ ہوں۔ (ترمذی: ۲۶۲۷: ابواب الایمان: باب ۱۲)

[۶۹] مسلمان جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آباد ہوئے تو اس وقت مدینہ ایک کثیر المذاہب معاشرہ تھا۔ وہاں یہودی، مشرک، بت پرست اور عیسائی رہتے تھے۔ وہاں پر شراب اور بدکاری عام تھی۔ شام کے وقت عورتیں جب قضائے حاجت

کے لئے باہر نکلتیں تو فاسق اور اوباش نوجوان انہیں چھیڑتے اور ان کے ساتھ گھٹیا حرکتیں کرتے۔ جب مسلمان وہاں آباد ہوئے تو وہ مسلمان عورتوں کو بھی چھیڑنے لگے، اس پر مسلمانوں نے انہیں وارننگ دی کہ ہمارے مذہب میں اس بے حیائی کی اجازت نہیں ہے تو وہ نوجوان کہنے لگے: ہم پہچان نہیں سکے کہ وہ مسلمان ہیں ورنہ ہم انہیں نہ چھیڑتے۔ چنانچہ مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اس صورت حال کا ذکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ مسلمان عورتیں جب باہر نکلیں تو وہ جلباب پہن کر یعنی سارا جسم اور سر ڈھانپ کر باہر نکلیں تاکہ غیر مسلموں کو پہچان ہو سکے کہ یہ مسلمان عورتیں ہیں اور انہیں تنگ نہ کریں۔

قرآن مجید نے مسلمان عورتوں کو اوباش مردوں سے بچنے کے لئے ۱۴۰۰ سال پہلے جو فطری طریقہ بتایا تھا وہ آج بھی کامیاب ترین نسخہ ہے کیونکہ اوباش مردوں کی نگاہیں صرف انہی عورتوں کا تعاقب کرتی ہیں جن کے جنسی اعضاء نیم عریاں ہوں یا نام نہاد کپڑوں سے دعوت نظارہ دیتے ہوں۔

مثال کے طور پر برطانیہ کے بازاروں میں عیسائی چرچ کی نن چلتی ہے تو اوباش مرد اس کی طرف نگاہ نہیں اٹھاتے۔ کیونکہ ایک تو اس نن کے جنسی اعضاء انہیں دکھائی نہیں دیتے جس کی وجہ سے انہیں کوئی دلکشی اور ترغیب نہیں ہوتی اور دوسرا انہیں علم ہے کہ یہ ایک مذہبی خاتون ہے یہ ان کے جال میں نہیں آئے گی۔ عیسائی نن کا لباس بھی اسلامی جلباب سے ملتا جلتا ہے جس میں صرف عورت کا منہ اور ہاتھ نظر آتے ہیں لیکن اس کا سر اور جسم ایسے ڈھیلے ڈھالے لباس کے ساتھ ڈھانپا ہوا ہوتا ہے کہ اس کے جسمانی اعضاء نمایاں نہیں ہوتے۔ اسی طرح جب مسلمان عورت بھی جلباب پہن کر آنکھیں جھکائے ہوئے باہر نکلے گی تو غلط نظروں اور ایذا رسانی سے محفوظ رہے گی۔ اہل اسلام میں عورت کے منہ اور ہاتھ ڈھانپنے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بہرحال ضرورت کے وقت عورت اپنا منہ اور ہاتھ ظاہر کر سکتی ہے جیسا کہ ڈکتور وہبہ زحیلی لکھتے ہیں کہ منہ اور دونوں ہتھیلیاں پردہ میں شامل نہیں ہیں۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ: جلد ۷: ص ۱۸)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں در آں حالیکہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہا باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کی صرف یہ چیز اور یہ چیز دکھائی دینی چاہیے اور آپ ﷺ نے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا۔ (ابوداؤد: ۴۱۰۴: کتاب اللباس: باب ۱۳)
یعنی عورت کے ہاتھ اور چہرہ کے علاوہ کچھ نظر نہیں آنا چاہیے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ... کئی عورتیں (باریک) لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوتی ہیں، وہ خود بھی ناز و ادا سے جھکتی ہیں اور دوسروں کو بھی جھکاتی ہیں۔ ان کے سر (کے بال) بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح (بنائے گئے) ہوتے ہیں۔ ایسی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی اور نہ جنت کی خوشبو پائیں گی۔
(مسلم: ۷۱۹۴: کتاب الجنۃ: باب ۱۳)

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

۶۰۔ اگر منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں جھوٹی افواہیں پھیلانے والے (اپنی حرکتوں سے) باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر ضرور مسلط کر دیں گے، پھر وہ آپ کے پاس مدینہ میں زیادہ عرصہ نہیں ٹھہر سکیں گے۔[۷۰]

مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝

۶۱۔ وہ لعنت کئے ہوئے لوگ ہیں، وہ جہاں کہیں پائے جائیں گے، پکڑ لئے جائیں گے اور قتل کر دیئے جائیں گے۔[۷۱]

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝

۶۲۔ جو لوگ اس سے پہلے گزر چکے ہیں ان کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کی یہی سنت تھی اور آپ اللہ تعالیٰ کی سنت میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔[۷۲]

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا

۶۳۔ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں،

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی ایک بیٹی نہیں تھی بلکہ چار بیٹیاں تھیں جن کے اسمائے گرامی آیت نمبر ۴۰ کی تفسیر میں لکھے گئے ہیں۔

[۷۰] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے وعدہ فرمایا ہے کہ اگر یہ منافقین، بدکردار اور اسلام کے خلاف جھوٹی افواہیں پھیلانے والے بدباطن لوگ اپنی سازشوں سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں ان پر غلبہ عطا فرمائیں گے، پھر یا تو وہ توبہ کر کے مسلمان ہو جائیں گے یا پھر انہیں مدینہ سے نکال دیا جائے گا۔

[۷۱] یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو چکے ہیں۔ فتنہ و فساد برپا کرنا ان کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے۔ لہٰذا جہاں بھی وہ جائیں گے اپنی فتنہ پروری کے باعث پکڑے جائیں گے اور موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے۔

[۷۲] علامہ صاوی لکھتے ہیں: اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ منافقین کے وجود پر غمگین نہ ہوں۔ (حاشیہ صاوی علی تفسیر الجلالین) پہلے انبیاء کے ادوار میں بھی منافقین موجود تھے۔ جب ان کا نفاق ظاہر ہو جاتا اور وہ بدکاری اور فتنہ پروری کا بازار گرم کر دیتے تو انہیں بھی ملک بدری یا قتل کی سزا دی جاتی تھی۔ پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی یہی سنت تھی اور اب بھی یہی ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِیْبًا ﴿۶۳﴾

آپ فرما دیجئے: اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اور (اے سائل!) تجھے کیا خبر! شاید قیامت قریب ہی ہو۔ [۷۳]

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِیْنَ وَ اَعَدَّ لَهُمْ سَعِیْرًا ﴿۶۴﴾

۶۴۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ۚ لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا ﴿۶۵﴾

۶۵۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، (وہاں) نہ وہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔

یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾

۶۶۔ جس روز وہ منہ کے بل آگ میں پھینکے جائیں گے تو وہ کہیں گے: کاش! ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی۔ [۷۴]

وَ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا ﴿۶۷﴾

۶۷۔ اور وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی تو انہوں نے ہمیں (سیدھے) راستہ سے بھٹکا دیا۔ [۷۵]

---

[۷۳] کفار کو جب قیامت کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو چونکہ وہ قیامت کے منکر تھے اور اس کو مسلمانوں کی طرف سے محض ایک دھمکی خیال کرتے تھے اس لئے وہ مذاق کے طور پر اکثر یہ سوال کرتے کہ جس قیامت سے انہیں ڈرایا جاتا ہے آخر وہ کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن تمہیں کیا خبر! شاید وہ قریب ہی ہو۔ قیامت کے بارے میں سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۷ کا حاشیہ نمبر ۱۰۴ اور سورہ نمل کی آیت نمبر ۶۶ کا حاشیہ نمبر ۶۱ ملاحظہ کریں۔

[۷۴] آج جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے قیامت کے دن جب انہیں آگ میں منہ کے بل پھینکا جائے گا تو ان کے ہوش ٹھکانے آ جائیں گے اور وہ پکار اٹھیں گے: کاش! ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی تو آج اس عذاب میں مبتلا نہ ہوتے مگر اس وقت کا پچھتاوا بے سود ہوگا۔

[۷۵] دوزخ میں جلنے والے لوگ یہ بھی کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمارے اکابر اور ہمارے سرداروں نے ہمیں صراط مستقیم سے گمراہ کیا، لہٰذا ان کو دوگنا عذاب دے، ایک ان کی اپنی گمراہی کا اور دوسرا ہمیں گمراہ کرنے کا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج تم میں سے ہر ایک کے لئے دوگنا عذاب ہے کیونکہ اگر انہوں نے تمہیں غلط راستہ دکھایا تھا تو کیا تم اندھے تھے تم

رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾ ع

۶۸۔ اے ہمارے رب! انہیں دوگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل فرما۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾

۶۹۔ اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچائی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان باتوں سے بری کر دیا جو وہ کہتے تھے، اور وہ (موسیٰ علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی عزت والے تھے۔ [۷۶]

نے ان کی پیروی کیوں کی؟ لہٰذا تمہارا جرم بھی دوگنا ہے، ایک اپنی گمراہی کا اور دوسرا گمراہ لوگوں کی اندھی تقلید کا۔ اس مضمون کا اشارہ سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۳۸ میں بھی گزر چکا ہے۔

[۷۶] حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے معزز اور قابل تعریف رسول تھے، انہوں نے بنی اسرائیل پر بڑا احسان کیا کہ انہیں فرعون کی غلامی سے نجات دلائی مگر پھر بھی ان کی قوم کے لوگ ان پر جھوٹے الزامات لگا کر ان کی دلآزاری کرتے تھے، ان میں سے ایک الزام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمایا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے شرم و حیاء والے تھے اور اپنے بدن کو اس طرح چھپا کر رکھتے تھے کہ ان کے بدن کا کوئی حصہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بنی اسرائیل کے کچھ لوگ ان کی دلآزاری کرتے اور کہتے: موسیٰ علیہ السلام کے بدن میں ضرور برص، عیب یا کوئی آفت ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے بدن کو ہمیشہ چھپائے رکھتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کے الزام سے پاک کرنے کا ارادہ فرمایا اور ایک دن موسیٰ علیہ السلام نے تنہائی میں غسل کرنے کے لئے اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھے اور غسل کرنے کے بعد جب پتھر سے کپڑے اٹھانے لگے تو پتھر (بحکم خداوندی حرکت میں آ گیا اور) آپ کے کپڑے لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پکڑا اور اس پتھر کے تعاقب میں نکلے اور کہنے لگے: اے پتھر! میرے کپڑے، اے پتھر! میرے کپڑے، یہاں تک کہ پتھر بنی اسرائیل کے ایک مجمع میں جا کھڑا ہوا۔ اس وقت بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ننگے دیکھ لیا اور ان کا بدن بہت خوب صورت پایا (اس میں کوئی عیب نہیں تھا)۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے الزامات سے پاک کر دکھایا۔ لوگوں کے پاس پہنچ کر پتھر رک گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے اٹھا کر زیب تن کر لئے اور عصا سے پتھر کو مارنے لگے۔ خدا کی قسم! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرب سے اس پتھر پر تین، چار یا پانچ نشانات پڑ گئے۔

(بخاری: ۳۴۰۴: کتاب الانبیاء: باب ۳۰)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝۷۰

۷۰۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو اور درست بات کہا کرو۔ [۷۷]

يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝۷۱

۷۱۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تمہارے اعمال درست فرما دے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا، اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے تو اس نے یقیناً بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل کے اخلاق وکردار کو حسین اور دلکش بنایا ہے اسی طرح ان کے اجسام کو بھی خوب صورت اور بے عیب بنایا ہے اور کسی نبی کا اندھا، بہرا، گونگا یا ہاتھ پاؤں سے معذور ہونا ثابت نہیں ہے۔ جو لوگ انبیاء پر جھوٹے الزامات عائد کرتے ہیں بالآخر اللہ تعالیٰ جب حق کو ظاہر فرما دیتا ہے تو الزام لگانے والوں کو پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس مثال کے ذریعہ مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ قوم موسیٰ کی طرح بدگمانیوں کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کی دلآزاری نہ کیا کریں، اس سے وہ نبی کریم ﷺ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، البتہ ان کی دلآزاری کر کے اپنی آخرت خراب کر لیں گے۔ بہرحال اہل علم کی تحقیق یہ ہے کہ کسی صحابی سے دانستہ نبی کریم ﷺ کی دلآزاری کا امکان نہیں ہے اور جتنے اس قسم کے قصے روایات میں موجود ہیں ان کے اصل محرک منافقین تھے۔ ان میں سے ایک واقعہ درج ذیل ہے جس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ اس الزام کا بانی معتب بن قشیر تھا اور وہ منافقین میں سے تھا۔

(فتح الباری: حدیث نمبر ۴۳۳۵: جلد ۸: ص ۵۶، عمدۃ القاری: حدیث نمبر ۴۳۳۵: جلد ۱۷: ص ۳۱۱)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ حنین کے دن نبی ﷺ نے کچھ لوگوں کو مال غنیمت کی تقسیم میں ترجیح دی۔ آپ ﷺ نے اقرع بن حابس کو سو اونٹ عطا فرمائے، عیینہ کو بھی اتنے ہی اونٹ عطا فرمائے اور عرب کے دیگر سرداروں کو بھی ترجیح دی تو ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا اور نہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ کیا گیا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے دل میں کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور اس بات کی نبی ﷺ کو خبر دوں گا۔ چنانچہ میں نے آپ کو خبر دی تو آپ (کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور آپ) نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول عدل نہیں کرے گا تو اور کون عدل کرے گا؟ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، ان کو اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی اور انہوں نے خوب صبر کیا۔ (بخاری: ۳۱۵۰: کتاب الخمس: باب ۱۹) حالات کے مطابق نبی کریم ﷺ کی یہ حکمت عملی تھی کہ جن مسلمانوں کے ایمان ابھی کمزور تھے ان کی دلداری اور اسلام پر ثابت قدمی کے لئے انہیں زیادہ مال دیتے تھے۔

[۷۷] اے ایمان والو! اپنے اعمال میں تقویٰ اختیار کرو اور اپنے اقوال میں سچائی اختیار کرو۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور ان کو شرف قبولیت سے نوازے گا۔ نیز اس سے پہلے جو خطائیں سرزد ہوئیں انہیں بھی بخش دے گا۔

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَيۡنَ اَنۡ يَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا ۙ﴿۷۲﴾

۷۲۔ بے شک ہم نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر (احکام شریعت کی) امانت پیش کی تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا، بے شک وہ بڑا ظالم اور نادان ہے۔[۷۸]

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ وَالۡمُشۡرِكٰتِ وَيَتُوۡبَ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۷۳﴾

۷۳۔ تا کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ قبول فرمائے، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔[۷۹]

---

[۷۸] اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر احکام شریعت کو پیش کیا اور انہیں یہ اختیار دیا کہ اگر وہ ان احکام پر عمل پیرا ہوں گے تو انہیں اجر عظیم ملے گا اور اگر وہ ان پر عمل پیرا نہ ہوئے تو انہیں سزا ملے گی۔ یہ سن کر وہ ڈر گئے کہ کہیں اس امانت کے تقاضے پورے کرنے میں کوتاہی نہ ہو جائے۔ اس اندیشہ کے پیش نظر انہوں نے ان احکام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، لیکن انسان نے اس امانت کے اجر و ثواب کو دیکھ کر اسے قبول کر لیا، پھر کچھ لوگوں نے تو اس امانت کا حق ادا کرنے میں پوری کوشش کی اور وہ اس میں کامیاب بھی ہوئے جن میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین شامل ہیں، مگر اکثر انسان ظالم اور جاہل نکلے یعنی وہ انجام سے بے خبر ہو کر ظلم کے راستے پر چل نکلے، اور اسی اکثریت کے حوالے سے آیت میں سب انسانوں کو ظلم و جہالت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

[۷۹] اس بار امانت کو اٹھانے کا انجام یہ ہوگا کہ منافق و مشرک لوگ اس امانت کو ضائع کرنے کے باعث عذاب کے مستحق قرار پائیں گے اور اہل ایمان اس امانت کی حفاظت کے باعث اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کے مستحق قرار پائیں گے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بروز پیر بعد از نماز عشاء، ۷ دسمبر ۲۰۰۹ء، بمطابق ۲۰ ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ

اس سورت میں بڑے خاص اور تحقیق طلب مضامین ہیں مثلاً غزوہ احزاب، اسوہ حسنہ، ختم نبوت، چشم دید گواہ، درود و سلام اور پردہ وغیرہ لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۲ نومبر تا ۷ دسمبر یعنی صرف ۲۵ دنوں میں اس کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ سبا (۳۴)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''سبا'' ہے جو اس سورت کی آیت نمبر ۱۵ سے ماخوذ ہے۔

اس سورت کی تیسری آیت میں نبی کریم نے قسم کھا کر فرمایا کہ قیامت ضرور آئے گی تا کہ نیک لوگ اپنی نیکیوں کا اجر پائیں اور ظالموں کو ان کے ظلم کی سزا دی جائے۔

پھر حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظمتوں کا ذکر کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں کئی معجزات اور وسیع و عریض حکومت عطا فرمائی اور اس کے باوجود وہ اپنے محسن حقیقی کے شکرگزار بنے رہے۔ اس میں آج کے امیر کبیر لوگوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے جو تھوڑی سی دولت آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ناشکرے بن جاتے ہیں۔

پھر ملک یمن کے شہر سبا کی مثال بیان کی گئی ہے جہاں کی آب و ہوا بڑی خوش گوار اور زمین بڑی زرخیز تھی، ہر طرف پھلدار درختوں اور سبزہ زاروں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا مگر جب وہاں کے باشندوں نے ان نعمتوں کی ناشکری کی تو اس شہر کو ایسا ویران اور برباد کر دیا گیا کہ وہاں کے باشندے بھوک کے مارے اس شہر کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

اس سورت کی آیت نمبر ۲۸ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبی نہیں بنایا جائے گا۔

اس دنیا میں امیر اور متکبر لوگ جو غریب اور کمزور لوگوں کی گمراہی کا سبب بنتے ہیں قیامت کے دن یہ غریب لوگ ان کو گالیاں دیں گے کہ تمہاری وجہ سے ہم ہدایت سے محروم رہے تو اس دن یہ نافرمان امیر اور ان کی اندھی تقلید کرنے والے غریب لوگ سبھی پچھتائیں گے۔

آخر میں اہل مکہ کو بتایا گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی اجنبی نہیں ہیں، وہ تمہارے شہر کے باشندے اور تمہاری برادری کے فرد ہیں، تم ان کی صداقت و امانت کو اچھی طرح جانتے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دنیاوی لالچ کے لئے تمہیں تبلیغ نہیں کر رہے بلکہ وہ تمہارے خیر خواہ ہیں اور تمہیں جہنم کی آگ سے بچانا چاہتے ہیں۔ اگر آج تم ان پر ایمان نہ لائے تو قیامت کے دن پچھتاؤ گے اور ایمان لانے کا اعلان کرو گے مگر اس وقت کا ایمان قابل قبول نہیں ہوگا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز فجر بروز پیر ۱۴ دسمبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۲۷ ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ

ایاتھا ۵۴ | ۳۴ سورۃ سبا مکیۃ ۵۸ | رکوعاتھا ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں / کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝۱

۱۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور آخرت میں بھی سب تعریفیں اسی کے لئے ہیں، [۱] اور وہ بڑا دانا (اور) خبردار ہے۔

یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ۝۲

۲۔ وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے باہر نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ آسمان کی طرف چڑھتا ہے، [۲] اور وہی ہمیشہ رحم فرمانے والا بہت بخشنے والا ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَیْبِ ۚ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ

۳۔ اور کفار کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی، آپ فرما دیں: کیوں نہیں! مجھے اپنے رب کی قسم جو عالم الغیب ہے! قیامت ضرور آئے گی، [۳] اللہ تعالیٰ سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین

---

[۱] زمین و آسمان کی ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے، جس کسی کو جو نعمت یا خوبی ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عطا ہے، لہٰذا ہر قسم کی تعریف اور شکرگزاری کا حقیقی مستحق اللہ تعالیٰ ہے اور آخرت میں بھی جس کسی کو جو بھی نعمت ملے گی وہ اللہ تعالیٰ ہی کا کرم ہوگا، لہٰذا آخرت میں بھی سب تعریفوں کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہوگا بلکہ اس دنیا میں تو کئی غلط لوگوں کی تعریف بھی کی جاتی ہے مگر آخرت میں سب کو مشاہدہ ہو جائے گا کہ تعریف کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اس پورے نظام کا خالق و مالک ہے، اس کے ظاہر و باطن سے خوب باخبر ہے اور اس کو بڑی حکمت سے چلا رہا ہے۔

[۲] زمین میں جو پانی اور بیج وغیرہ داخل ہوتے ہیں، زمین سے جو نباتات اور معدنیات وغیرہ باہر نکلتی ہیں، آسمان سے جو بارش کا پانی اور فرشتے وغیرہ نازل ہوتے ہیں اور زمین سے جو دعائیں اور بخارات وغیرہ بلند ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کو خوب جانتا ہے اور اسی کی رحمت سے یہ نظام کائنات چل رہا ہے۔

[۳] نبی کریم ﷺ اعلان نبوت سے پہلے بھی ہمیشہ سچ بولتے تھے اسی لئے کفار مکہ آپ ﷺ کو صادق اور امین کہتے تھے۔ کفار

لَا فِی الْاَرْضِ وَ لَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ③

میں بلکہ ذرہ سے بھی چھوٹی اور بڑی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو روشن کتاب میں نہیں ہے۔[۴]

لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ④

۴۔ تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں جزا دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، ان کے لئے بخشش اور عزت والی روزی ہے۔[۵]

مکہ نے جب قیامت کا انکار کیا تو نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کی قسم کھا کر فرمایا کہ قیامت ضرور آئے گی۔ گویا آپ انہیں تنبیہ فرمارہے تھے: اے مکہ والو! تمہارا مشاہدہ ہے کہ میں نے عام حالات میں بھی کبھی جھوٹ نہیں بولا اور آج تو میں قسم کھا کر قیامت کے آنے کا اعلان کررہا ہوں تو پھر یہ جھوٹ کیسے ہوسکتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں تین مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اپنے رب کی قسم کھا کر یہ اعلان کریں کہ قیامت ضرور آئے گی۔ ان میں سے پہلی جگہ سورہ یونس (۱۰) کی آیت نمبر ۵۳ میں، دوسری جگہ اس سورہ سبا (۳۴) کی آیت نمبر ۳ میں اور تیسری جگہ سورہ تغابن (۶۴) کی آیت نمبر ۷ میں ہے۔

[۴] انکار قیامت کے بارے میں کفار مکہ کا ایک عمومی استدلال یہ تھا کہ جب ہم مرکر مٹی ہوجائیں گے اور ہمارے جسم کے ذرات ادھر ادھر بکھر جائیں گے تو پھر ان کو کیسے اکٹھا کیا جائے گا؟ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اس کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں۔ اس آیت میں بھی قیامت کے متعلق دو دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ یہ اعلان وہ ہستی قسم کھا کر فرمارہی ہے جس کی ہر عام بات کو بھی تم سچا تسلیم کرتے رہے ہو۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، زمین وآسمان کا کوئی ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں ہے بلکہ ہر چیز چاہے وہ ذرہ سے بھی چھوٹی ہو یا بڑی، اللہ تعالیٰ کے پاس لوح محفوظ میں موجود ہے، لہٰذا منتشر ذرات کو اکٹھا کرنا اس قادر مطلق اور عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے حالانکہ حقیقت میں تو وہ ان ذرات کو اکٹھا کرنے کا بھی محتاج نہیں ہے، بلکہ جس طرح اس نے انسان کو پہلی بار بغیر کسی سابقہ شکل وصورت کے مٹی سے پیدا کرلیا اسی طرح وہ اسے دوبارہ بھی پیدا کرسکتا ہے۔

[۵] نیک عمل کرنے والے اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ جنت کی روزی عطا فرمائے گا اور قرآنی آیات کو جھٹلانے والوں کے لئے جہنم کا دردناک عذاب ہوگا۔

ان آیات میں ضرورت قیامت کے متعلق ایک بنیادی اصول کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس دنیا میں ایک شخص ساری زندگی ظلم کرتا رہتا ہے، انسانوں کے حقوق کو پامال کرتا رہتا ہے اور اسے کوئی سزا نہیں ملتی اور دوسری طرف ایک شخص ساری عمر مظلوم رہتا ہے اور اس کی کوئی دادرسی نہیں ہوتی، لہٰذا ضروری ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور

وَالَّذِیْنَ سَعَوْ فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ۝۵

۵۔ اور جن لوگوں نے ہمیں عاجز کرنے کے لئے ہماری آیتوں میں (نقص نکالنے کی) کوشش کی، ان کے لئے سخت دردناک عذاب ہے۔

وَیَرَى الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَ یَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۝۶

۶۔ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جو (قرآن) آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اور وہ (قرآن) عزت والے قابل تعریف (اللہ تعالیٰ) کا راستہ دکھاتا ہے۔[۶]

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ یُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۝۷

۷۔ اور کافر لوگ (اپنے دوستوں کو) کہتے ہیں: کیا ہم تمہیں ایسے شخص کا بتائیں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم (مرنے کے بعد) ریزہ ریزہ کردیئے جاؤ گے تو پھر تم ازسرنو پیدا کئے جاؤ گے۔[۷]

اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِی الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ ۝۸

۸۔ یا تو اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے یا وہ دیوانہ ہے بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ (کل روز قیامت) عذاب میں ہوں گے اور (آج) دور کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔[۸]

زندگی ہو جس میں ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دی جائے اور مظلوم کی دادرسی کی جائے۔

[۶] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی ہے کہ مشرکین مکہ اگر قرآن کو جھٹلانے میں سرگرم ہیں تو آپ پریشان نہ ہوں کیونکہ اہل علم تو اچھی طرح جانتے ہیں اور اس پر یقین رکھتے ہیں کہ قرآن مجید برحق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے اور یہی وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ دکھاتا ہے۔

[۷] کفار بطور تحقیر اور استہزاء کے اپنے دوستوں کو کہتے کہ آؤ ہم تمہیں ایک ایسا شخص (یعنی حضرت محمد ﷺ) دکھاتے ہیں جو بڑی عجیب اور ناقابل یقین خبر دیتا ہے یعنی جب تم مر کر مٹی میں ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو پھر تمہیں ازسرنو زندہ کیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو یہ شخص دانستہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگاتا ہے یا پھر یہ دیوانہ ہے۔

[۸] کفار مکہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ صادق ہیں، لہٰذا آپ جھوٹ نہیں بول سکتے۔ نیز وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ امین ہیں یعنی ان کی امانتوں کے محافظ ہیں، لہٰذا آپ دیوانہ بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ دیوانے کو تو اپنی خبر نہیں ہوتی وہ کسی دوسرے کے مال کی حفاظت کیسے کرے گا۔ دراصل بات یہ ہے کہ کفار مکہ آخرت کے منکر ہیں اور اس شدید

اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿۹﴾

۹۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین نے انہیں آگے اور پیچھے سے گھیر رکھا ہے، اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا آسمان کے کچھ ٹکڑے ان پر گرا دیں، بے شک اس میں ہر اس بندے کے لئے نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔[۹]

ع ۹

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿۱۰﴾

۱۰۔ اور بے شک ہم نے داؤد ﷺ کو اپنی طرف سے بڑا فضل عطا فرمایا، (اور حکم دیا:) اے پہاڑو! تم داؤد ﷺ کے ساتھ مل کر تسبیح پڑھا کرو اور پرندوں کو بھی (یہی حکم دیا) اور ہم نے ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا۔[۱۰]

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ کہ کشادہ زرہیں بناؤ اور ان کے حلقے مناسب اندازے سے جوڑو اور (اے آل داؤد!) نیک عمل کرتے رہو، بے شک جو کام تم کرتے ہو میں اسے خوب دیکھ رہا ہوں۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا

۱۲۔ اور ہم نے سلیمان ﷺ کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا جس کا صبح

گمراہی پر قائم رہنے کے لئے وہ نبی کریم ﷺ پر جھوٹ اور دیوانگی کے بے بنیاد الزامات لگاتے ہیں اور انہیں اپنی حماقت کا احساس اس وقت ہوگا جب وہ آخرت کے عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے۔

[۹] کیا منکرین قیامت کو نظر نہیں آتا کہ زمین و آسمان نے انہیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو قارون کی طرح انہیں زمین میں دھنسا دے یا قوم لوط کی طرح ان پر پتھر برسا دے، لہٰذا انہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنا چاہیے اور حق کو تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ زمین و آسمان کی وسعتوں میں ہر اس بندے کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں موجود ہیں جو طلب حق کی جستجو رکھتا ہو۔

[۱۰] اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد ﷺ پر فضل و کرم فرمایا اور ان کے کثیر معجزات میں سے دو کا یہاں تذکرہ فرمایا ہے، ایک تو ان کی آواز میں اتنی چاشنی اور دلکشی تھی کہ پہاڑ اور پرندے بھی ان کے ساتھ تسبیح پڑھنے میں شریک ہو جاتے اور دوسرا جب آپ لوہے کو ہاتھ لگاتے تو وہ گندھے ہوئے آٹے کی طرح نرم ہو جاتا اور آپ اس سے مناسب حلقوں والی بڑی کشادہ اور ہلکی پھلکی زرہیں بنا لیتے۔ اس کے لئے سورہ انبیاء (۲۱) کی آیات نمبر ۷۹ اور ۸۰ کی تفسیر بھی ملاحظہ کر لیں۔

شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَ مَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ⑫

کا سفر ایک ماہ کے برابر تھا اور شام کا سفر بھی ایک ماہ کے برابر تھا، [۱۱] اور ہم نے ان کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ جاری کر دیا، [۱۲] اور کچھ جنات (ان کے تابع کر دیئے) تھے جو اپنے رب کے حکم سے ان کے سامنے کام کرتے تھے، اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے سرتابی کرتا تو ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھاتے۔ [۱۳]

[۱۱] اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دیا اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام پر بھی خصوصی فضل و کرم فرمایا اور ان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا۔ ہوا ان کے تخت کو اٹھا کر اتنی تیزی سے سفر کرتی کہ ایک تیز رفتار سواری جو سفر ایک ماہ میں کرتی یہ ہوا اتنا سفر صبح کے چند گھنٹوں میں کر لیتی اور اتنا ہی سفر شام کے چند گھنٹوں میں کر لیتی۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس حسن عمل سے خوش ہو کر حضرت سلیمان علیہ السلام کو تسخیر ہوا کا معجزہ عطا فرمایا وہ یہ تھا کہ ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے گھوڑوں میں اس قدر مشغول رہے کہ ان کی عصر کی نماز قضا ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے ان گھوڑوں کی قربانی کر دی۔ (حضرت سلیمان علیہ السلام کو نماز قضا ہونے کا اتنا افسوس ہوا کہ جن گھوڑوں کی وجہ سے ان کی نماز قضا ہوئی تھی انہوں نے ان گھوڑوں کی قربانی کر دی اور ان کی شریعت میں گائے بیل کی طرح گھوڑوں کی قربانی بھی جائز تھی) اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو گھوڑوں کے بدلے میں ہوا کی ایسی سواری عطا فرمائی جو گھوڑوں سے بہتر اور تیز تھی۔ گھوڑے جو سفر دو ماہ میں طے کرتے تھے ہوا وہ سفر صرف ایک دن میں طے کر لیتی تھی۔ (تفسیر قرطبی) اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہم صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں تو ہمیں ہر اس چیز اور سوسائٹی سے دور رہنا چاہیے جو نماز اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دے۔

[۱۲] اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے بھی پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ جاری کر دیا جو گرم بھی نہیں تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام اس سے جو کچھ بنانا چاہتے وہ آسانی سے بنا لیتے اور پھر پگھلا ہوا تانبا منجمد ہو جاتا۔

[۱۳] یوں تو تمام جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع تھے لیکن کاریگری کرنے والے ان میں سے بعض تھے اور انہی کی وجہ سے آیت میں بعض کا ذکر کیا گیا ہے۔ (تفسیر نور العرفان) جس جن نے بھی آپ کی نافرمانی کی اس کو دوزخ میں سزا دی جائے گی۔ حضرت سدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ایک فرشتہ تھا جس کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہوتا تھا اور جب بھی کوئی جن نافرمانی کرتا تو وہ فرشتہ اسے آگ کے کوڑے سے سزا دیتا تھا۔ (تفسیر قرطبی)

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ⑬

۱۳۔ سلیمان علیہ السلام جو کچھ چاہتے وہ (جنات) ان کے لئے بنا دیتے (مثلاً) قلعے، مجسمے اور بڑے بڑے لگن جو حوض کی مانند تھے اور چولہوں پر جمی ہوئی دیگیں، [۱۴] اے آل داؤد! (اللہ تعالیٰ کا) شکر ادا کرتے رہو، اور میرے بندوں میں شکر ادا کرنے والے بہت کم ہیں۔ [۱۵]

[۱۴] حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق جنات ان کے لئے پتھروں سے بڑے بڑے قلعے، مجسمے اور لگن بناتے تھے، لگن اس بڑے تھال کو کہتے ہیں جس میں کھانا ڈالا جاتا ہے اور لوگ اس کے گرد بیٹھ کر کھاتے ہیں، مگر جنات نے پہاڑ کاٹ کرایسے لگن بنائے جو تالاب کی طرح بہت بڑے تھے۔ ایک ایک لگن کے گرد ایک ہزار آدمی کھانا کھا سکتا تھا اور پہاڑوں کو کاٹ کراتنی بڑی دیگیں بنائیں جن کو چولہوں سے اتارا نہیں جاسکتا تھا اور سیڑھی لگا کر ان سے کھانا نکالا جاتا تھا۔

(تفسیر خزائن العرفان)

جنوری ۲۰۰۱ء میں مجھے فلسطین جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے مسجد اقصیٰ کے تہ خانہ کی دیواروں میں اتنے بڑے بڑے پتھر دیکھے جو انسان نہیں اٹھا سکتے تھے بلکہ جنات نے ان کو اٹھا کر دیواروں میں رکھا ہوگا۔

[۱۵] اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کی آل کو خصوصی انعامات سے نوازا، اس لئے آل داؤد کو حکم دیا جارہا ہے کہ وہ ان احسانات کا شکر ادا کریں کیونکہ اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بھول جاتے ہیں اور شکر ادا کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔

کبھی ہمیں بھی تنہائی میں بیٹھ کر غور کرنا چاہیے کہ آج دنیا میں کتنے لوگ ہیں جو روٹی، کپڑا، مکان، صحت، ہاتھ، پاؤں، بصارت یا سماعت وغیرہ سے محروم ہیں مگر پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور ہم ان ساری نعمتوں کے ہوتے ہوئے اگر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کریں تو قیامت کے دن اپنے محسن حقیقی کو کیا منہ دکھائیں گے۔

☆ ثابت البنانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے گھر میں رہنے والے سب خواتین و حضرات پر نماز کے اوقات اس طرح تقسیم کر دیئے تھے کہ دن اور رات میں کوئی وقت ایسا نہیں تھا جس میں حضرت داؤد علیہ السلام کے گھر کا کوئی فرد نماز نہ پڑھ رہا ہو، اس طرح ان کے گھر میں ہر وقت کوئی نہ کوئی نماز پڑھ رہا ہوتا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر)

☆ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا: جس شخص میں تین صفات پائی جائیں اسے وہ فضیلت اور عظمت مل جائے گی جو آل داؤد علیہ السلام کو عطا کی گئی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: وہ تین صفات کیا ہیں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رضا و غضب کی دونوں حالتوں میں انصاف کرنا، امیری و غریبی کی دونوں حالتوں میں میانہ روی اختیار کرنا اور خفیہ و علانیہ دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ (تفسیر قرطبی)

☆ حضرت مغیرہ بن عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! کیا تیری مخلوق میں سے کسی نے مجھ سے بھی زیادہ لمبی رات تک تیرا ذکر کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی: ہاں! مینڈک نے، پھر یہ آیت نازل ہوئی:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿١٤﴾

۱۴۔ پھر جب ہم نے سلیمان علیہ السلام پر موت کا حکم نافذ کر دیا تو کسی نے جنات کو ان کی موت سے آگاہ نہ کیا سوائے زمین کی دیمک کے، جو ان کے عصا کو کھاتی رہی، پھر جب سلیمان علیہ السلام گر پڑے تو جنات پر ظاہر ہو گیا کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو وہ (اتنا عرصہ) اس رسوا کن عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔ [۱۶]

{اے آلِ داؤد! شکر کرو، اور میرے بندوں میں شکر گزار بہت کم ہیں۔} حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! میں تیرے شکر کی کیسے طاقت رکھ سکتا ہوں حالانکہ تو مجھ پر نعمت فرماتا ہے، پھر تو مجھے اس نعمت پر شکر کی توفیق دیتا ہے (تو شکر کی یہ توفیق تیری طرف سے ایک اور نئی نعمت بن جاتی ہے۔ تفسیر قرطبی: سورہ ابراھیم: زیر آیت نمبر ۷) اس طرح نعمت پر نعمت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اے میرے رب! جب نعمت بھی تیری طرف سے ہے اور اس نعمت پر شکر کی توفیق بھی تیری طرف سے ہے تو پھر میں شکر کیسے ادا کر سکتا ہوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے داؤد! اب تم نے مجھے پہچاننے کا حق ادا کر دیا ہے۔

(شعب ایمان: حدیث نمبر ۴۴۱۳: جلد ۴: ص ۱۰۱)

[۱۶] اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو انسانوں کے علاوہ ہوا، پرندوں اور جنات پر بھی حکومت عطا فرمائی تھی۔

جنات کیا ہیں؟

جنات ایسی مخلوق ہے جو آگ سے پیدا کی گئی ہے اور ہمیں دکھائی نہیں دیتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں ایسی صلاحیت رکھی ہے کہ وہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ یہ مخلوق کھانے پینے، عقل وشعور، زندگی و موت اور اولاد کے سلسلے میں انسانوں کی طرح ہے لیکن ان کی عمریں بہت لمبی ہوتی ہیں۔

انسانوں کی طرح جنات کے لئے بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور احکام الٰہی پر عمل کرنا فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔} (قرآن: ۵۱:۵۶) جنات میں سے بعض کافر اور بعض مسلمان ہیں۔ ان میں جو شریر اور کافر جن ہیں انہیں شیطان کہا جاتا ہے۔ ابلیس بھی جنوں میں سے تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ تم آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، وہ جنات میں سے تھا، پس اس نے اپنے رب کے حکم سے نافرمانی کی۔} (قرآن: ۱۸:۵۰)

کیا جنات علم غیب جانتے ہیں؟

جنات کا دعویٰ یہ تھا کہ ان کے پاس علم غیب ہے۔ (تفسیر قرطبی) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک ایسا واقعہ بیان فرمایا ہے جس سے جنات کے علم غیب کی نفی ثابت ہو گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کئی دنوں اور مہینوں تک عبادت میں مصروف رہتے۔ آپ شریر جنات سے سخت مشقت کا کام لیتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے شریر جنات کے ذمہ کام لگا دیا اور خود محراب میں عصا پر ٹیک لگا کر عبادت میں مصروف ہو گئے، اس دوران آپ کی موت واقع ہو گئی مگر آپ کا جسم عصا

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۭ۬ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿١٥﴾

۱۵۔ بے شک اہل سبا کے لئے ان کے وطن ہی میں نشانی موجود تھی (یعنی) ان کے دائیں بائیں دو باغ تھے، (انہیں حکم دیا گیا:) تم اپنے رب کے رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو، (تمہارا شہر سبا) پاکیزہ شہر ہے اور (تمہارا) رب بڑا بخشنے والا ہے۔ [۱۷]

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿١٦﴾

۱۶۔ لیکن انہوں نے روگردانی کی تو ہم نے ان پر تندو تیز سیلاب بھیج دیا اور ان کے دونوں باغوں کو دو ایسے باغوں سے بدل دیا جن میں بدذائقہ پھل، جھاؤ کے درخت اور چند بیری کے درخت تھے۔ [۱۸]

کے سہارے ایک سال تک قائم رہا اور جنات یہی سمجھتے رہے کہ آپ زندہ ہیں حتیٰ کہ دیمک نے عصا کو کھا کر اندر سے کھوکھلا کر دیا اور عصا کے گرنے سے جب آپ زمین پر آرہے تو جنات کو پتہ چلا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تو فوت ہو چکے ہیں۔ اب انہیں تسلیم کرنا پڑا کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو سال بھر رسوا کن عذاب میں مبتلا نہ رہتے اور ان پر رسوا کن مشقت اس لئے ڈالی گئی تھی کیونکہ وہ شریر اور نافرمان تھے، چنانچہ جونہی انہیں علم ہوا کہ آپ کا انتقال ہو گیا ہے تو وہ فوراً بھاگ گئے۔ اس واقعہ سے لوگوں کو بھی علم ہو گیا کہ جنات کا دعویٰ جھوٹا تھا، ان کے پاس کوئی علم غیب نہیں ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام وفات کے بعد بھی سلامت رہتے ہیں، اسی لئے دیمک آپ کے عصا کو اندر سے کھا گئی مگر آپ کے جسم کو کوئی چیز نقصان نہ پہنچا سکی۔ اسی طرح سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۵۹ میں بھی ایک نبی کا واقعہ گزر چکا ہے جن کو سو سال کے بعد زندہ کیا گیا اور ان کا جسم صحیح وسلامت تھا۔

[۱۷] عرب کے جنوب میں یمن کے ایک شہر کا نام سبا تھا۔ علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ اہل سبا کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی یہ تھی کہ انہوں نے اپنے وطن میں مچھر، مکھی، پسو، جوں، بچھو اور سانپ وغیرہ کوئی موذی جانور کبھی نہیں دیکھا۔ نیز سبا کے دائیں بائیں دونوں اطراف میں پہاڑ تھے اور پہاڑوں سے بارش اور چشموں کے پانی کی وجہ سے تاحد نظر باغات کا سلسلہ تھا جن میں پھلدار اور سایہ دار درخت بڑا خوب صورت منظر پیش کرتے تھے۔ (تفسیر قرطبی) الغرض سبا کا شہر آب وہوا کے اعتبار سے بڑا خوشگوار اور زمین کے اعتبار سے بڑا سرسبز وشاداب تھا۔ یہ خصوصی سہولیات اہل سبا کے لئے بہت بڑی نشانی تھی۔ اگر وہ اپنے آس پاس دیگر ممالک پر نظر ڈالیں تو کہیں پانی دستیاب نہیں ہے اور کہیں زمین زرخیز نہیں ہے، لہٰذا ان دنیوی انعامات کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اپنے محسن حقیقی کو پہچاننے کی کوشش کرتے اور ان بے شمار نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے ذریعہ انہیں حکم دیا کہ تم اپنے رب کے رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔

[۱۸] لیکن اہل سبا نے جب اپنے انبیاء کی تعلیمات سے روگردانی کی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدردانی نہ کی تو بالآخر ان پر ایسا

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ یہ ہم نے ان کو ان کی ناشکری کی سزا دی، اور ہم بڑے ناشکرے کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ؕ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ اور ہم نے ان لوگوں کے اور ان بستیوں کے درمیان جن کو ہم نے برکت دی تھی کئی نمایاں بستیاں بنا دیں اور ہم نے ان میں آنے جانے والوں کے لئے منزلیں مقرر کر دی تھیں کہ تم ان میں راتوں اور دنوں کو امن و امان سے سفر کرو۔[۱۹]

فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ پھر انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہماری منازل سفر کے درمیان فاصلے زیادہ کر دے اور (یہ کہہ کر) انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو ہم نے انہیں افسانہ بنا دیا اور ہم نے ان (کی جمعیت) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، بے شک اس میں ہر اس شخص کے لئے (عبرت کی) نشانیاں ہیں جو بہت صبر کرنے والا بہت شکر کرنے والا ہے۔[۲۰]

سیلاب آیا جس نے ان سرسبز و شاداب باغات کا صفایا کر دیا اور وہاں بیری کے چند درختوں کے علاوہ کوئی ایسا درخت نہ رہا جس کا پھل کھانے کے قابل ہو۔

[۱۹] برکت والی بستیوں سے مراد شام اور فلسطین کا علاقہ ہے۔ سبا اور شام کے درمیان نمایاں بستیوں سے مراد وہ بستیاں ہیں جو شاہراہ عام پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر موجود تھیں جن کی وجہ سے مسافروں کو نہ تو ڈاکوؤں کا خطرہ تھا اور نہ ہی کھانے پینے کی اشیاء لینے میں کوئی دقت پیش آتی تھی، لہٰذا ان کو سفر کے دوران رات اور دن میں کوئی خطرہ نہیں تھا کیونکہ راستہ میں منزلوں کا ایک طویل سلسلہ تھا اور ہر منزل پر ہر قسم کی سہولیات میسر تھیں۔

[۲۰] جس طرح میدان تیہ میں بنی اسرائیل نے آسمان سے اترنے والے من و سلویٰ کی ناشکری کی اور زمین سے اگنے والی سبزیوں کی استدعا کی اسی طرح اہل سبا نے بھی پر امن راستوں اور قریب قریب منزلوں کی ناشکری کی اور منزلوں کے درمیان زیادہ فاصلے کی استدعا کی تاکہ انہیں بھی دیگر قوموں کی طرح سفر کے دوران بھوک، پیاس، مشقت اور ڈاکوؤں کے خطرات کا تجربہ ہو۔ اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا جس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا سیلاب بھیجا جس سے ان کی بستیاں تباہ و برباد ہو گئیں اور جو لوگ غرق ہونے سے بچ گئے وہ سبا کو چھوڑ کر عرب کے دیگر علاقوں میں منتشر ہو گئے اور بحیثیت قوم ان کی خوش حالی کے قصے تو رہ گئے مگر دنیا میں سبا نام کی کوئی قوم باقی نہ رہی۔

وَ لَقَدۡ صَدَّقَ عَلَيۡهِمۡ اِبۡلِيۡسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوۡهُ اِلَّا فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝۲۰

۲۰۔ اور بے شک ابلیس نے ان کے متعلق اپنا گمان سچ کر دکھایا تو مومنوں کے ایک گروہ کے سوا سب نے اس کی پیروی کی۔[۲۱]

وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ اِلَّا لِنَعۡلَمَ مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِالۡاٰخِرَةِ مِمَّنۡ هُوَ مِنۡهَا فِىۡ شَكٍّ‌ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ حَفِيۡظٌ ۝۲۱ ع

۲۱۔ اور ابلیس کا ان پر کوئی تسلط نہیں تھا مگر یہ اس لئے ہوا کہ ہم آخرت پر ایمان لانے والوں کو ان سے ممتاز کر دیں جو آخرت کے متعلق شک میں ہیں،[۲۲] اور آپ کا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔

قُلِ ادۡعُوا الَّذِيۡنَ زَعَمۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ‌ ۚ لَا يَمۡلِكُوۡنَ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الۡاَرۡضِ وَمَا لَهُمۡ فِيۡهِمَا مِنۡ شِرۡكٍ وَّمَا لَهٗ مِنۡهُمۡ مِّنۡ ظَهِيۡرٍ ۝۲۲

۲۲۔ آپ (مشرکین کو) فرما دیں: تم انہیں پکارو جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا (اپنا معبود) خیال کرتے ہو، وہ ذرہ بھر بھی آسمانوں اور زمین میں کسی چیز کے مالک نہیں ہیں اور نہ ان کا ان دونوں (آسمان و زمین کے بنانے) میں کوئی حصہ ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا مددگار ہے۔[۲۳]

اس واقعہ میں عبرت کی بڑی نشانیاں ہیں یعنی جو قوم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کرتی ہیں ان کا نام ونشان مٹا دیا جاتا ہے، لیکن ان نشانیوں سے عبرت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو مصائب پر صبر اور نعمتوں پر شکر کرتے ہیں۔ ناشکرے اور بے صبرے لوگ کوئی عبرت حاصل نہیں کرتے۔

[۲۱] شیطان نے جب اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی اور اللہ تعالیٰ نے مہلت دیدی تو شیطان نے کہا: اے میرے رب! تیرے منتخب بندوں کے سوا باقی سارے لوگوں کو میں ضرور گمراہ کروں گا۔ اس وقت اسے یقین نہیں تھا کہ وہ اپنے اس دعویٰ میں کامیاب ہو جائے گا بلکہ اس نے گمان کی بنیاد پر یہ دعویٰ کر دیا لیکن جب اہل سبا نے اس کی گمراہی کو قبول کر لیا تو اس کا گمان سچ ثابت ہو گیا۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں پر نہ پہلے شیطان کا اثر ہوا اور نہ آئندہ ہو سکے گا کیونکہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی کے فرمانبردار رہتے ہیں۔

[۲۲] شیطان کے پاس کوئی ایسی قوت نہیں ہے جس کے ذریعہ وہ کسی کو زبردستی گمراہ کر دے، وہ تو صرف گمراہی کی ترغیب دیتا ہے اور ناشکرے لوگ اس کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ شیطان کو اتنی قوت انسانوں کی آزمائش کے لئے دی گئی ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ کون شیطان کو ٹھکرا کر آخرت پر ایمان لاتا ہے اور کون شیطان کے فریب میں آ کر آخرت کا انکار کرتا ہے۔

[۲۳] اس آیت میں مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا معبود خیال کرتے ہو اور انہیں حصول خیر اور

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی کی شفاعت فائدہ نہیں دے گی سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ خود شفاعت کرنے کی اجازت دے گا، [۲۴] یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جائے گی تو وہ پوچھیں گے کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہیں گے: اس نے حق فرمایا اور وہ بہت بلند بہت بڑا ہے۔[۲۵]

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ آپ فرمادیں: تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق کون دیتا ہے؟ آپ (خود ہی) فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ (دیتا ہے) اور (اے مشرکو!) بے شک ہم یا تم ضرور ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں۔[۲۶]

دفع شر کا ذریعہ سمجھتے ہو، تم انہیں کسی مشکل کے وقت ذرا پکار کر تو دیکھو، وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکیں گے کیونکہ انہیں تو زمین و آسمان میں ذرہ بھر بھی کسی چیز کا اختیار نہیں ہے اور نہ ہی ان کے پیدا کرنے میں ان کا کوئی حصہ ہے بلکہ ان کو تو تم نے اب اپنا معبود بنایا ہے جبکہ زمین و آسمان تو بہت پہلے سے موجود ہیں اور ان کو بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے وہ کسی کی مدد کا محتاج نہیں ہے۔ وہ قادر مطلق اور مختار کل ہے اور وہی اس قابل ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

[۲۴] مشرکین مکہ کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ اگر واقعی قیامت کا دن آ ہی گیا تو ان کے معبودان کی شفاعت کریں گے۔ اس آیت میں ان کے اس عقیدہ کی تردید کی جارہی ہے کہ قیامت کے دن کسی کو شفاعت کرنے کی جرأت نہیں ہو سکے گی صرف وہی اہل ایمان شفاعت کر سکیں گے جن کو اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا اور وہ بھی صرف ان گناہگاروں کی شفاعت کریں گے جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہوگا، لیکن مشرکین مکہ اور ان کے معبود دونوں چونکہ ایمان سے محروم ہیں اس لئے نہ وہ کسی کے حق میں شفاعت کر سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی اور ان کے حق میں شفاعت کر سکتا ہے۔

[۲۵] قیامت کے دن جن جن کو شفاعت کرنے کی اجازت ملنے والی ہوگی وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ڈر رہے ہوں گے اور جب اللہ تعالیٰ انہیں شفاعت کرنے کی اجازت عطا فرمادے گا تو ان کے دلوں کی گھبراہٹ دور ہو جائے گی اور وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے: تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہیں گے: اللہ تعالیٰ نے حق فرمایا، وہ بزرگ و برتر ہے اور اس نے نہ صرف یہ کہ ہمیں اپنی رضا سے سرفراز فرمایا بلکہ گناہگار اہل ایمان کی شفاعت کرنے کی اجازت بھی عطا فرمائی ہے۔

[۲۶] اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے مشرکین مکہ سے پوچھا: تمہیں آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے نباتات اُگا کر رزق کون مہیا کرتا ہے؟ چونکہ ان کے پاس اس کا جواب دینے کی جرأت نہیں تھی اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمہارے رزق کا انتظام کرتا ہے اور وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اسی لئے ہم اس کی

قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٥﴾

٢٥۔ آپ فرما دیں: تم سے ان جرموں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو ہم نے کئے اور نہ ہم سے ان کاموں کے متعلق پوچھا جائے گا جو تم کرتے ہو۔ [٢٧]

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٦﴾

٢٦۔ آپ فرما دیں: ہمارا رب ہم سب کو جمع فرمائے گا، پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا، اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔ [٢٨]

قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٧﴾

٢٧۔ آپ فرما دیں: ذرا مجھے بھی وہ شریک دکھاؤ جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملا رکھا ہے، ہرگز نہیں! بلکہ وہی اللہ تعالیٰ ہے جو سب پر غالب بڑا دانا ہے۔ [٢٩]

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا

٢٨۔ اور (اے رسول مکرم ﷺ!) ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوش خبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے [٣٠]

عبادت کرتے ہیں۔ اب تم خود ہی فیصلہ کرو کہ ہم دونوں میں سے ہدایت پر کون ہے اور گمراہ کون ہے؟

[٢٧] یعنی ہم نے حق اور باطل کو بالکل واضح کر دیا ہے اور تمہیں جو توحید کی دعوت دے رہے ہیں اس میں تمہاری خیر خواہی مقصود ہے تاکہ تم آخرت کے عذاب سے بچ جاؤ، ورنہ کسی کو دوسرے کے عمل سے نقصان نہیں پہنچے گا، ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا۔ اگر ہم نے کوئی قصور کیا ہوگا تو تم سے باز پرس نہیں ہوگی اور تمہارے اعمال کی ہم سے باز پرس نہیں ہوگی۔

[٢٨] اے مشرکین مکہ! آج تم ہماری بات مانو یا نہ مانو، بہر حال غور سے سن لو! ایک دن ایسا آنے والا ہے جس میں ہمارا رب ہم سب کو جمع فرمائے گا اور ہمارے درمیان صحیح فیصلہ فرمائے گا جس کا تم انکار نہیں کر سکو گے کیونکہ وہ سب کچھ خوب جانتا ہے اور اس کا فیصلہ برحق اور بہترین ہوتا ہے۔

[٢٩] اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے مشرکین مکہ سے پوچھا: جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے ہو ذرا مجھے کوئی ایک تو ایسی چیز دکھاؤ جو تمہارے ان معبودوں نے پیدا کی ہو، جب وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے ہرگز شریک نہیں بن سکتے۔ دراصل اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے، اس کا کوئی شریک اور ہمسر نہیں ہے، وہ بڑا دانا اور سب پر غالب ہے۔

[٣٠] آپ ﷺ سے پہلے ہر قوم اور ہر علاقہ کی طرف الگ الگ انبیائے کرام علیہم السلام مخصوص اوقات کے لئے آتے رہے۔ مثال کے طور پر حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کی طرف (قرآن: ٧: ٦٥) حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف (قرآن: ٧: ٧٣) حضرت شعیب علیہ السلام کو اہل مدین کی طرف (قرآن: ٧: ٨٥) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف (قرآن: ٣: ٤٩) بھیجا گیا۔

وَّنَذِيۡرًا وَّلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۸﴾

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۔[۳۱]

وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟

قُلۡ لَّكُمۡ مِّيۡعَادُ يَوۡمٍ لَّا تَسۡتَاۡخِرُوۡنَ عَنۡهُ سَاعَةً وَّلَا تَسۡتَقۡدِمُوۡنَ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ آپ فرمادیں: تمہارے لئے وعدہ کا ایک دن مقرر ہے، نہ تم اس سے ایک لمحہ پیچھے ہٹ سکو گے اور نہ (ایک لمحہ) آگے بڑھ سکو گے۔[۳۲]

النصف

سب سے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو دنیا کے ہر علاقے اور تمام انسانوں کے لئے مبعوث فرمایا، اس لئے آپ ﷺ کی نبوت قیامت تک آنے والی تمام نسلوں کو شامل ہے کیونکہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔

آپ ﷺ کی عالمگیر نبوت قرآن پاک کی روشنی میں:

۱۔ اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ (قرآن: ۷:۱۵۸)

۲۔ ہم نے آپ ﷺ کو سارے جہانوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا۔ (قرآن: ۲۱:۱۰۷)

۳۔ بڑی برکت والا ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر قرآن اُتارا تا کہ وہ سارے جہان والوں کو (عذابِ الٰہی سے) ڈرانے والا بن جائے۔ (قرآن: ۲۵:۱)

۴۔ ہم نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ (قرآن: ۳۴:۲۸)

آپ ﷺ کی عالمگیر نبوت احادیث کی روشنی میں:

۱۔ پہلے نبی کسی ایک مخصوص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

(بخاری: ۳۳۵: کتاب التیمم: باب ۱)

۲۔ پہلے ہر نبی اپنی مخصوص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں ہر سرخ اور سیاہ کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

(مسلم: ۱۱۶۳: کتاب المساجد: حدیث نمبر ۳)

۳۔ مجھے تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر سلسلہ نبوت ختم ہو گیا ہے۔

(مسلم: ۱۱۶۷: کتاب المساجد: حدیث نمبر ۵)

[۳۱] اس سے معلوم ہوا کہ اکثر لوگ آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ وہ آپ ﷺ کے پیغام کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

[۳۲] مشرکین کہتے تھے کہ جس قیامت کے عذاب سے انہیں ڈرایا جا رہا ہے وہ کب آئے گی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے مطابق قیامت کے لئے ایک دن مقرر کر رکھا ہے اور جب وہ دن آئے گا تو پھر ایک لمحہ بھر بھی آگے

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ښ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل ہوئیں، اور اگر آپ ان ظالموں کو اس وقت دیکھیں جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے تو ان میں سے ہر ایک دوسرے پر الزام لگا رہا ہوگا، کمزور لوگ متکبروں سے کہیں گے: اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہوتے۔ [۳۳]

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَاۗءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ متکبر لوگ کمزوروں سے کہیں گے: کیا ہم نے تمہیں ہدایت قبول کرنے سے روکا تھا اس کے بعد کہ وہ تمہارے پاس آ چکی تھی بلکہ تم خود ہی مجرم تھے۔ [۳۴]

وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا

۳۳۔ اور کمزور لوگ متکبروں سے کہیں گے: بلکہ تمہارے رات دن کے مکر و فریب نے (ہی ہمیں روکا تھا) جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے شریک بنائیں، [۳۵] اور جب وہ عذاب کو دیکھ لیں

پیچھے نہیں ہو سکے گا۔

[۳۳] کفار مکہ یہ کہتے تھے کہ وہ قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے بلکہ اس سے پہلے کی آسمانی کتابوں پر بھی ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ ان میں بھی نبی کریم ﷺ کا ذکر موجود ہے۔ یہ ظالم لوگ آج جو باہمی اتحاد و اتفاق کے ساتھ قرآن مجید کا انکار کرتے ہیں قیامت کے دن جب ان کو اپنے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور انہیں اپنے کرتوتوں کی سزا نظر آئے گی تو گھبرا کر آپس میں ایک دوسرے پر الزام تراشی کرنے لگیں گے اور پس ماندہ لوگ متکبروں کو کہیں گے: اگر تم ہمارے لئے رکاوٹ نہ بنتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے اور آج اس سزا کے مستحق قرار نہ پاتے۔

[۳۴] متکبر لوگ کمزوروں سے کہیں گے: اگر ہدایت تمہاری سمجھ میں آ چکی تھی تو تمہیں بہر صورت قبول کر لینی چاہیے تھی۔ ہم تمہیں زبردستی تو نہیں روک سکتے تھے، لہٰذا تم خود ہی مجرم ہو ہمیں اس میں ملوث نہ کرو۔

[۳۵] پس ماندہ اور غریب لوگ متکبروں کو کہیں گے: یہ ٹھیک ہے کہ تم نے ہمیں زبردستی مجبور تو نہیں کیا تھا لیکن اسلام کے خلاف تمہاری شب و روز کی سازشوں اور انکار توحید کے متعلق تمہاری پر فریب تدبیروں نے ہمیں اس حد تک قائل کر لیا کہ ہم تمہارے پیچھے چلنے پر مجبور ہو گئے۔

الْعَذَابَ ۭ وَ جَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْۤ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۭ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

گے تو اپنی ندامت کو چھپائیں گے، اور ہم ان لوگوں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے جنھوں نے کفر کیا، اور انہیں ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا جیسا وہ عمل کرتے تھے۔[۳۶]

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور ہم نے جس بستی میں بھی کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا: تم جو دین دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔[۳۷]

وَ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ اور انہوں نے کہا: ہم مال اور اولاد میں (تم سے) زیادہ ہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔[۳۸]

---

[۳۶] متکبروں کو گمراہ کرنے کی سزا ملے گی اور کمزوروں کو گمراہ لوگوں کی اندھی تقلید کرنے کی سزا ملے گی۔ جب ان دونوں قسم کے لوگوں کی گردنوں میں طوق ڈال کر انہیں عذاب کی طرف گھسیٹا جائے گا تو وہ اپنے اپنے کفر پر پشیمان ہوں گے اور ایک دوسرے سے اپنی پشیمانی چھپانے کی کوشش کریں گے۔

[۳۷] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر مکہ کے سردار اور امیر لوگ مسلمان نہیں ہو رہے تو آپ پریشان نہ ہوں آپ سے پہلے بھی ہم نے جہاں کہیں کوئی نبی بھیجا تو سب سے پہلے وہاں کے امیر اور خوش حال لوگوں نے اس کی تکذیب کی کیونکہ انہیں اپنا عیش و آرام اور اقتدار خطرے میں نظر آتا ہے تو وہ نبی کی دعوت میں غور ہی نہیں کرتے اور بغیر سمجھے صرف تعصب اور عناد کی بنا پر انکار کر دیتے ہیں۔

ہر نبی پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں اکثر کمزور اور نادار لوگ ہوتے ہیں جو نبی کی دعوت کو غور سے سنتے ہیں اور اس پر ایمان لے آتے ہیں، بلکہ کسی نبی کے سچے ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس پر ابتدا میں نادار لوگ ہی ایمان لاتے ہیں جیسا کہ ہرقل نے جب ابوسفیان سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں پوچھا:

کیا رئیس لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں یا کمزور لوگ؟

تو ابوسفیان نے جواب دیا: زیادہ تر کمزور لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں۔

تو ہرقل نے کہا: دراصل رسولوں کے ابتدائی پیروکار زیادہ تر کمزور لوگ ہی ہوتے ہیں۔

(بخاری: حدیث نمبر ۷: کتاب بدء الوحی: باب ۶)

[۳۸] متکبر لوگ اہل ایمان سے کہتے ہیں: ہمارے پاس مال و دولت تمہاری نسبت زیادہ ہے، اگر ہم گمراہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہم پر ناراض ہوتا اور ہمارے ہاں مال و دولت کی فراوانی نہ ہوتی، لہٰذا پہلی بات تو یہ ہے کہ قیامت آنے والی نہیں ہے اور اگر قیامت آ

قُلْ اِنَّ رَبِّىْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ آپ فرمادیں: بے شک میرا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِىْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِى الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسی چیزیں نہیں جو تمہیں ہمارے قریب کر دیں مگر جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کئے تو ایسے لوگوں کے لئے ان کے اعمال کا دوگنا اجر ہے اور وہ (جنت کے) بالا خانوں میں امن و امان سے ہوں گے۔[۳۹]

وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِىْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِى الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اور جو لوگ ہمیں عاجز کرنے کے لئے ہماری آیتوں میں (نقص نکالنے کی) کوشش کرتے ہیں وہی لوگ عذاب میں حاضر رکھے جائیں گے۔[۴۰]

بھی گئی تو ہماری دنیاوی شان وشوکت کا خیال رکھا جائے گا اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رزق کی کمی بیشی کسی کے صحیح یا غلط ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ تفریق تو آزمائش کے لئے ہے اور اگر رزق کی کشادگی کسی کے صحیح ہونے کی دلیل ہوتی تو کسی کافر کو مال و دولت کی ہوا بھی نہ لگتی لیکن اکثر لوگ اس حکمت کو نہیں جانتے۔

[۳۹] یعنی صرف مال و اولاد کی کثرت کوئی ایسی چیز نہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے بلکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ایمان اور نیک اعمال ہیں۔ اسی لئے مومنوں کو ان کے نیک اعمال کا بہت زیادہ اجر ملے گا اور وہ جنت کے بالا خانوں میں ہمیشہ امن وسکون سے رہیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔ (مسلم: ۶۵۴۳: کتاب البر: باب ۱۰)

دراصل اللہ تعالیٰ کے قرب کا بنیادی ذریعہ ایمان اور نیک اعمال ہیں۔ اب اگر کسی کا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ ہو اور اس کی اولاد اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار ہو تو یہ مال و اولاد بھی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہیں لیکن اگر کسی کا مال اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ ہو اور اس کی اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمان ہو تو یہ مال و اولاد اللہ تعالیٰ سے دوری کا ذریعہ ہیں۔

[۴۰] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے میں سرگرم رہتے ہیں انہیں جکڑ کر جہنم میں پھینکا جائے گا اور وہ کہیں بھاگ نہیں سکیں گے۔

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ آپ فرمادیں: بے شک میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے (چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے، اور تم (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) جو کچھ خرچ کرتے ہو وہ تمہیں اس کا بدلہ دیتا ہے[۴۱] اور وہ بہترین رازق ہے۔[۴۲]

وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِیَّاكُمْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ اور جس دن وہ سب کو جمع کرے گا اور پھر فرشتوں سے فرمائے گا: کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے؟

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ فرشتے عرض کریں گے: تو پاک ہے، تو ہی ہمارا مالک ہے، نہ کہ یہ لوگ، بلکہ یہ تو جنات کی عبادت کرتے تھے، ان میں سے اکثر انہی پر ایمان رکھتے تھے۔[۴۳]

[۴۱] ☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو (میری رضا کے لئے انسانوں پر) خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ (بخاری: ۵۳۵۲: کتاب النفقات: باب ۱)

☆ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنھا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: اپنی مٹھی کو بند نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم پر اپنے خزانے بند کر دے گا۔ (بخاری: ۱۴۳۳: کتاب الزکوۃ: باب ۲۱)

☆ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنھا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: خرچ کرو اور گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم کو گن کر دے گا۔ (مسلم: ۲۳۷۵: کتاب الزکوۃ: باب ۲۸)

[۴۲]۔ حقیقی رازق تو صرف اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اس نے کچھ وسائل رزق اور مجازی رازق مقرر کر دیئے ہیں، اس لئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہترین رازق ہے، کیونکہ جتنے بھی مجازی رازق ہیں ان کا مال محدود ہے اور ختم ہو جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے خزانے غیر محدود ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

[۴۳] جو لوگ فرشتوں کی پرستش کرتے اور ان کو خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے سامنے فرشتوں سے پوچھے گا: کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ خود بہتر جانتا ہے لیکن اس سوال سے مشرکین کی سرزنش مقصود ہے۔ لہٰذا فرشتے عرض کریں گے: یا اللہ تعالیٰ! تو شرک سے پاک ہے اور تو ہی ہمارا مالک و معبود ہے۔ ہماری ان لوگوں سے کوئی دوستی نہیں ہے اور نہ ہی ہم نے ان کو اس شرک کی تعلیم دی ہے، بلکہ شیاطین اور جنات ان کو غیر خدا کی عبادت کی ترغیب دیتے تھے۔ اس لئے حقیقت میں یہ جنات پر ایمان رکھتے تھے اور ان کی پیروی اور پرستش کرتے تھے اور انہی کو

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ پس آج تم میں سے کوئی کسی دوسرے کو نفع اور نقصان پہنچانے کا مالک نہیں ہے، اور ہم ظالموں سے کہیں گے: اب تم اس آگ کے عذاب کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ [۴۴]

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ؕ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اور جب ہماری واضح آیات انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں: یہ شخص (نبی ﷺ) تو بس یہی چاہتا ہے کہ جن کی تمہارے باپ دادا عبادت کرتے تھے ان سے تمہیں روک دے، اور وہ یہ بھی کہتے ہیں: یہ (قرآن) تو صرف ایک من گھڑت بہتان ہے، اور جب ان کافروں کے پاس حق (یعنی قرآن) آ گیا تو اس کے بارے میں یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تو محض کھلا ہوا جادو ہے۔ [۴۵]

وَ مَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَ مَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿۴۴﴾ؕ

۴۴۔ اور ہم نے ان (اہل مکہ) کو نہ تو (آسمانی) کتابیں دیں جن کو یہ پڑھتے ہوں اور نہ ہی آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈرسنانے والا بھیجا۔ [۴۶]

فرشتے خیال کرتے تھے۔ مشرکین جب اپنے معبودوں کی زبان سے ایسی بے زاری کا اعلان سنیں گے تو آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کی مایوسی اور پشیمانی کا کیا عالم ہوگا۔

اس قسم کا سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی پوچھا جائے گا۔ اس کی تفصیل کے لیے سورہ مائدہ (۵) کی آیت نمبر ۱۱۶ کا حاشیہ نمبر ۱۵۵ ملاحظہ کریں۔

[۴۴] آج جو لوگ قیامت کے منکر ہیں اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرتے ہیں، وہ ظالم ہیں اور قیامت کے دن ان میں سے کوئی کسی دوسرے کو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکے گا بلکہ انہیں جہنم رسید کر کے پکارا جائے گا: اب تم اس نار جہنم کا مزہ چکھو جس کا تم انکار کیا کرتے تھے۔

[۴۵] نبی کریم ﷺ جب کفار مکہ کو قرآن مجید کی آیات پڑھ کر سناتے اور انہیں توحید کی دعوت دیتے تو چونکہ ان کے پاس توحید کے خلاف کوئی دلیل نہیں تھی اس لئے کبھی تو وہ کہتے کہ یہ قرآن خود بناتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتا ہے اور کبھی کہتے: اس میں کھلا ہوا جادو ہے، لہٰذا اس کے قریب مت جاؤ کیونکہ یہ تمہیں اپنے باپ دادا کے مذہب سے گمراہ کرنا چاہتا ہے۔

[۴۶] مشرکین عرب کے پاس نہ تو یہود و نصاریٰ کی طرح کوئی آسمانی کتابیں تھیں جن کو وہ پڑھتے ہوں، اور عرصہ دراز سے ان

وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ اوران سے پہلے لوگوں نے بھی (انبیاء کو) جھٹلایا تھا اور جو (دنیاوی شان وشوکت) ہم نے ان کو دی تھی یہ (اہل مکہ) تو اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے، پھر جب انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو میرا عذاب کیسا تھا۔[۴۷]

ع ۵

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ آپ فرمادیں: میں تمہیں صرف ایک نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے لئے دودو یا اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ، پھر خوب غور کرو، تمہارے اس رفیق کو کوئی جنون نہیں، وہ تو صرف سخت عذاب کے آنے سے پہلے تمہیں ڈر سنانے والے ہیں۔[۴۸]

کے پاس کوئی ڈر سنانے والا بھی نہیں آیا تھا اس لئے ان کی یہ آرزو تھی کہ ان کے پاس بھی کوئی نبی آئے لیکن جب وہ نبی آ گیا تو وہ ان کی قدر نہ کر سکے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور انہوں نے بڑی تاکید کے ساتھ قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آیا تو وہ ہر امت سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے، پھر جب ان کے پاس ڈر سنانے والا آ گیا تو اس سے ان کی (حق سے) نفرت میں اضافہ ہی ہوا۔ (قرآن: ۳۵:۴۲)

[۴۷] اس آیت میں مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے انبیاء کی تکذیب کی وہ دنیوی شان وشوکت اور مال و دولت میں اتنے بڑے تھے کہ اہل مکہ تو ان کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچ سکتے لیکن جب ان طاقتور اور مالدار لوگوں نے انبیاء کی تکذیب کی تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچ سکے تو پھر کفار مکہ کی کیا حیثیت ہے، اگر یہ نبی کریم ﷺ کی مخالفت سے باز نہ آئے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچ سکیں گے۔

[۴۸] کفار مکہ نے جب نبی کریم ﷺ کو دیوانہ کہنا شروع کیا اور عوامی محافل میں اس کا زور وشور سے پروپیگنڈا کرنے لگے تاکہ کوئی شخص نبی کریم ﷺ کے قریب نہ جائے تو نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: تم کچھ دیر کے لئے صرف میری ایک نصیحت پر عمل کر کے دیکھو تمہارے سامنے حقیقت بالکل واضح ہو جائے گی اور وہ یہ ہے کہ تم ان عوامی محافل سے اٹھ کھڑے ہو کیونکہ مجمع عام میں اکثر دفعہ طرفداری، رشتہ داری یا دوستی وغیرہ حق بات کہنے میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ نیز لوگوں کے سامنے بعض دفعہ انسان جوش میں آ کر ایسی بات بھی کہہ دیتا ہے جس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا اور کہنے والا بعد میں خود ندامت محسوس کرتا ہے، لہٰذا اکیلے تنہائی میں جا کر بیٹھ جاؤ یا کسی ایسے قریبی دوست کو بھی ساتھ بٹھا لو جس کے سامنے دل کی بات کہنے میں تمہیں کوئی حجاب نہ ہو اور پھر ہر قسم کی عصبیت اور طرفداری سے بالاتر ہو کر صرف خدا کے لئے اپنے اس رفیق یعنی میرے بارے میں غور وفکر کرو۔ میں کوئی اجنبی اور نو وارد نہیں ہوں جس کے حالات تمہیں معلوم نہ ہوں، بلکہ میں مکہ کا باشندہ اور تمہاری برادری کا فرد ہوں، میری پیدائش، بچپن، جوانی اور شادی الغرض میری کتاب زندگی کا ہر ورق تمہارے سامنے

عیاں ہے، کیا کوئی ایسا واقعہ پیش کر سکتے ہو جہاں میں نے دیوانگی کا مظاہرہ کیا ہو؟ بلکہ میرے کردار اور میرے کاروبار کو دیکھ کر تم خود مجھے صادق اور امین کہتے ہو۔

نیز جو شخص علم و حکمت سے لبریز فصیح و بلیغ کلام سناتا ہے اور تمہیں برے انجام سے بچانے کے لئے پیشگی خبردار کرتا ہے، کیا تم غور نہیں کرتے کہ ایسا شخص مجنون ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت کے لئے منتخب فرمایا ہے اور نبی مجنون نہیں ہوتا بلکہ تمام لوگوں سے زیادہ عقل مند اور ذمہ دار ہوتا ہے۔

دیوانہ کون ہوتا ہے؟

مجنون اور دیوانہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی عقل و دانش جواب دے جائے، وہ سچ اور جھوٹ، دانائی اور بے وقوفی اور امانت و خیانت میں فرق نہیں کر سکتا مگر نبی کریم ﷺ تو سچائی، دانائی، امانت اور دیانت کے اعلیٰ مرتبہ پر جلوہ گر ہیں، اس کی چند مثالیں ملاحظہ کریں:

نبی کریم کی صداقت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک دن صفا پہاڑی پر چڑھے اور آواز دی، مکہ کے قریش آپ کے پاس جمع ہو گئے اور پوچھا: کیا بات ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں تمہیں خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے دشمن صبح یا شام کو تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں (ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں تمہیں سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرسنانے والا ہوں۔ یہ سن کر ابولہب نے کہا: تیرے لئے ہلاکت ہو، کیا تو نے ہمیں اس لئے جمع کیا ہے؟ تو اس وقت سورہ تبت یدا ابی لھب نازل ہوئی یعنی ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے۔ (بخاری: ۴۸۰۱: کتاب تفسیر القرآن: سورہ سبا: باب ۲)

نبی کریم ﷺ نے اس ایک مجلس میں مستقبل کے متعلق دو باتوں کا جواب طلب کیا۔ ایک دشمن کا حملہ اور دوسرا قیامت کا عذاب، ان دونوں کا تعلق علم غیب سے تھا مگر کفار مکہ نے ان میں سے ایک یعنی دشمن کے حملے کی تصدیق کر دی اور دوسرے یعنی عذاب آخرت کا انکار کر دیا۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کفار مکہ کے پاس ایک بات کی تصدیق اور دوسری بات کی تکذیب کا سوائے ضد اور عصبیت کے اور کیا ثبوت تھا؟ نیز آپ یہ بھی فیصلہ کریں کہ دیوانے وہ کفار مکہ تھے جو ایک جیسے سوالات کا متضاد جواب دے رہے تھے یا العیاذ باللہ نبی کریم ﷺ تھے جو انہیں عذاب آخرت سے بچانے کے لئے پیشگی خبردار کر رہے تھے؟

نبی کریم ﷺ کی حکمت و دانائی

جب نبی کریم ﷺ کی عمر ۳۵ سال ہوگئی تو قریش نے کعبہ کو شہید کر کے دوبارہ تعمیر کرنا شروع کیا۔ نبی کریم ﷺ اس نیک کام میں شریک رہے اور اپنے کندھوں پر پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے۔ سارے قبائل محبت و پیار سے کعبہ کی تعمیر میں مشغول تھے لیکن جب حجر اسود رکھنے کا وقت آیا تو اچانک تعصب کی آگ بھڑک اٹھی، دیوار کعبہ میں حجر اسود نصب کرنا بہت

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ آپ فرمادیں: میں نے اگر تم سے کوئی معاوضہ مانگا ہو تو وہ تم اپنے پاس ہی رکھو، میرا اجر تو اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے۔[۴۹]

بڑا اعزاز تھا، ہر قبیلہ کی خواہش تھی کہ یہ اعزاز اسے ملے، چار پانچ روز تک حالات بڑے کشیدہ رہے، کسی بھی وقت لڑائی شروع ہوسکتی تھی۔ آخر ایک شام سب سردار مسجد حرام میں اکٹھے ہوئے اور اس بات پر اتفاق کیا کہ ہم سب یہ رات یہیں بسر کریں اور کل اس دروازہ سے جو آدمی سب سے پہلے مسجد میں داخل ہو حجر اسود کا فیصلہ اس کے سپرد کر دیا جائے۔

دوسری صبح سب سے پہلے اس دروازہ سے نبی کریم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر سارے سردار بڑے خوش ہوئے اور نبی کریم ﷺ کو سارا ماجرا سنایا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی چادر اتاری، اس کو زمین پر بچھایا اور حجر اسود کو اٹھا کر چادر میں رکھ دیا۔ ہر خاندان کے ایک ایک سردار کو بلایا اور فرمایا: سب مل کر اس چادر کو مختلف کونوں سے پکڑ لو اور اس کو اوپر اٹھاؤ، سب نے اس چادر کو اوپر اٹھایا، جب حجر اسود مناسب حد تک بلند ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے حجر اسود کو اٹھا کر دیوار میں اس کے مقررہ مقام پر رکھ دیا۔ اس طرح اس مقدس کام میں شرکت کا فخر سب کو حاصل ہو گیا، فتنہ و فساد کی بھڑکنے والی آگ بجھ گئی اور سب کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ (السيرة الحلبية: جلد اول: ص ۲۱۰) نبی کریم ﷺ کی صداقت و امانت کی وجہ سے اہل مکہ آپ ﷺ کو پہلے ہی صادق اور امین کے القاب سے یاد کرتے تھے لیکن اس جھگڑے کا فیصلہ دیکھ کر سب آپ ﷺ کی حکمت اور دانائی کے بھی قائل ہو گئے۔ اب آپ ہی بتائیں کیا کوئی دیوانہ ایسا حکیمانہ فیصلہ کر سکتا ہے؟

نبی کریم ﷺ کی امانت و دیانت

ایک رات کفار مکہ نے چند نوجوانوں کو تلواریں دے کر نبی کریم ﷺ کے دروازہ پر کھڑا کر دیا اور انہیں کہا: جب نبی کریم ﷺ گھر سے باہر نکلیں تو یکبارگی حملہ کر کے انہیں شہید کر دو۔ اسی رات نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: آج مجھے ہجرت کا حکم مل گیا ہے، آپ میرے بستر پر میری سرخ چادر اوڑھ کر سو جائیں اور فکر نہ کرنا تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ یہ کفار مکہ جو مجھے شہید کرنا چاہتے ہیں ان کی امانتیں میرے پاس ہیں، یہ میں تمہارے حوالے کرتا ہوں، تم لوگوں کے سامنے فلاں فلاں کو یہ امانتیں واپس کرنا اور اس کے بعد تم بھی ہجرت کر کے مدینہ آ جانا۔ (السيرة الحلبية: جلد ۲: ص ۴۷) تاریخ انسانیت میں ایسی مثال نہیں ملتی کہ دشمن نبی کریم ﷺ کی جان لینے آ رہے ہیں مگر نبی کریم ﷺ ان کی امانتوں کے تحفظ کو یقینی بنا رہے ہیں۔ جو نبی اس قدر نازک ترین حالات میں بھی اپنے دشمنوں کی امانت میں خیانت نہ کرے، اگر وہ دیوانہ ہے تو پتہ نہیں پھر عقل مند کس کو کہا جاتا ہے؟

[۴۹] یعنی میں نے تبلیغ اسلام پر کبھی معاوضے کا مطالبہ نہیں کیا لیکن تمہارے خیال میں اگر میں نے کبھی مطالبہ کیا ہے تو تم اس معاوضے کو اپنے پاس ہی رکھو مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میری تبلیغ کا اجر دینے والا میرا رب ہے، وہ میری نیت اور

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ آپ فرمادیں: بے شک میرا رب حق بات نازل فرماتا ہے، وہ سب غیبوں کو خوب جاننے والا ہے۔[۵۰]

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ آپ فرمادیں: حق آ گیا اور باطل نہ پہلی بار کچھ پیدا کر سکتا ہے اور نہ اسے دوبارہ لوٹا سکتا ہے۔[۵۱]

قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰی نَفْسِیْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَیْتُ فَبِمَا یُوْحِیْٓ اِلَیَّ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ آپ فرمادیں: اگر میں بہک جاؤں تو میرے بہکنے کا وبال مجھ پر ہی ہوگا اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا رب میری طرف وحی بھیجتا ہے،[۵۲] بے شک وہ سب کچھ سننے والا بہت قریب ہے۔[۵۳]

اخلاص کو خوب جانتا ہے اور وہ مجھے اتنا دے گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

[۵۰] اللہ تعالیٰ اپنے انبیائے کرام علیہم السلام پر حق بات نازل فرماتا ہے اور پھر ان کے ذریعہ لوگوں تک اپنا پیغام پہنچاتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ سب غیبوں کو خوب جانتا ہے اور جس میں نبوت کی صلاحیت ہو اسی کو منصب نبوت کے لئے منتخب فرماتا ہے۔

[۵۱] رات کی تاریکی اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک سورج طلوع ہونے کا ارادہ نہیں کرتا لیکن جب سورج طلوع ہو جائے تو پھر تاریکی کا غائب ہو جانا ایک فطری عمل ہے۔ اسی طرح باطل اس وقت تک اپنے کرتب اور نئے نئے سبز باغ دکھاتا رہتا ہے جب تک حق حجاب میں رہتا ہے لیکن جب حق کھل کر سامنے آجائے تو باطل کے غبارے سے ہوا نکل جاتی ہے، پھر وہ نہ کوئی نیا کرتب دکھا سکتا ہے اور نہ ہی کسی پرانے کرتب کا اعادہ کر سکتا ہے۔

[۵۲] کوئی نبی گمراہ نہیں ہوتا اور اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو انسان گمراہ ہوتا ہے اس میں اس کی اپنی کوتاہی کا دخل ہوتا ہے، لہٰذا وہ اس کی سزا کا مستحق قرار پاتا ہے اور جو شخص ہدایت پاتا ہے اس کا سبب انبیائے کرام علیہم السلام پر اترنے والی وحی ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ انبیائے کرام علیہم السلام کو نہ بھیجتا تو اسے ہدایت کہاں سے ملتی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے ایک سوال کا جواب دینے کے بعد فرمایا: اس مسئلہ کے متعلق میری رائے یہ ہے۔ اگر یہ رائے درست ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر یہ غلط ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اس سے پاک ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

[۵۳] اللہ تعالیٰ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور وہ سب کچھ سنتا ہے، لہٰذا انسان کو ہر وقت محتاط رہنا چاہیے کیونکہ اس کا رب اس کو ہر وقت دیکھ رہا ہے۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ اور اگر آپ دیکھیں جب وہ گھبرا رہے ہوں گے، پھر بچ نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور قریبی جگہ سے ہی پکڑ لئے جائیں گے۔ [۵۴]

وَّقَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ۚ

۵۲۔ اور وہ کہیں گے: ہم اس (رسول ﷺ) پر ایمان لے آئے لیکن اب وہ اتنی دور کی جگہ سے (ایمان کو) کیسے پاسکتے ہیں۔ [۵۵]

وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ اس کا انکار کر چکے ہیں اور بن دیکھے دور کی جگہ سے (خیالی) تیر چلاتے رہے ہیں۔ [۵۶]

وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۗ اِنَّهُمْ كَانُوْا

۵۴۔ اور ان کے اور ان کی خواہشات کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیا گیا جیسا کہ اس سے پہلے ان کے ہم مثل لوگوں کے ساتھ کیا گیا تھا، بے شک وہ بڑے پیچیدہ شک میں

اس آیت کی تفسیر میں علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں کہ عرب کا ایک نامور شاعر مسلمان ہوا تو کفار نے اس سے پوچھا: تو اپنا دین چھوڑ کر حضرت محمد ﷺ پر ایمان کیوں لایا ہے؟ اس نے کہا: ہاں، وہ مجھ پر غالب آ گئے کیونکہ میں نے قرآن مجید کی یہ تین آیات (یعنی سورہ سبا کی ۴۸، ۴۹، ۵۰) سنیں تو میں نے چاہا کہ ان کے قافیہ پر تین اشعار کہوں اور ہر ممکن کوشش کے بعد جب میں کامیاب نہ ہوسکا تو مجھے یقین ہوگیا کہ یہ بشر کا کلام نہیں ہے۔ (تفسیر روح البیان)

[۵۴] قیامت کے دن منکرین کو جب اپنا برا انجام نظر آئے گا تو کوشش کریں گے کہ کہیں بھاگ جائیں لیکن وہاں سے بھاگنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی بلکہ جونہی وہ بھاگنے کی کوشش کریں گے، فرشتے ان کو فوراً پکڑ لیں گے اور انہیں ایک قدم بھی کہیں جانے نہیں دیں گے۔

[۵۵] منکرین کو قیامت کے دن عذاب سے فرار کی جب کوئی صورت نظر نہیں آئے گی تو کہیں گے: ہم رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاتے ہیں لیکن وہ ایمان کو نہیں پاسکیں گے کیونکہ ایمان لانے کی جگہ دنیا تھی اور اب وہ دنیا سے اتنا دور آ چکے ہیں کہ ان کا وہاں جانا ممکن نہیں ہے۔

[۵۶] دنیا میں منکرین کے پاس وقت تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پیغام توحید میں غور کرتے اور ان پر ایمان لے آتے مگر وہاں انہوں نے بغیر سمجھے نبی کریم ﷺ کو جھٹلایا اور ان پر ایمان لانے سے انکار کر دیا، لہٰذا اب عذاب کو دیکھ کر ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے جیسے فرعون کو غرق ہوتے وقت ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔

ع ۹ ۱۲

فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۵۴ ع

مبتلا تھے۔[۵۷]

[۵۷] جولوگ اس دنیا میں اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر قربان کر دیتے ہیں آخرت میں ان کی خواہشات کی قدر کی جاتی ہے اور جولوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کرتے ہیں اور اپنی خواہشات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، قیامت کے دن ان کی خواہشات کوٹھکرا دیا جائے گا، جیسا کہ وہاں منکرین کی خواہش ہوگی کہ ان کا ایمان قبول کر لیا جائے اور انہیں عذاب سے نجات دیدی جائے مگر ان کے اور ان کی خواہشات کے درمیان ایسا پردہ حائل کر دیا جائے گا جو کبھی زائل نہیں ہوگا۔ نیز پہلی امتوں میں جو خواہش پرست گزر چکے ہیں ان کے ساتھ بھی یہی حشر ہوا تھا کیونکہ وہ خود بھی شک کا شکار تھے اور دوسروں کو بھی شک میں مبتلا رکھتے تھے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ ؛ جامعہ الکرم، انگلستان

بروز پیر بعد از نماز ظہر ۲۸ دسمبر ۲۰۰۹ء بمطابق ۱۱ محرم ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۴ دسمبر تا ۲۸ دسمبر یعنی صرف ۱۴ دنوں میں سورہ سبا کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ فاطر (۳۵)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''فاطر'' ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس سورت کا دوسرا نام ملائکہ ہے، یہ بھی اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے اور اس آیت میں ملائکہ کی چند صفات بھی مذکور ہیں۔

اس سورت کی ابتدا میں یہ بتایا گیا ہے کہ سب تعریفوں کا حقیقی مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ اس نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا اور ان کے ذریعہ تمہارے رزق کا انتظام کیا اور پھر تمہاری ہدایت کے لئے فرشتوں کو انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس بھیجا۔ جب اس کے سوا کوئی خالق اور رازق نہیں ہے تو پھر اس کے سوا عبادت کے لائق بھی کوئی نہیں ہے۔

اس سورت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر مشرکین مکہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا ہے اور یہ سب جھٹلانے والے آخر ایک دن ہمارے ہی پاس لوٹیں گے اور ہم ان سے پورا پورا حساب لیں گے۔

لوگوں کو قیامت کا یقین دلایا گیا ہے کہ وہ ضرور آئے گی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اس کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔ اس دن تمہیں دوبارہ زندہ کر کے تمہارا حساب لیا جائے گا۔ جس نے اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ لیا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی نہ کی اسے قیامت کے دن دردناک عذاب سے واسطہ پڑے گا، لہٰذا ہشیار ہو جاؤ، یہ دنیاوی زندگی تمہیں آخرت سے غافل نہ کرنے پائے اور دغاباز شیطان بھی تمہیں سبز باغ دکھا کر اللہ تعالیٰ کا نافرمان نہ بنادے۔

اس میں شیطان سے خبردار کیا گیا ہے کہ وہ تمہارا دشمن ہے کیونکہ وہ تمہاری وجہ سے جنت سے نکالا گیا تھا۔ اب وہ چاہتا ہے کہ تمہیں بھی جنت سے نکلوا دے، لہٰذا تم اس کے مکر و فریب سے ہشیار رہو اور یاد رکھو! شیطان خود جہنمی ہے اور جو لوگ اس کی دعوت قبول کریں گے وہ بھی اس کے ساتھ ہی جہنم رسید ہوں گے۔

اس سورت میں دیگر مکی سورتوں کی طرح توحید، رسالت اور آخرت کے لئے عام فہم دلائل دیئے گئے ہیں اور یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور سب پر غالب ہے، جو بھی اس کی نافرمانی کرے گا وہ اس کی سزا سے نہ بچ سکے گا، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعۃ الکرم، انگلستان

بوقت سحر بروز جمعہ یکم جنوری ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۵ محرم ۱۴۳۱ھ

ایاتھا ۴۵ ‏ ۳۵ سُوۡرَۃُ فَاطِرٍ مَکِّیَّۃٌ ۴۳ ‏ رکوعاتھا ۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیۡۤ اَجۡنِحَۃٍ مَّثۡنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ①

۱۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے جو دو دو، تین تین اور چار چار پروں والے ہیں، وہ اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے اضافہ فرماتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔[۱]

مَا یَفۡتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنۡ رَّحۡمَۃٍ فَلَا مُمۡسِکَ لَہَا ۚ وَ مَا یُمۡسِکۡ ۙ فَلَا مُرۡسِلَ لَہٗ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ②

۲۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے جو رحمت کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جو وہ روک لے تو اس کے بعد اسے کوئی جاری کرنے والا نہیں ہے، اور وہ سب پر غالب بڑا دانا ہے۔[۲]

---

[۱] سب تعریفوں کا حقیقی مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اتنے بڑے آسمان وزمین کو پیدا فرمایا جن کو دیکھ کر انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ نیز اس نے نورانی فرشتے بھی پیدا فرمائے جو ہمیں نظر نہیں آتے۔ ان میں سے بعض تو انبیائے کرام علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو عام مخلوقات تک اللہ تعالیٰ کی رحمت یا عذاب پہنچانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ ان فرشتوں میں سے بعض کے دو پر، بعض کے تین پر اور بعض کے چار پر ہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ بعض فرشتوں کے سینکڑوں پر بھی ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور فرشتوں کے پروں اور دیگر مخلوقات کے اوصاف میں جیسے چاہتا ہے اضافہ فرماتا ہے۔

[۲] اللہ تعالیٰ جب کسی فرد یا قوم پر راضی ہو جائے اور اس پر اپنی رحمتوں اور نعمتوں کے دروازے کھول دے تو کوئی انہیں بند نہیں کر سکتا اور جب اللہ تعالیٰ کسی فرد یا قوم سے ناراض ہو جائے اور اس پر اپنی رحمتوں کے دروازے بند کر دے تو کوئی انہیں کھول نہیں سکتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے کوئی اس کے فیصلوں کو چیلنج نہیں کر سکتا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ حکیم بھی ہے اس کا ہر فیصلہ حکمت اور انصاف کے مطابق ہوتا ہے اور وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝۳

۳۔ اے لوگو! تم پر جو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس کو یاد رکھو، کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، سو تم کہاں بہکے جا رہے ہو؟ [۳]

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۴

۴۔ اور اگر یہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا ہے، اور تمام کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ [۴]

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٙ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۵

۵۔ اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، سو دنیا کی زندگی تمہیں ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے اور نہ ہی فریب دینے والا (شیطان) تمہیں اللہ تعالیٰ کے متعلق دھوکہ میں ڈالے۔ [۵]

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ

۶۔ بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، سو تم بھی اسے (اپنا) دشمن سمجھا کرو، وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لئے بلاتا

---

[۳] اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد رکھو۔ اس نے تمہیں پیدا کیا، پھر آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے نباتات اگا کر تمہارے رزق کا انتظام کیا، پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اس کو چھوڑ کر شرک میں بھٹک رہے ہو؟ جب اس کے سوا کوئی خالق اور رازق نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر اس کے سوا عبادت کے لائق بھی کوئی نہیں ہے۔

[۴] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر مشرکین مکہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا ہے اور یہ سب جھٹلانے والے آخر ایک دن ہمارے ہی پاس لوٹیں گے اور ہم ان سے پورا پورا حساب لیں گے۔

[۵] اے لوگو! قیامت ضرور آئے گی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اس کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔ اس دن تمہیں دوبارہ زندہ کر کے تمہارا حساب لیا جائے گا۔ جس نے اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ لیا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی نہ کی اسے قیامت کے دن دردناک عذاب سے واسطہ پڑے گا، لہٰذا ہشیار ہو جاؤ، یہ دنیاوی زندگی تمہیں آخرت سے غافل نہ کرنے پائے اور دغاباز شیطان تمہیں سبز باغ دکھا کر اللہ تعالیٰ کا نافرمان نہ بنا دے۔

السَّعِيْرِ ۝٦

ہے کہ وہ دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔[٦]

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۬ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝٧

٧۔ جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے سخت عذاب ہے، اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے۔

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝٨

٨۔ بھلا وہ شخص جس کے لئے اس کا برا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہو اور وہ خود بھی اسے اچھا سمجھنے لگے (تو آپ ﷺ اس کے لئے غمزدہ نہ ہوں)، بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، پس (اے رسول مکرم ﷺ!) ان پر حسرت کے باعث آپ کی جان نہ جاتی رہے، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔[٧]

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا

٩۔ اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اور وہ بادل کو اٹھا لاتی ہیں، پھر ہم اس بادل کو مردہ (خشک) شہر کی طرف لے جاتے ہیں اور اس بادل کے ذریعہ اس

[٦] شیطان تمہارا دشمن ہے کیونکہ وہ تمہاری وجہ سے جنت سے نکالا گیا تھا۔ اب وہ چاہتا ہے کہ تمہیں بھی جنت سے نکلوا دے، لہٰذا تم اس کے مکر و فریب سے ہشیار رہو اور یاد رکھو! شیطان خود جہنمی ہے اور جو لوگ اس کی دعوت قبول کریں گے وہ بھی اس کے ساتھ ہی جہنم رسید ہوں گے۔

[٧] شیطان لوگوں کے لئے ان کے برے اعمال خوش نما بنا کے پیش کرتا ہے اور جو لوگ شیطان کے فریب میں آ کر ان برائیوں کو حقیقتاً اچھا سمجھنے لگیں ان کے ذہن سے حرام و حلال کی تمیز ختم ہو جاتی ہے اور ان کی اصلاح کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی، لہٰذا میرے پیارے نبی ﷺ! اگر ایسے گمراہ لوگ ہدایت قبول نہ کریں تو آپ ان کے بارے میں غمزدہ ہو کر اپنی جان جوکھوں میں نہ ڈالیں، آپ نے اپنی تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے۔ رہا ان گمراہوں کا مسئلہ، تو اللہ تعالیٰ ان کے کرتوتوں کو خوب جانتا ہے اور چونکہ انہوں نے خداداد اختیار کو دانستہ گمراہی کے لئے استعمال کر لیا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں گمراہ قرار دیا ہے۔

بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ⑨

زمین کو اس کے مردہ (خشک) ہو جانے کے بعد زندہ (سرسبز و شاداب) کر دیتے ہیں، (قبروں سے) زندہ ہو کر اٹھنا بھی اسی طرح ہوگا۔ [۸]

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۚ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۚ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۚ وَمَكْرُ

۱۰۔ جو شخص عزت چاہتا ہے تو تمام عزتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں، [۹] پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور وہی نیک عمل کو بلند فرماتا ہے، [۱۰] اور جو لوگ برائیوں کی سازش کرتے رہتے ہیں، ان کے لئے سخت عذاب ہے، اور ان کا مکر و فریب برباد ہو

---

[۸] جس طرح اللہ تعالیٰ بارش کے قطروں سے مردہ (خشک) زمین کو دوبارہ زندہ (سرسبز و شاداب) کر دیتا ہے اسی طرح قیامت کے دن مردہ انسانوں کو زندہ کرنا بھی اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عَجْبُ الذَّنَبِ (ریڑھ کی ہڈی کے رائی برابر حصے) کے سوا انسان کا پورا جسم بوسیدہ ہو جاتا ہے۔ قیامت کے دن اسی سے اس کا جسم (دوبارہ) بنایا جائے گا۔

(بخاری: ۴۹۳۵: کتاب التفسیر: سورہ عم یتساءلون)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے جسم میں ایک ایسی ہڈی ہے جس کو زمین کبھی نہیں کھاتی اور قیامت کے دن اسی سے انسان (دوبارہ) بنایا جائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون سی ہڈی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ عَجْبُ الذَّنَبِ ہے۔ (مسلم: ۷۴۱۶: کتاب الفتن: باب ۲۸)

[۹] تمام عزتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا جو شخص عزت کا خواہاں ہے اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، اس کی فرمانبرداری سے ہی عزت ملے گی۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ سے عزت کا طلب گار ہے اور عاجزی و انکساری سے اپنی طلب کو سچا ثابت کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے عزت کو پالے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ (تفسیر قرطبی)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ مال کو کم نہیں کرتا اور جو شخص معافی مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ ہی فرماتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سربلند فرماتا ہے۔

(مسلم: ۶۵۹۲: کتاب البر: باب ۱۹)

[۱۰] عزت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ انسان کی زبان پر اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کے پسندیدہ کلمات ہوں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو کر انسان کی عزت کا باعث بنتے ہیں اور دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ انسان ایسے عمل کرے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں لہٰذا ان نیک اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو اور زیادہ بلند و بالا کر دے گا۔

أُولَٰئِكَ هُوَ يَبُورُ ﴿١٠﴾

جائے گا۔[۱۱]

وَاللَّهُ خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا ۚ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۚ وَمَا يُعَمَّرُ مِن مُّعَمَّرٍ وَلَا يُنقَصُ مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا فِي كِتَابٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿١١﴾

۱۱۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم کو مٹی سے پیدا فرمایا، پھر نطفہ سے، پھر تمہیں جوڑے جوڑے (یعنی مرد اور عورت) بنادیا، اور کوئی عورت حاملہ نہیں ہوتی اور نہ بچہ جنتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہوتا ہے، اور کسی معمر شخص کی عمر زیادہ نہیں کی جاتی اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (یہ سب کچھ) ایک کتاب میں درج ہے، [۱۲] بے شک یہ اللہ تعالیٰ کے لئے بہت آسان ہے۔[۱۳]

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۖ وَمِن

۱۲۔ اور دو سمندر یکساں نہیں ہوتے، یہ (ایک) بہت میٹھا ہے، اس کا پینا خوشگوار ہے اور یہ (دوسرا) سخت کھاری ہے، [۱۴] اور تم ہر ایک سے تازہ گوشت

[۱۱] اس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ جو لوگ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے اور انہیں سخت عذاب سے واسطہ پڑے گا۔ اس کی ایک مثال تو بالکل واضح ہے کہ اہل مکہ نے نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی سازش کی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان سے بچا کر مدینہ پہنچا دیا مگر وہ سازش کرنے والے جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کر دیئے گئے اور جو بچ گئے انہوں نے فتح مکہ کے دن اپنی شکست تسلیم کر لی۔

[۱۲] اللہ تعالیٰ نے انسان اول حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا اور اس کی اولاد کو نطفہ سے پیدا فرمایا، پھر مرد و عورت کے جوڑے بنائے جن سے نسل انسانی کا سلسلہ رواں دواں ہے۔ ماں کے پیٹ میں استقرار حمل سے لے کر بچہ کی پیدائش تک کوئی ایسی چیز نہیں جو اللہ تعالیٰ سے مخفی ہو حتیٰ کہ زمین کے اوپر گرنے والا ہر پتہ اور زمین کی تاریکیوں میں نشو و نما پانے والا ہر دانہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ (قرآن: ۶:۵۹) نیز ہر شخص کی عمر لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو اس کی عمر میں کمی بیشی بھی فرماتا ہے۔ اس کے لئے سورہ رعد (۱۳) کی آیت نمبر ۳۹ کا حاشیہ نمبر ۴۸ ملاحظہ کریں۔

[۱۳] استقرار حمل سے لے کر ہر بچے کی پیدائش تک اور پیدائش سے لے کر ہر انسان کی موت تک کے جملہ احوال اور تفصیلات کو لوح محفوظ میں درج کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے کیونکہ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

[۱۴] سمندر کا پانی نمکین اور کڑوا ہوتا ہے جبکہ دریا اور چشمے کا پانی میٹھا اور خوشگوار ہوتا ہے۔ ان دونوں پانیوں کا ذائقہ مختلف کیوں ہے؟ اس کی حکمت جاننے کے لئے سورہ فرقان (۲۵) کی آیت نمبر ۵۳ کا حاشیہ نمبر ۴۱ ملاحظہ کریں۔

كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا ۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

کھاتے ہو اور زیورات نکالتے ہو جن کو تم پہنتے ہو اور تم اس میں کشتیوں کو دیکھتے ہو جو پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں تا کہ تم اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو اور تا کہ تم اس کا شکر ادا کرو۔ [۱۵]

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ وہ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک وقت مقرر تک چل رہا ہے، [۱۶] یہ ہے اللہ تعالیٰ جو تمہارا رب ہے، اسی کی ساری بادشاہی ہے، اور اس کے سوا جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔ [۱۷]

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ

۱۴۔ (اے مشرکو!) اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار کو نہیں

---

[۱۵] سمندر کا پانی کڑوا اور دریا کا پانی میٹھا ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اندازہ کریں کہ ان دونوں پانیوں میں پروان چڑھنے والی مچھلیوں کا گوشت نمکین اور کھاری نہیں ہوتا بلکہ لذیذ اور خوشگوار ہوتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سمندر کے تین فوائد کا ذکر فرمایا ہے یعنی مچھلی کی صورت میں تم تازہ گوشت کھاتے ہو۔ اس کی تہ سے موتی اور جواہر نکال کر زیور بناتے ہو اور اس میں کشتیاں اور جہاز چلا کر سامان تجارت کو مختلف ملکوں میں منتقل کرتے ہو جس سے تم کو اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی روزی حاصل ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی رنگا رنگ نعمتوں سے لطف اندوز ہو کر اس کا شکر ادا کرو۔

[۱۶] اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو ایک مخصوص دائرہ اور وقت کا پابند کر رکھا ہے جس کی وجہ سے لیل و نہار گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں اور موسم بدلتے رہتے ہیں۔ اس طرح انسان مختلف موسموں اور گرمی سردی کے مختلف پھلوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اگر ہمیشہ ایک ہی موسم رہتا تو انسان اکتا جاتا اور زمینی پیداوار میں بھی تنوع پیدا نہ ہوتا۔

[۱۷] یعنی جو لیل و نہار، شمس و قمر اور ارض و سما کا مالک ہے، وہی تمہارا رب ہے اور وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے، اس کو چھوڑ کر جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں تو وہ خدا کیسے بن سکتے ہیں؟

سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ع ﴿۱۴﴾

سن سکیں گے اور اگر (بالفرض) وہ سن لیں تو وہ تمہیں جواب نہیں دے سکیں گے، اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے، اور خدائے خبیر کی مانند تجھے کوئی خبر نہ دے سکے گا۔[۱۸]

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز ہر تعریف کے لائق ہے۔[۱۹]

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ ۚ

۱۶۔ اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور (تمہاری جگہ) کوئی نئی مخلوق لے آئے۔[۲۰]

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔

---

[۱۸] مشرکین کو بتایا جا رہا ہے کہ اگر تم کسی مشکل کے وقت ان بتوں کو پکارو تو وہ تمہاری پکار کو نہیں سن سکیں گے اور اگر بالفرض وہ سن لیں تو بھی وہ تمہاری دادرسی نہیں کر سکیں گے بلکہ قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے بیزاری کا اعلان کر دیں گے کہ نہ ہم معبود تھے، نہ ہم نے ان کو اپنی عبادت کا حکم دیا اور نہ ہی ہمارا ان سے کوئی تعلق تھا۔ اے مشرکین! غور سے سن لو! یہ ہیں وہ حالات جو تمہیں پیش آنے والے ہیں اور تمہارا رب تمہیں پیشگی آگاہ فرما رہا ہے، ایسی حقیقت پر مبنی غیب کی باتیں تمہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں بتا سکتا، لہٰذا اب بھی وقت ہے اپنی اصلاح کر لو ورنہ قیامت کے دن پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

[۱۹] تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو لیکن وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ تم سب اس کے نیاز مند ہو لیکن وہ بے نیاز ہے۔ کوئی اس کی تعریف کرے یا نہ کرے وہ بہرحال ہر تعریف کے لائق ہے کیونکہ وہ تمام لوگوں کا حقیقی محسن ہے، لہٰذا جو اس کی تعریف کرے گا اس میں اس کا اپنا فائدہ ہوگا اور جو اس کی تعریف سے اعراض کرے گا وہ اپنا نقصان کرے گا اور ناشکری کی سزا کا مستحق قرار پائے گا۔

[۲۰] اے اہل مکہ! جس طرح پہلی نسلیں یعنی تمہارے آباء و اجداد کا کہیں نام و نشان نہیں اور ان کی جگہ اب تم موجود ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو تم کو ابھی فنا کر دے اور تمہاری جگہ جن کو چاہے یہاں لا کر آباد کر دے اور یہ کام اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کیونکہ جو زمین و آسمان کو پیدا کر سکتا ہے اس کے لئے تمہیں مار کر تمہاری جگہ نئی مخلوق پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ

۱۸۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور اگر کوئی بوجھ بردار (کسی دوسرے کو) اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلائے گا تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی نہ اٹھایا جا سکے گا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی ہو، [۲۱] (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ صرف ان ہی

---

[۲۱] اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اور قیامت کے دن کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، البتہ جس نے دوسروں کو گمراہ کیا ہوگا وہ اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ ان کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائے گا جن کو اس نے گمراہ کیا ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ ضرور اپنے (گناہوں کے) بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے (گناہوں کے) بوجھوں کے ساتھ کئی اور بوجھ بھی اٹھائیں گے۔ (قرآن: ۲۹: ۱۳)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ جن کو گمراہ کیا تھا ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا، ہرگز نہیں، ان کا بوجھ اپنی جگہ پورا رہے گا، البتہ گمراہ کرنے والے کا بوجھ دوگنا کر دیا جائے گا یعنی خود گمراہ ہونے اور دوسروں کو گمراہ کرنے کے دو بوجھ اس کی گردن پر ہوں گے۔ جس طرح خود گمراہ ہونا ایک برائی ہے اسی طرح لوگوں کو گمراہ کرنا دوسری برائی ہے، اس لئے اسے دو برائیوں کا بوجھ اٹھانا پڑے گا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اس کو ہدایت کی اتباع کرنے والوں کا اجر ملے گا اور اتباع کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی اور جس شخص نے گمراہی کی دعوت دی اس کے اوپر اس گمراہی کی اتباع کرنے والوں کے گناہ بھی ہوں گے اور گمراہوں کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(مسلم: ۶۸۰۴: کتاب العلم: باب ۶)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک شخص اپنے باپ کے پاس آ کر کہے گا: میں آپ کا فرمانبردار، ہمدرد اور محسن بیٹا ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ میں آج کس مشکل میں ہوں، لہٰذا آپ مجھے ایک نیکی تو دے دیں یا میرا ایک گناہ ہی اٹھالیں تو باپ جواب دے گا: بیٹا! تو نے بہت تھوڑی سی چیز طلب کی ہے لیکن مجھے بھی وہی خوف لاحق ہے جس کا تو شکار ہے (یہ کہہ کے باپ اپنے بیٹے کو ایک نیکی دینے سے معذرت کر لے گا)۔ اسی طرح باپ اپنے بیٹے سے سوال کرے گا اور بیٹا بھی وہی جواب دے گا جو باپ نے دیا تھا، اور ایک شخص اپنی بیوی سے کہے گا: میں نے تیرے ساتھ ساری زندگی بہت حسن سلوک کیا اس کے بدلے میں میرے ایک گناہ کا بوجھ اٹھالے شاید کہ میں نجات پا جاؤں۔ بیوی کہے گی: بے شک تیرا مطالبہ بہت تھوڑا سا ہے لیکن مجھے بھی وہی خوف لاحق ہے جس کا تو شکار ہے (یہ کہہ کر بیوی اپنے خاوند کے ایک گناہ کا بوجھ اٹھانے سے بھی معذرت کر لے گی)۔ (تفسیر قرطبی: سورہ فاطر: زیر آیت نمبر ۱۸)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی اجازت سے انبیاء، علماء، شہداء، حفاظ، صالحین، قرآن، رمضان، کمسن بچے اور کمسن

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ⑱

لوگوں کو ڈر سناتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں [۲۲] اور نماز قائم رکھتے ہیں، اور جو شخص پاکیزگی اختیار کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے پاکیزگی اختیار کرتا ہے، اور (بالآخر سب کو) اللہ تعالیٰ ہی کی طرف واپس جانا ہے۔ [۲۳]

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ⑲

۱۹۔ اور اندھا اور بینا برابر نہیں ہوتے۔ [۲۴]

وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ⑳

۲۰۔ اور نہ اندھیرے اور نور (برابر ہوتے ہیں)۔

وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ㉑

۲۱۔ اور نہ سایہ اور دھوپ (برابر ہوتے ہیں)۔ [۲۵]

بچیاں وغیرہ گناہگار اہل ایمان کی شفاعت کریں گے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ گناہگاروں کے گناہوں کا بوجھ خود اٹھالیں گے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول کر کے گناہگاروں کے گناہوں کو معاف کر دے گا یعنی ان کے گناہوں کا وجود ہی ختم فرما دے گا۔ اس سلسلہ میں سورہ طٰہٰ (۲۰) کی آیت نمبر ۱۰۹ کا حاشیہ نمبر ۴۷ ملاحظہ کریں۔

[۲۲] نبی کریم ﷺ تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ہیں لیکن چونکہ اس تنبیہ سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو، اس لئے حقیقت میں گویا آپ صرف ان ہی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں کیونکہ جو خدا سے نہیں ڈرتے وہ کسی سے بھی نہیں ڈرتے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ نبی سے سن کر یا نظام کائنات میں غور و فکر کر کے بن دیکھے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں ان کا ایمان ہی قابل قبول ہے ورنہ قیامت کے دن تو سب کافر ایمان لے آئیں گے مگر وہ ایمان قابل قبول نہیں ہوگا۔

[۲۳] جو شخص اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کرتا ہے وہ کسی پر احسان نہیں کرتا بلکہ اس میں اس کا اپنا فائدہ ہے کیونکہ بالآخر ایک دن سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف واپس جانا ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ پاک لوگوں پر خوش ہو کر انہیں جنت میں داخل فرمائے گا اور ناپاک لوگوں پر ناراض ہو کر انہیں جہنم رسید فرمائے گا۔

[۲۴] اندھے سے مراد کافر ہے اور بینا سے مراد مومن ہے یعنی جس طرح اندھا اور بینا برابر نہیں ہوتے اسی طرح کافر اور مومن بھی برابر نہیں ہوتے کیونکہ کافر کفر کے اندھیروں میں بھٹکتا رہتا ہے اور مومن ایمان کے نور میں صراط مستقیم پر گامزن رہتا ہے۔

[۲۵] سایہ سے مراد ثواب ہے اور دھوپ سے مراد عذاب ہے۔ جس طرح سایہ میں پہنچ کر انسان کو سکون ملتا ہے اور دھوپ کی شدت سے بے قرار ہو جاتا ہے اسی طرح قیامت کے دن مومن اپنی نیکیوں کا ثواب دیکھ کر سکون میں ہوگا اور کافر اپنی

وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور نہ زندہ لوگ اور مردے برابر ہوتے ہیں، [۲۶] بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔[۲۷]

اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ آپ تو صرف ڈر سنانے والے ہیں۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو۔[۲۸]

برائیوں کا عذاب دیکھ کر بے قرار ہوگا۔

[۲۶] زندہ لوگوں سے مراد اہل ایمان ہیں جو خود بھی زندہ ہیں اور ان کے دل بھی زندہ ہیں۔ وہ بغیر کسی تعصب کے نظام کائنات میں غور وفکر کرتے ہیں اور حق کو پہچان کر اس پر ایمان لے آتے ہیں، اور مُردوں سے مراد کافر ہیں جو خود تو زندہ ہیں مگر ان کے دل مردہ ہیں اور حق کو دیکھنے کے باوجود تعصب کی وجہ سے حق کو تسلیم نہیں کرتے اور باطل میں ہی سرگرداں رہتے ہیں۔

[۲۷] یہاں اہل قبور کو سنانے سے مراد ایسا سنانا ہے جس سے سننے والا نصیحت قبول کرے اور وہ کفر کی تاریکیوں کو چھوڑ کر ایمان کی روشنی کی طرف آجائے۔ ظاہر ہے اہل قبور دار العمل سے گزر کر دار الجزا میں منتقل ہو چکے ہیں۔ اب اگر کسی کافر کی قبر پر جا کر اسے اسلام کی دعوت دی جائے تو وہ سن تو سکتا ہے مگر قبول کرنے کا وقت گزر چکا ہے۔

یہاں اہل قبور سے مراد کافر ہیں اور کفار کو پیغام حق سنانا تو ہمیشہ سے ہوتا آرہا ہے، ہر نبی اپنے زمانہ کے کفار کو پیغام حق سناتا رہا ہے مگر یہاں وہ کافر مراد ہیں جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں۔ ابتدا میں جب ان کے دل زندہ تھے تو اس وقت انہوں نے اسلام قبول نہ کیا اور تعصب کی وجہ سے مسلسل انکار کرتے ہوئے ان کا ذہن وضمیر اتنا مردہ ہو گیا کہ اب ان کو سنانا ایسا ہی ہے جیسے اہل قبور کو سنانا کیونکہ دونوں نصیحت قبول کرنے والے مرحلہ سے گزر چکے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پیارے نبی ﷺ! آپ ان مردہ دلوں کو سنانے والے نہیں ہیں یعنی آپ تو ان کو پیغام حق سنا کر اپنا فرض ادا کر رہے ہیں مگر یہ سن کر نصیحت قبول کرنے والے نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اہل قبور سن ہی نہیں سکتے ورنہ ان کو سلام کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ اس سلسلہ میں سورہ نمل (۲۷) کی آیت نمبر ۸۰ کا حاشیہ نمبر ۴۷ ملاحظہ کریں۔

[۲۸] اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی طرف نبی بھیجا اور اس نبی نے بذات خود یا اس کے نائب کی حیثیت سے علماء نے اس کے دائرہ نبوت کے ہر علاقہ میں پیغام توحید پہنچایا تاکہ قیامت کے دن کوئی قوم یہ نہ کہہ سکے کہ اس کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا، لہٰذا آپ ﷺ قیامت تک آنے والی ہر

وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ بِالزُّبُرِ وَ بِالْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو ان سے پہلے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں، ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیاں، صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔[۲۹]

ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۲۶﴾ ع

۲۶۔ پھر میں نے ان کافروں کو پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَ غَرَابِیْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر اس کے ذریعہ ہم نے پھل نکالے جن کے رنگ مختلف ہیں، اور (اسی طرح) پہاڑوں میں بھی مختلف رنگوں والے حصے ہیں کوئی سفید، کوئی سرخ اور کوئی بہت گہرے سیاہ۔[۳۰]

وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ

۲۸۔ اور انسانوں اور جانوروں اور چوپایوں کے بھی اسی طرح مختلف رنگ ہیں،[۳۱] اللہ تعالیٰ کے بندوں میں

قوم اور دنیا کے ہر علاقہ کے لئے نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد آپ کی امت کے علماء نے پیغام اسلام کو تدریس، تحریر اور تقریر کے ذریعہ دنیا کے ہر ملک میں پہنچایا ہے اور اب تو میڈیا اتنی ترقی کر گیا ہے کہ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا انسان ہو جس کو اسلام کا علم نہ ہو۔ ہاں اگر کوئی کسی تعصب کی وجہ سے اسلام کو سمجھنے کی کوشش نہ کرے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔

[۲۹] اس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر مشرکین مکہ آپ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ ﷺ غمگین نہ ہوں، ان سے پہلے بھی انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی قوموں کو معجزات دکھائے، انہیں صحیفے اور کتابیں پڑھ کر سنائیں تو انہوں نے بھی ان انبیائے کرام علیہم السلام کو جھٹلایا اور بار بار کی تنبیہ کے باوجود جب وہ اپنے کفر وظلم سے باز نہ آئے تو ان پر ایسا عذاب آیا کہ ان کا نام ونشان مٹ گیا۔

[۳۰] ایک زمین اور ایک ہی آب و ہوا لیکن اس میں پیدا ہونے والے پھلوں کے رنگ اور ذائقے ایک دوسرے سے مختلف ہیں حتیٰ کہ ایک قسم کے پھلوں میں بھی کئی رنگ اور ذائقے ہیں جیسے آم، انگور اور سیب وغیرہ۔ اسی طرح ایک پہاڑ میں بھی مختلف رنگوں والے پتھر ہوتے ہیں۔ یہ عجیب وغریب چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو ظاہر کرتی ہیں۔

[۳۱] نباتات، جمادات اور حیوانات کے علاوہ اگر صرف انسان کی ظاہری شکل وصورت ہی دیکھی جائے تو ایک ماں باپ کے دو

مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾ سے صرف علماء ہی اس سے ڈرتے ہیں، [۳۲] بے شک اللہ تعالیٰ سب پر غالب بہت بخشنے والا ہے۔

بچے یکساں نہیں ہیں حتیٰ کہ ایک انسان کے انگوٹھے کی لکیریں بھی کسی دوسرے انسان کے برابر نہیں ہیں۔ الغرض کائنات میں موجود ہر چیز کے تنوع میں اگر غور کیا جائے تو عقل سلیم کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ کائنات کسی حادثے کی پیداوار نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کا شاہکار ہے۔

[۳۲] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: صرف علماء ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے اپنے علم کے مطابق اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے لیکن عالم زیادہ ڈرتا ہے یا اسے زیادہ ڈرنا چاہیے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا علم زیادہ رکھتا ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں (کیونکہ) میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والا ہوں۔ (بخاری: ۲۰: کتاب الایمان: باب ۱۳)

اس حدیث کی شرح میں شہاب الدین قسطلانی لکھتے ہیں کہ ایک دن صحابہ رضی اللہ عنہم نے گویا یوں عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ جیسے نہیں ہیں، آپ مغفور اور معصوم ہیں، آپ کو عمل کی حاجت نہیں، اس کے باوجود آپ اعمال میں کثرت اور دوام کرتے ہیں تو ہمارا حال کیا ہوگا ہم تو بہت گناہگار ہیں؟ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں عمل کرنے کے زیادہ لائق ہوں کیونکہ میں تم سب سے زیادہ تقویٰ اور تم سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہوں۔ (ارشاد الساری: جلد اول: ص ۱۷۶)

اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کا جتنا زیادہ علم ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے اتنا زیادہ ڈرتا ہے اور جو شخص جتنا زیادہ ڈرتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ عمل کرتا ہے، اور سب سے زیادہ ڈرنے والا ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محترم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے۔ (قرآن: ۴۹: ۱۳)

حقیقی علم

حقیقی علم وہ ہے جو انسان کو عمل کرنے پر مجبور کر دے، جیسے مجھے علم ہے کہ جلتی ہوئی آگ میں چھلانگ لگانے سے میں جل جاؤں گا تو کوئی لاکھ کوشش کرے میں جلتی ہوئی آگ میں چھلانگ نہیں لگاؤں گا۔ اسی طرح حقیقی عالم وہ ہے جو نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، سچ بولنے اور حلال کھانے پر مجبور ہو کیونکہ اسے علم ہے کہ نماز نہ پڑھنے، روزہ نہ رکھنے، جھوٹ بولنے اور حرام کھانے کی وجہ سے اسے جہنم کی آگ میں پھینکا جائے گا، اور جو شخص اپنے علم پر عمل نہیں کرتا وہ حقیقی عالم نہیں ہے۔ اس سلسلے میں چند اقوال ملاحظہ کریں:

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زیادہ باتیں کرنا علم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنا حقیقی علم ہے۔
(تفسیر ابن کثیر: سورہ فاطر (۳۵): زیر آیت نمبر ۲۸)

☆ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عالم تو صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ فاطر (۳۵): زیر آیت نمبر ۲۸)

☆ حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ عالم نہیں ہے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ فاطر (۳۵): زیر آیت نمبر ۲۸)

علم کی فضیلت

☆ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور دوسروں کو سکھائے۔ (بخاری: ۵۰۲۷: کتاب فضائل القرآن: باب ۲۱)

☆ جس شخص کے قدم طلبِ علم میں غبار آلود ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے اور دو فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اگر وہ اسی طلبِ علم کے دوران فوت ہو جائے تو اس کی موت، شہادت کی موت ہوتی ہے اور اس کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہے، اس کی قبر تا حد نظر کشادہ کر دی جاتی ہے۔ اس کے آس پاس دائیں طرف چالیس قبروں کو، بائیں طرف چالیس قبروں کو، پیچھے چالیس قبروں کو اور سامنے چالیس قبروں کو منور کر دیا جاتا ہے۔
(تفسیر کبیر: سورہ بقرہ: زیر آیت نمبر ۳۱)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: قرآن کا علم حاصل کرو اور دوسروں کو سکھاؤ اور اگر اسی عالم میں تیری موت واقع ہوئی تو تیری قبر کی زیارت کے لئے فرشتے اس طرح آئیں گے جیسے بیت اللہ کی زیارت کی جاتی ہے۔
(کنز العمال: جلد ۱۰: ص ۲۵۹)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی موت اس حال میں آئے کہ وہ اسلام کی سربلندی کے لئے علم حاصل کر رہا تھا تو جنت میں اس کے اور نبیوں کے درمیان صرف ایک درجے کا فرق ہوگا۔ (سنن دارمی: مقدمہ: باب ۳۲)

علم اور اہل علم کی فضیلت کے لئے سورہ توبہ (۹) کی آیت نمبر ۱۲۲ کا حاشیہ نمبر ۹۹، اور سورہ عنکبوت (۲۹) کی آیت نمبر ۴۵ کا حاشیہ نمبر ۹۳ ملاحظہ کریں۔

علم عبادت سے افضل ہے

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے، ایک عالم تھا جو نماز پڑھتا، پھر لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے کے لئے بیٹھ جاتا تھا، دوسرا دن بھر روزہ رکھتا اور رات کو عبادت میں کھڑا رہتا تھا۔ ان دونوں میں کون افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عالم کی فضیلت جو نماز پڑھنے کے بعد لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ آدمی پر ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ توبہ: زیر آیت نمبر ۱۲۲) کیونکہ عبادت کا فائدہ صرف عابد کو ہوگا اور وہ نجات کا مستحق قرار پائے گا مگر تعلیم کا فائدہ دوسرے لوگوں کو بھی ہوگا۔

☆ عالم اپنے بستر پر لیٹے ہوئے ایک گھڑی کے لئے جب اپنے علم میں غور وفکر کرتا ہے تو ایک عابد کی ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔(کنز العمال: جلد ۱۰ :ص ۱۵۴) کیونکہ ستر سال کی عبادت کا فائدہ صرف عابد کو ہوگا اور وہ نجات کا مستحق قرار پائے گا لیکن اس گھڑی میں قرآن و حدیث کے مطابق اگر عالم کے ذہن میں کوئی نئی حکمت آمیز بات آگئی تو اس سے استفادہ کرتے ہوئے بے شمار لوگ نجات حاصل کرسکیں گے۔

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو شخص طلب علم کے لئے کسی راستہ پر چلا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر چلائے گا اور طالب علم کی رضا کے لئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں عالم کے لئے استغفار کرتی ہیں حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی اس کے لئے استغفار کرتی ہیں، اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے جیسے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے۔ بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دینار اور درہم کی میراث نہیں چھوڑتے وہ صرف علم کی میراث چھوڑتے ہیں، سو جس شخص نے علم حاصل کیا اس نے بہت بڑا حصہ حاصل کیا۔
(ترمذی: ۲۶۸۲: ابواب العلم: باب ۱۹)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب پل صراط پر عالم اور عابد جمع ہوں گے تو عابد سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اپنی عبادت کی وجہ سے نعمتوں سے لطف اٹھاؤ اور عالم سے کہا جائے گا: یہاں ٹھہرو اور جن سے تم محبت کرتے تھے ان کی شفاعت کرو۔ بے شک تم جس کی شفاعت کرو گے اس کے حق میں تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی اور اس وقت وہ انبیاء کا قائم مقام ہوگا۔(الجامع الصغیر: ۳۵۲: جلد اول: ص ۲۷، جمع الجوامع: ۸۷۸: جلد اول: ص ۱۳۸، کنز العمال: ۲۸۶۸۸: جلد ۱۰: ص ۱۳۶)

علم جہاد سے افضل ہے

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طالب علم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجاہد فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔(کنز العمال: جلد ۱۰: ص ۱۴۳) کیونکہ جہاد سے صرف مجاہد کو فائدہ ہوگا یا اس کے زمانے کے چند لوگوں کو فائدہ ہوگا لیکن علم حاصل کرنے والا تبلیغ اسلام کے لئے تدریس، تصنیف یا تقریر میں سے کوئی شعبہ بھی اختیار کرے اس سے بے شمار لوگ استفادہ کریں گے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حصول علم کے لئے آنا جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک جہاد فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔(کنز العمال: جلد ۱۰: ص ۱۶۳) کیونکہ دلیل کے ساتھ جہاد کرنا تلوار کے جہاد سے افضل ہے۔(تفسیر بحر محیط: سورہ توبہ: زیر آیت نمبر ۱۲۲) نیز دین کا تفصیلی علم جہادِ اکبر ہے کیونکہ دلیل کے ساتھ مباحثہ کرنا دین کی اصل اور بنیاد ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کرنے کا ایک مقصد بھی یہی ہے۔ (تفسیر بیضاوی: سورہ توبہ: زیر آیت نمبر ۱۲۲)

عالم کی فضیلت

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے علماء، بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔'' یعنی وہ علمائے ربانی جو دنیا سے بے نیاز ہو کر صرف رضائے حق کے طالب ہیں۔(تفسیر روح البیان: سورہ الانبیاء (۲۱): زیر آیت نمبر ۲۴) اس

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ بے شک جولوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں کبھی خسارہ نہ ہوگا۔ [۳۳]

حدیث کے الفاظ نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہیں مگر اہل علم اس کو معنیٰ کے اعتبار سے تسلیم کرتے ہیں کیونکہ علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن علماء (کے قلم) کی سیاہی اور شہیدوں کے خون کا وزن کیا جائے گا اور علماء (کے قلم) کی سیاہی شہیدوں کے خون سے بھاری ہوگی۔ (کنز العمال: جلد ۱۰: ص ۱۴۱)

☆ عالم کا سونا عبادت ہے، اس کی گفتگو تسبیح ہے، اس کی جان صدقہ ہے اور اس کی آنکھوں سے نکلنے والا ہر آنسو جہنم کے ایک گڑھے کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ جس نے عالم کی توہین کی اس نے علم کی توہین کی، اور جس نے علم کی توہین کی اس نے نبی ﷺ کی توہین کی اور جس نے نبی ﷺ کی توہین کی اس نے جبرائیل امین علیہ السلام کی توہین کی اور جس نے جبرائیل امین علیہ السلام کی توہین کی اس نے اللہ تعالیٰ کی توہین کی اور جس نے اللہ تعالیٰ کی توہین کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو رسوا کرے گا۔

(تفسیر کبیر: سورہ بقرہ: زیر آیت نمبر ۳۱)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ سب سے زیادہ جواد کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ جواد اللہ تعالیٰ ہے اور بنی آدم میں سب سے زیادہ جواد میں ہوں اور میرے بعد سب سے زیادہ جواد وہ شخص ہوگا جس نے علم حاصل کیا، پھر اس کو پھیلایا، قیامت کے دن وہ ایک امیر اور ایک امت کی صورت میں تشریف لائے گا۔

(شعب الایمان: بیہقی: جلد ۲: ص ۲۸۱)

[۳۳] قرآن مجید کی تلاوت کرنا، نماز قائم رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا، یہ سب نیکیاں دراصل اللہ تعالیٰ سے ایک قسم کی تجارت ہے جس کے بدلے میں اس نے بہت زیادہ اجر و ثواب دینے کا وعدہ کر رکھا ہے اور اس کا وعدہ کبھی غلط نہیں ہوتا، لہٰذا جو بھی یہ تجارت کرے گا اس کو کبھی نقصان نہیں ہوگا۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ فرضی صدقات ظاہر کر کے دینے افضل ہیں اور نفلی صدقات چھپا کر دینے افضل ہیں۔ (تفسیر قرطبی: سورہ بقرہ (۲): زیر آیت نمبر ۲۷۱) جو لوگ پوشیدہ طور پر صدقہ دیتے ہیں قیامت کے دن انہیں عرش کا سایہ نصیب ہوگا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

۱۔ عادل امام (حکمران)۔

۲۔ وہ جوان جو اپنے رب کی عبادت میں سرگرم رہتا ہے۔

۳۔ وہ انسان جس کا دل مساجد کی آبادی میں لگا رہتا ہے۔

۴۔ وہ دو انسان جو اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت کریں، اللہ تعالیٰ ہی کے لئے اکٹھے ہوں اور اسی کے لئے جدا ہوں۔

۵۔ وہ مرد جس کو حسن اور منصب والی عورت اپنی طرف بلائے اور وہ انکار کرتے ہوئے کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔

۶۔ وہ انسان جس نے اس طرح خفیہ صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا دیا۔

۷۔ وہ انسان جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

(بخاری: ۶۶۰: کتاب الاذان: باب ۳۶)

یہ ٹھیک ہے کہ خفیہ طور پر صدقہ دینے والا ریاکاری کے خطرہ سے محفوظ رہتا ہے اور لینے والے کی عزت نفس بھی مجروح نہیں ہوتی لیکن اگر کہیں ایسی صورت پیش آ جائے جس کو چند حضرات پورا نہ کر سکیں تو پھر اعلانیہ صدقہ دینا اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا افضل ہے تاکہ دوسروں کو ترغیب ہو جیسے غزوات کے موقعہ پر حضور اکرم ﷺ نے اپیل فرمائی اور صحابہ کرام ؓ نے علانیہ طور پر ایک دوسرے سے زیادہ دینے کی کوشش کی۔ (صحاح ستہ) اسی طرح آج بھی جہاد، مساجد، مدارس، ہسپتال، اشاعتِ دین، اور خدمت خلق وغیرہ کے عظیم منصوبوں کے لئے علانیہ بڑھ چڑھ کر حصہ لینا افضل ہے بشرطیکہ نیت میں ریاکاری نہ ہو بلکہ دوسروں کو ترغیب دینا مقصود ہو۔

فرضی صدقات مثلاً زکوٰۃ کو علانیہ دینے میں بڑی حکمتیں ہیں۔ سب سے پہلے تو دینے والے کا فرض ادا ہوا اور اس کا مال پاک ہوگیا۔ دیگر لوگوں کو بھی زکوٰۃ دینے کی ترغیب ہوئی اور اس کے اس علانیہ فعل کی ترغیب سے جو بھی زکوٰۃ ادا کرے گا اس کا ثواب اس کو بھی ملے گا۔ نیز لوگوں کا اعتماد بھی بحال رہے گا اور بدگمانی پیدا نہیں ہوگی یعنی لوگ آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دولت سے نوازا ہے تو یہ بھی بخل نہیں کرتا بلکہ زکوٰۃ ادا کر کے اپنے محسن حقیقی کا شکر ادا کرتا ہے۔

زکوٰۃ کے علاوہ دیگر فرضی اعمال یعنی نماز، روزہ، حج وغیرہ کے علانیہ کرنے میں بھی یہی حکمتیں ہیں اور غالباً اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: فرض نماز کے علاوہ دیگر نمازیں گھر میں پڑھو تاکہ گھر میں بھی برکت نازل ہو۔ (مسلم: ۱۸۲۲: صلاۃ المسافرین: باب ۲۹) یعنی نماز پڑھنے کے لئے گھر سے نکلنا، مسجد میں جانا، وہاں لوگوں کے سامنے جماعت میں شریک ہونا وغیرہ یہ سب اگرچہ اظہارِ نماز تو ہے مگر یہی ضروری ہے۔ الغرض خفیہ اور اعلانیہ دونوں طرح نیک اعمال کرنا اچھا ہے اور حالات اور موقع محل کی مناسبت سے کبھی خفیہ افضل ہو جاتا ہے اور کبھی علانیہ کی فضیلت بڑھ جاتی ہے۔

لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ۗ إِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے پورے پورے اجر عطا فرمائے اور اپنے فضل سے انہیں مزید عطا فرمائے، بے شک وہ بہت بخشنے والا بڑا قدر دان ہے۔ [۳۴]

وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اور ہم نے جو کتاب آپ کی طرف وحی فرمائی ہے وہی حق ہے اور پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے، [۳۵] بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے پوری طرح باخبر (اور ان کو) خوب دیکھنے والا ہے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ پھر ہم نے ان لوگوں کو اس کتاب (قرآن) کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا، پس ان میں سے بعض اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں اور ان میں سے بعض میانہ رو ہیں اور ان میں سے بعض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں، یہی بہت بڑا فضل ہے۔ [۳۶]

[۳۴] جو لوگ آپس میں تجارت کرتے ہیں انہیں نفع کے ساتھ نقصان کا بھی احتمال ہوتا ہے مگر جو لوگ نیک اعمال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے تجارت کرتے ہیں انہیں نقصان کا خطرہ نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کے مطابق انہیں پورا پورا اجر عطا فرمائے گا۔ نیز اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان ہے، جن کے اعمال میں خلوص زیادہ ہوگا اللہ تعالیٰ ان پر خصوصی فضل و کرم فرمائے گا اور ان کے اجر میں اضافہ فرما دے گا۔

[۳۵] پیارے نبی ﷺ! ہم نے قرآن کی صورت میں جو کتاب آپ پر نازل فرمائی ہے وہ بالکل حق ہے اور پہلی آسمانی کتابوں یعنی زبور، تورات اور انجیل کی بھی تصدیق کرنے والی ہے کہ وہ کتابیں بھی بالکل حق تھیں اور انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے ہی نازل فرمایا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید آخری کتاب ہے کیونکہ اس نے صرف پہلی کتابوں کی تصدیق کی ہے، کسی آنے والی کتاب کی بشارت نہیں دی۔

[۳۶] مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور احسان ہے کہ اس نے قرآن مجید کی خدمت کے لئے تمام بندوں میں سے

جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَهَا یُحَلَّوۡنَ فِیۡهَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ وَّ لُؤۡلُؤًا ۚ وَ لِبَاسُهُمۡ فِیۡهَا حَرِیۡرٌ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ وہ دائمی باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، انہیں وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس ریشم ہوگا۔ [۳۷]

وَ قَالُوا الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡۤ اَذۡهَبَ عَنَّا الۡحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوۡرٌ شَكُوۡرٌ ﴿۳۴﴾ ۙ

۳۴۔ اور وہ کہیں گے: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا، بے شک ہمارا رب بہت بخشنے والا بہت قدردان ہے۔ [۳۸]

الَّذِیۡۤ اَحَلَّنَا دَارَ الۡمُقَامَةِ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیۡهَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیۡهَا لُغُوۡبٌ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ جس نے ہمیں اپنے فضل سے دائمی ٹھکانے پر پہنچا دیا، جس میں ہمیں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ کوئی تھکاوٹ لاحق ہوگی۔

مسلمانوں کو منتخب فرمایا ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں جن کے متعلق حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: نیکیوں میں سبقت لے جانے والے وہ ہیں جن کی نیکیاں زیادہ ہیں، اپنی جان پر ظلم کرنے والے وہ ہیں جن کی برائیاں زیادہ ہیں اور میانہ رو وہ ہیں جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہیں اور یہ تینوں گروہ جنت میں جائیں گے۔
(صفوۃ التفاسیر: محمد علی صابونی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نیکیوں میں سبقت لے جانے والے بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، میانہ رو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں گے اور اپنی جان پر ظلم کرنے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیر)

[۳۷] تمام اہل ایمان بالآخر جنت میں داخل ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہاں مردوں کو بھی سونا اور ریشم پہنایا جائے گا لیکن اس دنیا میں سونے کے کنگن، موتی اور ریشم کا لباس صرف عورتیں پہن سکتی ہیں مردوں کے لئے جائز نہیں ہے۔

[۳۸] اہل ایمان جب جنت میں داخل ہوں گے تو کہیں گے: ہمیں اپنے اعمال کی وجہ سے تو عذاب کا خطرہ تھا مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے ہمارا غم دور کر دیا اور ایسی جنت عطا فرمائی جس میں نہ کوئی تکلیف ہے اور نہ تھکاوٹ بلکہ ہر طرف اطمینان، سکون اور سلامتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۝۳۶

۳۶۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے جہنم کی آگ ہے، نہ ان پر قضا آئے گی کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے جہنم کا عذاب کم کیا جائے گا، اسی طرح ہم ہر بڑے ناشکرے کو سزا دیتے ہیں۔ [۳۹]

وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝۳۷ ع ۱۶

۳۷۔ اور وہ جہنم میں چلائیں گے (اور فریاد کریں گے): اے ہمارے رب! (ایک بار یہاں سے) ہمیں نکال، ہم نیک کام کریں گے اور وہ نہیں جو ہم پہلے کیا کرتے تھے، (اللہ تعالیٰ فرمائے گا:) کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو شخص نصیحت قبول کرنا چاہتا وہ قبول کر سکتا تھا، اور تمہارے پاس ڈر سنانے والا بھی آچکا تھا، پس اب (عذاب کا) مزہ چکھو ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں ہے۔ [۴۰]

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۳۸

۳۸۔ بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی ہر پوشیدہ چیز کو جاننے والا ہے، بے شک وہ سینوں کے رازوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ [۴۱]

---

[۳۹] منکرین کو جب جہنم کی آگ میں پھینکا جائے گا تو وہ تمنا کریں گے: کاش! ہمیں موت ہی آجائے تاکہ ہم اس عذاب سے بچ جائیں لیکن نہ انہیں موت آئے گی اور نہ ہی ان کے عذاب میں کمی کی جائے گی بلکہ ہمیشہ اپنے انکار اور ناشکری کی سزا میں مبتلا رہیں گے۔

[۴۰] وہ جہنم میں چیخ چیخ کر فریاد کریں گے: اے ہمارے رب! ہمیں اس عذاب سے نکال اور ایک بار پھر دنیا میں جانے کا موقع دے، پھر ہم ہمیشہ نیک کام کریں گے اور کبھی برائی نہیں کریں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہم نے تمہیں اتنی مہلت اور عمر دی تھی۔ اگر تم اس میں حق کو سمجھنے کی کوشش کرتے تو حق کو سمجھ سکتے تھے، پھر اس مہلت پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ہم نے اس عذاب سے ڈرانے والے انبیاء اور علماء بھی بھیجے مگر تم نے ان کی بھی ایک نہ سنی، لہٰذا اب تمہیں اپنے انکار اور ظلم کی سزا بھگتنا ہی پڑے گی۔ یہاں پر سب فیصلے انصاف کے مطابق ہوں گے اور کسی ظالم کی کوئی مدد یا رعایت نہیں کی جائے گی۔

[۴۱] جہنم کے عذاب سے گھبرا کر منکرین فریاد کریں گے کہ انہیں ایک دفعہ واپس دنیا میں جانے کی اجازت دی جائے وہ نافرمانی

هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾

۳۹۔ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا، پس جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہوگا، اور کافروں کے لئے ان کا کفران کے رب کے حضور ناراضگی کے سوا کچھ اضافہ نہیں کرتا اور کافروں کے لئے ان کا کفران کے خسارے میں ہی اضافہ کرتا ہے۔[۴۲]

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾

۴۰۔ آپ فرمادیں: کیا تم نے کبھی اپنے (ان مقرر کردہ) شریکوں میں غور کیا جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پرستش کرتے ہو؟ ذرا مجھے دکھاؤ! انہوں نے زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا ہے یا آسمانوں (کی تخلیق) میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ یا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے جس کی دلیل پر وہ قائم ہیں؟ (کچھ بھی نہیں) بلکہ ظالم لوگ محض ایک دوسرے سے جھوٹے وعدے کرتے ہیں۔[۴۳]

نہیں کریں گے مگر اللہ تعالیٰ دلوں کے راز خوب جانتا ہے۔ اگر بفرض محال انہیں دنیا میں بھیج دیا جائے تو پھر بھی یہ شیطان کی سن کر برائیوں میں مست رہیں گے اور علماء کی نصیحتیں نہیں سنیں گے۔ اس سلسلے میں سورہ انعام (۶) کی آیت نمبر ۲۸ کا حاشیہ نمبر ۲۶ ملاحظہ کریں۔

[۴۲] اللہ تعالیٰ نے تمہیں انسان بنایا، یکے بعد دیگرے اس زمین پر آباد کیا، پہلے لوگوں کے مال و متاع کا تمہیں وارث بنایا اور تمہارے یعنی نوع انسانی کے سروں پر اپنی خلافت کا تاج رکھ کر تمہیں اشرف المخلوقات بنایا۔ اب اگر تم اپنے محسن حقیقی کا انکار کرو تو اس سے اس کا کچھ نہیں بگڑے گا کیونکہ وہ بے نیاز اور قادر مطلق ہے، البتہ اس کے انکار کے باعث تمہارے خسارے میں اور تم پر اللہ تعالیٰ کے غضب میں اضافہ ضرور ہوگا کیونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کے احسانات کی ناقدری اور ناشکری کی ہے۔

[۴۳] مشرکین کو دعوت فکر دی جارہی ہے کہ جن بتوں کو تم خدا کا شریک قرار دیتے ہو اور ان کی پرستش کرتے ہو، کیا زمین و آسمان کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ ظاہر ہے زمین و آسمان کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے تو پھر کیا تمہارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جس میں اس شرک کی تعلیم دی گئی ہو جس پر تم عمل پیرا ہو؟ جب ان بتوں کی صداقت کے لئے نہ تمہارے

إِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾

۴۱۔ بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے تا کہ وہ اپنی جگہ سے سرک نہ جائیں، اور اگر وہ سرکنے لگیں تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کو روک نہیں سکتا، بے شک وہ بڑا بردبار بہت بخشنے والا ہے۔[۴۴]

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۙ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ اور انہوں نے بڑی تاکید کے ساتھ قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آیا تو وہ ہر امت سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے، پھر جب ان کے پاس ڈر سنانے والا آ گیا تو اس سے ان کی (حق سے) نفرت میں اضافہ ہی ہوا۔[۴۵]

اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ؕ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ

۴۳۔ وہ زمین میں تکبر اور بری سازشیں کرنے لگے، اور بری سازشوں کا وبال صرف سازش کرنے والے پر

پاس کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ ہی کوئی نقلی دلیل تو پھر تم کیوں اپنے آپ پر ظلم کرتے ہو اور ایک دوسرے کو شفاعت کی جھوٹی امیدیں دلاتے ہو۔

[۴۴] اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو اپنے اپنے مدار میں پابند کر رکھا ہے کیونکہ اگر یہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو چند لحوں میں نظام کائنات تباہ ہو جائے لیکن قیامت کے قریب اس کی اجازت سے جب یہ دونوں اپنی جگہ سے ہٹ کر ریزہ ریزہ ہونے لگیں گے تو کسی میں یہ طاقت نہ ہوگی کہ ان کو اپنے اپنے مقام پر روک سکے۔ اتنی قدرتوں کے باوجود وہ اپنے بندوں پر اتنا مہربان ہے کہ مسلسل سرکشیوں کے بعد بھی فوراً گرفت نہیں فرماتا بلکہ مہلت دیتا ہے تا کہ وہ اپنی اصلاح کر لیں اور جونہی کوئی توبہ کرتا ہے تو اس کی تمام نافرمانیوں کو بخش دیا جاتا ہے۔

[۴۵] ابو سعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے جب قریش کو علم ہوا کہ اہل کتاب نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی تو قریش نے کہا: یہودیوں اور عیسائیوں پر خدا کی لعنت ہو، ان کے پاس ان کے رسول آئے اور انہوں نے اپنے رسولوں کو جھوٹا قرار دیا، پھر قریش قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے: اگر ان کے پاس کوئی رسول آیا تو وہ گذشتہ قوموں کی بہ نسبت زیادہ ہدایت قبول کریں گے۔ (صفوة التفاسیر: محمد علی صابونی) لیکن جب تمام رسولوں کے سردار حضرت محمد ﷺ ان کے پاس تشریف لے آئے تو تکبر اور تعصب کے باعث ان کی مخالفت پر اتر آئے۔

يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾

ہی پڑتا ہے، پس کیا وہ اسی دستور کے منتظر ہیں جو پہلے لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے تو آپ اللہ تعالیٰ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے دستور میں کوئی تغیر پائیں گے۔[۴۶]

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾

۴۴۔ کیا انہوں نے زمین میں کبھی سیر و سیاحت نہیں کی تاکہ وہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ حالانکہ وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے، اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اس کو عاجز کر سکے، بے شک وہ بہت علم والا بڑی قدرت والا ہے۔[۴۷]

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ

۴۵۔ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے کرتوتوں کے باعث (فوراً) پکڑ لیا کرتا تو روئے زمین پر کسی جاندار کو نہ چھوڑتا لیکن وہ لوگوں کو معین وقت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو بے شک اللہ

[۴۶] قریش کے سرداروں نے تعصب اور تکبر میں آ کر نہ صرف یہ کہ نبی کریم ﷺ کی تکذیب کی بلکہ آپ کو شہید کرنے کی سازشیں کرنے لگے، لیکن وہ اس حقیقت کو بھول گئے کہ جو کسی کے لئے کنواں کھودتے ہیں بالآخر ایک دن وہ خود اس میں گرتے ہیں۔ کیا وہ اس انتظار میں ہیں کہ ان کو بھی پہلی سرکش قوموں کی طرح ہلاک کر دیا جائے؟ تو انہیں علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے عذاب کی جو نوعیت اور میعاد مقرر کر رکھی ہے ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہو گی، چنانچہ اللہ تعالیٰ تو نبی کریم ﷺ کو اہل مکہ سے بچا کر مدینہ لے آیا مگر قریش کے سردار جنگ بدر میں مارے گئے اور جو بچ گئے انہوں نے فتح مکہ کے دن اپنی شکست تسلیم کر لی۔

[۴۷] مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم لوگوں نے اپنے تجارتی سفروں کے دوران قوم عاد و ثمود وغیرہ کے تباہ شدہ مکانات دیکھے ہوں گے وہ لوگ تم سے زیادہ طاقتور تھے، اگر تم بھی اپنی سرکشی سے باز نہ آئے اور اللہ تعالیٰ نے تم پر عذاب نازل کرنے کا فیصلہ کر لیا تو پھر زمین و آسمان کی کوئی طاقت اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو چیلنج نہیں کر سکے گی کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيرًا ﴿۴۵﴾ ع

تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔[۴۸]

[۴۸] نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر انسان خطا کار ہے اور خطا کاروں میں بہتر وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔(ترمذی: حدیث نمبر ۲۴۹۹) اس سے معلوم ہوا کہ ہر انسان سے خطا ہو سکتی ہے تو اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی خطاؤں کے باعث فوراً پکڑ کر سزا دینا شروع کر دیتا تو چند دنوں میں سارے انسان ختم ہو جاتے، پھر نہ تو حیوانات کی ضرورت رہتی کیونکہ وہ بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور نہ ہی انبیاء کرام علیہم السلام کی ضرورت تھی کیونکہ وہ انسانوں کی ہدایت کے لئے تشریف لاتے ہیں اور جب انسان ہی نہیں رہے تو انبیاء کرام علیہم السلام کی کیا ضرورت ہے، تو اس طرح ساری زمین انسانوں اور حیوانوں سے خالی ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور مصلحت کے تحت لوگوں کو ایک معین وقت تک مہلت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لیں اور اگر وہ خود اپنی اصلاح نہ کریں تو ممکن ہے ان کی اولاد سے شکرگزار بندے پیدا ہو جائیں، البتہ جب ظالموں کی گرفت کا وقت معین آ جائے گا تو سب بندے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہیں، ہر ایک سے اس کے عمل کے مطابق معاملہ فرمائے گا۔ نیک لوگ اپنی نیکیوں کی جزا پائیں گے اور برے لوگ اپنی برائیوں کی سزا پائیں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز عشاء بروز بدھ ۶ جنوری ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۰ محرم ۱۴۳۱ھ

گذشتہ دو ہفتوں سے برطانیہ میں برفباری اور سخت سردی کا دور دورہ ہے۔ چند دنوں سے جامعہ الکرم میں بھی ہر طرف ایک فٹ کے قریب برف پڑی ہوئی ہے، اس لئے باہر نکلنا مشکل تھا اور دیگر مصروفیات میں تعطل کے باعث تفسیر لکھنے کا زیادہ وقت میسر آ گیا جس کی وجہ سے یکم تا چھ جنوری یعنی صرف پانچ دنوں میں سورہ فاطر کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورة یٰسین (۳۶)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''یاسین'' ہے جو اس کی پہلی آیت ہے۔

دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی اسلام کے تین بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت اور آخرت کو متعدد بار بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۳۶ میں عمل تلقیح کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یعنی انسان اور دیگر جانوروں میں نر اور مادہ کے جوڑوں کا وجود تو ایک عام حقیقت ہے جس کو زمانہ قدیم سے ہر شخص جانتا ہے اور نباتات میں نر اور مادہ کا انکشاف انیسویں صدی کی تحقیق ہے لیکن قرآن مجید نے ۱۴۰۰ سال پہلے یہ اعلان کیا کہ نباتات میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں اور ان کے عمل تلقیح سے بیج اور پھل بنتے ہیں۔

آیت نمبر ۶۵ میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن مشرکین جھوٹ بولنے کی کوشش کریں گے کہ وہ مشرک نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کرتوتوں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔

کفار مکہ لوگوں کو نبی کریم ﷺ سے دور رکھنے کے لئے طرح طرح کے الزامات لگاتے تھے، ان میں سے ایک یہ تھا کہ آپ ﷺ شاعر ہیں اور قرآن ان کے شاعرانہ تخیلات کا مجموعہ ہے۔ اور اہل عرب کے ہاں عام طور پر شاعر اس کو کہتے تھے جو خیالی باتیں کرے اور سب سے عمدہ شعر اس کو کہتے تھے جس میں زیادہ جھوٹ بولا گیا ہو۔ (صفوۃ التفاسیر)

آیت نمبر ۶۹ میں کفار مکہ کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ ہی یہ ان کے شایان شان ہے اور قرآن مجید اشعار کا مجموعہ نہیں بلکہ سراپا رشد و ہدایت اور نصیحت ہے۔

سورہ یاسین کی فضیلت میں چند احادیث ملاحظہ کریں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کا ایک دل ہے اور قرآن کا دل یاسین ہے۔
(ترمذی: ۲۸۸۷: فضائل القرآن: باب ۷)

۲۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم یاسین کو اپنے مردوں کے پاس پڑھا کرو۔
(ابن ماجہ: ۱۴۴۸: ابواب الجنائز: باب ۴)

۳۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس میت کے پاس یاسین کو پڑھا جائے اللہ تعالیٰ اس پر آسانی فرمائے گا۔ (تفسیر در منثور)

۴۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے والدین کی یا ان میں سے ایک

کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرے اور ان کے پاس یاسین پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس سورت کے ہر حرف کے بدلے میں ان کی مغفرت فرمائے گا۔ (تفسیر درمنثور)

۵۔ حضرت انس ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبرستان میں جائے اور سورہ یاسین پڑھے (اور اس کا ثواب اہل قبور کو پیش کرے) تو اللہ تعالیٰ اس دن تمام اہل قبور کے عذاب میں تخفیف فرمائے گا اور پڑھنے والے کو سورہ یاسین کے حروف کے برابر (یعنی تین ہزار نیکیوں کا) اجر عطا فرمائے گا۔ (تفسیر قرطبی)

سورہ یاسین کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس کی پہلی دو آیات کا تعویذ بنانے یا اس کو گھول کر پینے سے بھی فائدہ ہوتا ہے، جیسا کہ امام حاکم نے ابو جعفر محمد بن علی ﷛ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص کے دل میں سختی ہو وہ ایک پیالہ میں زعفران سے ''یٰس والقرآن الحکیم'' لکھے، پھر اس کو پی لے۔ (تفسیر درمنثور)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز عصر بروز ہفتہ ۹ جنوری ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۳ محرم ۱۴۳۱ھ

اٰیاتها ۸۳ ۳۶ سورۃ یٰسٓ مکیۃ ۴۱ رکوعاتها ۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

یٰسٓ ۝۱ — ۱۔ یاسین۔[۱]

وَ الۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ ۝۲ — ۲۔ قرآن حکیم کی قسم!

اِنَّکَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۝۳ — ۳۔ بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔[۲]

عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۝۴ — ۴۔ سیدھے راستے پر ہیں۔

تَنۡزِیۡلَ الۡعَزِیۡزِ الرَّحِیۡمِ ۝۵ — ۵۔ (یہ قرآن) سب پر غالب، بہت ہی مہربان (اللہ تعالیٰ) کا نازل کردہ ہے۔

---

[۱] یاسین اگرچہ حروف مقطعات میں سے ہے (صفوۃ التفاسیر) جس کا حقیقی معنیٰ تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مکرم ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں لیکن بعض اشارات کے پیش نظر مفسرین نے بھی اس کے متعدد معانی بیان کئے ہیں، مثلاً ابوبکر وراق کہتے ہیں: یاسین کا معنیٰ یا سید البشر! (اے نوع انسانی کے سردار) ہے۔ (تفسیر قرطبی) سعید بن جبیر کہتے ہیں: یہ نبی کریم ﷺ کے اسمائے گرامی میں سے ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی قسم کھا کر فرمایا: بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سوا کسی رسول کی رسالت کے لئے اپنی کتاب میں قسم نہیں کھائی۔ اس میں نبی کریم ﷺ کی بہت زیادہ تعظیم اور تکریم ہے۔ (تفسیر قرطبی) اسی طرح علامہ قرطبی سورہ حجر (۱۵) کی آیت نمبر ۷۲ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی حیات مبارک کی قسم کھائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے بغیر کسی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی۔ (تفسیر قرطبی: سورہ حجر: زیر آیت نمبر ۷۲)

[۲] قشیری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کفار قریش نے نبی کریم ﷺ سے کہا: آپ رسول نہیں ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کے لئے قرآن حکیم کی قسم کھا کر فرمایا: بے شک حضرت محمد ﷺ رسولوں میں سے ہیں اور جس طرح دیگر رسول سیدھے راستہ پر تھے اسی طرح آپ ﷺ بھی سیدھے راستہ پر ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝٦

٦۔ تا کہ آپ اس قوم کو ڈر سنائیں جن کے باپ دادا کو نہیں ڈرایا گیا، سو وہ غافل ہیں۔ [٣]

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٧

٧۔ بے شک ان میں سے اکثر لوگوں پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے، سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ [٤]

اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝٨

٨۔ بے شک ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں، پس وہ ان کی ٹھوڑیوں تک ہیں اس لئے ان کے سر اوپر کو اٹھے ہوئے ہیں۔ [٥]

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝٩

٩۔ اور ہم نے ایک دیوار ان کے آگے اور ایک دیوار ان کے پیچھے بنا دی ہے اور ہم نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے، سو وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ [٦]

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی صداقت کے لئے آسمان وزمین کی قسم کھائی اور فرمایا: بے شک یہ قرآن فیصلہ کن کلام ہے۔ (قرآن: ٨٦: ١٣) اور اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی صداقت کے لئے قرآن حکیم کی قسم کھائی اور فرمایا: بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔

[٣] اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر قرآن حکیم اس لئے نازل فرمایا تا کہ آپ اس قوم کو ڈر سنائیں جن کے پاس عرصہ دراز سے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اس قوم سے مراد اہل مکہ اور عرب والے ہیں کیونکہ ان کے پاس اگرچہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے علماء تو آتے رہے ہوں گے مگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد ان کے پاس براہ راست کوئی نبی نہیں آیا، اس لئے وہ انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات بھلا چکے تھے۔ نبی کریم ﷺ اگرچہ تمام دنیا کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے مگر ان کے ابتدائی مخاطبین چونکہ اپنے رشتہ دار اور اہل مکہ تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تبلیغ کی ابتدا اپنی قوم سے کریں۔

[٤] اہل مکہ اپنے باپ دادا کی تقلید اور شرک میں اتنے اندھے ہو چکے ہیں کہ ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے، ان کے اس دانستہ انکار اور تعصب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

[٥] جس طرح کسی انسان کی گردن کو دو ہاتھوں سے ٹھوڑی تک دبوچ لیا جائے تو اس کا سر نیچے نہیں جھک سکتا اسی طرح اہل مکہ کی گردنوں کو شرک نے اس قدر جکڑ رکھا ہے کہ اب وہ اسلام کے سامنے جھک نہیں سکتے۔

[٦] دراصل شیطان نے ان کے ذہن وضمیر کے ارد گرد نفسانی خواہشات کی ایسی رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں کہ انہیں اسلام کا نور

وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑩

۱۰۔ اوران کے لئے برابر ہے خواہ آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍ ⑪

۱۱۔ آپ توصرف اسی شخص کو ڈرسناتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرتا ہے اور بن دیکھے (خدائے) رحمٰن سے ڈرتا ہے، پس آپ اس شخص کو مغفرت اور باوقار اجر کی خوش خبری سنادیں۔[۷]

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۛ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ع ⑫

۱۲۔ بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ہم (ان اعمال کو) لکھتے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجے ہیں اور (وہ اعمال بھی لکھتے ہیں) جن کے اثرات انہوں نے پیچھے چھوڑے ہیں، اور ہر چیز کا ہم نے ایک واضح کتاب میں احاطہ کررکھا ہے۔[۸]

دکھائی ہی نہیں دیتا تو ایسے عقل کے اندھوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا یا نہ ڈرانا یکساں ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔
ان چاروں آیات (۷ تا ۱۰) کی مزید تفسیر کے لئے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۷ کا حاشیہ نمبر ۱۰ ملاحظہ کریں۔

اس آیت کے حوالے سے علامہ نورالدین حلبی شافعی لکھتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت کرنے لگے تو اس رات مکہ کے سات نوجوان تلواریں لے کر نبی کریم ﷺ کے دروازے پر کھڑے تھے تاکہ جونہی نبی کریم ﷺ گھر سے باہر نکلیں تو انہیں شہید کردیا جائے۔ چنانچہ جب نبی کریم ﷺ باہر نکلے تو آپ ﷺ نے اپنی مٹھی مبارک میں مٹی اٹھائی اور سورہ یاسین کی ابتدائی نو آیات پڑھ کر ان نوجوانوں کے سروں پر پھینک دی، پھر آپ ﷺ ان کے درمیان سے گزر گئے لیکن وہ آپ ﷺ کو دیکھ نہ سکے۔ (السیرۃ الحلبیۃ: جلد ۲: ص ۳۷)

[۷] نبی کریم ﷺ تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ہیں لیکن اس نصیحت سے فائدہ صرف وہی شخص اٹھاتا ہے جو آج بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے ورنہ قیامت کے دن تو سب کافر بھی اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے، لہٰذا میرے پیارے نبی ﷺ! جو شخص بن دیکھے مجھ سے ڈرتا ہے اور سچے دل سے توبہ کرتا ہے آپ اسے خوش خبری سنادیں کہ اس دنیا میں اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور آخرت میں اسے بہترین اجر دیا جائے گا۔

[۸] یعنی قیامت کے دن ہم مردوں کو ضرور زندہ کریں گے اور ان کی نیکیوں اور برائیوں کے مطابق انہیں جزا اور سزا دیں گے، اس لئے ہمارے فرشتے ان تمام اچھے یا برے اعمال کو نوٹ کررہے ہیں جن کو لوگ اپنی زندگی میں آخرت کے لئے بھیجتے ہیں

وقف لازم

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۚ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اور آپ ان کے لئے بستی والوں کی مثال بیان کریں جب ان کے پاس (ہمارے) رسول آئے۔

اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ جب ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلا دیا، پھر ہم نے ایک تیسرے رسول کے ذریعہ (ان کی) تائید کی تو پھر ان تینوں نے کہا: بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ [۹]

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ بستی والوں نے کہا: تم تو صرف ہماری طرح بشر ہو اور (خدائے) رحمٰن نے کچھ بھی نازل نہیں کیا تم محض جھوٹ بولتے ہو۔ [۱۰]

اور ان کو بھی نوٹ کر رہے ہیں جن کو لوگ مرنے کے بعد دنیا میں چھوڑ جاتے ہیں، مثلاً اگر کسی نے ہسپتال، مسجد، مدرسہ، تصنیف، شاگرد یا نیک اولاد وغیرہ چھوڑی تو یہ نیکیاں اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے نامہ اعمال میں درج ہوتی رہیں گی اور اگر کسی نے بدکاری کا اڈہ، شراب خانہ یا جوا خانہ وغیرہ چھوڑا تو یہ برائیاں اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے نامہ اعمال میں درج ہوتی رہیں گی۔ الغرض انسان کی ہر نیکی اور ہر برائی ایک واضح کتاب یعنی اس کے اعمال نامہ میں درج ہو رہی ہے۔
(صفوۃ التفاسیر)

حضرت جریر بن عبداللہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے اسلام میں کسی نیک طریقہ کو ایجاد کیا اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کے ثواب کے برابر اس کو بھی ثواب ملتا رہے گا۔ (کیونکہ اس نیکی کی بنیاد اس نے رکھی تھی) اور نیک کام کرنے والوں کی نیکیوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس کسی نے اسلام میں کسی برے طریقہ کو ایجاد کیا اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کے گناہ کے برابر اس کو بھی گناہ ملتا رہے گا (کیونکہ اس برائی کی بنیاد اس نے رکھی تھی) اور گناہ کرنے والوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (مسلم: ۶۸۰۰: کتاب العلم: باب ۶)

[۹] اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ اہل مکہ کو اس بستی والوں کا قصہ سنائیں جنہوں نے اپنے انبیاء کو جھٹلایا تو ان کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اہل مکہ کو بستی والوں کا قصہ سنایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف دو رسول بھیجے۔ جب بستی والوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید کے لئے تیسرا رسول بھیجا اور ان تینوں نے بستی والوں کو کہا: ہم خود نہیں آئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر وحی نازل فرمائی ہے اور اس نے ہمیں تمہاری طرف بھیجا ہے۔

[۱۰] بستی والوں نے کہا: تم رسول نہیں ہو سکتے کیونکہ تم تو ہماری طرح بشر ہو اور اگر اللہ تعالیٰ نے بشر ہی کو رسول بنانا تھا تو اس نے

قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّاۤ اِلَیْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ رسولوں نے فرمایا: ہمارا رب خوب جانتا ہے، بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔

وَمَا عَلَیْنَاۤ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔[۱۱]

قَالُوْۤا اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَیَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ بستی والوں نے کہا: ہم تو تمہیں (اپنے لئے) بدفال سمجھتے ہیں، اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور ہماری طرف سے تمہیں دردناک عذاب پہنچے گا۔[۱۲]

قَالُوْا طَآىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَىِٕنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ رسولوں نے فرمایا: تمہاری بدفالی تمہارے ساتھ ہے، اگر تمہیں نصیحت کی جائے (تو تم اس کو بدفالی سمجھتے ہو)، دراصل تم لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔[۱۳]

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ یَّسْعٰی قَالَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ اور شہر کے آخری کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا: اے میری قوم! تم (اپنے ان)

ہمیں رسول کیوں نہیں بنایا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تم پر کچھ نازل نہیں کیا، تم جھوٹ بولتے ہو اور اپنی طرف سے باتیں بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہو۔

[۱۱] رسولوں نے فرمایا: ہمیں اللہ تعالیٰ نے ہی بھیجا ہے اور ہمارا کام صرف یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا پیغام تم تک پہنچا دیں اور وہ ہم نے پہنچا دیا ہے۔ اب تمہارا اس پر ایمان لانا یا نہ لانا ہماری ذمہ داری نہیں ہے، جب تم اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تو وہ خود تم سے باز پرس کرے گا۔

[۱۲] بستی والوں نے کہا: تمہارا آنا ہمارے لئے منحوس ثابت ہوا ہے کیونکہ تمہارے آنے سے ایک تو ہمارے اندر انتشار اور بے چینی پیدا ہوگئی ہے اور دوسرا قحط سالی اور تنگدستی نے ہمیں گھیر لیا ہے، لہٰذا ہم تمہیں وارننگ دیتے ہیں کہ تم اپنی دعوت سے باز آجاؤ ورنہ ہم تمہیں پکڑ کر پہلے دردناک عذاب دیں گے اور پھر سنگسار کر کے تمہارا نام ونشاں مٹا دیں گے۔

[۱۳] رسولوں نے فرمایا: تمہاری نحوست دراصل تمہارے کرتوتوں کا وبال ہے۔ ہم تمہیں نیکی کی نصیحت کرتے ہیں مگر تم اسے بدفالی خیال کرتے ہو اور ہمیں سنگسار کرنے کی دھمکیاں دیتے ہو۔ یہ تمہارا بہت بڑا ظلم اور حد سے تجاوز ہے۔

رسولوں کی پیروی کرو۔ [۱۴]

اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ تم پیروی کرو ان لوگوں کی جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ [۱۵]

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ کیا میں اس (اللہ تعالیٰ) کو چھوڑ کر ان کو معبود بنا لوں کہ اگر خدائے رحمٰن مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے گی اور نہ وہ مجھے بچا سکیں گے۔ [۱۶]

اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ پھر تو میں یقیناً کھلی گمراہی میں ہوں گا۔

اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ بے شک میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا ہوں، سو تم میرا اعلان سن لو۔

---

[۱۴] حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ بستی والوں نے جب ان رسولوں کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تو شہر کے آخری کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا تاکہ ان رسولوں کی مدد کرے۔ (تفسیر ابن کثیر) اس کا نام حبیب بتایا جاتا ہے اور اس نے اپنی قوم کو کہا: یہ رسول ہدایت یافتہ ہیں اور تم سے تبلیغ کا کوئی معاوضہ بھی نہیں مانگتے، لہٰذا تم ان کو شہید نہ کرو بلکہ ان کی پیروی کرو۔

[۱۵] قتادہ بیان کرتے ہیں کہ بستی والوں نے حبیب نجار سے پوچھا: کیا تم بھی ان رسولوں کے دین پر ہو؟ اس نے جواب دیا: آخر مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے بلکہ میں تمہیں بھی نصیحت کرتا ہوں کہ تم بھی اس کی عبادت کرو کیونکہ ایک دن تم سب کو اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا۔

[۱۶] حبیب نجار نے مزید کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کروں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے کسی مصیبت میں مبتلا کر دے تو ان میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ مجھے اس کی گرفت سے آزاد کرا سکیں۔ اس علم کے باوجود اگر میں اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لاؤں تو پھر میں یقیناً کھلی گمراہی میں ہوں گا، لہٰذا میرا اعلان غور سے سن لو! میں اس رب پر ایمان لے آیا ہوں جو نہ صرف میرا اور ان رسولوں کا رب ہے بلکہ تم سب کا رب ہے۔

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۝۲۶

۲۶۔ اسے کہا گیا: جنت میں داخل ہو جا، اس نے کہا: کاش! میری قوم بھی جان لیتی۔ [۱۷]

بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝۲۷

۲۷۔ کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا ہے اور مجھے باعزت لوگوں میں شامل کر دیا ہے۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰي قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ۝۲۸

۲۸۔ اور ہم نے اس (کی شہادت) کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم اتارنے والے تھے۔

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ۝۲۹

۲۹۔ وہ تو صرف ایک زبردست چیخ تھی جس سے وہ اچانک بجھ کر رہ گئے۔ [۱۸]

---

[۱۷] حبیب نجار نے جب ایمان کا اعلان کیا تو ساری قوم ان پر ٹوٹ پڑی اور پتھر مار مار کر انہیں شہید کر دیا۔ شہداء کی ارواح کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ روز محشر سے پہلے جنت میں داخل ہوتی ہیں۔ چنانچہ جب حبیب نجار کی روح جنت میں پہنچی تو اپنی قوم کی خیر خواہی کے جذبے سے پکار اٹھی: کاش! میری قوم کو معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے زمانہ کفر کی ساری خطائیں بخش دی ہیں اور معزز لوگوں کے ساتھ مجھے جنت میں داخل فرمایا ہے، تاکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں اور جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہوں۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا:

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

امام قشیری بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اس نے اپنی زندگی میں بھی اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور مرنے کے بعد بھی اپنی قوم کی خیر خواہی کی۔ (تفسیر قرطبی)

[۱۸] حبیب نجار کی شہادت کے بعد اس سرکش قوم کو ہلاک کرنے کے لئے آسمان سے فرشتوں کا لشکر نازل نہیں کیا گیا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت تھی بلکہ ایک فرشتہ کی ایک سخت چیخ نے ہی انہیں بجھی ہوئی آگ کی طرح خاکستر کر دیا۔

پہلی قوموں کو اللہ تعالیٰ نے عام طور پر ایک ہی فرشتہ کے ذریعہ ہلاک کیا اور قیامت کے قریب ساری کائنات کو فنا کرنے کے لئے بھی صرف ایک فرشتہ یعنی اسرافیل کا صور ہی کافی ہوگا مگر غزوہ بدر اور غزوہ خندق میں آسمان سے ہزاروں فرشتے نازل کئے گئے۔ یہ نبی کریم ﷺ کا اعزاز اور خصوصی امتیاز ہے کہ آپ کی امت کی تسکین کے لئے آسمان سے فرشتے نازل کئے گئے۔

وقف غفران

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٣٠﴾

٣٠۔ ہائے افسوس ان بندوں پر! جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آتا تو وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٣١﴾

٣١۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا تھا جواب ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گی۔[١٩]

وَإِنْ كُلٌّ لَمَّا جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٣٢﴾ ع

٣٢۔ اور وہ سب ہمارے ہی سامنے پیش کئے جائیں گے۔

وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ﴿٣٣﴾

٣٣۔ اور ان کے لئے ایک نشانی مُردہ (خشک) زمین ہے جس کو ہم نے زندہ (سرسبز و شاداب) کیا اور ہم نے اس سے غلہ نکالا جس سے وہ کھاتے ہیں۔[٢٠]

وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ﴿٣٤﴾

٣٤۔ اور ہم نے زمین میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات بنائے اور اس میں ہم نے کچھ چشمے بھی جاری کئے۔

---

[١٩] اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے تھے اور انہیں جنت کا راستہ دکھاتے تھے مگر بہت افسوس ہے ان لوگوں پر جنہوں نے اپنے ان خیر خواہ رسولوں کی قدر نہیں کی اور ان کا مذاق اڑایا۔ کیا اہل مکہ نہیں جانتے کہ ان سے پہلے جن قوموں نے انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کی انہیں ہلاک کر دیا گیا اور پھر وہ دنیا میں واپس نہیں آئے، البتہ قیامت کے دن پہلے اور بعد میں آنے والے سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور سب سے ان کے اعمال کے متعلق باز پرس ہوگی، لہٰذا اہل مکہ کو بستی والوں کے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیے اور نبی کریم ﷺ کی مخالفت ترک کر کے آپ ﷺ کی اطاعت کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

[٢٠] منکرین قیامت کو یہ مثال کئی بار سنائی گئی ہے کیونکہ یہ ایسی مثال ہے جس کا عام طور پر سب کو مشاہدہ ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ بارش کے ذریعہ زمین میں ایک قسم کی زندگی پیدا کر دیتا ہے کہ جس میں پہلے سبزہ کا نام و نشان نہیں ہوتا اور ہر طرف خاک اڑ رہی ہوتی ہے وہاں بارش کے بعد غلہ اگنا شروع ہو جاتا ہے جس کو تم کھاتے ہو، اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردہ انسان بھی زندہ ہو کر اُٹھ کھڑے ہوں گے۔

روٹی کی تعظیم

☆ حضرت ابو سکینہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روٹی کی تعظیم کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عزت

لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ تا کہ لوگ اس کے پھل کھائیں اور اس کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، پھر بھی کیا وہ شکر ادا نہیں کرتے۔[۲۱]

سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا (نر اور مادہ) پیدا فرمایا، جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان کے نفسوں کو بھی اور ان چیزوں کو بھی جنہیں وہ ابھی نہیں جانتے۔[۲۲]

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اور ان کے لئے ایک نشانی رات بھی ہے، ہم اس سے دن کو اتار لیتے ہیں تو یکا یک وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔[۲۳]

دی ہے، لہٰذا جو شخص روٹی کی تعظیم کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو عزت عطا فرمائے گا۔

(الجامع الصغیر: امام جلال الدین سیوطی: حدیث نمبر ۱۴۲۴: ص ۸۸)

☆ حضرت عبداللہ بن ام حرام ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روٹی کی تعظیم کرو کیونکہ یہ زمین و آسمان کی برکتوں میں سے ہے، جس نے دسترخوان سے گرنے والا روٹی کا ٹکڑا کھا لیا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا۔

(الجامع الصغیر: امام جلال الدین سیوطی: حدیث نمبر ۱۴۲۶: ص ۸۸)

[۲۱] غلہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین پر باغات بھی بنائے جن سے تم رنگا رنگ پھل کھاتے ہو اور بارش کے علاوہ بعض جگہوں پر چشمے بھی جاری کئے۔ یہ زمین، بارش اور چشمے جن پر ہماری زندگی کا دارومدار ہے ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جس کو انسان کے ہاتھوں نے بنایا ہو۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے لیکن پھر بھی لوگ اس کا شکر ادا نہیں کرتے، یہ کتنی بڑی ناقدری اور ناشکری ہے۔

[۲۲] انسان اور دیگر جانوروں میں نر اور مادہ کے جوڑوں کا وجود تو ایک عام حقیقت ہے جس کو زمانہ قدیم سے ہر شخص جانتا ہے اور نباتات میں نر اور مادہ کا انکشاف انیسویں صدی کی تحقیق ہے لیکن قرآن مجید نے ۱۴۰۰ سال پہلے یہ اعلان کیا کہ نباتات میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں اور ان کے عمل تلقیح سے بیج اور پھل بنتے ہیں۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ قرآن مجید انسانی کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کیونکہ نزول قرآن کے وقت کسی کو علم نہیں تھا کہ نباتات میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں۔ بلکہ قرآن حکیم نے تو ایسے جوڑوں کا بھی ذکر کیا ہے جن کا ابھی لوگوں کو علم نہیں ہے۔ عمل تلقیح کی مزید تفصیل کے لئے سورہ رعد (۱۳) کی آیت نمبر ۳ کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ کریں۔

[۲۳] اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہماری یہ فضا اصل میں تاریک ہے، جب سورج چمکتا ہے تو یہ فضا روشن ہو جاتی ہے اور جونہی

وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ؕ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اور سورج اپنی مقرر شدہ منزل کی طرف چلتا رہتا ہے، یہ بہت غالب (اور) بہت علم والے کا بنایا ہوا نظام ہے۔[۲۴]

سورج غائب ہوتا ہے تو یہ فضا اپنی اصل یعنی اندھیرے کی طرف لوٹ آتی ہے۔

اس میں منکرین قیامت کے لئے ایک دلیل یہ ہے کہ انسان جب رات کو سوتا ہے تو مردہ کی طرح اپنے ماحول سے بے خبر ہوتا ہے جیسے رات نے اس پر موت طاری کر دی ہے اور جب دن کو اٹھتا ہے تو زندہ کی طرح اپنے ماحول سے باخبر ہوتا ہے جیسے دن نے اس میں زندگی لوٹا دی ہے، تو جس طرح اللہ تعالیٰ انسان کو رات اور دن کے ذریعہ موت وحیات کے مشابہ ایک عارضی کیفیت سے گزارتا ہے اسی طرح وہ اس پر بھی قادر ہے کہ ایک دفعہ انسان کو مکمل مردہ کر دے اور پھر ہمیشہ کے لئے دوبارہ زندہ کر دے۔

[۲۴] اللہ تعالیٰ نے سورج کے لئے جو حدود اور اوقات مقرر کر دیئے ہیں وہ ان میں ذرہ بھر کمی بیشی نہیں کر سکتا حالانکہ اگر سورج کسی وقت اپنے مدار سے نکل کر چاند سے ٹکرا جائے تو یہ ساری کائنات تباہ ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ نے سورج کو اپنے مدار کے اندر ہی پابند کر دیا ہے تاکہ نظام کائنات میں کوئی خلل پیدا نہ ہو۔ اب ہزار ہا سال سے سورج اس نظم وضبط کا پابند ہے اور قیامت تک پابند رہے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت کی ایک عظیم دلیل ہے۔

اس آیت کا مفہوم بالکل واضح ہے، اس میں کوئی شبہ اور اشکال نہیں ہے، البتہ اس آیت کے حوالہ سے بخاری ومسلم وغیرہ میں جو حدیث بیان کی گئی ہے اس میں چند اشکالات ہیں، لہٰذا پہلے آپ اس حدیث پاک کو ملاحظہ کریں پھر میں اس کے اشکالات دور کرنے کی کوشش کروں گا:

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ سورج (غروب ہونے کے بعد) کہاں جاتا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے جب وہ اپنی مقررہ منزل تک پہنچتا ہے تو سجدہ کرتا ہے اور اسی حالت میں رہتا ہے یہاں تک کہ اسے کہا جاتا ہے: بلند ہو اور جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ جا، پس وہ لوٹ جاتا ہے اور اپنے مطلع سے طلوع ہوتا ہے، پھر سورج (حسب سابق) چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے جب وہ اپنی مقررہ منزل تک پہنچتا ہے تو سجدہ کرتا ہے اور اسی حالت میں رہتا ہے یہاں تک کہ اسے کہا جاتا ہے: بلند ہو اور جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ جا، پس وہ لوٹ جاتا ہے اور اپنے مطلع سے طلوع ہوتا ہے، پھر یہ معمول جاری رہے گا اور لوگ اس میں کچھ فرق محسوس نہیں کریں گے یہاں تک کہ ایک دن جب سورج عرش کے نیچے اپنی مقررہ منزل تک پہنچے گا تو اسے کہا جائے گا: بلند ہو اور اپنے مغرب سے طلوع ہو، تو اس صبح کو سورج اپنے مغرب سے طلوع ہوگا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ کون سا دن ہوگا؟ یہ وہ دن ہوگا جس دن کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان کے ساتھ کوئی نیکی

نہ کرلی تھی۔ (مسلم:٣٩٩:کتاب الایمان:باب ٧٢، بخاری:٣١٩٩:کتاب بدء الخلق:ب ٤)

اس حدیث پاک کا ظاہری مفہوم کچھ اس طرح سمجھ آتا ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد عرش کے نیچے چلا جاتا ہے، وہاں جا کر سجدہ کرتا ہے (اور رات وہیں گزارتا ہے) پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے واپس آ کر اپنے مطلع سے طلوع ہوتا ہے۔

پہلا اِشکال

اس حدیث میں پہلا اشکال یہ ہے کہ عرش آسمانوں سے اوپر ہے اور سورج آسمانوں سے نیچے فلک میں ہے۔ اگر سورج آسمانوں سے اوپر چلا جائے تو ظاہر ہے اس وقت سورج اس دنیا سے غائب ہوگا اور ساری دنیا میں رات ہوگی حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوا بلکہ دنیا میں ہر وقت کہیں نہ کہیں سورج موجود ہوتا ہے۔

اس اشکال کی ایک توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش آسمانوں سے اوپر ہے اور وہ اتنا بڑا ہے کہ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ (قرآن:٢:٢٥٥) لہٰذا جس طرح زمین و آسمان عرش کے نیچے ہیں اسی طرح سورج کہیں بھی ہو وہ ہر وقت عرش کے نیچے ہی ہے اور اسے اپنے مدار کو چھوڑ کر آسمانوں سے اوپر جانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ جہاں بھی سجدہ کرے گا وہ عرش کے نیچے ہی ہوگا۔

دوسرا اِشکال

اگر سورج عرش کے نیچے جا کر سجدہ ریز ہو جائے تو اس کی گردش منقطع ہو جائے گی حالانکہ ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ سورج جب ایک ملک میں غروب ہوتا ہے تو عین اسی وقت وہ کسی اور ملک میں طلوع ہوتا ہے، لہٰذا غروب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سورج ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے مگر اس کی گردش جاری رہتی ہے، جیسا کہ علامہ صابونی نے اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی لکھی ہے کہ اس آیت میں مقررشدہ منزل سے مراد قیامت ہے یعنی سورج مسلسل گردش کرتا رہے گا حتیٰ کہ قیامت کے دن سورج کی گردش منقطع ہو جائے گی (اور وہ ساکن ہو کر پھر مغرب سے طلوع ہوگا) اور اس طرح یہ دنیا اپنے اختتام کو پہنچ جائے گی۔ (صفوۃ التفاسیر) اور سائنس کی جدید تحقیق بھی یہی ہے کہ سورج ایک سو چالیس میل فی سیکنڈ کے حساب سے گول مدار میں حرکت کر رہا ہے۔

The Sun, which is located relatively far from the nucleus, moves at an estimated speed of about 225 kilometres per second (140 miles per second) in a nearly circular orbit. (Encyclopedia Britannica : Edition 15 : Volume 8 : page 131 : Milky Way Galaxy)

اس اشکال کی توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ سورج کا سجدہ ایسا نہیں ہے جیسے ہم اپنے سارے کام چھوڑ کر مسجد میں جا کر سجدہ کرتے ہیں بلکہ اس کا سجدہ اس کے حال کے مطابق ہوتا ہے اور اس کو اپنی گردش چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ پہاڑ

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ اور ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔ [۲۵]

اور درخت بھی سجدہ کرتے ہیں مگر ہم نے انہیں کبھی اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جاتے نہیں دیکھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سجدہ کرتے ہیں جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے بھی۔ (قرآن: ۲۲:۱۸) اس سے معلوم ہوا کہ سب چیزیں اپنے اپنے انداز کے مطابق اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہیں، یعنی جو چیزیں ہمیشہ ساکن ہیں وہ حالت سکون میں سجدہ کرتی ہیں اور جو چیزیں ہمیشہ متحرک ہیں وہ حالت حرکت میں سجدہ کرتی ہیں۔

تیسرا اشکال

تیسرا اشکال یہ ہے کہ سورج کا اپنی منزل تک پہنچنا، وہاں سجدہ کرنا، پھر اس کا واپس آنا اور اپنے مطلع سے طلوع ہونا، اس کا کیا مطلب ہے؟

اس کی توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ سورج ہر سیکنڈ میں ایک نئی منزل پر پہنچتا ہے جو پہلی منزل سے ۱۴۰ میل دور ہے کیونکہ سورج ایک سیکنڈ میں ۱۴۰ میل کا سفر طے کرتا ہے۔ چنانچہ ہر نئی منزل پر سورج اپنے حال کے مطابق سجدۂ شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ایک منزل کا سفر مکمل کر لیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ اسے حکم دیتا ہے کہ سجدہ سے اٹھو، اپنی مقرر شدہ گردش کی طرف لوٹ جاؤ اور اگلی منزل کی طرف طلوع کرو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ سورج نے اپنی حرکت اور اپنی منزل کی راہ چھوڑ کر کہیں علیحدہ جا کر سجدہ کیا ہے اور وہاں سے اسے واپس لوٹ کر دوبارہ طلوع ہونے کا حکم ہو رہا ہے بلکہ سورج اپنی گردش کے دوران ہی ہر لحہ سجدہ کرتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے کہ مجھے اپنی گردش جاری رکھنی ہے یا قیامت کا وقت تو نہیں آ گیا کہ جب مجھے گردش منقطع کر کے واپس طلوع ہونا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ اسے حکم دیتا ہے کہ تم اپنی گردش حسب دستور جاری رکھو کیونکہ ابھی قیامت کا وقت نہیں آیا۔ چنانچہ سورج مسلسل گردش میں مصروف ہے یہاں تک کہ ایک دن آئے گا جب اس کی حرکت منقطع ہو جائے گی اور وہ مغرب سے طلوع ہوگا اور وہ قیامت کا دن ہوگا۔

☆ الغرض اس حدیث کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ سورج مسلسل گردش کر رہا ہے، اس کا مدار عرش کے نیچے ہے، وہ ہر لحہ اپنے حال کے مطابق اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے اور اجازت لے کر اگلے لحہ کا سفر جاری کرتا ہے حتیٰ کہ جب قیامت آئے گی تو سورج کی گردش منقطع ہو جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مغرب سے طلوع ہوگا۔

[۲۵] چاند کی ۲۸ منزلیں ہیں اور وہ روزانہ ایک منزل کی مسافت طے کرتا ہے۔ پہلی منزلوں میں وہ چھوٹا اور باریک نظر آتا ہے، پھر بتدریج بڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ چودھویں رات کو مکمل نظر آتا ہے، اس کے بعد پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے اور آخری منزل میں پھر ابتدائی شکل کی طرف لوٹ آتا ہے اور باریک سا دکھائی دیتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی جو سوکھ کر ٹیڑھی ہو جاتی

لَا الشَّمۡسُ يَنۡۢبَغِىۡ لَهَاۤ اَنۡ تُدۡرِكَ الۡقَمَرَ وَلَا الَّيۡلُ سَابِقُ النَّهَارِ‌ؕ وَكُلٌّ فِىۡ فَلَكٍ يَّسۡبَحُوۡنَ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ نہ سورج کی یہ مجال کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے، اور سب (اپنے اپنے) مدار میں تیر رہے ہیں۔ [۲۶]

وَاٰيَةٌ لَّهُمۡ اَنَّا حَمَلۡنَا ذُرِّيَّتَهُمۡ فِى الۡفُلۡكِ الۡمَشۡحُوۡنِ ۙ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ اور ان کے لئے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو ایک بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ [۲۷]

ہے۔ آخری منزل کے بعد ایک یا دو دن چاند نظر نہیں آتا اور پھر ہلال بن کر طلوع ہوتا ہے۔ چاند کی ان منازل کا فائدہ یہ ہے کہ لوگ ان سے اپنے دنوں، مہینوں اور سالوں کا حساب کرتے ہیں اور اپنی مخصوص عبادات یعنی رمضان اور حج وغیرہ کا تعین کرتے ہیں۔

[۲۶] سورج، چاند اور ستارے سب فلک میں مصروف گردش ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی اپنی حد اور رفتار سے تجاوز نہیں کرتا۔ اسی لئے نہ رات میں یہ طاقت ہے کہ وہ دن کے وقت میں آ جائے اور نہ ہی سورج کی یہ مجال ہے کہ وہ اپنے مدار سے نکل کر چاند سے جا ٹکرائے، لیکن ایک دن ضرور آئے گا جب سورج اور چاند جمع ہو جائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (ایک دن) سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے۔ (قرآن: ۷۵:۹) اس دن نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا، اس زمین پر انسانی زندگی ختم ہو جائے گی اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ (صفوۃ التفاسیر)

فلک کیا ہے؟

اکثر مفسرین کے نزدیک فلک اور آسمان دو مختلف چیزیں ہیں۔ آسمان اوپر ہیں اور افلاک نیچے ہیں، جیسا کہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: فلک ایک موج کا نام ہے جسے اس کے طبقہ میں روک دیا گیا ہے اور وہ آسمان کے نیچے ہے اور شمس وقمر اسی میں گردش کر رہے ہیں، اور ضحاک کا قول یہ ہے کہ فلک کسی ایسی چیز کا نام نہیں جس کا کوئی جسم ہو بلکہ جہاں یہ سیارے گردش کرتے ہیں ان کے مدار کا نام فلک ہے۔ (تفسیر روح المعانی: سورۃ الأنبیاء (۲۱): زیر آیت نمبر ۳۳)

[۲۷] اس آیت میں کشتی سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے جو سامان اور انسانوں سے بھری ہوئی تھی اور ان کے بعد قیامت تک آنے والی نسل انسانی صرف انہی لوگوں کی اولاد ہے جو اس کشتی میں سوار تھے کیونکہ باقی سارے انسان اس طوفان میں غرق ہو گئے تھے۔ یہ کشتی نسل انسانی پر رحمت خداوندی کی ایک نشانی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کشتی والوں کو نہ بچاتا تو آج دنیا میں کوئی انسان نہ ہوتا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کشتی بنانے کا فن سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کو سکھایا، پھر نسل انسانی نے اس فن میں خوب ترقی کی، پہلے بادبانی اور دخانی کشتیاں بنائیں اور پھر بڑے بڑے جہاز وجود میں آ گئے جن پر انسان

وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ اور ہم نے ان کے لئے اس کشتی کی مانند اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔

وَ اِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَ لَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اور اگر ہم چاہیں تو انہیں غرق کر دیں، پھر نہ ان کے لئے کوئی فریاد رس ہوگا اور نہ وہ بچائے جا سکیں گے۔ [۲۸]

اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ سوائے اس کے کہ ہم ان پر رحمت فرمائیں اور ایک مقررہ مدت تک فائدہ اٹھانے دیں۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَ مَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس (عذاب) سے ڈرو جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ [۲۹]

وَ مَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ اور جب بھی ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی آتی ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ [۳۰]

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنُطْعِمُ

۴۷۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس میں سے خرچ کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے تو کافر لوگ ایمان

بھی سوار ہوتے ہیں اور ان کے ذریعہ تجارتی سامان بھی دوسری جگہوں پر منتقل کیا جاتا ہے۔

[۲۸] اگر اللہ تعالیٰ سب کشتیوں اور بحری جہازوں کو غرق کرنا چاہے تو اس میں سوار لوگوں کو کوئی نہیں بچا سکتا مگر یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ وہ لوگوں کو غرق نہیں کرتا بلکہ ان پر رحم فرماتا ہے تاکہ وہ وقت مقرر تک اپنی زندگی سے لطف اندوز ہوسکیں۔

[۲۹] کفار کو جب کہا جاتا ہے کہ تم عذاب سے ڈرو جو تمہارے سامنے اسی دنیا میں آسکتا ہے جیسے پہلی قوموں پر آیا تھا اور اس عذاب سے بھی ڈرو جو تمہارے مرنے کے بعد آخرت میں آئے گا تاکہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔

[۳۰] کفار مکہ اتنے متعصب اور ہٹ دھرم ہیں کہ جب بھی ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم آتا ہے اور اس کا پیارا نبی ﷺ کوئی معجزہ دکھاتا ہے تو بجائے اس کے کہ وہ اس میں غور وفکر کرنے کے بعد کوئی رائے قائم کریں وہ پہلے ہی اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۴۷﴾

والوں سے کہتے ہیں: کیا ہم اس (غریب) شخص کو کھلائیں جس کو اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود ہی کھلا دیتا، تم تو صرف کھلی گمراہی میں ہو۔ [۳۱]

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ اور وہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہو گا؟

مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَ هُمْ یَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ وہ تو صرف ایک سخت چیخ کا انتظار کر رہے ہیں جو انہیں (اچانک) آ پکڑے گی جب وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ [۳۲]

---

[۳۱] جب کفار مکہ کو کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو مال و دولت عطا فرمایا ہے اس میں سے غریبوں کی بھی مدد کیا کرو تو وہ بڑے تکبر سے کہتے: ہم ان غریبوں کو کیوں کھلائیں جن کو اللہ تعالیٰ نہیں کھلاتا۔ اگر ان میں کوئی اہلیت ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں غریب کیوں بناتا، لہٰذا ہم بھی ان کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا ہے۔ دراصل یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا آزمائش کے لئے بنائی ہے اور اس نے امیر اور غریب اس لئے بنائے ہیں تاکہ امیر لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے خرچ کر کے اس کا شکر ادا کریں اور غریب لوگ اپنی غربت پر صبر کریں۔

[۳۲] کفار کہتے تھے کہ آخر وہ قیامت کب آئے گی جس کے عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔ اس آیت میں انہیں جواب دیا گیا ہے: تم لوگ اپنے معمول کے کاروبار اور بحث و تکرار میں مصروف ہو گے کہ اچانک حضرت اسرافیل علیہ السلام پہلی بار صور پھونکیں گے تو تمہیں اتنی مہلت بھی نہیں ملے گی کہ تم کسی کو کوئی وصیت کر سکو یا واپس اپنے گھر ہی جا سکو بلکہ تمام لوگ جہاں ہوں گے وہیں فنا ہو جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس حال میں قائم ہو جائے گی کہ دو آدمیوں نے خرید و فروخت کے لئے کپڑے پھیلا رکھے ہوں گے اور ابھی انہوں نے کپڑے لپیٹے نہیں ہوں گے کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔ اسی طرح ایک آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ دوہ کر جا رہا ہو گا اور ابھی اس نے پیا نہیں ہو گا کہ قیامت برپا ہو جائے گی، اور ایک آدمی اپنے حوض کو ٹھیک کر رہا ہو گا اور ابھی اس نے اپنے حوض سے پانی نہیں پیا ہو گا کہ قیامت برپا ہو جائے گی اور ایک آدمی اپنا لقمہ اٹھا کر اپنے منہ میں رکھے گا اور اس کو کھانے سے پہلے قیامت برپا ہو جائے گی۔

(بخاری: ۶۵۰۶: کتاب الرقاق: باب ۴۰)

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ۝﴿۵۰﴾

۵۰۔ پھر وہ اس وقت نہ وصیت کر سکیں گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ سکیں گے۔

وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝﴿۵۱﴾

۵۱۔ اور (دوبارہ جب) صور پھونکا جائے گا تو وہ فوراً قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ [۳۳].

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝﴿۵۲﴾

۵۲۔ وہ کہیں گے: ہائے ہماری بدبختی! ہمیں کس نے ہماری خوابگاہ سے اٹھا دیا؟ [۳۴] یہ وہی ہے جس کا وعدہ خدائے رحمٰن نے کیا تھا اور رسولوں نے سچ فرمایا تھا۔ [۳۵]

[۳۳] حضرت اسرافیل علیہ السلام جب پہلی بار صور پھونکیں گے تو قیامت برپا ہو جائے گی اور سب لوگ فنا ہو جائیں گے، البتہ انسان کی ریڑھ کی ہڈی کا رائی برابر ایک چھوٹا سا حصہ باقی رہ جائے گا جس سے قیامت کے دن انسان کو دوبارہ بنایا جائے گا۔
(بخاری و مسلم: سورہ فاطر (۳۵) کی آیت نمبر ۹ کا حاشیہ نمبر ۸ ملاحظہ کریں)

پھر چالیس سال کے بعد جب حضرت اسرافیل علیہ السلام دوسری بار صور پھونکیں گے تو جو جہاں مدفون ہوگا وہیں کھڑا ہو جائے گا۔ اگرچہ جسم فنا ہو چکے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ ریڑھ کی ہڈی کے باقی ماندہ حصے سے انسانوں کو دوبارہ زندہ کر دے گا، پھر جب وہ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور حیرانگی سے دیکھ رہے ہوں گے تو فرشتے ان کو تیزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں لے جائیں گے۔ علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ پہلی بار صور پھونکنے اور دوسری بار کے درمیان چالیس سال کا عرصہ ہوگا۔
(تفسیر قرطبی)

[۳۴] کفار جب قبروں سے اٹھیں گے اور میدان حشر کی ہولناکی دیکھیں گے تو کہیں گے: ہائے ہماری بدبختی! ہمیں کس نے ہماری خواب گاہوں سے اٹھا دیا؟ اس آیت سے بظاہر عذاب قبر کی نفی ہوتی ہے جیسا کہ وہ قبروں میں بے فکر سوئے ہوئے تھے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے جیسا کہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: کفار جب جہنم اور اس کا عذاب دیکھیں گے تو اس کے مقابلہ میں عذاب قبر انہیں بہت کم اور آسان معلوم ہوگا اور وہ قبروں کو (عذاب گاہ نہیں بلکہ) خواب گاہ سمجھیں گے۔ (تفسیر قرطبی)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے صور اور دوسرے صور کی درمیانی مدت یعنی چالیس سال کے لئے اللہ تعالیٰ عذاب قبر کو اٹھا لے گا اور وہ سو جائیں گے اور دوسرے صور کے بعد جب اچانک اٹھیں گے اور قیامت کی ہولناکی دیکھیں گے تو گھبرا کر کہیں گے: ہمیں ہماری خواب گاہ سے کس نے اٹھا دیا؟ (تفسیر خازن)

[۳۵] فراء کہتے ہیں کہ فرشتے کفار کو کہیں گے: یہ وہی دن ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا اور اس کے رسولوں نے تمہیں اس

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾	۵۳۔ اور وہ صرف ایک سخت چیخ ہوگی، پھر وہ سب کے سب فوراً ہمارے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے۔ [۳۶]
فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾	۵۴۔ پس آج کے دن کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور تمہیں صرف ان ہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے۔ [۳۷]
اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾	۵۵۔ بے شک آج کے دن جنت والے (اپنے پسندیدہ) مشاغل سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ [۳۸]
هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾	۵۶۔ وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ [۳۹]
لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾	۵۷۔ ان کے لئے جنت میں (ہر قسم کے) پھل ہوں گے اور ہر وہ چیز جو وہ طلب کریں گے۔

دن کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ بالکل سچ تھا مگر تم نے انکار کر دیا تھا۔ (تفسیر قرطبی)

[۳۶] علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں: اس سے مراد دوسرا صور ہے جس کا ذکر آیت نمبر ۵۱ میں کیا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر) یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام جب دوسری بار صور پھونکیں گے تو سب کو دوبارہ زندہ کر کے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کر دیا جائے گا اور ان میں سے کوئی بھی کہیں بھاگ نہیں سکے گا۔

[۳۷] قیامت کے دن عدل و انصاف کے سارے تقاضے پورے کئے جائیں گے، کسی شخص پر خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اس پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

[۳۸] ابو حیان کہتے ہیں: مشاغل سے مراد یہ ہے کہ وہ جنتی نعمتوں میں اس قدر مشغول ہوں گے کہ ان کے دل میں اور کسی چیز کا خیال تک نہیں آئے گا۔ (تفسیر البحر المحیط)

[۳۹] جنتی حضرات اور ان کی بیویاں ایسے تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے جن کو کپڑوں اور پردوں کے ساتھ سجایا گیا ہوگا اور وہ تخت ایسے سایوں میں ہوں گے جہاں نہ تو سورج کی گرمی پہنچ سکے گی اور نہ ہی زیادہ ٹھنڈک ہوگی بلکہ خوش گوار موسم اور

سَلٰمٌ ۟ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ مہربان پروردگار کی طرف سے انہیں سلام کہا جائے گا۔[۴۰]

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ اور اے مجرمو! آج تم الگ ہو جاؤ۔[۴۱]

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾

۶۰۔ اے بنی آدم! کیا میں نے تمہیں تاکیدی حکم نہیں دیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔[۴۲]

وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾

وقف غفران

۶۱۔ اور یہ کہ تم میری ہی عبادت کرنا، یہی سیدھا راستہ ہے۔

خوب صورت ماحول ہوگا۔

[۴۰] جنت کی بہاروں میں جنتی خواتین وحضرات اپنی خواہش کے مطابق رنگارنگ پھلوں اور نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے کہ اچانک مہربان رب تعالیٰ کی طرف سے جب سلام کی صدائے دلنواز آئے گی تو وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ اس کی تفصیل درج ذیل حدیث پاک میں ملاحظہ کریں:

☆ حضرت جابر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت اہل جنت اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے تو اچانک ان پر ایک نور ظاہر ہوگا۔ جب وہ اپنا سر اٹھائیں گے تو وہ دیکھیں گے کہ رب تعالیٰ اوپر سے ان پر جلوہ ڈال رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے اہل جنت! السلام علیکم، اور اس آیت کا یہی مطلب ہے، پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت کی طرف نگاہ کرم فرمائے گا اور جنتی لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں گے۔ اس دوران وہ جنت کی کسی دوسری نعمت کی طرف توجہ نہیں کریں گے بلکہ جمال حقیقی کے دیدار میں ہی مستغرق رہیں گے یہاں تک کہ جمال حقیقی ان سے پردہ فرمالے لیکن اس کا نور اور اس کی برکت ان پر اور ان کے گھروں پر جلوہ گر رہے گی۔

(ابن ماجہ: ۱۸۴: کتاب السنۃ: باب ۱۳)

[۴۱] قیامت کے دن حساب وکتاب کے بعد اہل ایمان اور کفار کو الگ الگ کر دیا جائے گا اور پھر وہ کبھی اکٹھے نہیں ہوں گے یعنی اہل ایمان ہمیشہ کے لئے جنت میں خوش وخرم رہیں گے اور کفار ہمیشہ کے لئے جہنم میں پریشان رہیں گے۔

[۴۲] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اولاد آدم کو فرمائے گا: میں نے تمہیں انبیاء اور علماء کے ذریعہ پوری تاکید سے بتا دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے اور وہ جہنم میں جائے گا۔ اگر تم نے اس کی اطاعت کی تو وہ تمہیں بھی جہنم میں لے جائے گا۔

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٢﴾

٦٢۔ اور بے شک شیطان نے تم میں سے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا، کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے۔ [٤٣]

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿٦٣﴾

٦٣۔ یہی وہ دوزخ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٦٤﴾

٦٤۔ آج تم اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ اس کفر کی وجہ سے جو تم کیا کرتے تھے۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَيْدِيْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٦٥﴾

٦٥۔ آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں ان اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ [٤٤]

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿٦٦﴾

٦٦۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھوں کے نشان تک مٹا دیتے، پھر وہ راستہ کی طرف دوڑ کر آتے بھی تو وہ کیسے دیکھ سکتے تھے۔ [٤٥]

---

[٤٣] یعنی تمہیں بار بار بتا دیا گیا تھا کہ میری عبادت اور اطاعت ہی وہ سیدھا راستہ ہے جو تمہیں جنت میں لے جائے گا مگر پھر بھی تم نے عقل سے کام نہ لیا اور شیطان نے تم میں سے اکثر لوگوں کو گمراہ کر دیا، لہٰذا اب تمہیں اپنی گمراہی کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہونا ہی پڑے گا۔

[٤٤] قیامت کے دن مشرکین کو جب اپنا برا انجام نظر آئے گا تو گھبرا کر جھوٹ بولیں گے: قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا رب ہے! ہم مشرک نہیں تھے۔ (قرآن: ٦: ٢٣) اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا اور اس کے حکم سے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء گواہی دیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں بھی ان اعمال کی گواہی دیں گی جو وہ کرتے تھے۔ (قرآن: ٤١: ٢٠)

ہمارے اعضاء ہماری ہر نقل و حرکت کے چشم دید گواہ ہیں اور سیکورٹی کیمروں کی طرح ہماری ہر نقل و حرکت کی فلم بنا رہے ہیں۔ قیامت کے دن جو بھی جھوٹ بولنے کی کوشش کرے گا یہ اعضاء اس کا سارا کچا چٹھا کھول کر اس کے سامنے رکھ دیں گے۔

[٤٥] مشرکین مکہ نے جس طرح ہماری آیات سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں، اس کی پاداش میں اگر ہم چاہتے تو اسی دنیا میں ان کی

وَ لَوۡ نَشَآءُ لَمَسَخۡنٰهُمۡ عَلٰی مَكَانَتِهِمۡ فَمَا اسۡتَطَاعُوۡا مُضِيًّا وَّلَا يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۶۷﴾ ع

۶۷۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی جگہ پر ہی ہم ان کی صورتیں مسخ کر دیتے، پھر نہ وہ آگے جاسکتے اور نہ ہی واپس لوٹ سکتے۔

وَمَنۡ نُّعَمِّرۡهُ نُنَكِّسۡهُ فِی الۡخَلۡقِ ؕ اَفَلَا يَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۸﴾

۶۸۔ اور ہم جس کو لمبی عمر دیتے ہیں اس کی طبعی قوتوں کو کمزور کر دیتے ہیں، کیا وہ عقل نہیں رکھتے؟ [۴۶]

وَمَا عَلَّمۡنٰهُ الشِّعۡرَ وَمَا يَنۡۢبَغِیۡ لَهٗ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ وَّقُرۡاٰنٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۶۹﴾

۶۹۔ اور ہم نے ان (نبی ﷺ) کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ ان کے شایان شان ہے، یہ کتاب تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے۔ [۴۷]

آنکھوں کو اس طرح نکال دیتے کہ ان کا نام ونشان بھی باقی نہ رہتا اور جن راستوں پر وہ ہمیشہ چلتے تھے انہیں وہ راستے بھی نظر نہ آتے، اور اگر ہم چاہتے تو ان کی صورتیں مسخ کر کے انہیں پتھر یا اپاہج بنا دیتے، پھر وہ آگے پیچھے حرکت بھی نہ کر سکتے، مگر یہ ہمارا فضل وکرم ہے کہ ہم نے ان کو فوراً اندھا یا پتھر نہیں بنا دیا بلکہ انہیں مہلت دی ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کرلیں۔

[۴۶] اللہ تعالیٰ جب کسی مضبوط اور صحت مند آدمی کو لمبی عمر دیتا ہے تو بڑھاپے میں اسے بچپن کی حالت کی طرف لوٹا دیتا ہے، یعنی وہ پھر بچپن کی طرح کمزور اور دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جوانی میں ہی کسی سرکش کو اندھا یا اپاہج بنا دینا اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے لیکن پھر بھی کفار مکہ عقل سے کام نہیں لیتے اور اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں ڈرتے۔

[۴۷] کفار مکہ لوگوں کو نبی کریم ﷺ سے دور رکھنے کے لئے طرح طرح کے الزامات لگاتے تھے، ان میں سے ایک یہ تھا کہ آپ ﷺ شاعر ہیں اور قرآن آپ کے شاعرانہ تخیلات کا مجموعہ ہے، اور اہل عرب کے ہاں عام طور پر شاعر اس کو کہتے تھے جو خیالی باتیں کرے اور سب سے عمدہ شعر اس کو کہتے تھے جس میں زیادہ جھوٹ بولا گیا ہو۔ (صفوۃ التفاسیر)

اس آیت میں کفار مکہ کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ ہی یہ ان کے شایان شان ہے اور قرآن مجید بھی اشعار کا مجموعہ نہیں بلکہ سراپا رشد وہدایت اور نصیحت ہے۔

اشعار کہنا اور اشعار سننا بذات خود کوئی معیوب بات نہیں بلکہ ان سے تو کسی حقیقت کا اثر دوگنا ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خود اشعار پڑھے بھی ہیں اور صحابہ کرام ؓ سے سنے بھی ہیں لیکن وہ اشعار جن میں افراط وتفریط اور تخیلات کا بیان جھوٹ اور کفر کی حد تک پہنچ جائے تو ایسے اشعار کا کہنا اور سننا دونوں حرام ہیں۔ قرآن مجید میں ایسے اشعار کو گمراہی قرار دیا گیا ہے، لہٰذا ایسے اشعار سے نبی کریم ﷺ کا کوئی تعلق نہیں۔

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

۷۰۔ تا کہ وہ ہر اس شخص کو ڈر سنائیں جو زندہ ہے اور کافروں پر حجت ثابت ہو جائے۔ [۴۸]

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝

۷۱۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے دست قدرت سے بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے مویشی بنائے، پھر (اب) وہ ان کے مالک ہیں۔ [۴۹]

وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ۝

۷۲۔ اور ہم نے ان مویشیوں کو ان کے تابع کر دیا، پس ان مویشیوں میں سے بعض تو ان کی سواریاں ہیں اور ان میں سے بعض کا وہ گوشت کھاتے ہیں۔

نیز عرب کے فصحاء اور ماہرین کلام کے نزدیک شعر اس کو کہتے ہیں جس کو شاعر نے شعر کہنے کے ارادہ اور قصد سے کہا ہو اور اگر بغیر ارادہ کے کسی کی زبان سے شعر کی طرح کوئی موزون کلام نکل جائے تو اسے شعر نہیں کہتے۔ (تفسیر قرطبی) بلکہ یہ اتفاق ہے جیسا کہ غزوہ حنین کے دن نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ـــ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں اللہ تعالیٰ کا سچا نبی ہوں، اس میں ذرا جھوٹ نہیں۔ میں عبد المطلب کا فرزند ہوں۔ (بخاری: ۲۸۶۴: کتاب الجہاد: باب ۵۲) سورہ شعراء (۲۶) کی آیات نمبر ۲۲۴ تا ۲۲۷ کے حاشیہ جات نمبر ۹۶ تا ۹۷ میں اشعار کہنے کے متعلق چند احادیث ملاحظہ کریں۔

[۴۸] قرآن مجید اس لئے نازل کیا گیا ہے تا کہ آپ ہر اس شخص کو ڈر سنائیں جس کا دل زندہ ہے یعنی وہ آزادی کے ساتھ غور و فکر کرنے اور ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ دراصل ایسے ہی زندہ دل لوگوں کو ڈرانے کا کوئی فائدہ بھی ہوتا ہے لیکن جن لوگوں کے دل مردہ ہیں یعنی انہوں نے اپنے ذہن و ضمیر پر تعصب اور عناد کے پردے ڈال رکھے ہیں تو ایسے مردہ دل لوگوں سے ہدایت قبول کرنے کی امید تو نہیں ہے، البتہ ان پر عذاب الٰہی کی حجت قائم ہو جائے گی اور وہ یہ عذر پیش نہیں کر سکیں گے کہ ان کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔

[۴۹] اللہ تعالیٰ نے انسان پر بے شمار احسانات فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک کو یہاں یاد دلایا گیا ہے یعنی اس نے اپنے دست قدرت سے مختلف قسم کے چوپائے بنائے مثلاً گائے بھینس، بھیڑ بکری، اونٹ اور گھوڑے وغیرہ۔ ان کے بنانے میں انسان کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان مویشیوں کا مالک بنا دیا۔ ان میں سے بعض جانور بڑے جسم والے اور بعض بڑے طاقتور ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سب کو انسان کے تابع کر دیا ہے، لہٰذا وہ بعض چوپایوں کو سواری کے لئے

وَ لَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

۷۳۔ اور ان کے لئے ان مویشیوں میں اور بھی فائدے ہیں اور پینے کی چیزیں ہیں، پھر بھی کیا وہ شکر ادا نہیں کرتے؟ [۵۰]

وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾

۷۴۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بنا لئے ہیں اس امید پر کہ ان کی مدد کی جائے گی۔

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾

۷۵۔ حالانکہ وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے بلکہ وہ (کفار) خود ان معبودوں کے لئے تیار شدہ لشکر ہیں۔ [۵۱]

وقف لازم

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾

۷۶۔ پس کفار کی باتیں آپ کو رنجیدہ نہ کریں، بے شک ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ [۵۲]

استعمال کرتا ہے اور بعض کو ذبح کر کے ان کا گوشت کھاتا ہے۔

[۵۰] ان چوپایوں میں صرف سواری اور گوشت کا ہی فائدہ نہیں بلکہ بعض سے دودھ نکالا جاتا ہے، بعض کی اون سے گرم کپڑے بنائے جاتے ہیں اور بعض کے چمڑوں سے جوتے بنائے جاتے ہیں۔ الغرض ہر وقت انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہا ہے لیکن یہ کتنی بڑی ناانصافی ہے کہ پھر بھی اکثر انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے۔

[۵۱] جن نعمتوں کی وجہ سے انسان کی زندگی کی گاڑی چل رہی ہے وہ ساری اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں لیکن یہ کیسے عجیب لوگ ہیں کہ انہوں نے اپنے محسن حقیقی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنا لیا ہے اور ان بتوں سے یہ امید بھی رکھتے ہیں کہ وہ مشکل کے وقت ان کی مدد کریں گے حالانکہ وہ تو اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے، کوئی ان بتوں کی مذمت کرے تو ان میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کا جواب ہی دے سکیں بلکہ تم خود ہی ان بتوں کا تیار شدہ لشکر ہو، اگر تم ان کا دفاع نہ کرو تو کوئی بھی انہیں توڑ سکتا ہے۔

[۵۲] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ کفار مکہ جب اپنے خالق اور رب کو ہی تسلیم نہیں کرتے تو اگر وہ آپ کو شاعر کہیں تو آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ ہم ان کے ظاہر و باطن کو خوب جانتے ہیں اور وقت مقررہ پر ہم ان سے پورا پورا مواخذہ کریں گے۔

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝٧٧

٧٧۔ کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے ایک نطفہ سے پیدا کیا، پھر وہ یکایک کھلا جھگڑالو بن گیا۔

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝٧٨

٧٨۔ اور وہ ہمارے لئے مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، کہنے لگا: ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جبکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ [٥٣]

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ۝٧٩

٧٩۔ آپ فرما دیں: ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا، اور وہ ہر مخلوق کو خوب جانتا ہے۔ [٥٤]

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝٨٠

٨٠۔ جس نے تمہارے لئے سر سبز درخت سے آگ پیدا کی، پھر اب تم اسی سے آگ جلاتے ہو۔ [٥٥]

---

[٥٣] کیا انسان کو معلوم نہیں کہ ہم نے اسے پانی کے ایک قطرہ سے پیدا کیا؟ پھر وہ ہمارے ہی خلاف باتیں اور مثالیں بناتا ہے کہ ہم بوسیدہ ہڈیوں سے انسان کو دوبارہ کیسے زندہ کریں گے؟ اور اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے۔

[٥٤] اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلی بار پانی کے ایک قطرہ سے ہڈیوں اور انسان کو بنایا اسی طرح وہ ان ہڈیوں سے دوبارہ بھی انسان بنا سکتا ہے۔

☆ حضرت حذیفہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: (پہلی امتوں میں) ایک شخص کی موت قریب آئی اور جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی: جب میں مر جاؤں تو مجھے جلانے کے لئے بہت سی لکڑیاں اکٹھی کر کے اس میں آگ لگا دینا حتیٰ کہ جب آگ میرے گوشت کو جلا کر میری ہڈیوں تک پہنچ جائے اور وہ بھی جل (کر سیاہ ہو) جائیں تو ان کو پیس لینا، پھر جس دن تیز ہوا ہو اس (راکھ) کو سمندر میں بکھیر دینا، سو اس کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی راکھ کو جمع کر کے (اسے زندہ کیا اور) فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا: تیرے ڈر کی وجہ سے، پس اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ بخش دیئے۔

(بخاری: ٣٤٥٢: کتاب الانبیاء: باب ٥٢)

[٥٥] ماچس اور لائٹر کی ایجاد سے پہلے لوگ چقماق کے ذریعہ آگ جلاتے تھے اور اہل عرب سر سبز درختوں کے ذریعہ آگ جلایا کرتے تھے جیسا کہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: عرب میں دو درخت معروف تھے، ایک کا نام مرخ اور دوسرے کا نام عفار تھا، عرب لوگ ان دونوں درختوں کی دو شاخیں مسواک کی طرح کاٹ لیتے جو بالکل تازہ ہوتیں اور ان سے پانی ٹپک رہا ہوتا

اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؔ بَلٰی ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۱﴾

۸۱۔ اور جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے لوگوں کو (دوبارہ) پیدا کردے؟ کیوں نہیں! وہ سب کو پیدا کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔[۵۶]

اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۸۲﴾

۸۲۔ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ صرف اتنا ہی کہتا ہے کہ ''ہوجا'' تو وہ فوراً ہوجاتی ہے۔[۵۷]

تھا جب وہ ایک شاخ کو دوسری پر رگڑتے تو اس سے آگ پیدا ہو جاتی تھی۔ اس آیت میں سرسبز درخت سے اہل عرب کے اسی معمول کی طرف اشارہ ہے۔ (تفسیر قرطبی) حالانکہ آگ اور پانی کی طبیعت میں تضاد ہے اور سرسبز شاخ میں بھی نمی اور پانی ہوتا ہے، لہٰذا اس سے آگ کا پیدا ہو جانا اس کی طبیعت کے خلاف ہے لیکن خالق کائنات کے لئے یہ مشکل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جب سرسبز شاخ کے پانی سے آگ پیدا کرسکتا ہے تو اس کے لئے ہڈیوں سے دوبارہ انسان بنا دینا بھی کوئی مشکل نہیں ہے۔

عام طور پر خشک لکڑی سے ہی آگ جلائی جاتی ہے مگر بعض سرو (Cypress) وغیرہ ایسے درخت بھی ہیں جن کی سرسبز شاخوں میں تیل نما پانی ہوتا ہے اور جونہی انہیں آگ میں پھینکا جاتا ہے تو وہ بھی فوراً جل اٹھتی ہیں۔

[۵۶] اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تو اس کے لئے انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں ہے کیونکہ یہ زمین و آسمان کے پیدا کرنے سے آسان ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو (دوبارہ) پیدا کرنے سے بہت بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (قرآن: ۴۰:۵۷)

[۵۷] اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو بنانے کا ارادہ کرے تو وہ مواد اور وسائل کا محتاج نہیں ہے بلکہ صرف لفظ ''کن یعنی ہوجا'' کہنے سے وہ چیز فوراً وجود میں آجاتی ہے، تو ایسی قادر مطلق ہستی کے بارے میں یہ سوچنا کہ وہ بوسیدہ ہڈیوں سے انسان کو دوبارہ کیسے پیدا کرے گا بہت بڑی نادانی ہے۔ جو پہلی بار پانی کے قطرہ سے انسان کو پیدا کرسکتا ہے وہ دوسری بار ہڈی سے کیوں پیدا نہیں کرسکتا؟

مفسرین لکھتے ہیں کہ ''ہوجا'' کا لفظ صرف سمجھانے کے لئے ذکر کیا گیا ہے، درحقیقت اللہ تعالیٰ اس لفظ کا بھی محتاج نہیں صرف اس کے ارادہ سے ہی وہ چیز فوراً معرض وجود میں آجاتی ہے۔ (صفوۃ التفاسیر: سورۃ النحل (۱۶): زیر آیت نمبر ۴۰) اللہ تعالیٰ صرف ارادہ کے ساتھ جب ساری کائنات پیدا کرسکتا ہے تو مردہ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔

فَسُبۡحٰنَ الَّذِیۡ بِیَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَیۡءٍ وَّ اِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۳﴾ ع

۸۳۔ پس پاک ہے وہ ذات جس کے دست قدرت میں ہر چیز کی حکومت ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔[۵۸]

---

[۵۸] اس کائنات کی ہر چیز کا حقیقی حکمران صرف اللہ تعالیٰ ہے اور ہم سب کو ایک دن اس کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے جہاں ہمارے اعمال کے متعلق ہم سے باز پرس ہوگی۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز مغرب بروز پیر ۲۵ جنوری ۲۰۱۰ء بمطابق ۹ صفر ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۹ جنوری تا ۲۵ جنوری یعنی صرف ۱۶ دنوں میں سورہ یٰسین کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الصّٰفّٰت (٣٧)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''صافات'' ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی اسلام کے تین بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت اور آخرت کو متعدد بار بیان کیا گیا ہے۔

اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے تین قسمیں کھا کر عقیدہ توحید کو اجاگر فرمایا ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہے اور زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے سب کا وہی پروردگار ہے۔

اہل مکہ قیامت کے منکر تھے اور کہتے تھے: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم مر کر مٹی ہو جائیں، ہماری ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو جائیں اور پھر ہم کو زندہ کر دیا جائے؟ اس پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت ضرور آئے گی، یہ میرے رب کا وعدہ ہے اور دوبارہ زندہ کرنا اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ وہ قادر مطلق ہے، اس کی صرف ایک جھڑک سے ہی سارے لوگ قبروں سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔

قیامت کے دن منکرین قیامت آپس میں جھگڑیں گے اور ایک دوسرے پر الزام تراشی کریں گے کہ تم نے ہمیں گمراہ کیا تھا مگر اس دن گمراہ ہونے والوں کا یہ عذر قبول نہیں ہوگا کیونکہ انہوں نے اپنی عقل سے کام کیوں نہ لیا اور گمراہوں کی اندھی تقلید کیوں کی؟ لہٰذا دونوں عذاب کے مستحق ہوں گے۔

مکہ میں نبی کریم ﷺ اور آپ پر ایمان لانے والے بڑے مشکل حالات سے دوچار تھے، ان کو تسلی دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے چند انبیائے کرام یعنی حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، اور حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ ان پر بھی منکرین نے مصائب کے پہاڑ توڑے لیکن وہ ثابت قدم رہے اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیابی سے ہمکنار فرمایا۔

اس سورت میں ذبح اسماعیل علیہ السلام کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کی رضا کے لئے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس واقعہ میں مکہ کے مسلمانوں کے لئے تسلی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اتنی اہم اور اعلیٰ ہے کہ اس کے لئے اگر اپنی اولاد اور رشتہ داروں سے جدا ہونا پڑے تو بھی یہ سودا نفع بخش ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز فجر بروز جمعہ، ٢٩ جنوری ٢٠١٠ء بمطابق ١٣ صفر ١٤٣١ھ

اٰیاتھا ۱۸۲ ۳۷ سورۃ الصّٰفّٰت مکیۃ ۵۶ رکوعاتھا ۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾

۱۔ قسم ہے قطار در قطار صف باندھنے والے فرشتوں کی۔

فَالزّٰجِرٰتِ زَجۡرًا ۙ﴿۲﴾

۲۔ پھر (قسم ہے) خوب ڈانٹنے والے فرشتوں کی۔

فَالتّٰلِیٰتِ ذِکۡرًا ۙ﴿۳﴾

۳۔ پھر (قسم ہے) قرآن کی تلاوت کرنے والے فرشتوں کی۔

اِنَّ اِلٰـہَکُمۡ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾

۴۔ بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے۔[۱]

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا وَرَبُّ الۡمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾

۵۔ وہی آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کا رب ہے اور وہی تمام مشرقوں کا رب ہے۔[۲]

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیَا بِزِیۡنَۃِۣ الۡکَوَاکِبِ ۙ﴿۶﴾

۶۔ بے شک ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں کی زینت سے آراستہ کیا۔

وَحِفۡظًا مِّنۡ کُلِّ شَیۡطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾

۷۔ اور (اس کو) ہر سرکش شیطان سے محفوظ کر دیا۔

---

[۱] اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے تین قسمیں یاد فرمائیں یعنی ان فرشتوں کی قسم جو نماز میں صفیں باندھے کھڑے ہیں، جو شیاطین کو ڈانٹ کر بھگاتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کرتے ہیں۔ ان مقدس گروہوں کی قسم کھانے کے بعد ارشاد فرمایا: تمہارا معبود صرف ایک ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

بعض کفار فرشتوں کی عبادت کرتے تھے۔ ان آیات میں ان کی تردید کی گئی ہے کہ فرشتے تو خود اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا رہتے ہیں تو پھر وہ خدا کیسے بن سکتے ہیں؟

[۲] سورج نکلنے کی جگہ کو مشرق کہتے ہیں، سورج اگرچہ مشرق سے طلوع ہوتا ہے مگر ہر روز نئی جگہ سے طلوع ہوتا ہے۔ اس طرح سال میں سورج کے نکلنے کی ۳۶۵ جگہیں بنتی ہیں اور ان سب کا مالک اور رب اللہ تعالیٰ ہے۔

لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿۸﴾

۸۔ وہ عالم بالا کے فرشتوں کی باتیں نہیں سن سکتے اور ان پر ہر طرف سے (انگارے) پھینکے جاتے ہیں۔[۳]

دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿۹﴾

۹۔ ان کو بھگانے کے لئے اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾

۱۰۔ مگر جو شیطان کچھ جھپٹ لینا چاہتا ہے تو ایک چمکتا ہوا انگارہ اس کا تعاقب کرتا ہے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ پس ان (کافروں) سے پوچھئے: کیا ان کا پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا وہ (سارے جہان) جن کو ہم نے پیدا کیا ہے؟ بے شک ہم نے ان (انسانوں) کو لیس دار گارے سے پیدا کیا ہے۔[۴]

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ آپ تو تعجب کا اظہار کرتے ہیں اور وہ مذاق اڑاتے ہیں۔[۵]

---

[۳] اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو آسمان کی زینت اور لوگوں کی رہنمائی کا ذریعہ بنایا ہے اور آسمان کو ہر سرکش شیطان سے محفوظ کر دیا ہے۔ اگر شیاطین عالم بالا کے فرشتوں کی باتیں سننے کے لئے اوپر جانے کی کوشش کریں تو ہر طرف سے چمکتے ہوئے انگارے ان پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور انہیں مار مار کر نیچے بھگا دیتے ہیں۔ دنیا میں اسی طرح شیاطین کو مار پڑتی رہے گی اور آخرت میں ان پر دائمی عذاب مسلط کر دیا جائے گا۔

[۴] میرے پیارے نبی ﷺ! آپ ان منکرین قیامت سے پوچھیں: کیا اللہ تعالیٰ کے لئے زمین و آسمان اور سورج و چاند کو پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا ایک چھوٹے سے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا جس کو اس نے پہلے لیس دار گارے سے پیدا کیا اور پھر پانی کے ایک قطرے سے اس کی نسل کا سلسلہ جاری کر دیا؟ ظاہر ہے جس نے زمین و آسمان جیسی عظیم اور وسیع چیزوں کو بغیر کسی مادہ کے پیدا کر دیا ہے اس کے لئے انسان کو قبر کی مٹی اور ہڈیوں سے دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔

[۵] قیامت کے بارے میں روشن نشانیوں اور واضح دلائل کے باوجود جب اہل مکہ اس کا انکار کرتے اور اس کا مذاق اڑاتے تو نبی کریم ﷺ بڑا تعجب کرتے کہ یہ لوگ اپنی عقل و دانش سے کام کیوں نہیں لیتے۔ قرآن کریم نے اگلی آیات میں اس کا جواب دیا ہے کہ دراصل یہ لوگ تعصب اور ہٹ دھرمی کا شکار ہیں، اس لئے جب بھی انہیں نصیحت کی جاتی ہے یا کوئی معجزہ دکھایا جاتا ہے تو وہ بغیر سوچے سمجھے اس کا انکار کر دیتے ہیں بلکہ اس کو جادو قرار دیتے ہیں۔

وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ نصیحت قبول نہیں کرتے۔

وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اور جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں۔

وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اور کہتے ہیں: یہ تو کھلا جادو ہے۔

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے؟

اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (اٹھائے جائیں گے)؟

قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ آپ فرما دیں: ہاں! اور (بلکہ تم ایسے حال میں اٹھائے جاؤ گے کہ) تم ذلیل وخوار بھی ہو گے۔ [۶]

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ قیامت تو صرف ایک زوردار جھڑک ہوگی، پھر وہ یکا یک (حیرانگی سے) دیکھنے لگیں گے۔ [۷]

وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ اور وہ کہیں گے: ہائے ہماری بدبختی! یہ تو جزا کا دن ہے۔ [۸]

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ (انہیں کہا جائے گا: ہاں!) یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

---

[۶] اس آیت میں منکرین قیامت کو بتایا جا رہا ہے کہ قیامت کے دن سب انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا لیکن تمہیں قیامت کے انکار کی وجہ سے ذلیل وخوار بھی ہونا پڑے گا۔

[۷] دوبارہ زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ صرف اس کے حکم سے حضرت اسرافیل صور پھونکیں گے تو سب اٹھ کھڑے ہوں گے اور حیرانگی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگیں گے۔

[۸] منکرین قیامت جب قبروں سے اٹھیں گے تو پچھتائیں گے اور پکار اٹھیں گے: ہائے ہماری بدبختی! یہ تو جزا کا دن ہے، اور

اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ ان لوگوں کو جمع کرو جنہوں نے ظلم کیا اور ان کے ساتھیوں کو اور ان کو جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر، پھر ان سب کو دوزخ کی راہ پر لے چلو۔[۹]

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اور انہیں (ذرا) روک لو کیونکہ ان سے باز پرس کی جائے گی۔[۱۰]

مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔[۱۱]

فرشتے بھی انہیں کہیں گے: ہاں یہ وہی قیامت کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

[۹] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرمائے گا کہ وہ ظالموں کو، ان کے ساتھیوں اور ان کے معبودوں کو اکٹھا کر کے دوزخ کی راہ پر لے چلیں۔ یہاں ظالموں سے مراد کافر و مشرک لوگ ہیں اور ان کے ساتھیوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان کے ساتھ کفر و شرک میں شریک تھے اور معبودوں سے مراد بت وغیرہ تھے جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔ اس میں بتوں کا کوئی قصور نہیں ہے کیونکہ بتوں نے کبھی کسی کو نہیں کہا کہ وہ ان کی عبادت کرے، لہٰذا بت وغیرہ دوزخ میں سزا پانے کے لئے نہیں بلکہ مشرکوں کو سزا دینے کے لئے جائیں گے کہ انہوں نے ان کو معبود کیوں بنایا۔

[۱۰] مفسرین نے بیان کیا ہے کہ جب فرشتے مشرکین کو لے کر دوزخ کی طرف چلیں گے تو پل صراط کے قریب پہنچنے کے بعد فرشتوں کو حکم ہوگا: ان کو روک لو کیونکہ ان سے باز پرس کی جائے گی۔ (تفسیر معالم التنزیل)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن کسی شخص کے قدم اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی عدالت سے علیحدہ نہیں ہو سکیں گے جب تک اس سے پانچ سوالوں کا جواب نہ لیا جائے:

۱۔ اس نے اپنی عمر کن کاموں میں صرف کی۔ (اچھے یا برے)؟
۲۔ اس نے اپنی جوانی کس کام میں صرف کی۔ (اچھے یا برے)؟
۳۔ اس نے اپنا مال کہاں سے کمایا۔ (حلال طریقہ سے یا حرام سے)؟
۴۔ اس نے اپنا مال کہاں خرچ کیا۔ (اچھے کاموں میں یا برے کاموں میں)؟
۵۔ اس نے اپنے علم پر کیا عمل کیا۔ (یعنی اپنے علم پر کتنا عمل کیا)؟ (ترمذی: ۲۴۱۶: ابواب القیامۃ: باب ۱)

[۱۱] اس دنیا میں مشرک لیڈر اپنے پیروکار ساتھیوں کی خوب مدد کرتے ہیں اور اس باہمی تعاون پر فخر کرتے ہیں مگر قیامت کے دن

بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ بلکہ آج تو وہ خود گردن جھکائے کھڑے ہوں گے۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر سوال و جواب کریں گے۔

قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ وہ (پیروکار) کہیں گے: بے شک تم ہمارے پاس دائیں طرف سے آتے تھے۔ [۱۲]

قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ وہ (پیشوا) جواب دیں گے: بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے۔ [۱۳]

وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اور ہمارا تم پر کوئی زور نہ تھا، بلکہ تم خود سرکش لوگ تھے۔

فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ پس ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی، بے شک ہم (عذاب کا مزہ) چکھنے والے ہیں۔ [۱۴]

جب وہ سب عاجزی وشرمندگی سے سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور کسی کی مدد نہیں کرسکیں گے تو انہیں زجر وتوبیخ کے طور پر کہا جائے گا: دنیا میں تو تم باہمی تعاون پر بڑا فخر کرتے تھے لیکن اب تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟

[۱۲] اس آیت میں دائیں طرف کے لئے یمین کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ عربی زبان میں یمین سے متعدد معانی مراد لئے جاتے ہیں، مثلاً قوت وغلبہ، قسم، دین اور بھلائی وغیرہ۔ ان معانی کے اعتبار سے آیت کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ قیامت کے دن جب مشرک لیڈر حضرات اور ان کے پیروکار ایک دوسرے پر الزام تراشی کریں گے تو پیروکار کہیں گے: تم لوگ طاقتور اور غالب تھے اور قسمیں کھا کر ہمیں یقین دلاتے تھے کہ جو دین تم پیش کر رہے ہو وہی بھلائی کا راستہ ہے تو پھر ہمارے لئے تمہاری بات ماننے کے سوا کوئی اور چارہ ہی نہیں تھا۔

[۱۳] مشرک پیشوا جواب دیں گے: ہم نے تمہیں شرک کرنے پر مجبور نہیں کیا تھا۔ ہم نے تو صرف ترغیب دی اور تم ہمارے پیچھے چل پڑے جیسے تم پہلے ہی تیار بیٹھے تھے، لہٰذا صرف ہم پر الزام نہ لگاؤ بلکہ تم خود بھی سرکش تھے اور ایمان لانے والے نہیں تھے۔

[۱۴] مشرک لیڈر حضرات مزید کہیں گے: اگرچہ ہم نے تمہیں مجبور نہیں کیا تھا مگر تمہاری گمراہی کا سبب ہم ہی تھے۔ بہرحال جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا، اب ہم دونوں گمراہ ہیں اور ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ صادر ہو چکا ہے کہ ہم سب مل کر اپنی گمراہی کے عذاب کا مزہ چکھیں گے۔

فَاَغۡوَيۡنٰكُمۡ اِنَّا كُنَّا غٰوِيۡنَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ پس ہم نے تم کو گمراہ کیا، بے شک ہم خود بھی گمراہ تھے۔

فَاِنَّهُمۡ يَوۡمَئِذٍ فِى الۡعَذَابِ مُشۡتَرِكُوۡنَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ پس اس دن عذاب میں وہ سب شریک ہوں گے۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَفۡعَلُ بِالۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ بے شک ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔

اِنَّهُمۡ كَانُوۡۤا اِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ۙ﴿۳۵﴾

۳۵۔ بے شک وہ ایسے لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے۔

وَيَقُوۡلُوۡنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوۡۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجۡنُوۡنٍ ؕ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اور وہ کہتے تھے: کیا ہم ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟ [۱۵]

بَلۡ جَآءَ بِالۡحَقِّ وَصَدَّقَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ بلکہ وہ تو حق لے کر آئے ہیں اور انہوں نے سب رسولوں کی تصدیق کی ہے۔ [۱۶]

اس آیت کی تفسیر میں علامہ رازی لکھتے ہیں کہ ہر گمراہ کو اپنی گمراہی کی ذمہ داری قبول کرنی چاہیے، آخر اس نے بغیر سوچے سمجھے گمراہی کو کیوں قبول کیا۔ اور اگر ہر گمراہ کی ذمہ داری اس کو گمراہ کرنے والے یا اس کی گمراہی کا سبب بننے والے پر ڈال دی جائے تو پھر یہ ایسا تسلسل شروع ہو جائے گا کہ دنیا میں کوئی بھی مجرم نہیں بچے گا۔ (تفسیر کبیر) یعنی ہر گمراہی کی ذمہ داری اس کے سبب کی طرف منتقل ہوتی جائے گی جو بالآخر شیطان پر جا رکے گی اور سب انسان بری ہو جائیں گے حالانکہ یہ عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے۔

یہ ساری تفصیل اس شخص کے متعلق ہے جس نے گمراہی کو اپنے اختیار سے قبول کیا لیکن اگر کسی شخص کو گمراہی پر مجبور کر دیا جائے اور وہ دل سے اس کا قائل نہ ہو، مثلاً اگر کسی مسلمان کو کہا جائے کہ یہ شراب کا گلاس پیو ورنہ تمہیں قتل کر دیا جائے گا تو وہ اپنی جان بچانے کے لئے اگر شراب پی لے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

[۱۵] مشرکین کو جب کہا جاتا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے تو وہ تکبر کرتے ہوئے انکار کر دیتے اور کہتے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم تو العیاذ باللہ) ایک شاعر اور دیوانے ہیں۔ کیا ہم ان کے کہنے پر اپنے ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے آئے ہیں، ہم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔

[۱۶] مشرکین کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا پیارا رسول نہ تو شاعر ہے اور نہ مجنون۔ وہ تو ایسا قرآن لے کر آیا ہے جس میں شعر اور جنون کی باتیں نہیں بلکہ حق اور دانائی کی نصیحتیں ہیں اور اس میں اسی توحید کا بیان ہے جس کی پہلے رسولوں نے تبلیغ

اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ ﴿۳۸﴾	۳۸۔ بے شک تم دردناک عذاب کا مزہ چکھنے والے ہو۔
وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾	۳۹۔ اور تمہیں صرف ان ہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔
اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾	۴۰۔ مگر اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے (اس عذاب سے محفوظ رہیں گے)۔[۱۷]
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾	۴۱۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے مقررہ روزی ہے۔
فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾	۴۲۔ (ان کے لئے) میوے ہوں گے اور ان کی عزت و تکریم ہوگی۔
فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۴۳﴾	۴۳۔ (اور وہ) نعمت کے باغوں میں ہوں گے۔
عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۴۴﴾	۴۴۔ تختوں پر آمنے سامنے (بیٹھے) ہوں گے۔
یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ﴿۴۵﴾	۴۵۔ ان پر چھلکتی شراب کے جام کا دور چل رہا ہوگا۔[۱۸]

کی تھی اور وہ سب سچے رسول تھے، لہٰذا جو شخص بھی توحید کو قبول نہیں کرے گا اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔

[۱۷] اس سے پہلی آیات میں مشرک اور سرکش لوگوں کا انجام بتایا گیا۔ اب اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے انعامات کا ذکر کیا جارہا ہے یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے عذاب سے محفوظ رہیں گے اور جنت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جو کھانے اور میوے مقرر کر رکھے ہیں وہ عزت و تکریم کے ساتھ انہیں پیش کئے جائیں گے۔

[۱۸] اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے جنت کے خوبصورت اور آرام دہ تختوں پر اپنے پیاروں کے آمنے سامنے جلوہ گر ہوں گے۔ صدف کے موتیوں کی طرح خوبصورت لڑکے شراب کے جام پیش کر رہے ہوں گے اور وہ شراب ایسی پاکیزہ اور صحت افزا ہوگی جس سے نہ دردِ سر ہوگا اور نہ ہی پینے والے مدہوش ہوں گے۔

دنیا کی شراب بدمزہ ہوتی ہے، اس کے پینے سے عقل جاتی رہتی ہے حتیٰ کہ شرابی اپنے اور بیگانے میں تمیز نہیں کرسکتا اور بعض دفعہ ایسی غلط باتیں بھی کہہ جاتا ہے جن پر وہ ہمیشہ شرمندہ رہتا ہے، مگر جنت کی شرابِ طہور ان ساری خرابیوں سے پاک ہوگی، جنت میں اس کے دریا اور چشمے جاری ہوں گے، اس کا رنگ سفید، اس کا ذائقہ لذیذ اور اس کے پینے سے

بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝۴۶	۴۶۔ (وہ شراب) سفید اور پینے والوں کے لئے لذیذ ہوگی۔
لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ۝۴۷	۴۷۔ نہ اس سے دردِ سر ہوگا اور نہ وہ اس (کے پینے) سے بہکیں گے۔
وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۝۴۸	۴۸۔ اور ان کے پاس نگاہیں نیچے رکھنے والی، بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والی (عورتیں) ہوں گی۔[۱۹]
كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۝۴۹	۴۹۔ گویا کہ وہ چھپا کر رکھے ہوئے انڈے ہیں (جن پر کوئی گرد وغبار نہ ہو)۔
فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝۵۰	۵۰۔ پس وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر (حالات) پوچھیں گے۔
قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ۝۵۱	۵۱۔ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا: بے شک (دنیا میں) میرا ایک ساتھی تھا۔[۲۰]
يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ۝۵۲	۵۲۔ وہ (مجھے) کہا کرتا تھا: کیا تو بھی (قیامت کی) تصدیق کرنے والوں میں سے ہے؟
ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ۝۵۳	۵۳۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا اس وقت ہمیں بدلہ دیا جائے گا؟

انسان کے جسم اور عقل پر کوئی منفی اثر نہیں پڑے گا۔ الغرض دنیا کی شراب حرام اور جنت کی شرابِ طہور کے درمیان نام کے علاوہ اور کوئی چیز مشترک نہیں ہے۔

[۱۹] اہل جنت کے پاس خوبصورت آنکھوں والی خوبصورت بیویاں موجود ہوں گی جوان انڈوں کی طرح صاف ستھری اور خوشنما ہوں گی جن کو گرد وغبار سے چھپا کر رکھا گیا ہو اور وہ اپنے شوہروں کے سوا کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھیں گی۔

[۲۰] اہل جنت بڑے خوشگوار ماحول میں ایک دوسرے سے حال احوال دریافت کر رہے ہوں گے کہ ان میں سے ایک جنتی کہے گا: دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا جو قیامت کا منکر تھا اور مذاق کے طور پر مجھے کہا کرتا تھا: کیا تم بھی قیامت پر ایمان رکھتے ہو؟ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم مر کر مٹی ہو جائیں اور پھر ہمیں جزا و سزا کے لئے زندہ کر دیا جائے؟

قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾	۵۴۔ ارشاد ہوگا: کیا تم (اسے) جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟
فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۵۵﴾	۵۵۔ پس وہ جھانکے گا تو اسے جہنم کے وسط میں پائے گا۔[۲۱]
قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ ﴿۵۶﴾	۵۶۔ وہ جنتی بول اٹھے گا: اللہ تعالیٰ کی قسم! قریب تھا کہ تو مجھے بھی ہلاک کر دیتا۔
وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ﴿۵۷﴾	۵۷۔ اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی گرفتار کر کے لائے جانے والوں سے ہوتا۔
اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ ﴿۵۸﴾	۵۸۔ (جنتی لوگ فرشتوں سے پوچھیں گے:) کیا اب تو ہمیں مرنا نہیں ہوگا؟[۲۲]
اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۵۹﴾	۵۹۔ بجز اپنی پہلی موت کے اور نہ ہی اب ہمیں عذاب دیا جائے گا۔
اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۶۰﴾	۶۰۔ بے شک یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔[۲۳]

[۲۱] اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس جنتی کو ارشاد ہوگا: اگر تم اپنے اس ساتھی کو دیکھنا چاہتے ہو تو جہنم کی طرف توجہ کرو۔ چنانچہ جب وہ جہنم میں جھانکے گا تو اسے اپنا ساتھی جہنم کے وسط میں جلتا ہوا نظر آجائے گا۔ اپنے ساتھی کا یہ حال دیکھ کر جنتی اسے کہے گا: اے کم بخت! تو نے تو مجھے بھی ہلاک کرنا چاہا تھا مگر یہ میرے رب تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے اس عذاب سے بچالیا ورنہ آج میں بھی تیرے ساتھ اس عذاب میں مبتلا ہوتا۔

[۲۲] وہ جنتی شخص جہنم میں اپنے ساتھی کی بدحالی اور جنت میں اپنی خوشحالی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا اور فرط مسرت سے بے ساختہ پکار اٹھے گا: کیا اب تو ہمیں مرنا نہیں ہوگا؟ یعنی اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا کرم ہے کہ اب ہمیں نہ موت آئے گی اور نہ عذاب ہوگا بلکہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے کیونکہ موت کا جو ذائقہ چکھنا ضروری تھا وہ ہم نے چکھ لیا ہے، اب اللہ تعالیٰ نے موت کا سلسلہ ہی ختم کر دیا ہے، جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں پہنچ جائیں گے تو موت کو (ایک مینڈھے کی شکل میں) لایا جائے گا اور اسے جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا، پھر منادی کرنے والا اعلان کرے گا: اے اہل جنت اور اے اہل دوزخ! آج کے بعد کوئی موت نہیں ہوگی۔ اس اعلان سے اہل جنت کی خوشی اور اہل نار کے غم میں اضافہ ہو جائے گا۔ (بخاری: ۶۵۴۸: کتاب الرقاق: باب ۵۱)

[۲۳] اہل جنت کہیں گے: دنیاوی مال و متاع کا حصول حقیقی کامیابی نہیں ہے، حقیقی کامیابی تو اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کا حصول

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾	۶۱۔ ایسی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔
اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾	۶۲۔ کیا یہ (جنت کی) مہمانی بہتر ہے یا (جہنم میں) زقوم کا درخت؟ [۲۴]
اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾	۶۳۔ بے شک ہم نے اس (درخت) کو ظالموں کے لئے عذاب بنا دیا ہے۔
اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾	۶۴۔ بے شک وہ ایسا درخت ہے جو جہنم کی تہ سے نکلتا ہے۔
طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾	۶۵۔ اس کے شگوفے گویا شیطانوں کے سر ہیں۔ [۲۵]
فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾	۶۶۔ پس وہ (دوزخی) ضرور اسی درخت سے کھائیں گے اور اسی سے (اپنے) پیٹ بھریں گے۔
ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾	۶۷۔ پھر انہیں زقوم کھانے کے بعد کھولتا ہوا گرم پانی ملا کر دیا جائے گا۔ [۲۶]

ہے اور اسی کامیابی کے لئے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیے۔

[۲۴] جہنم کے ایک درخت کا نام زقوم ہے جو سخت کڑوا، بدبودار اور کانٹے دار ہوگا، اس کا پانی جسم کو لگ جائے تو ورم ہو جائے گا۔ اہل جہنم کو جب بھوک لگے گی تو انہیں کھانے کے لئے یہی درخت پیش کیا جائے گا اور اس کا کھانا ظالموں کے لئے بہت بڑا عذاب ہوگا۔ اہل مکہ کو کفر و شرک کے انجام بد سے ڈرانے کے لئے یہ مثال بیان کی گئی ہے کہ اگر تم اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو تمہیں بھی جہنم میں زقوم کھانا پڑے گا اور اگر تم ایمان لے آ ؤ تو جنت میں اللہ تعالیٰ کی بہترین مہمانی سے لطف اندوز ہو گے۔ اب تم خود ہی فیصلہ کر و کہ تمہارے لئے کون سی چیز بہتر ہے۔

[۲۵] جس طرح کسی خوبصورت، پاکیزہ اور اچھی چیز کو فرشتہ سے تشبیہ دی جاتی ہے اور بدصورت، ناپاک اور بری چیز کو شیطان سے تشبیہ دی جاتی ہے اسی طرح زقوم کی شاخوں کو ان کی بدبو، کڑواہٹ اور بدصورتی کی وجہ سے شیاطین کے سروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

[۲۶] اہل دوزخ کو جب بھوک لگے گی تو انہیں زقوم کے درخت کے پاس لایا جائے گا اور جب وہ زقوم کی بدبودار شاخوں سے اپنے پیٹ بھر لیں گے تو پھر کھولتا ہوا گرم پانی ان کے پیٹ میں ڈالا جائے گا اور وہ گرم پانی زقوم کے ساتھ مل کر ان کی

ثُمَّ اِنَّ مَرۡجِعَهُمۡ لَاِلَی الۡجَحِیۡمِ ﴿۶۸﴾

۶۸۔ پھر انہیں دوزخ (میں اپنے مقام) کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔

اِنَّهُمۡ اَلۡفَوۡا اٰبَآءَهُمۡ ضَآلِّیۡنَ ﴿۶۹﴾

۶۹۔ بے شک انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا۔

فَهُمۡ عَلٰۤی اٰثٰرِهِمۡ یُهۡرَعُوۡنَ ﴿۷۰﴾

۷۰۔ اور یہ بھی ان کے نقش قدم پر دوڑے جا رہے ہیں۔ [۲۷]

وَ لَقَدۡ ضَلَّ قَبۡلَهُمۡ اَکۡثَرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۷۱﴾

۷۱۔ اور ان سے قبل بھی بہت سے پہلے لوگ گمراہ ہو گئے تھے۔ [۲۸]

وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا فِیۡهِمۡ مُّنۡذِرِیۡنَ ﴿۷۲﴾

۷۲۔ اور بے شک ہم نے ان میں بھی ڈر سنانے والے بھیجے تھے۔

فَانۡظُرۡ کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَةُ الۡمُنۡذَرِیۡنَ ﴿۷۳﴾

۷۳۔ سو دیکھئے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جن کو ڈرایا گیا تھا۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الۡمُخۡلَصِیۡنَ ﴿۷۴﴾ ع

۷۴۔ سوائے اللہ تعالی کے مخلص بندوں کے۔

وَ لَقَدۡ نَادٰىنَا نُوۡحٌ فَلَنِعۡمَ الۡمُجِیۡبُوۡنَ ﴿۷۵﴾

۷۵۔ اور ہمیں نوح علیہ السلام نے پکارا تو ہم کتنے اچھے فریادرس ہیں۔

وَ نَجَّیۡنٰهُ وَ اَهۡلَهٗ مِنَ الۡکَرۡبِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۷۶﴾

۷۶۔ اور ہم نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو بہت بڑی مصیبت سے نجات دی۔ [۲۹]

انتڑیوں کو کاٹ کے رکھ دے گا۔ زقوم کے کھانے اور گرم پانی پینے کے بعد انہیں جہنم میں اپنے مقام پر لوٹا دیا جائے گا۔

[۲۷] جہنم میں جن لوگوں کو زقوم کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا ان کی گمراہی کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا لیکن پھر بھی عقل وخرد سے کام نہ لیا اور بغیر سوچے سمجھے ان ہی کے نقش قدم پر چلتے رہے۔

[۲۸] پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مشرکین مکہ اگر آپ کی دعوت قبول نہیں کرتے اور گمراہ باپ دادا کی تقلید نہیں چھوڑتے تو آپ غمگین نہ ہوں ان سے پہلے بھی بہت سی قومیں گمراہ ہو چکی ہیں حالانکہ ان کے پاس بھی انبیاء آئے تھے اور انہوں نے انہیں بھی اللہ تعالی کے عذاب سے ڈرایا تھا مگر جب وہ اپنی گمراہی سے باز نہ آئے تو انہیں ہلاک کر دیا گیا۔

[۲۹] حضرت نوح علیہ السلام پانی کے طوفان سے پہلے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو توحید کی دعوت دیتے رہے۔ اتنی طویل تبلیغ کے

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾

۷۷۔ اور ہم نے صرف ان ہی کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا۔[۳۰]

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾

۷۸۔ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا۔[۳۱]

سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾

۷۹۔ سلام ہو نوح علیہ السلام پر تمام جہانوں میں۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾

۸۰۔ بے شک ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾

۸۱۔ بے شک وہ (نوح علیہ السلام) ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾

۸۲۔ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔

بعد بھی جب وہ سرکشی اور نافرمانی سے باز نہ آئے اور حضرت نوح علیہ السلام نے محسوس کر لیا کہ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں تو آپ علیہ السلام نے دعا کی جس کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے: اور نوح علیہ السلام نے دعا کی: اے میرے رب! روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو رہنے والا باقی نہ چھوڑ، بے شک اگر تو ان کو چھوڑ دے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ صرف بدکار کافروں کو ہی جنم دیں گے۔ (قرآن ۷۱: ۲۶-۲۷) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو غرق ہونے سے بچا لیا جن کی تعداد اسی (۸۰) تھی۔ اس آیت میں گھر والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ پر ایمان لائے تھے۔ (تفسیر قرطبی)

[۳۰] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے باہر نکلے تو آپ کی اولاد اور بیویوں کے سوا جو آپ کے ساتھ عورتیں اور مرد تھے وہ سب فوت ہو گئے۔ (تفسیر خازن، تفسیر قرطبی) لہٰذا آج دنیا میں جتنے انسان موجود ہیں وہ صرف حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں، جیسا کہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے موجود تھے، لہٰذا سارے انسان ان کی اولاد سے ہیں۔ (تفسیر قرطبی) اسی لئے حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی اور دوسرے ابوالبشر کہا جاتا ہے۔

[۳۱] علامہ خازن لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد آنے والے انبیاء اور امتوں میں ان کا ذکر خیر جاری کر دیا یعنی ان کے بعد قیامت تک اہل ایمان ان پر صلاۃ و سلام پڑھتے رہیں گے اور تمام جہانوں میں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کا نزول ہوتا رہے گا۔ (تفسیر خازن) اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ان کے درجات کے مطابق

وَ اِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾

۸۳۔ اور بے شک ابراہیم علیہ السلام بھی ان کے گروہ سے تھے۔[۳۲]

اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾

۸۴۔ جب وہ اپنے رب کی بارگاہ میں قلب سلیم کے ساتھ حاضر ہوئے۔

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾

۸۵۔ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: تم کن چیزوں کی پرستش کرتے ہو؟

اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾

۸۶۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جھوٹے معبودوں کا ارادہ کرتے ہو؟[۳۳]

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ تو تمام جہانوں کے رب کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے ایک بار ستاروں کی طرف دیکھا۔

فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾

۸۹۔ اور کہا: بے شک میری طبیعت ناساز ہے۔[۳۴]

اچھا بدلہ عطا فرماتا ہے۔

[۳۲] جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نبی تھے اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل سلیم تھا یعنی ان کا دل شرک، شک اور گناہوں سے پاک تھا۔ (تفسیر کبیر) ان کا دل اللہ تعالیٰ کے لئے خالص اور دنیا اور اہل دنیا کی محبت سے خالی تھا۔ (تفسیر مظہری)

[۳۳] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر اور اپنی قوم کو تنبیہ کی کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جھوٹے معبودوں کی عبادت کرتے ہو تو پھر اس ذات کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے اور عبادت کا حقیقی مستحق ہے؟ یعنی تم عقل سے کام لو اور اس رب کی عبادت کرو جو تمام جہانوں کا رب ہے اور حقیقت میں وہی عبادت کا مستحق ہے۔

کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ مشرک تھا؟ کیا ان کے باپ کا نام آزر تھا؟ اس کی تفصیل کے لئے سورہ انعام (۶) کی آیت نمبر ۷۴ کا حاشیہ نمبر ۷۰ ملاحظہ کریں۔

[۳۴] علامہ خازن لکھتے ہیں کہ جب کوئی خوشی کا تہوار آتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ صبح سویرے بہترین کھانے تیار

فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿٩٠﴾

۹۰۔ چنانچہ وہ لوگ انہیں (ابراہیم ؑ کو) پیچھے چھوڑ کر (میلہ دیکھنے) چلے گئے۔

فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٩١﴾

۹۱۔ پھر آپ (ابراہیم ؑ) خاموشی سے ان کے معبودوں کے پاس گئے اور انہیں کہا: تم کھاتے کیوں نہیں ہو؟ [۳۵]

مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿٩٢﴾

۹۲۔ تمہیں کیا ہوا؟ تم بولتے کیوں نہیں؟

کرتے، ان کو بتوں کے سامنے رکھتے، پھر تہوار منانے کے لئے شہر سے باہر چلے جاتے اور شام کے وقت جب واپس آتے تو بتوں کے سامنے رکھے ہوئے کھانے کو تبرک کے طور پر کھاتے۔ ایک دن تہوار کے موقع پر انہوں نے حضرت ابراہیم ؑ کو کہا کہ وہ بھی ان کے ساتھ تہوار منانے کے لئے باہر چلیں، مگر حضرت ابراہیم ؑ کا ارادہ یہ تھا کہ جب یہ سارے لوگ باہر چلے جائیں گے تو وہ ان کے بتوں کو توڑ دیں گے تاکہ ان پر حجت قائم ہو جائے کہ جو اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم ؑ نے ستاروں کی طرف دیکھا، کیونکہ وہ لوگ اپنے معاملات میں ستاروں سے مدد لیتے تھے اس لئے حضرت ابراہیم ؑ نے ان کے معمول کے مطابق ستاروں کی طرف دیکھا اور انہیں کہا: میری طبیعت ناساز ہے اس لئے میں تمہارے ساتھ باہر جانے والا نہیں ہوں۔ (تفسیر خازن)

اس جواب سے انہوں نے یہ سمجھا کہ ستاروں کی گردش دیکھنے سے حضرت ابراہیم ؑ کو معلوم ہوا ہے کہ وہ بیمار ہونے والے ہیں اور وہ ان کے ساتھ باہر نہیں جا سکتے اس لئے وہ حضرت ابراہیم ؑ کو چھوڑ کر تہوار منانے باہر چلے گئے، جب کہ حضرت ابراہیم ؑ کے دل کا روگ یہ تھا کہ وہ شرک کو کیوں نہیں چھوڑتے، اس فکر میں ان کی طبیعت ناساز اور بوجھل رہتی تھی۔ حضرت ابراہیم ؑ کا جواب بظاہر جھوٹ معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں یہ جھوٹ نہیں بلکہ اس کو توریہ اور تعریض کہا جاتا ہے جو کہ جائز ہے۔

توریہ اور تعریض

توریہ اور تعریض سے مراد ایسا انداز یا کلام ہے جس کے دو مفہوم نکلتے ہوں۔ ایک قریب اور ظاہری دوسرا بعید اور باطنی، لہٰذا مخاطب اس کے ظاہری اور قریبی مفہوم سے مغالطے کا شکار ہو جاتا ہے مگر متکلم کسی حکمت کے پیش نظر اس کا بعید اور باطنی مفہوم مراد لیتا ہے اور وہ بھی درست ہوتا ہے کیونکہ کسی شرعی مقصد کے لئے ایسے کلام کا استعمال جائز ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) اس کی چند مثالیں دیکھنے کے لئے سورہ انبیاء (۲۱) کی آیت نمبر ۶۳ کا حاشیہ نمبر ۵۳ ملاحظہ کریں۔

[۳۵] مشرکین جب اپنے بتوں کے سامنے کھانے رکھ کر تہوار منانے چلے گئے تو حضرت ابراہیم ؑ چپکے سے بت خانہ میں داخل ہوئے اور بتوں کو کہا: تم کھاتے کیوں نہیں؟ تم بولتے کیوں نہیں؟ پھر دائیں ہاتھ میں کلہاڑا پکڑا اور بتوں کو توڑ ڈالا۔ آخر میں کلہاڑا بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا اور چپکے سے واپس آ گئے۔

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْيَمِيْنِ ﴿٩٣﴾

٩٣۔ پھر آپ (ابراہیم علیہ السلام) دائیں ہاتھ سے انہیں مارنے (اور توڑنے) لگے۔

فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿٩٤﴾

٩٤۔ پھر وہ (مشرک لوگ) دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے۔[٣٦]

قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿٩٥﴾

٩٥۔ ابراہیم علیہ السلام نے (ان سے) فرمایا: کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جن کو تم خود تراشتے ہو۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾

٩٦۔ حالانکہ تمہیں بھی اور تمہارے اعمال کو بھی اللہ تعالی ہی نے پیدا کیا ہے۔

قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿٩٧﴾

٩٧۔ انہوں نے کہا: ان کے لئے عمارت بناؤ، پھر ان کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔[٣٧]

فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٩٨﴾

٩٨۔ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مکر کرنا چاہا لیکن ہم نے ان ہی کو نیچا کر دیا۔

---

[٣٦] شام کو جب وہ لوگ تہوار سے واپس آئے تو غصے میں آ کر کہنے لگے: ہمارے معبودوں کا یہ حشر کس نے کیا ہے؟ ان میں سے بعض نے کہا: ہم نے ایک نوجوان کو ان بتوں کے خلاف باتیں کرتے سنا ہے اور اس کا نام ابراہیم ہے، ہوسکتا ہے یہ کام اس نے کیا ہو۔ چنانچہ وہ دوڑتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: کیا تم نے ہمارے بتوں کو توڑا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: تم اپنے تراشیدہ بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہو جو اپنے آپ کو بھی نہیں بچا سکتے اور نہ ہی اپنے توڑنے والے کا نام بتا سکتے ہیں، حالانکہ تمہیں اللہ تعالی نے پیدا کیا، وہ قادر مطلق ہے اور وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

[٣٧] مشرکین جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دلیل کا جواب نہ دے سکے تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ ایک بہت بڑا آتشکدہ بنا کر اس میں آگ جلائی جائے اور ان کو اس آگ میں پھینک دیا جائے تاکہ وہ خود بھی ختم ہو جائے اور ان کے انجام کو دیکھ کر آئندہ کوئی بتوں کی مخالفت کی جرأت نہ کر سکے۔ الغرض انہوں نے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کا منصوبہ بنایا مگر اللہ تعالی نے مشرکین کو اپنے ارادے میں ناکام کر دیا اور آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے گلزار بن گئی۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بہت بڑا معجزہ ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ انبیاء (٢١) کی آیت نمبر ٦٩ کا حاشیہ نمبر ٥٦ ملاحظہ کریں۔

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾

۹۹۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: بے شک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہ میری رہنمائی فرمائے گا۔[۳۸]

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾

۱۰۰۔ اے میرے رب! مجھے نیک بیٹا عطا فرما۔[۳۹]

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾

۱۰۱۔ پس ہم نے انہیں ایک بردبار بیٹے کی بشارت دی۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ؗ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾

۱۰۲۔ پھر جب وہ (اسماعیل) ان کے ساتھ دوڑنے کی عمر کو پہنچا تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے بیٹے! بے شک میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، اب غور کر کے بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ اسماعیل نے عرض کیا: اے ابا جان! آپ کر دیں جس کا آپ کو حکم ہوا ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔[۴۰]

---

[۳۸] جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے صحیح وسلامت نکل آئے اور پھر بھی قوم ایمان نہ لائی تو آپ نے وہاں سے ہجرت کا اعلان کر دیا کہ میں وہاں جانے والا ہوں جہاں میرا اللہ تعالیٰ میری رہنمائی فرمائے گا تاکہ میں وہاں آزادی اور اطمینان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے دین کی تبلیغ کر سکوں۔

[۳۹] جب آپ ہجرت کر کے فلسطین پہنچے تو آپ نے نیک بیٹے کے لئے دعا کی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور انہیں بردبار بیٹے کی بشارت دی۔

[۴۰] ذبح کا حکم پانے والے سے کون سا بیٹا مراد ہے؟

اس میں اختلاف ہے کہ ذبح کا حکم پانے والے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے یا حضرت اسحاق علیہ السلام لیکن دلائل اور قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دے گیا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔
اس کے لئے چند دلائل ملاحظہ کریں:

(۱) علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: جمہور مفسرین کے نزدیک ذبح کا حکم پانے والے بیٹے سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر ذبح کا پورا قصہ بیان کرنے کے بعد آگے آیت نمبر ۱۱۲ میں فرمایا: اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق کی بشارت دی کہ وہ نبی (اور) صالحین میں سے ہوں گے۔ (قرآن: ۳۷:۱۱۲) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذبح کا حکم پانے والے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے کیونکہ یہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے کا واقعہ ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

(۲) اس سورت کی آیت نمبر ۱۱۲ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب بیٹے اسحاق کی بشارت دی گئی تو ساتھ ہی فرمادیا گیا کہ وہ نبی ہوں گے اور سورہ ہود (۱۱) کی آیت نمبر ۷۱ میں حضرت سارہ علیہا السلام کو جب بیٹے اسحاق کی بشارت دی گئی تو ساتھ ہی بتادیا گیا کہ حضرت اسحاق سے ان کا بیٹا یعقوب پیدا ہوگا۔ ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت اسحاق کی پیدائش سے پہلے ان کے والدین کو بتادیا گیا تھا کہ وہ نبی ہوں گے، بڑے ہوکر شادی کریں گے اور ان کے ہاں حضرت یعقوب پیدا ہوں گے۔ اب اگر ان کو نبوت اور شادی سے پہلے بچپن میں ہی ذبح کرنے کا حکم دیا جاتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم تھا کہ ان کو ابھی نبوت کے منصب پر فائز ہونا ہے اور ان کے ہاں حضرت یعقوب کی پیدائش بھی ہونی ہے، لہٰذا ان کو ذبح کرنے سے ان کو موت نہیں آئے گی تو پھر یہ کوئی بڑا امتحان نہیں تھا، لہٰذا اقرین قیاس یہی ہے کہ ذبح کا حکم پانے والے بیٹے کا نام حضرت اسماعیل ہے کیونکہ ان کے نبی ہونے اور صاحب اولاد ہونے کی پیش گوئی نہیں ہوئی تھی اور ان کو ذبح کرنا ہی بہت بڑا امتحان تھا۔

(۳) حضرت اسحاق علیہ السلام شام و فلسطین میں آباد ہوئے اور ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام مکہ میں آباد ہوئے اور ان کی اولاد عرب کہلاتی ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں جو مینڈھا ذبح کیا گیا اس کے سینگ عرصہ دراز تک کعبہ میں لٹکے رہے جیسا کہ شعبی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس منڈھے کے دونوں سینگ کعبہ میں خود دیکھے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر) نیز قربانی اور ذبح کی جگہ بھی مکہ کے قریب منیٰ میں ہے اور زمانہ جاہلیت میں بھی اہل عرب ہر سال منیٰ میں قربانی کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد منایا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کا حکم حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں تھا جو کہ مکہ میں موجود تھے نہ کہ اسحاق کے متعلق جو کہ شام میں تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

(۴) اصمعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوعمرو بن علاء سے پوچھا: ذبح کا حکم پانے والے حضرت اسماعیل تھے یا حضرت اسحاق؟ تو انہوں نے جواب دیا: اے اصمعی! تمہاری عقل کہاں ہے؟ حضرت اسحاق مکہ میں کب آئے تھے (یعنی حضرت اسحاق مکہ میں کبھی نہیں آئے)، مکہ میں تو حضرت اسماعیل آئے تھے اور انہوں نے ہی اپنے والد گرامی کے ساتھ مل کر کعبہ کی تعمیر کی تھی۔
(تفسیر خازن)

(۵) یہودیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ذبح کا حکم پانے والے حضرت اسحاق ہیں اور اس کے ثبوت میں تورات کی درج ذیل آیات پیش کرتے ہیں: ان باتوں کے بعد خدا نے ابراہیم کو آزمایا اور فرمایا: اے ابراہیم! تم اپنے اکلوتے بیٹے اسحاق کو جس سے تم بہت پیار کرتے ہو ساتھ لو اور موریاہ کے ملک میں جاؤ اور وہاں پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا وہاں سوختنی قربانی کے طور پر اس کو قربان کردو۔ (پیدائش: کتاب ۲۲: آیات ۱۔ ۲: دی لیونگ بائبل)

اکلوتا بیٹا اس کو کہتے ہیں جس کا اور کوئی بھائی نہ ہو حالانکہ جب حضرت اسحاق پیدا ہوئے اس وقت ان کے بڑے بھائی حضرت اسماعیل کی عمر چودہ سال تھی، لہٰذا حضرت اسحاق کبھی بھی اکلوتے نہیں تھے، البتہ حضرت اسماعیل پہلے چودہ سال اکلوتے تھے جیسا کہ بائبل میں موجود ہے: جب حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے حضرت اسماعیل پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۶ سال تھی۔ (پیدائش: ۱۶: ۱۶: دی لیونگ بائبل) اور جب حضرت سارہ علیہا السلام سے

حضرت اسحاق پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال تھی۔ (پیدائش ۲۱:۵: دی لیونگ بائبل) بائبل کی ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے حضرت اسماعیل تھے، لہٰذا وہی اکلوتے بیٹے تھے اور یہ ذبح کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب حضرت اسماعیل کی عمر ۱۳ سال تھی۔ (صفوۃ التفاسیر) اور حضرت اسحاق اس کے ایک سال بعد پیدا ہوئے۔

(۶) قرظی بیان کرتے ہیں کہ علمائے یہود میں سے ایک عالم مسلمان ہوگیا۔ اس سے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کون سے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا؟ اس نے جواب دیا: حضرت اسماعیل کو، پھر اس نے مزید کہا: اے امیر المؤمنین! یہود اس بات کو خوب جانتے ہیں لیکن وہ عرب لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس لئے ان کا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت اسحاق کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ (تفسیر خازن)

نبی کا خواب

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ (بخاری: ۳۵۶۹: کتاب المناقب: باب ۲۴)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل نہیں سوتا، اسی طرح انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کے دل نہیں سوتے۔ (بخاری: ۳۵۷۰: کتاب المناقب: باب ۲۴)

حضرت اسماعیل کا امتحان

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل کی عمر جب ۱۳ سال ہوئی تو آپ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ذبح کر رہا ہوں اب تم بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ یہ کوئی مشورہ نہیں تھا کہ اگر بیٹا انکار کر دیتا تو آپ ذبح کرنے کا ارادہ ترک کر دیتے بلکہ بیٹے کا امتحان لینا مقصود تھا۔ اس سعادت مند بیٹے نے ایسا تسلی بخش جواب دیا کہ باپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں یعنی اے ابا جان! آپ کر دیں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

شیطان کی کوشش

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کعب احبار سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ کرلیا تو شیطان نے کہا: اگر میں اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر والوں کو نہ بہکا سکا تو پھر کبھی ان کی اولاد میں کسی کو نہ بہکا سکوں گا۔ یہ ارادہ کر کے وہ مرد کی شکل میں حضرت اسماعیل کی ماں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس گیا اور کہنے لگا: کیا تم کو معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمہارے بیٹے کو کہاں لے گئے ہیں؟ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کہا: وہ دونوں اس گھاٹی سے لکڑیاں لینے گئے ہیں۔ شیطان نے کہا: نہیں خدا کی قسم! ایسا نہیں ہے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو ذبح کرنے لے گئے ہیں۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کہا: ایسا نہیں ہوسکتا وہ تو بیٹے سے بہت پیار کرتے ہیں۔ شیطان

نے کہا: وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت اسماعیل کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کہا: اگر ان کے رب نے یہ حکم دیا ہے تو رب تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرنا ہی بہتر ہے۔ شیطان یہاں سے مایوس ہو کر بیٹے کے پاس گیا، بیٹا اس وقت باپ کے پیچھے پیچھے جارہا تھا۔ شیطان نے اس سے کہا: لڑکے! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ تم کو کہاں لے کر جارہا ہے؟ لڑکے نے کہا: ہم گھر کے لئے اس گھاٹی سے لکڑیاں لینے جارہے ہیں۔ شیطان نے کہا: نہیں خدا کی قسم! اس کا مقصد یہ نہیں بلکہ وہ تم کو ذبح کرنا چاہتے ہیں۔ لڑکے نے کہا: کیوں؟ شیطان نے کہا: کیونکہ ان کے رب نے ان کو اس بات کا حکم دیا ہے۔ لڑکے نے کہا: ایسا ہے تو ان کو اپنے رب کا حکم پورا کرنا ضروری ہے۔ (اور میں بھی اس پر راضی ہوں)

جب لڑکے نے شیطان کا مشورہ نہ مانا تو شیطان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا: اے شیخ! کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: میں ایک کام کے لئے اس گھاٹی میں جارہا ہوں۔ شیطان بولا: خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ شیطان نے خواب میں آکر تمہیں اپنا بیٹا ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان کو پہچان لیا اور فرمایا: اے دشمن خدا! میرے پاس سے ہٹ جا، میں ضرور اپنے رب کے حکم پر عمل کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو شیطان سے محفوظ رکھا اور شیطان ناکام ہو کر لوٹ گیا۔ (تفسیر معالم التنزیل)

شیطان کا علم غیب

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا خواب ابھی اپنی بیوی اور اپنے بیٹے کو نہیں بتایا مگر شیطان کو اس کا علم ہو گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک شیطان اور اس کا قبیلہ تمہیں دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ (قرآن: ۷: ۲۷) یعنی شیطان تمہیں نظر نہیں آتا مگر وہ تمہیں ہر وقت اور ہر جگہ دیکھتا ہے، تمہارے دل کے ارادوں سے باخبر ہے اور وہ تمہارے پاس شیطان اور دشمن کے روپ میں نہیں آتا بلکہ دوست اور خیر خواہ کے رنگ میں تمہیں دھوکہ دیتا ہے، لہٰذا اس کی فتنہ پردازی اور وسوسہ اندازی سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرو۔

شیطان کو اللہ تعالیٰ نے اتنی طاقت دی ہے کہ وہ انسان کے دل کی گہرائی سے اُٹھنے والے خیالات کو بھی جانتا ہے حتیٰ کہ جلیل القدر نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب پر بھی آگاہ تھا جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا اشارہ ملا تھا۔ اگر شیطان کا علم اتنا وسیع ہے جو لوگوں کو گمراہ کرتا ہے تو انبیائے کرام علیہم السلام کی وسعتِ علم کا کیا عالم ہوگا جو تمام جنوں، فرشتوں اور انسانوں سے افضل ہیں اور لوگوں کو شیطانی گمراہیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لاتے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر شیطان تمہیں دیکھتا ہے اور تم اس کو نہیں دیکھ سکتے تو تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو جو شیطان کو دیکھتا ہے اور شیطان اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ (تفسیر مظہری) اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ اے میرے پروردگار! میں شیطان مردود سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ آمین

شیطان کو کنکریاں مارنا

ابوطفیل نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کرنے جارہے تھے تو مشعر

فَلَمَّآ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ ۝١٠٣

١٠٣۔ پھر جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔[٤١]

وَنَادَيۡنٰهُ اَنۡ يّٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ ۝١٠٤

١٠٤۔ اور ہم نے ان کو ندا دی کہ اے ابراہیم!

قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝١٠٥

١٠٥۔ بے شک تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا بے شک ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔[٤٢]

پر شیطان روکنے کے لئے آپ کے سامنے آ گیا لیکن آپ آگے نکل چکے تھے، پھر آپ جمرہ عقبہ پر پہنچے وہاں بھی شیطان سامنے آ گیا۔ آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں اور وہ چلا گیا، پھر جب آپ جمرہ وسطیٰ پر پہنچے تو وہاں بھی شیطان آگے آ گیا۔ آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں اور وہ چلا گیا، پھر جب آپ نے جمرہ کبریٰ کے پاس شیطان کو پایا تو آپ نے وہاں بھی اسے سات کنکریاں ماریں اور وہ چلا گیا۔ اس کے بعد آپ اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے کے لئے چل دیئے۔ (تفسیر معالم التنزیل)

[٤١] حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام دونوں جب قربانی کے لئے تیار ہو گئے تو بیٹے نے عرض کیا: اے میرے ابا جان! آپ مجھے رسی کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دیں تا کہ میں مضطرب نہ ہوں اور اپنے کپڑوں کو مجھ سے دور رکھنا تا کہ میرے خون کے چھینٹے ان پر نہ پڑیں اور میری امی جان میرا خون دیکھ کر زیادہ غمگین نہ ہوں اور چھری کو اچھی طرح تیز کر لیں تا کہ وہ مجھ پر آسانی سے گزر جائے اور جب آپ میری امی جان کے پاس واپس جائیں تو انہیں میرا آخری سلام پہنچائیں اور اگر آپ مناسب سمجھیں تو میری قمیص میری امی جان تک پہنچا دیں اس کو دیکھ کر ان کو کچھ تسلی ہو گی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مزید کہا: اے میرے ابا جان! جب آپ مجھے ذبح کرنے لگیں تو مجھے منہ کے بل لٹائیں کیونکہ جب آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑے گی تو آپ کے دل میں رقت پیدا ہو گی اور وہ رقت آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے درمیان حائل نہ ہو جائے۔ (اکلوتے بیٹے کی زبان سے یہ الفاظ سن کر بوڑھے باپ کے دل پر کیا گزر رہی ہو گی) لیکن پھر بھی استقامت کا پہاڑ بن کر کہتے ہیں: اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے میں تم میرے لئے بڑے مددگار ثابت ہو رہے ہو۔ اس کے بعد جس طرح بیٹے نے کہا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح ان کو اچھی طرح باندھ دیا، پھر روتے ہوئے اپنے بیٹے کو بوسہ دیا اور اس کے حلقوم پر چھری چلا دی مگر اس چھری نے کچھ نہ کاٹا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دو تین بار چھری کو پتھر پر تیز کیا لیکن پھر بھی چھری نے حلقوم نہ کاٹا۔ (تفسیر خازن)

[٤٢] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو خواب دیکھا تھا اس میں اپنے بیٹے کو اس طرح ذبح نہیں کر دیا تھا کہ ان کی جان نکل گئی ہو بلکہ آپ ذبح کر رہے تھے اور منیٰ میں بھی جب آپ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے میں مصروف تھے تو اسی دوران آواز آئی: اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ نہ خواب میں بیٹے کی جان لی گئی تھی اور نہ اب اس کی جان لینا مقصود ہے بلکہ یہ آپ کا امتحان تھا اور آپ اس میں کامیاب ہو گئے ہیں، لہٰذا ہم نے ایک مینڈھے کے ذریعہ آپ کے بیٹے کا فدیہ ادا کر دیا ہے۔ پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا تو جبریل امین ایک خوبصورت مینڈھا لیئے کھڑے تھے جس کو آپ نے ذبح کر

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓـؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾

۱۰۶۔ بے شک یہ ایک بڑی کھلی آزمائش تھی۔

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾

۱۰۷۔ اور ہم نے ایک بہت بڑی قربانی کے ساتھ ان کا فدیہ ادا کر دیا۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

۱۰۸۔ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا۔

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾

۱۰۹۔ سلام ہو ابراہیم علیہ السلام پر۔ [۴۳]

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾

۱۱۰۔ ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

۱۱۱۔ بے شک وہ (ابراہیم علیہ السلام) ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

۱۱۲۔ اور ہم نے انہیں (دوسرے بیٹے) اسحاق کی بشارت دی کہ وہ نبی (اور) صالحین میں سے ہوں گے۔ [۴۴]

دیا۔ اس کو بڑی قربانی اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ یہ مینڈھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا تھا۔ قربانی کا یہ واقعہ دسویں ذوالحجہ کو منیٰ میں پیش آیا تھا جس کی یاد قیامت تک منائی جاتی رہے گی۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب مینڈھے کو ذبح کیا تو جبریل امین نے کہا: اللہ اکبر اللہ اکبر اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا: لاالہ الا اللہ واللہ اکبر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اللہ اکبر وللہ الحمد۔ اور (قربانی وتکبیرات کی) یہ سنت ہمیشہ کے لئے باقی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

[۴۳] انبیائے کرام کا اجر چونکہ سب سے زیادہ ہوتا ہے اس لئے ان کا امتحان بھی بڑا ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے نمرود کی آگ میں اپنی جان پیش کی، پھر ملک چھوڑا، پھر بڑھاپے کے عالم میں اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی پیش کی۔ ان ساری آزمائشوں میں کامیاب ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے امتیازی شانوں سے نوازا اور بعد میں آنے والے انبیاء اور امتوں میں ان کا ذکر خیر جاری کر دیا۔ یعنی ان کے بعد قیامت تک اہل ایمان ان پر صلاۃ وسلام پڑھتے رہیں گے اور مسلمان تو ہر نماز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر درود پڑھتے ہیں اور ہر سال ان کی اور ان کے گھر والوں کی یادیں تازہ کرتے ہیں، مثلاً قربانی، تکبیرات تشریق اور صفا و مروہ کے درمیان سعی سب ان کی یادیں ہیں۔

[۴۴] اس آیت سے معلوم ہوا کہ ذبح کا حکم حضرت اسماعیل کے متعلق تھا کیونکہ ذبح کا پورا واقعہ بیان کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ

وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ۝۱۱۳ ع

۱۱۳۔ اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام پر برکتیں نازل فرمائیں، اوران دونوں کی نسل میں نیکوکار بھی ہیں اوراپنی جان پر کھلا ظلم کرنے والے بھی ہیں۔ [۴۵]

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝۱۱۴

۱۱۴۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر احسان فرمایا۔

وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝۱۱۵

۱۱۵۔ اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بہت بڑی مصیبت سے نجات دی۔ [۴۶]

وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝۱۱۶

۱۱۶۔ اور ہم نے ان کی مدد فرمائی تو وہی غالب ہوگئے۔

وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ۝۱۱۷

۱۱۷۔ اور ہم نے ان دونوں کو ایک واضح کتاب (تورات) دی۔

وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۱۱۸

۱۱۸۔ اور ہم نے ان دونوں کو سیدھے راستے پر چلایا۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِى الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۱۹

۱۱۹۔ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان دونوں کا ذکر خیر باقی رکھا۔

نے حضرت اسحاق کی پیدائش کی خوشخبری دی ہے۔

[۴۵] اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام پر بہت برکتیں نازل فرمائیں یعنی ان کی اولاد سے بکثرت انبیائے کرام مبعوث فرمائے لیکن اس کے باوجود ان کی اولاد میں نیک بھی ہیں اور ظالم بھی، لہٰذا کسی کو صرف اپنے نیک باپ کے گھمنڈ میں نہیں رہنا چاہیے بلکہ اپنے اعمال کو بھی نیک بنانا چاہیے کیونکہ دنیا کے سارے انسان بالآخر حضرت آدم علیہ السلام یعنی ایک نبی کی اولاد ہیں مگر انہی میں کافر اور ظالم بھی ہیں اور مومن اور متقی بھی ہیں۔

[۴۶] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو احسانات فرمائے ان کا ذکر پہلے مختلف مقامات پر گزر چکا ہے، مثلاً پیدائش کے وقت موت سے بچایا اور فرعون کے گھر میں ان کی پرورش کا انتظام فرمایا۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ طٰہٰ (۲۰) کی آیات نمبر ۳۸ تا ۴۰ کے حواشی ملاحظہ کریں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت، تورات اور معجزات عطا فرمائے اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی نبوت سے نوازا، پھر انہیں اور ان کی قوم کو فرعون کی غلامی اور اس کے مظالم سے نجات دی اور ان کے ملک پر غلبہ عطا فرمایا۔ اس کے لئے سورہ بقرہ (۲) کی آیت نمبر ۵۰ اور اس کا حاشیہ ملاحظہ کریں۔

سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾	۱۲۰۔ سلام ہو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر۔
اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾	۱۲۱۔ ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔
اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾	۱۲۲۔ بے شک وہ دونوں ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔
وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾	۱۲۳۔ اور بے شک الیاس علیہ السلام بھی رسولوں میں سے ہیں۔
اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾	۱۲۴۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے نہیں ہو؟
اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾	۱۲۵۔ کیا تم بعل (نامی بت) کی عبادت کرتے ہو اور سب سے بہتر خالق کو چھوڑ دیتے ہو؟ [۴۷]
اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾	۱۲۶۔ اللہ تعالیٰ کو جو تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا بھی رب ہے۔
فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾	۱۲۷۔ پھر انہوں نے الیاس علیہ السلام کو جھٹلایا، پس وہ ضرور (عذاب جہنم میں) پیش کئے جائیں گے۔
اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾	۱۲۸۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے۔
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾	۱۲۹۔ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا۔
سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾	۱۳۰۔ سلام ہو الیاس علیہ السلام پر۔ [۴۸]

[۴۷] اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس علیہ السلام کو لبنان کے شہر بعلبک کی طرف نبی بنا کر بھیجا، وہاں کے لوگ بعل نامی بت کی عبادت کرتے تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے انہیں کہا: تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بت کی عبادت نہ کرو کیونکہ وہ عبادت کے لائق نہیں ہے بلکہ تم اپنے خالق حقیقی کی عبادت کرو جو تمہارا اور تمہارے باپ دادا سب کا رب ہے مگر انہوں نے حضرت الیاس علیہ السلام کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا اور صرف وہی لوگ عذاب سے بچے جو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور مخلص بندے تھے۔

[۴۸] اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر خیر باقی رکھا اور بعد میں آنے والے انبیاء اور مومنین ان کو نبی مانتے ہیں اور ان پر

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

۱۳۱۔ بے شک ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

۱۳۲۔ بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔

وَ اِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

۱۳۳۔ اور بے شک لوط علیہ السلام بھی رسولوں میں سے تھے۔

اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾

۱۳۴۔ جب ہم نے ان کو اور ان کے سب گھر والوں کو نجات دی۔

اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾

۱۳۵۔ سوائے اس بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی۔[۴۹]

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

۱۳۶۔ پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔

وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾

۱۳۷۔ اور بے شک تم صبح کے وقت ان (کی اجڑی ہوئی بستیوں) کے پاس سے گزرتے ہو۔[۵۰]

وَ بِالَّيْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ ع ۲۵ ۸

۱۳۸۔ اور رات کے وقت بھی، کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے؟

وَ اِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

۱۳۹۔ اور بے شک یونس علیہ السلام (بھی ہمارے) رسولوں میں سے تھے۔

اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾

۱۴۰۔ جب وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کی طرف گئے۔

سلام بھیجتے ہیں۔ حضرت الیاس علیہ السلام کو ال یاسین بھی لکھا پڑھا جاتا ہے جیسے طور سیناء (قرآن: ۲۳:۲۰) کو قرآن مجید میں دوسری جگہ طور سینین (قرآن: ۹۵:۲) بھی لکھا پڑھا گیا ہے حالانکہ یہ دونوں ایک ہی پہاڑ کے نام ہیں۔

[۴۹] قوم لوط پر جب عذاب کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ کو وہاں سے نکال لیا، البتہ حضرت لوط علیہ السلام کی بوڑھی بیوی پیچھے رہ گئی تھی کیونکہ وہ کافرہ تھی اور دیگر کافروں کے ساتھ اسے بھی ہلاک کر دیا گیا۔

[۵۰] اہل مکہ کو خطاب کیا جا رہا ہے کہ تم شام کے تجارتی سفروں میں صبح و شام قوم لوط کی اجڑی ہوئی بستیوں کے پاس سے گزرتے ہو جن پر پتھروں کی بارش برسائی گئی۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے کہ اگر تم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے پر قائم رہے تو تم پر بھی ایسا عذاب نازل ہو سکتا ہے۔

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ﴿۱۴۱﴾

۱۴۱۔ پھر قرعہ اندازی ہوئی تو وہ مغلوبوں میں سے ہو گئے ۔[۵۱]

فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿۱۴۲﴾

۱۴۲۔ پس مچھلی نے انہیں نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے۔

فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ﴿۱۴۳﴾

۱۴۳۔ پس اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے ۔

لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۱۴۴﴾

۱۴۴۔ تو وہ مچھلی کے پیٹ میں اس دن تک رہتے جب لوگ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے۔

[۵۱] اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو عراق میں نینویٰ کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اہل نینویٰ کو شرک سے روکا اور توحید کی دعوت دی مگر انہوں نے تکذیب کی اور ان کی ہٹ دھرمی اور سرکشی بڑھتی گئی۔ آپ نے انہیں عذاب کی وعید سنائی کہ تین دنوں تک ان پر عذاب آنے والا ہے اور خود ان لوگوں پر غضبناک ہو کر وہاں سے چل نکلے اور اس ہجرت کے لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کا انتظار نہ کیا۔ اگرچہ عام مومنوں کے لئے ایسے مشرک اور ہٹ دھرم لوگوں کا علاقہ چھوڑ کر ہجرت کر جانا اچھی بات ہے مگر ایک نبی کے شایان شان یہی تھا کہ آپ وحی کا انتظار کرتے۔

علامہ رازی لکھتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام لوگوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے اور جب کشتی ڈگمگانے لگی اور سب لوگوں کو ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تو ملاحوں نے کہا: اس کشتی میں کوئی عاصی یا بھاگا ہوا غلام ہے کیونکہ ہوا کے بغیر کشتی اسی وقت ڈگمگاتی ہے جب اس میں کوئی عاصی انسان ہو اور ہماری روایت یہ ہے کہ جب ہم ایسی مصیبت میں مبتلا ہوں تو ہم قرعہ اندازی کرتے ہیں اور جس کے نام پر قرعہ نکل آئے اسے سمندر میں پھینک دیتے ہیں کیونکہ ایک آدمی کا غرق ہو جانا اس سے بہتر ہے کہ کشتی کے سارے لوگ غرق ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے تین بار قرعہ اندازی کی اور ہر بار حضرت یونس علیہ السلام ہی کا نام نکلا۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی عاصی بندہ اور بھاگا ہوا غلام ہوں اور پھر سمندر میں چھلانگ لگا دی، پس ایک بڑی مچھلی آئی اور اس نے آپ کو نگل لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مچھلی کو فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام کا بال بھی بیکا نہ ہو۔ میں نے تیرا پیٹ ان کے لئے قید خانہ بنایا ہے، ان کو تیرے لئے خوراک نہیں بنایا۔

(تفسیر کبیر: سورۃ الأنبیاء (۲۱): زیر آیت نمبر ۸۷)

حضرت یونس علیہ السلام وحی کا انتظار کئے بغیر چل نکلے تھے اور ان کا خیال یہ تھا کہ وہ کوئی غلطی نہیں کر رہے اس لئے ان پر کوئی گرفت نہیں ہوگی لیکن اب مچھلی کے پیٹ میں انہیں احساس ہوا کہ ہجرت کا حکم نازل ہونے سے پہلے چل نکلنا ان کی اجتہادی خطا تھی، لہٰذا وہ نادم ہوئے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے لگے، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مچھلی نے سمندر کے کنارے آ کر

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾

۱۴۵۔ پھر ہم نے انہیں چٹیل میدان میں ڈال دیا اس حال میں کہ وہ بیمار تھے۔

وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾

۱۴۶۔ اور ہم نے ان پر ایک بیلدار درخت اگا دیا۔

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

۱۴۷۔ اور ہم نے انہیں ایک لاکھ یا اس سے زائد لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا تھا۔ [۵۲]

فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾

۱۴۸۔ پس وہ (ان پر) ایمان لائے اور ہم نے انہیں ایک معین مدت تک فائدہ پہنچایا۔

ایک چٹیل میدان میں آپ کو اگل دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یونس علیہ السلام میرا رسول اور میرا ذاکر ہے۔ اگر وہ میری تسبیح کرنے والا نہ ہوتا تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا۔

[۵۲] چند دن مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے حضرت یونس علیہ السلام بہت کمزور ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس چٹیل میدان میں جہاں کوئی درخت اور مکان نہیں تھا وہاں پر کدو کی ایک بیل اگا دی۔ کدو کی بیل اگرچہ زمین پر پھیلتی ہے مگر یہ آپ کا معجزہ تھا کہ وہ ایک شاخوں والا درخت بن گئی اور آپ کو سایہ دینے لگی۔ نیز اللہ تعالیٰ کے حکم سے روزانہ صبح و شام ایک بکری آتی اور آپ کو دودھ پلا جاتی۔ (تفسیر خزائن العرفان، تفسیر نور العرفان) چند دنوں کے بعد جب آپ کی کمزوری دور ہوگئی اور جسم کی قوت بحال ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی قوم کے پاس واپس گئے جس کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے زائد تھی۔ جب قوم نے آپ کو دیکھا تو وہ بڑے خوش ہوئے، آپ پر ایمان لے آئے اور اپنی عمر پوری کر کے فوت ہوئے۔

حسن بن عساکر بیان کرتے ہیں کہ صحت مند ہونے کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کا گزر ایک چرواہے کے پاس سے ہوا، آپ نے اس سے پوچھا: یونس کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا: مجھے ان کا حال معلوم نہیں، البتہ وہ سب سے نیک اور سب سے زیادہ سچے آدمی تھے، انہوں نے ہمیں عذاب آنے کی خبر دی تھی، پھر ان کے کہنے کے مطابق عذاب کے آثار نمودار ہو گئے، پھر ہم سب نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا اور اب ہم حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کر رہے ہیں کہ وہ کہاں ہیں مگر ہم نے ان کی کوئی خبر نہیں سنی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اس سے پوچھا: تمہارے پاس دودھ ہے؟ اس نے جواب دیا: اس ذات کی قسم جس نے حضرت یونس علیہ السلام کو عزت دی! جب سے حضرت یونس علیہ السلام ہمارے پاس سے گئے ہیں نہ بارش ہوئی ہے اور نہ ہی سبزہ اگا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا: تم میرے پاس کوئی بکری لاؤ، پھر حضرت یونس علیہ السلام نے اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: اب اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس کا دودھ دوہو، اس نے دودھ دوہا اور حضرت یونس علیہ السلام نے اس دودھ کو پیا۔ اس چرواہے نے کہا: اگر حضرت یونس علیہ السلام زندہ ہیں تو پھر آپ ہی حضرت یونس علیہ السلام ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں ہی یونس ہوں، تم اپنی قوم کے پاس جاؤ اور

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾

۱۴۹۔ پس آپ ان سے پوچھیں: کیا آپ کے رب کے لئے تو بیٹیاں ہوں اور ان کے لئے بیٹے ہوں؟ [۵۳]

اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾

۱۵۰۔ یا ہم نے فرشتوں کو مؤنث بنایا تو کیا وہ اس وقت موجود تھے؟

اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

۱۵۱۔ غور سے سنو! بے شک وہ اپنی افترا پردازی سے کہتے ہیں۔

وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

۱۵۲۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد جنی اور بے شک وہ جھوٹے ہیں۔

اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾

۱۵۳۔ کیا اس نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیاں پسند کی ہیں۔

مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

۱۵۴۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟

ان کو میرا اسلام کہو۔ چرواہے نے کہا: بادشاہ نے یہ اعلان کیا ہے کہ جو شخص میرے پاس یہ خبر لے کر آیا کہ اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا ہے اور اس پر دلیل پیش کی تو میں اس کو اپنا ملک دے دوں گا اور میں بغیر کسی دلیل کے یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے کہا: تم یہ بکری لے جاؤ، یہ شہادت دے گی کہ میں نے اس کا دودھ پیا ہے، وہ چرواہا اس بکری کو لے کر گیا اور اس بکری نے شہادت دی، پھر وہ چرواہا قوم کو لے کر اس چٹان پر پہنچا جہاں اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا تھا، ان لوگوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا تو آپ اس جگہ نماز پڑھ رہے تھے، وہ لوگ مارے خوشی کے رو پڑے اور بڑی عزت اور بہت اہتمام سے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنے شہر میں لے آئے۔ ان لوگوں نے اس چرواہے سے کہا: تم ہمارے سردار ہو، تم سے بڑے مرتبہ کا ہم میں سے کوئی نہیں ہے، ہم کبھی تمہاری حکم عدولی نہیں کریں گے اور وہ چرواہا چالیس سال تک ان پر حکومت کرتا رہا۔

(تفسیر تبیان القرآن: جلد ۹: ص ۹۶۰)

[۵۳] عرب کی اکثریت بیٹیوں سے نفرت کرتی تھی جبکہ بعض قبائل فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ ان آیات میں مشرکین عرب سے پوچھا جا رہا ہے کہ تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کو پیدا فرمایا تو کیا اس وقت تم وہاں موجود تھے اور تم نے دیکھا کہ وہ واقعی لڑکیاں تھیں؟ یا تمہارے پاس اس بات کا کوئی تحریری ثبوت ہے کہ کسی نبی یا کسی آسمانی کتاب نے اس کا ذکر کیا ہو؟ اور اگر تمہارے پاس ان دونوں میں سے کوئی ثبوت بھی نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر یہ کتنا بڑا احمقانہ اور گستاخانہ فیصلہ ہے کہ تم اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں قرار دیتے ہو جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے، لہٰذا اس کی اولاد قرار دینا بہت بڑا جھوٹ اور بہتان ہے۔

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۱۵۵ ۱۵۵۔ کیا تم غور نہیں کرتے؟

اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِیْنٌ ۝۱۵۶ ۱۵۶۔ کیا تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے؟

فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝۱۵۷ ۱۵۷۔ اگر تم سچے ہو تو اپنی کتاب (کا حوالہ) پیش کرو۔

وَجَعَلُوْا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝۱۵۸ ۱۵۸۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان نسبی رشتہ داری بنا رکھی ہے حالانکہ جنات کو علم ہے کہ وہ بھی (عذاب پر) پیش کئے جائیں گے۔ [۵۴]

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝۱۵۹ ۱۵۹۔ اللہ تعالیٰ ان (عیوب) سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ۝۱۶۰ ۱۶۰۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے۔ [۵۵]

فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ۝۱۶۱ ۱۶۱۔ پس تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ بِفٰتِنِیْنَ ۝۱۶۲ ۱۶۲۔ تم (سب مل کر) اللہ تعالیٰ کے خلاف (کسی کو) گمراہ نہیں کر سکتے۔ [۵۶]

اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِیْمِ ۝۱۶۳ ۱۶۳۔ سوائے اس کے جو جہنم میں گرنے والا ہے۔

---

[۵۴] علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں کہ بعض مشرکین عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے العیاذ باللہ جنات میں شادی کی اور اس سے فرشتے پیدا ہوئے حالانکہ شیاطین (کافر جنات) کو اچھی طرح علم ہے کہ انہیں عذاب جہنم سے دوچار ہونا پڑے گا۔ (صفوۃ التفاسیر) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی جنات سے کوئی رشتہ داری نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی جنات سے رشتہ داری ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کی سرکشی معاف فرما دیتا اور انہیں جہنم کے عذاب میں نہ پھینکتا۔

[۵۵] مشرکین جو کچھ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ایسی باتیں نہیں کہتے۔ اسی لئے مشرکین اپنی سرکشی کی وجہ سے عذاب جہنم میں مبتلا ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے جنت میں جائیں گے۔

[۵۶] یہاں مشرکین کو خطاب ہو رہا ہے کہ تم اور تمہارے معبود سب مل کر بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کو زبردستی گمراہ نہیں کر سکتے سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی سرکشی کے باعث جہنمی لکھ دیا ہے اسے تو بہرحال جہنم میں جانا ہی پڑے گا۔

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾	۱۶۴۔ اور (فرشتوں نے کہا:) ہم میں سے ہر ایک کا مقام مقرر ہے۔[۵۷]
وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾	۱۶۵۔ اور بے شک ہم توصف بستہ کھڑے ہیں۔
وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾	۱۶۶۔ اور بے شک ہم تسبیح کرنے والے ہیں۔
وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾	۱۶۷۔ اور وہ (کفار مکہ) کہا کرتے تھے۔
لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾	۱۶۸۔ اگر ہمارے پاس بھی پہلے لوگوں کی کوئی نصیحت ہوتی۔
لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾	۱۶۹۔ تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہوتے۔[۵۸]
فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾	۱۷۰۔ پھر (جب نصیحت یعنی کتاب آئی تو) انہوں نے اس کا انکار کردیا، سو وہ عنقریب جان لیں گے۔
وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾	۱۷۱۔ اور ہمارا اپنے بھیجے ہوئے بندوں کے ساتھ پہلے وعدہ ہو چکا ہے۔[۵۹]

[۵۷] مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، ان کی تردید میں یہاں فرشتوں کا کلام نقل کیا جارہا ہے یعنی ہم میں سے ہر ایک کے لئے ایک دائرہ کار مقرر ہے، ہم اس کے اندر صف بستہ کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تسبیح کرتے ہیں اور اس کی فرمانبرداری کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

[۵۸] نبی کریم ﷺ کی آمد سے پہلے کفار مکہ جب یہود ونصاریٰ پر نازل ہونے والی تورات وانجیل کے متعلق سنتے تو کہتے تھے: اگر ان کے پاس بھی کوئی آسمانی کتاب آتی تو وہ یہود ونصاریٰ کی طرح سرکشی نہ کرتے بلکہ اس پر اچھی طرح عمل کر کے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہوتے مگر جب اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ آرزو پوری کی اور نبی کریم ﷺ کو قرآن مجید دے کر بھیجا تو انہوں نے تعصب میں آکر اس کا انکار کردیا اور اس انکار کا برا انجام انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

[۵۹] اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور انبیاء کے ساتھ یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ ان کی مدد کی جائے گی اور ان کے دین کو غلبہ حاصل ہوگا۔ یہ غلبہ ظاہری اور مادی بھی ہو سکتا ہے جیسے اسلام کو کئی صدیوں تک مادی غلبہ حاصل رہا، پھر اہل اسلام کی کوتاہیوں کی وجہ سے وہ غلبہ برقرار نہ رہ سکا، اور یہ غلبہ معنوی اور مذہبی بھی ہو سکتا ہے یعنی دلائل وبراہین کے میدان میں کوئی بھی اسلام پر غالب نہیں آسکے گا اور یہ حقیقت تو ہر دور میں روز روشن کی طرح عیاں رہی ہے اور آج بھی ظاہری غلبہ نہ ہونے کے باوجود

إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ﴿١٧٢﴾
۱۷۲۔ بے شک ان کی مدد کی جائے گی۔

وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُونَ ﴿١٧٣﴾
۱۷۳۔ اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب ہوگا۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِينٍ ﴿١٧٤﴾
۱۷۴۔ پس آپ کچھ دیر تک ان سے رخ پھیر لیں۔[۶۰]

وَّأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿١٧٥﴾
۱۷۵۔ اور ان کو دیکھتے رہیے اور وہ بھی عنقریب (اپنا انجام) دیکھ لیں گے۔

أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿١٧٦﴾
۱۷۶۔ کیا وہ ہمارے عذاب کو جلد طلب کر رہے ہیں۔

فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ﴿١٧٧﴾
۱۷۷۔ پھر جب وہ عذاب ان کے سامنے آئے گا تو جن لوگوں کو ڈرایا گیا تھا ان کی صبح بہت بری ہوگی۔[۶۱]

وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِينٍ ﴿١٧٨﴾
۱۷۸۔ اور آپ کچھ دیر تک ان سے رخ پھیر لیں۔

وَّأَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿١٧٩﴾
۱۷۹۔ اور (ان کو) دیکھتے رہیے، سو وہ بھی عنقرب (اپنا انجام) دیکھ لیں گے۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٨٠﴾
۱۸۰۔ آپ کا رب جو عزت کا مالک ہے ان (تمام عیبوں)

اسلام اپنے مضبوط دلائل اور دلکش نظریات کی وجہ سے دنیا میں سب سے زیادہ پھیلنے والا مذہب ہے۔

[۶۰] اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو فرما رہا ہے کہ آپ کچھ عرصہ کے لئے مشرکین کے خلاف تلوار نہ اٹھائیں اور ان کی اذیت رسانی سے درگزر کریں اور انتظار کریں عنقریب ہماری مدد آئے گی اور وہ اپنے برے انجام کو دیکھ لیں گے، جیسا کہ جنگ بدر اور فتح مکہ کے دن ہوا۔

[۶۱] نبی کریم ﷺ کفار مکہ کو عذاب سے ڈراتے تھے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز نہ آئے تو تم پر بھی عذاب آسکتا ہے لیکن وہ آپ کا مذاق اڑاتے تھے کہ جس عذاب سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں وہ آتا کیوں نہیں؟ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے انہیں جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ایک دن مقرر ہے اور جب وہ عذاب نازل ہوگا وہ دن ان کے لئے بہت برا ہوگا، چنانچہ جنگ بدر میں جس طرح ان کے پیارے مارے گئے اور جس طرح انہیں شکست ہوئی وہ ان کے لئے بہت ہی برا دن تھا اور قیامت کے دن ان کفار کو جس انجام سے واسطہ پڑے گا وہ تو بہت ہی زیادہ برا ہوگا۔

سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔[۶۲]

وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝١٨١ ۔ ۱۸۱۔ اور تمام رسولوں پر سلام ہو۔[۶۳]

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١٨٢ ۔ ۱۸۲۔ اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔[۶۴]

---

[۶۲] مشرکین اللہ تعالیٰ کے لئے جو شریک اور بیٹیاں بناتے تھے اللہ تعالیٰ ان سے پاک ہے، وہ بے نیاز ہے اور اسے کسی شریک یا اولاد کی ضرورت نہیں ہے۔

[۶۳] تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچایا اور انسانوں کی ہدایت کے لئے ہر ممکن کوشش کی لہٰذا وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان پر سلام بھیجا جائے۔ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم مجھ پر سلام بھیجو تو تمام رسولوں پر بھی سلام بھیجو کیونکہ میں بھی تمام رسولوں میں سے ایک رسول ہوں۔ (تفسیر قرطبی)

[۶۴] تمام جہانوں کا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اس لئے سب تعریفوں کا حقیقی مستحق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

آخری تین آیات کی فضیلت

☆ حضرت ابو سعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کئی بار سنا کہ آپ نماز ختم ہونے کے بعد یہ تین آیات تلاوت کیا کرتے تھے۔ (تفسیر قرطبی)

☆ شعبی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ قیامت کے دن اسے بھرپور پیمانہ سے اجر ملے تو وہ اپنی مجلس اور گفتگو کے آخر میں یہ تین آیات پڑھے۔ (تفسیر قرطبی) میں بھی اس سورت کا اختتام انہی تین آیات کی تلاوت اور تحریر پر کر رہا ہوں۔ سبحٰن ربک رب العزۃ عما یصفون ★ و سلام علی المرسلین ★ والحمد للہ رب العلمین★

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز مغرب بروز ہفتہ ۱۳ فروری ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۸ صفر ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۹ جنوری تا ۱۳ فروری یعنی صرف ۱۵ دنوں میں سورہ صافات کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ ص (۳۸)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''ص'' ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

مضامین

۱۔ قرآن مجید تمام انسانوں کے لئے نصیحت ہے لیکن کفار مکہ نے تکبر کی وجہ سے اس کی مخالفت کی اور یہ کوئی نئی بات نہیں اس سے پہلے بھی کئی قوموں نے آسمانی کتابوں کی مخالفت کی جس کی سزا میں انہیں ہلاک کر دیا گیا اور اگر کفار مکہ بھی اپنے تکبر سے باز نہ آئے تو ان پر بھی عذاب آ سکتا ہے۔

۲۔ کفار مکہ کئی خداؤں کی عبادت کرتے تھے، جب نبی کریم ﷺ نے انہیں ایک خدا کی دعوت دی تو ان کی حیرانگی کی انتہا ہو گئی اور وہ غصہ میں آ کر کہنے لگے: بھلا اتنا بڑا نظام کائنات صرف ایک خدا کیسے چلا سکتا ہے؟ یہ تو ایسی عجیب وغریب بات ہے جو عقل میں نہیں آ سکتی، لہٰذا یہ شخص العیاذ باللہ جادوگر اور جھوٹا ہے۔

۳۔ اس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دینے کے لئے گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی نافرمان قوموں کا ذکر فرمایا کہ اگر کفار مکہ آپ کی مخالفت کر رہے ہیں تو آپ غمگین نہ ہوں، پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی ایسی قوموں سے واسطہ پڑا تھا، انہوں نے بھی صبر کیا اور آپ بھی صبر کریں۔

۴۔ شیطان کے مردود ہونے کا قصہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ شیطان کی پیروی کریں گے انہیں بھی شیطان کے ساتھ جہنم رسید کیا جائے گا۔

۵۔ آخر میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قرآن مجید کی تبلیغ پر میں تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا اور نہ ہی میں کوئی بناوٹ کر رہا ہوں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔ آج تم اس حقیقت کا انکار کر رہے ہو مگر غور سے سن لو! عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب تمہیں چار و ناچار تسلیم کرنا پڑے گا کہ قرآن مجید تمام جہانوں کے لئے سراپا نصیحت ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز فجر بروز پیر ۱۵ فروری ۲۰۱۰ء بمطابق یکم ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

اٰیاتھا ۸۸ ۳۸ سُورَۃُ صٓ مَکِّیَّۃٌ ۳۸ رکوعاتھا ۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

صٓ وَالۡقُرۡاٰنِ ذِی الذِّکۡرِ ؕ۱

۱۔ ص [۱] قسم ہے نصیحت والے قرآن کی۔

بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ عِزَّۃٍ وَّ شِقَاقٍ ۲

۲۔ بلکہ کافرلوگ تکبر اور مخالفت میں (مبتلا) ہیں۔[۲]

کَمۡ اَہۡلَکۡنَا مِنۡ قَبۡلِہِمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ فَنَادَوۡا وَّ لَاتَ حِیۡنَ مَنَاصٍ ۳

۳۔ ہم نے ان سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کردیا، (جب ان پر عذاب آیا تو) انہوں نے بہت فریاد کی لیکن وہ وقت نجات کا نہیں تھا۔[۳]

وَ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَہُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡہُمۡ ۫ وَ قَالَ الۡکٰفِرُوۡنَ ہٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ ۴ؕ

۴۔ اور کافروں کو اس پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈرسنانے والا آگیا اور وہ کہنے لگے: یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے۔[۴]

---

[۱] یہ حروف مقطعات میں سے ہے اور حروف مقطعات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ کریں۔

[۲] قرآن مجید میں بیان کردہ نصیحتیں بڑی کامل ہیں اور ان پر عمل کرنے سے انسان کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جاتی ہیں مگر جو لوگ قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کا انکار کرتے ہیں اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ انہیں قرآن مجید یا نبی کریم ﷺ میں کوئی نقص نظر آتا ہے بلکہ وہ تکبر اور مخالفت میں مبتلا ہیں جس کی وجہ سے وہ قرآن مجید کے پیغام میں غور ہی نہیں کرتے۔

[۳] یعنی پہلے بھی کئی قوموں نے تکبر میں آکر اپنے انبیائے کرام علیہم السلام اور آسمانی کتابوں کی مخالفت کی اور جب ان پر ان کے کفر کے باعث عذاب نازل ہوا تو پھر ان کی آنکھیں کھلیں اور وہ توبہ کرنے لگے لیکن تب توبہ کا وقت گزر چکا تھا کیونکہ عذاب کو دیکھ کر کی جانے والی توبہ مقبول نہیں ہوتی۔اس آیت میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ وہ گزشتہ قوموں کے احوال سے عبرت حاصل کریں اور قرآن مجید کے انکار سے باز آجائیں ورنہ ان پر بھی عذاب نازل ہوسکتا ہے۔

[۴] کافر سرداروں کو اس پر بڑا تعجب تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اگر بندوں ہی سے رسول بنانا تھا تو اس نے کسی مالدار اور سردار کو نبی کیوں نہیں بنایا۔اب ہمارے لئے تو یہ بڑی سبکی کی بات ہے کہ ہم سردار ہوکر ایک عام آدمی کی پیروی کریں، لہٰذا اس تکبر کی وجہ سے وہ نبی کریم ﷺ کے معجزات کو جادو قرار دیتے اور جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھا جاتا تو وہ کہتے کہ محمد

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝

۵۔ کیا اس نے بہت سے خداؤں کی جگہ صرف ایک خدا بنا دیا ہے؟ بے شک یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے۔ [۵]

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خود کلام بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، لہٰذا العیاذ باللہ آپ جھوٹے ہیں۔

[۵] علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو قریش پر یہ واقعہ سخت ناگوار گزرا اور وہ ابوطالب کے پاس آکر کہنے لگے: آپ ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان فیصلہ کریں۔ چنانچہ ابوطالب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا اور کہا: یہ آپ کی قوم کے لوگ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے بتوں پر تنقید کرنا چھوڑ دیں اور یہ آپ کے خدا پر تنقید نہیں کریں گے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو فرمایا: اگر تم ایک کلمہ پڑھ لو تو سارا عرب و عجم تمہارے ماتحت ہو جائے گا۔ ابوجہل نے کہا: ہم تو ایسے دس کلمے پڑھنے کے لئے تیار ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پڑھو لا الٰہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں)۔ یہ سنتے ہی وہ بڑے غضبناک ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: کیا اس نے بہت سے خداؤں کی جگہ صرف ایک خدا بنا دیا ہے، بھلا صرف ایک خدا ساری مخلوق کا احاطہ کیسے کر سکتا ہے؟ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔
(تفسیر قرطبی)

قرآن مجید کی فصاحت

اس آیت میں ایک لفظ ہے ''عجاب''۔ اس لفظ کے متعلق میں نے اپنی تعلیم کے ابتدائی ایام میں ایک روایت سنی تھی جس کو دکتور وہبہ زحیلی نے اپنی تفسیر المنیر کے دیباچہ میں یعنی جلد اول کے صفحہ نمبر ۳۶ پر اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس روایت کا پس منظر اور اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

ایک دفعہ کفار میں سے چند اہل زبان اکٹھے ہوئے اور انہوں نے قرآن مجید سے تین الفاظ تلاش کئے یعنی عُجَاب (بہت ہی عجیب)، ھُزُوًا (مذاق اڑانا)، کُبَّار (بہت بڑا) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر دعویٰ کیا کہ یہ الفاظ غیر فصیح ہیں، لہٰذا قرآن مجید اگر اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا تو اس میں یہ غیر فصیح الفاظ نہ ہوتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا فیصلہ کون کرے گا کہ یہ الفاظ فصیح نہیں ہیں؟ وہ کہنے لگے: ہمارا فلاں بوڑھا ہماری زبان کا معیار ہے، اس نے غیر فصیح لفظ کبھی نہیں بولا۔ اتنے میں اتفاق سے وہ بزرگ بھی وہاں آ گیا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر مصافحہ کرنے کے لئے بیٹھنے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے اور جب وہ کھڑا ہونے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے، اس طرح جب اس بزرگ کو چند بار اٹھنا اور بیٹھنا پڑا تو وہ غصہ میں آکر کہنے لگا: اَتَتَّخِذُنِی ھُزُوًا، اِنِّی شَیْخٌ کُبَّارٌ وَاِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۔ (کیا آپ میرا مذاق اڑاتے ہیں، میں بہت بڑی عمر کا بوڑھا ہوں اور بے شک یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے؟) اس بزرگ نے ایک ہی سانس میں وہی تین الفاظ کہہ دیئے جن کو یہ کفار غیر فصیح قرار دے رہے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غصہ اور اظہار ناراضگی کے وقت ان الفاظ کا استعمال فصاحت و بلاغت کے عین مطابق ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو غصہ دلانے کی کارروائی کی اور قرآن مجید میں بھی جہاں یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہاں اظہار ناراضگی مقصود ہے۔ مثال کے طور پر:

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِهَتِكُمْ ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝۶

۶۔ اور کافروں کے سردار اٹھ کھڑے ہوئے (اور آپس میں کہنے لگے:) چلو اور اپنے خداؤں پر ثابت قدم رہو، بے شک اس میں (ان کا اپنا) کوئی مقصد ہے۔[۶]

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚۖ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝۷

۷۔ ہم نے تو ایسی (توحید کی) بات آخری ملت (دین قریش یا دین نصاریٰ) میں بھی نہیں سنی، یہ تو صرف من گھڑت بات ہے۔[۷]

۱۔ اس آیت میں کفار نے غصہ میں آکر کہا: {اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ} (قرآن: ۳۸:۵) کیا اس نے بہت سے خداؤں کی جگہ صرف ایک خدا بنا دیا ہے؟ بے شک یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے۔

۲۔ قیامت کے دن جب کفار کو جہنم میں پھینکا جائے گا تو فرشتے غصہ میں آکر اہل جہنم کو کہیں گے: {ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا} (قرآن: ۴۵:۳۵) یہ اس لئے ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا مذاق اڑایا تھا۔

۳۔ سورہ نوح میں حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال کی تبلیغ کے بعد جب محسوس کر لیا کہ ان کی قوم کے لوگ ایمان لانے والے نہیں تو آپ علیہ السلام ان پر غضبناک ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور ان کے کرتوت بیان کرتے ہوئے کہا: {وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا} (قرآن: ۷۱:۲۲) اور ان لوگوں نے بہت بڑے مکر و فریب کئے۔

عربی زبان کی امتیازی شان

دنیا کی ہر زبان میں ایک صدی کے بعد کچھ نہ کچھ تبدیلی آجاتی ہے۔ صرف چار صدیاں پیچھے اگر شیکس پیئر (Shakespeare) کے دور کی انگریزی زبان دیکھی جائے تو آج اس کے بعض الفاظ جدید ڈکشنری میں بھی نہیں ملتے مگر عربی زبان چودہ صدیوں سے اپنی اصل حالت پر قائم ہے اور ہمیشہ اسی حالت پر قائم رہے گی کیونکہ یہ قرآن مجید کی زبان ہے اور قرآن مجید ہمیشہ اپنی اصلی حالت پر ہی رہے گا حتیٰ کہ جنت میں بھی عربی زبان اسی طرح بولی جائے گی جس طرح آج قرآن مجید میں لکھی ہوئی ہے۔

جن زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کئے گئے ہیں سو سال بعد چونکہ اس زبان کے کئی الفاظ متروک ہو جاتے ہیں اس لئے ہر صدی کے بعد قرآن مجید کے نئے تراجم کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ لوگوں کو ترجمہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

[۶] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دوٹوک الفاظ میں توحید کا اعادہ کیا تو کافر سردار مایوس ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور آپس میں کہنے لگے: یہ اپنے مشن پر سختی سے قائم ہیں، کوئی دباؤ یا لالچ ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتا اور ان کا مقصد یہ ہے کہ ہم بھی ان کے پیروکار بن جائیں، لہٰذا چلو! اب ان کی بات مت سنو بلکہ اپنے خداؤں کی عبادت پر ثابت قدم رہو۔

[۷] کفار مکہ کہنے لگے: ایسا دین جس میں ساری کائنات کا خدا صرف ایک ہو ہم نے نہ تو اپنے باپ دادا سے سنا ہے اور نہ ہی ماضی

ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ؕ ﴿۸﴾

۸۔ کیا ہم سب میں سے صرف اسی پر یہ کلام (یعنی قرآن) نازل کیا گیا ہے، بلکہ کفار میرے کلام کے متعلق شک میں مبتلا ہیں، بلکہ انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔[۸]

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۚ ﴿۹﴾

۹۔ کیا ان کے پاس آپ کے غالب (اور) بہت عطا کرنے والے رب کی رحمت کے خزانے ہیں؟[۹]

اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ﴿۱۰﴾

۱۰۔ یا کیا وہ آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کے مالک ہیں؟ تو انہیں چاہیے کہ رسیاں باندھ کر (آسمانوں پر) چڑھ جائیں۔[۱۰]

قریب کے آخری دین والے نصاریٰ سے سنا ہے بلکہ وہ بھی تین خدا تو مانتے ہیں، لہٰذا یہ محمد (ﷺ) کا اپنا گھڑا ہوا ایک نیا دین ہے اور ہم کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔

[۸] کفار کو حسد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سارے عرب میں صرف محمد ﷺ پر ہی قرآن کیوں نازل فرمایا اور ہم میں سے کسی مالدار اور سردار کو اس منصب کے لئے منتخب کیوں نہیں فرمایا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار کو صرف نبی کریم ﷺ سے ہی حسد نہیں بلکہ وہ قرآن مجید کے متعلق بھی شک میں مبتلا ہیں اور اسی لئے کبھی اس کو شعر، کبھی جھوٹ، کبھی من گھڑت اور کبھی جادو کہتے ہیں۔ اگر وہ قرآن مجید میں غور وفکر کرتے تو انہیں علم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دولت اور سرداری ضروری نہیں بلکہ دل کا خلوص درکار ہوتا ہے۔ نیز انہوں نے ابھی میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا ورنہ نہ انہیں نبی کریم ﷺ کا حسد ہوتا اور نہ ہی قرآن مجید میں شک رہتا۔ بہرحال جب وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے تو انہیں حقیقت کا احساس ہو جائے گا اور فریاد کریں گے مگر اس وقت کی فریاد مقبول نہیں ہوگی۔

[۹] یہاں رحمت کے خزانوں سے مراد نبوت کے خزانے ہیں۔ (تفسیر معالم التنزیل) یعنی یہ کفار نبوت کے خزانوں کے مالک نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ خود ہی نبوت کے خزانوں کا مالک ہے اور جس کو چاہتا ہے نبوت عطا فرماتا ہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔

[۱۰] زمین وآسمان کی بادشاہی بھی کفار کے پاس نہیں ہے وگرنہ وہ آسمان پر چڑھ کر نظام کائنات کو سنبھال لیتے اور اپنی مرضی کے انبیاء منتخب کرتے مگر حقیقت میں ساری کائنات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، وہ مختار کل ہے اور اپنی مرضی سے جس کو چاہتا ہے نبوت کے منصب پر فائز فرماتا ہے، اس کو کفار سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

جُندٌ مَّا هُنَالِكَ مَهزُومٌ مِّنَ الأَحزَابِ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ (کفار کے) لشکروں میں سے یہ ایک چھوٹا سا لشکر ہوگا جو اسی جگہ (مکہ میں) شکست کھائے گا۔ [۱۱]

كَذَّبَت قَبلَهُم قَومُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرعَونُ ذُو الأَوتَادِ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ ان سے پہلے بھی قوم نوح اور عاد اور میخوں والے فرعون نے جھٹلایا تھا۔

وَثَمُودُ وَقَومُ لُوطٍ وَأَصحَابُ لئَيكَةِ ۚ أُولَٰئِكَ الأَحزَابُ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اور ثمود اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ نے بھی جھٹلایا تھا، اور یہی وہ بڑے لشکر تھے۔ [۱۲]

إِن كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ ع

۱۴۔ ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو (اس کی پاداش میں ان پر) میرا عذاب ثابت ہوگیا۔

وَمَا يَنظُرُ هَٰؤُلَاءِ إِلَّا صَيحَةً وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِن فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اور وہ صرف ایک سخت چیخ کا انتظار کر رہے ہیں جس کے بعد کوئی مہلت نہیں ہوگی۔ [۱۳]

وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّل لَّنَا قِطَّنَا قَبلَ

۱۶۔ اور وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمارا حصہ تو ہمیں

---

[۱۱] نبی کریم ﷺ کو خوش خبری سنائی جا رہی ہے کہ یہ کفار مکہ جو آج تعداد میں زیادہ ہیں اور مسلمانوں کو تنگ کرنے میں سرگرم ہیں فتح مکہ کا وہ دن آنے والا ہے جب ان کی تعداد کم ہو جائے گی اور اسی شہر میں ان کو اپنی شکست تسلیم کرنا پڑے گی۔

[۱۲] ان آیات میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ ان سے پہلے قوم نوح، عاد، فرعون، ثمود، قوم لوط اور اصحاب ایکہ نے بھی اپنے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کو جھٹلایا تھا اور وہ قومیں تعداد میں اہل مکہ سے زیادہ تھیں مگر جب وہ انبیائے کرام علیہم السلام کی مخالفت سے باز نہ آئے تو انہیں تباہ کر دیا گیا۔ اسی طرح اگر اہل مکہ بھی نبی کریم ﷺ کی مخالفت سے باز نہ آئے تو ان پر بھی عذاب آسکتا ہے۔

فرعون کو میخوں والا اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب وہ اپنے مخالفین کو سزا دیتا تھا تو پہلے ان کے ہاتھ اور پاؤں میں میخیں لگا دیتا تاکہ وہ حرکت نہ کر سکیں۔

[۱۳] کفار مکہ گویا صور قیامت کا انتظار کر رہے ہیں اور اس کو سن کر ایمان لائیں گے مگر انہیں علم ہونا چاہیے کہ صور قیامت کے فوراً بعد سب لوگ فنا ہو جائیں گے، کسی کو توبہ کی مہلت نہیں دی جائے گی اور اگر کوئی قیامت کو دیکھ کر توبہ کرے گا تو بھی اس کی توبہ مقبول نہیں ہوگی۔

يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿١٦﴾

روز حساب سے پہلے ہی جلد دے دے۔[۱۴]

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿١٧﴾

۱۷۔ (میرے پیارے نبی!) آپ ان کی باتوں پر صبر کریں اور ہمارے طاقتور بندے داؤد علیہ السلام کو یاد کریں، بے شک وہ بہت رجوع کرنے والے تھے۔

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿١٨﴾

۱۸۔ بے شک ہم نے پہاڑوں کو ان کے تابع کر دیا تھا جو صبح و شام ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔[۱۵]

وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿١٩﴾

۱۹۔ اور پرندوں کو بھی، جو ان کے پاس جمع رہتے تھے، وہ سب اُن کے فرمانبردار تھے۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿٢٠﴾

۲۰۔ اور ہم نے ان کی حکومت کو مستحکم کر دیا اور ہم نے ان کو دانائی اور فیصلہ کن بات کرنے کا ملکہ عطا فرمایا۔

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿٢١﴾

۲۱۔ اور کیا آپ کے پاس جھگڑنے والوں کی خبر آئی ہے، جب وہ دیوار پھاند کر عبادت گاہ میں آ گئے۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ

۲۲۔ جب وہ داؤد علیہ السلام کے پاس اندر آ گئے تو آپ ان سے گھبرا گئے، انہوں نے کہا: آپ گھبرائیں نہیں، ہم جھگڑنے والے دو فریق ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیں اور بے انصافی نہ کریں اور

---

[۱۴] کفار مکہ چونکہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے تھے اس لئے جب انہیں عذاب آخرت سے ڈرایا جاتا تو وہ از راہ مذاق کہتے: ہم تو ایمان لانے والے نہیں ہیں، لہٰذا ہمارے حصہ کا عذاب ہمیں اسی دنیا میں دلوا دو، ہم قیامت کا انتظار نہیں کرتے۔

[۱۵] میرے پیارے نبی! کفار کی تکلیف دہ باتوں پر صبر کریں اور اس سلسلہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے حالات کو یاد کریں۔ ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دیا جو صبح و شام ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے، ہم نے انہیں مستحکم حکومت، حکمت اور حسن تقریر کی صلاحیت عطا فرمائی لیکن اس کے باوجود ان پر بھی مشکلات اور مصائب آئے اور انہوں نے بھی صبر کیا اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔

اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾

ہمیں سیدھا راستہ بتادیں۔[۱۶]

اِنَّ هٰذَآ اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ بے شک یہ میرا بھائی ہے، اس کی ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے، اب وہ کہتا ہے کہ وہ بھی میرے حوالے کر دو اور گفتگو میں بھی وہ مجھے دبالیتا ہے۔[۱۷]

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰی نِعَاجِهٖ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَیَبْغِیْ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیْلٌ مَّا هُمْ وَ ظَنَّ

۲۴۔ داوٗد علیہ السلام نے فرمایا: تمہاری دنبی کو اپنی دنبیوں سے ملانے کا سوال کر کے اس نے یقیناً تم سے زیادتی کی ہے اور بے شک اکثر شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں،[۱۸] اور

[۱۶] علامہ خازن لکھتے ہیں کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کا معمول یہ تھا کہ آپ ایک دن لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے، ایک دن اپنے گھر کے فرائض سرانجام دیتے اور ایک دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے مخصوص تھا۔ اس دن ان کے عبادت خانہ میں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ (تفسیر خازن و تفسیر بغوی) ایک روز آپ اپنے محراب میں تنہا مصروف عبادت تھے کہ دو آدمی اچانک دیوار پھلانگ کر اندر آ گئے۔ چونکہ دروازہ بند تھا اور وہ دیوار پھلانگ کر آئے تھے اور آپ کو یہ خیال بھی آیا کہ شاید وہ آپ کو قتل کرنے یا ضرر پہنچانے آئے ہیں اس لئے ایسے عالم میں ان کا گھبرا جانا ایک فطری امر تھا، لیکن آنے والوں نے کہا: آپ گھبرائیں نہیں، دراصل ہم اپنے ایک جھگڑے کے متعلق آپ سے فیصلہ لینے آئے ہیں۔ آپ حق و انصاف کے ساتھ ہمارا فیصلہ کر دیں اور ہمیں عدل و انصاف کا سیدھا راستہ دکھا دیں۔

[۱۷] ان دونوں میں سے ایک نے کہا: یہ شخص میرا دینی بھائی ہے۔ اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ ایک دنبی بھی مجھے دیدو۔ وہ جب بات کرتا ہے تو مجھ پر غالب آ جاتا ہے اور اتنے رعب و دبدبہ سے بات کرتا ہے کہ میں جواب دینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

[۱۸] تم غریب بھائی ہو کیونکہ تمہارے پاس صرف ایک دنبی ہے اور تمہارا یہ بھائی امیر ہے کیونکہ اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں، اس کو چاہیے تھا کہ وہ تمہاری مدد کرتا اور کچھ دنبیاں تمہیں دے دیتا مگر تمہاری ایک دنبی بھی تم سے چھین لینا چاہتا ہے۔ جب امیر بھائی اس دعویٰ کی تردید نہ کر سکا بلکہ خاموش رہ کر اس کی تصدیق کر دی تو حضرت داوٗد علیہ السلام نے فرمایا: اس امیر بھائی نے یقیناً تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے اور امیر لوگ اکثر اپنے غریب حصہ داروں کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں اور ان کا مال ہضم

دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۩ ﴿۲۴﴾

داؤد علیہ السلام کو خیال آیا کہ ہم (اللہ تعالیٰ) نے ان کو آزمایا ہے، سو وہ اپنے رب سے مغفرت مانگنے لگے اور سجدہ میں گر گئے اور توبہ کی۔ [۱۹]

فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ پس ہم نے ان کی اس گمان کردہ خطا کو بخش دیا، اور بے شک ان کے لئے ہمارے ہاں بڑا اقرب ہے اور بہترین انجام ہے۔ [۲۰]

کرنے کی کوشش کرتے ہیں، البتہ اہل ایمان اور نیک لوگ ایسی ناانصافی نہیں کرتے لیکن ایسے متقی لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔

[۱۹] اس واقعہ کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کو خیال آیا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے میری آزمائش کی ہے۔ یہ لوگ تو اپنا فیصلہ کرانے آئے تھے اور میں نے ان کے متعلق گمان کیا کہ یہ لوگ مجھے ضرر پہنچانے آئے ہیں تو ایسا گمان کرنا میری خطا تھی۔ چنانچہ وہ اپنی گمان کردہ خطا کو بخشوانے کے لئے سجدہ میں گر گئے اور توبہ کرنے لگے۔

[۲۰] دروازے کے بجائے دو آدمیوں کا دیوار پھاند کر اچانک آجانا اور حضرت داؤد علیہ السلام کا ان کو دیکھ کر گھبرا جانا اور ان کے متعلق یہ گمان کرنا کہ وہ مجھے ضرر پہنچانے آئے ہیں یہ ایک فطری امر تھا یہ کوئی خطا نہیں تھی مگر حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے اعلیٰ تقویٰ کے باعث اس کو خطا گمان کیا اور توبہ کرنے لگے، جیسا کہ ابو الحیان اندلسی بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ دیوار پھاند کر آنے والے دو انسان تھے۔ ان کو دیکھ کر حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ خیال آیا کہ وہ آپ کو ضرر پہنچانے آئے ہیں اور جب یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ ضرر پہنچانے نہیں بلکہ اپنا فیصلہ کرانے آئے تھے تو حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنے گمان پر ندامت ہوئی اور وہ سجدہ میں گر کر توبہ کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گمان کو بخش دیا۔

(تفسیر البحر المحیط)

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی اس خلش کو دور کرنے کے لئے انہیں تسلی دی کہ آپ ہمارے مقربین سے ہیں اور جس چیز کو آپ نے خطا گمان کیا ہے ہم نے اسے بخش دیا ہے۔

اس آیت کے متعلق بعض مؤرخین، مفسرین اور بائبل نے مختلف الفاظ کے ساتھ ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک عورت کو غسل کرتے دیکھا جو بہت خوبصورت تھی تو انہوں نے نمائندے بھیج کر اس عورت کو بلایا اور العیاذ باللہ اس کے ساتھ بدفعلی کی اور اس کے شوہر کو قتل کرا کے اس کے ساتھ شادی کرنے کی کوشش کی، پھر اس گناہ پر ندامت ہوئی اور توبہ کرنے لگے وغیرہ۔ اس واقعہ کی تردید میں مفسرین نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ طوالت سے بچنے کے لئے میں یہاں صرف تین مختصر حوالہ جات پیش کرتا ہوں۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں (اپنا) خلیفہ بنایا ہے، سو آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کریں اور خواہش نفس کی پیروی نہ کریں ورنہ وہ (پیروی) آپ کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہکا دے گی، بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ وہ روز حساب کو بھول گئے۔[۲۱]

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اور ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کو بے مقصد پیدا نہیں کیا، یہ تو کفار کا گمان ہے، پس کافروں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔[۲۲]

۱۔ علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ یہ واقعہ بالکل باطل ہے۔ (تفسیر کبیر) علامہ رازی نے اس کی کئی وجوہات بیان کی ہیں جن کو اس مقام پر دیکھا جاسکتا ہے۔

۲۔ حضرت سعید بن مسیب ؓ بیان کرتے ہیں کہ علی بن ابی طالب ؓ نے فرمایا: جو شخص حضرت داوٗد علیہ السلام کے متعلق ایسی بات کرے جس طرح قصہ گو بیان کرتے ہیں تو میں اسے ایک سو ساٹھ درے لگاؤں گا۔ (تفسیر کبیر)

۳۔ علامہ ابو الحیان اندلسی اس واقعہ کی تحقیق کے آخر میں لکھتے ہیں: ہمارا پختہ یقین ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام گناہ اور خطا سے معصوم ہوتے ہیں، ان سے ایسے امور قطعاً سرزد نہیں ہو سکتے، اگر ایسا ہوتا تو شرعی احکام پر اعتماد باقی نہ رہتا اور انبیاء کے فرمودات سے اعتماد اٹھ جاتا۔ قصہ گو لوگوں نے منصب نبوت کے منافی جو کہانیاں گھڑ لی ہیں ہم ان کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا کرتے ہیں۔ (تفسیر البحر المحیط)

[۲۱] خلیفہ اس کو کہتے ہیں جو کسی کے ملک میں اس کے عطا کردہ اختیارات اس کے نائب کی حیثیت سے استعمال کرے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے اور اس آیت میں اس کے اولین فرض منصبی کو اجاگر فرمایا ہے یعنی وہ لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کرے اور ان فیصلوں میں اپنی خواہش نفس کو داخل نہ ہونے دے کیونکہ جو لوگ عدل و انصاف کو چھوڑ کر خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں اور روز حساب کو بھلا دیتے ہیں اور بالآخر سخت عذاب کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

[۲۲] اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان میں موجود تمام چیزوں کو بامقصد پیدا فرمایا ہے اور ہر چیز کے لئے ایک دائرہ کار متعین کر دیا ہے۔ جو شخص اس دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے اپنی زندگی گزارتا ہے اس کو آخرت میں جنت ملے گی اور جو شخص

اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالۡمُفۡسِدِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِيۡنَ كَالۡفُجَّارِ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان کے برابر کردیں گے جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کردیں گے۔ [۲۳]

كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوۡۤا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ یہ (قرآن) برکت والی کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں اور عقل مند لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔

وَ وَهَبۡنَا لِدَاوٗدَ سُلَيۡمٰنَ‌ؕ نِعۡمَ الۡعَبۡدُ‌ؕ اِنَّـهٗۤ اَوَّابٌ ؕ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اور ہم نے داود علیہ السلام کو سلیمان (جیسا بیٹا) عطا فرمایا، وہ بڑا اچھا بندہ تھا، بے شک وہ (اللہ تعالیٰ کی طرف) بہت رجوع کرنے والا تھا۔

اِذۡ عُرِضَ عَلَيۡهِ بِالۡعَشِىِّ الصّٰفِنٰتُ الۡجِيَادُ ۙ﴿۳۱﴾

۳۱۔ جب ان کے سامنے شام کے وقت تیز رفتار عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے۔

فَقَالَ اِنِّىۡۤ اَحۡبَبۡتُ حُبَّ الۡخَيۡرِ عَنۡ ذِكۡرِ رَبِّىۡ‌ۚ حَتّٰى تَوَارَتۡ بِالۡحِجَابِ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ تو سلیمان علیہ السلام نے کہا: بے شک میں اس مال (یعنی گھوڑوں) کی محبت کو اپنے رب کی یاد پر ترجیح دے بیٹھا یہاں تک کہ وہ (سورج رات کے) پردے میں چھپ گیا۔ [۲۴]

اس دائرہ کار سے تجاوز کرتا ہے اس کو جہنم رسید کیا جائے گا، البتہ کافر لوگ تو آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتے اور اسی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے حق و باطل کی پرواہ نہیں کرتے اس لئے آخرت میں انہیں عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

[۲۳] نیک اور پرہیزگار لوگ اس دنیا میں اکثر مشکلات کا شکار رہتے ہیں جبکہ فسادی اور بدکار لوگ اکثر عیش وعشرت کی زندگی گزارتے ہیں۔ یہ دونوں قسم کے لوگ ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ اس دنیا کی کسی بھی عادل حکومت میں مجرم اور فرمانبردار برابر نہیں ہوتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حکومت میں بھی فسادی اور متقی برابر نہیں ہو سکتے اور ان کا فرق اس وقت نمایاں ہوگا جب نیک لوگ جنت میں داخل ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے اور فسادی لوگ جہنم میں داخل ہو کر اپنے کرتوتوں پر ماتم کریں گے۔

[۲۴] حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب تیز رفتار عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے تو آپ ان گھوڑوں کے معائنہ میں اس قدر مشغول ہو گئے کہ

رُدُّوْهَا عَلَیَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَ الْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ (توانہوں نے کہا:) ان (گھوڑوں) کو میرے پاس واپس لاؤ، پھرانہوں نے (تلوار سے) ان کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹ ڈالیں۔

وَ لَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَ اَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور بے شک ہم نے سلیمان علیہ السلام کو آزمایا اور ان کے تخت پر ایک (بے جان) جسم ڈال دیا، پھر انہوں نے (ہماری طرف) رجوع کیا۔[۲۵]

سورج غروب ہو گیا اور آپ عصر کی نماز پڑھنا بھول گئے۔ بھول جانے کی صورت میں نماز کے قضا ہونے سے گناہ نہیں ہوتا مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے بلند منصب کے پیش نظر اس کو برداشت نہ کیا اور گھوڑوں کو واپس منگا کر انہیں قربانی کے لئے ذبح کر دیا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ سبا (۳۴): زیر آیت نمبر ۱۲) جیسا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کی پنڈلیاں اور گردنیں تلوار کے ساتھ کاٹ دیں۔ (تفسیر درمنثور) حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں گائے بکری اور اونٹ کی طرح گھوڑوں کی قربانی بھی جائز تھی، لہٰذا انہوں نے گھوڑوں کو ضائع نہیں کیا بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کر دیا، جیسا کہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ گھوڑوں کو ذبح کرنا ان کی شریعت میں جائز تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو گھوڑوں کے بدلے میں ہوا کی ایسی سواری عطا فرمائی کہ گھوڑے جو سفر دو ماہ میں طے کرتے تھے وہ سفر ہوا صرف ایک دن میں طے کر لیتی تھی۔ (تفسیر قرطبی)

[۲۵] یہ آزمائش کیا تھی اور بے جان جسم کس چیز کا تھا؟ ان کی تفصیل قرآن وحدیث میں نہیں ہے اس لئے ان کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں ہے، صرف اتنا یقین رکھنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی کوئی آزمائش کی تھی جس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے استغفار کیا، مگر بعض مفسرین نے کچھ اسرائیلی روایات بیان کی ہیں جو کہ شان نبوت کے منافی ہیں، لہٰذا میں ان کو بیان کرنے کے بجائے صرف ایک صحیح حدیث پر اکتفا کرتا ہوں جس کو بعض مفسرین نے اس آیت کے ساتھ منسلک کیا ہے لیکن حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: آج رات میں سو یا ننانوے بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ہر ایک سے ایک شہسوار پیدا ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ ان کے ساتھی نے ان سے کہا: کہو ان شاء اللہ! تو انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہا۔ (دوسری روایت میں ہے: وہ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔ بخاری: حدیث نمبر ۶۷۲۰) پس ان کی بیویوں میں سے صرف ایک حاملہ ہوئی اور اس کے ہاں بھی ایک ناتمام بچہ پیدا ہوا۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اگر وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو ان سب سے ایسے بچے پیدا ہوتے جو سب اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوتے۔

(بخاری: ۲۸۱۹: کتاب الجهاد: باب ۲۳)

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ انہوں نے عرض کیا: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو، [۲۶] بے شک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ۙ﴿۳۶﴾

۳۶۔ پس ہم نے ان کے لئے ہوا کو تابع کر دیا وہ ان کے حکم کے مطابق جہاں وہ چاہتے تھے آرام سے چلتی تھی۔

وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۙ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اور جنات کو بھی (ان کے تابع کر دیا) اور ہر عمارت بنانے والے اور غوطہ لگانے والے کو بھی۔ [۲۷]

وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑ دیئے گئے تھے۔

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ (اے سلیمان!) یہ ہماری عطا ہے، پس آپ (جس کو چاہیں) عطا کر دیں یا (جس سے چاہیں) روک لیں آپ سے کوئی حساب نہیں ہوگا۔ [۲۸]

اس حدیث کے حوالے سے بعض مفسرین کا خیال ہے کہ بے جان جسم سے مراد وہ ناتمام بچہ ہے جو کسی خادمہ نے تخت پر لا رکھا ہوگا اور آزمائش سے مراد ان شاء اللہ کو بھول جانا تھا اور جونہی آپ کو یاد آیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور اس فروگذاشت پر استغفار کیا۔ اگر کوئی فرض بھی بھول کی وجہ سے قضا ہو جائے تو گناہ نہیں ہے مگر انبیائے کرام علیہم السلام کا تقویٰ اتنا اعلیٰ ہوتا ہے کہ ایک مستحب امر یعنی ان شاء اللہ کہنا بھول گئے تو اس پر بھی نادم ہوئے اور توبہ کرنے لگے۔

[۲۶] اے میرے رب! مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو یعنی وہ میرا معجزہ ہو جائے۔ واقعی ہوا کے دوش پر سفر کرنا آپ کا امتیازی معجزہ تھا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا مرتبہ نبی کریم ﷺ سے بڑا تھا کیونکہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے براق کی سواری عطا فرمائی جس کی رفتار ہوا سے بھی زیادہ تھی۔

[۲۷] اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور انہیں ایسی حکومت عطا فرمائی جس میں ہوا بھی ان کے تابع تھی جو آپ کا تخت اٹھا کر چلتی تھی اور آپ کے حکم کے مطابق کبھی تیزی سے اور کبھی نرمی سے چلتی تھی۔ نیز جنات بھی ان کے تابع تھے۔ ان میں ایسے جنات بھی تھے جو بڑی بڑی اونچی عمارتیں بناتے تھے اور ایسے بھی تھے جو سمندر میں غوطے لگا کر موتی اور جواہر نکال لاتے تھے اور ایسے سرکش جن بھی ان کے تابع تھے جن کو زنجیروں کے ساتھ جکڑ کر رکھا گیا تھا۔

[۲۸] یعنی ہم نے آپ کو عظیم حکومت عطا فرمائی اور ساتھ یہ اختیار بھی دیا ہے کہ آپ ہماری عطا میں سے جس کو چاہیں جتنا چاہیں

وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٤٠﴾ ۴۰۔ اور بے شک ان کے لئے ہمارے ہاں بڑا قرب ہے اور بہترین انجام ہے۔[۲۹]

دے سکتے ہیں اور جس سے چاہیں روک لیں۔ نیز یہ خوشخبری بھی ہے کہ ہم آپ سے کوئی حساب بھی نہیں لیں گے کہ آپ نے فلاں کو کیوں دیا اور فلاں کو کیوں نہیں دیا یعنی آپ کو اس میں تصرف کرنے کا پورا اختیار دے دیا گیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا اختیار

۱۔ علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: یعنی کسی کو بخش دو یا نہ دو تم مختار ہو۔ اس قدر بے حساب دیا اور حساب و کتاب کا مواخذہ بھی نہیں رکھا۔ (تفسیر عثمانی)

۲۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: یہ ہماری بے حساب بخشش ہے، تمہیں اختیار ہے کہ جسے چاہو دو اور جسے چاہو نہ دو۔ (تفسیر تفہیم القرآن)

۳۔ مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: یعنی جتنا سامان ہم نے تم کو دیا ہے، اس میں تم کو دوسرے بادشاہوں کی طرح محض خازن اور منتظم ہی نہیں بنایا بلکہ تم کو مالک بھی بنا دیا ہے۔ (تفسیر معارف القرآن)

۴۔ علامہ عبد الماجد دریا آبادی لکھتے ہیں: یعنی تم اس سارے ساز و سامان، مال و جاہ کے محض خازن یا امین نہیں ہو بلکہ مالک ہو اور ہر طرح کے تصرف کے مجاز و مختار۔ تم سے حساب کتاب نہ دینے پر ہوگا اور نہ نہ دینے پر۔ آیت سے یہ ظاہر ہو گیا کہ شریعت اسلامی میں بادشاہ ہمیشہ اور لازمی طور پر خزائن ملک کا محض امین و متولی ہی نہیں ہوتا بلکہ مالک و مختار مطلق بھی ہو سکتا ہے۔ (تفسیر ماجدی)

جب حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے مالک و مختار ہیں تو ہمارے پیارے نبی ﷺ جو تمام انبیاء کے سردار ہیں، کیا آپ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ خزانوں کے مالک و مختار نہیں ہوں گے؟ بلا شبہ آپ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا سے مالک و مختار ہیں اور جس کو چاہیں جتنا چاہیں عطا کر سکتے ہیں۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

☆ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھتا ہوں اور بے شک زمین کے خزانوں کی چابیاں مجھے عطا کی گئی ہیں۔

(بخاری: ۱۳۴۴: کتاب الجنائز: باب ۷۲)

☆ حضرت حُمید بن عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس شخص کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

(بخاری: ۷۱: کتاب العلم: باب ۱۴)

[۲۹] اس آیت کی تفسیر میں میرے شیخ گرامی حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ملاحظہ کریں: صرف یہ ملک و سلطنت اور

وقف لازم

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ؕ﴿۴۱﴾

۴۱۔ اور ہمارے بندے ایوب علیہ السلام کو یاد کریں جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھے بہت تکلیف اور دکھ پہنچایا ہے۔[۳۰]

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ (اللہ تعالیٰ نے حکم دیا:) اپنا پاؤں زمین پر مارو، یہ ٹھنڈا پانی ہے نہانے کے لئے اور پینے کے لئے۔[۳۱]

ان میں ہر طرح کے تصرف کے اختیارات دینے پر ہی بس نہیں، بلکہ یہ مژدہ بھی سنایا کہ انہیں ہماری بارگاہِ عزت میں بڑا قرب حاصل ہے اور ان کا انجام بھی بہت اچھا ہوگا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو حسن انجام کی بشارت سے نوازا گیا تو جو لوگ یہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے کہ حضور فخر کائنات علیہ افضل الصلاۃ والتسلیمات کو اپنے انجام کے بارے میں خبر نہ تھی، ان کے متعلق آپ خود ہی فیصلہ کرلیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

[۳۰] مفسرین لکھتے ہیں: حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس مال و دولت اور اولاد کی کثرت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا مال لے لیا تو انہوں نے صبر کیا، پھر ان کی اولاد کو وفات دے دی تو بھی انہوں نے صبر کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم پر مصیبت اور بیماری مسلط کردی تو بھی انہوں نے صبر کیا۔ ایک دن ان کی قوم کے بعض لوگوں نے کہا: ''ایوب نے کوئی بڑا گناہ کیا ہوگا تبھی یہ مصیبت میں مبتلا ہے'' (نیز شیطان بھی ان کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈال رہا تھا) یہ سن کر انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے ان کی باتوں اور شیطان کے وسوسوں سے سخت تکلیف پہنچی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی مصیبت دور کردی حتیٰ کہ ان کی فوت شدہ اولاد بھی زندہ فرمادی اور اتنی اولاد مزید بھی عطا فرمائی۔

(صفوۃ التفاسیر: سورۃ الأنبیاء (۲۱) زیر آیت نمبر ۸۴)

اس آیت میں حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی تکلیف کی نسبت شیطان کی طرف کی ہے۔ اس سلسلے میں مفسرین لکھتے ہیں کہ اگرچہ ہر خیر و شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے لیکن حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے ادب واحترام کی خاطر تکلیف کی نسبت شیطان کی طرف کی ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) جیسا کہ اہل علم کہتے ہیں کہ اچھی چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے اور بری چیز کی نسبت اپنی طرف یا شیطان کی طرف کی جائے کیونکہ شیطان کے وسوسوں سے ہی انسان کو برائی کی رغبت ہوتی ہے۔

[۳۱] اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور انہیں حکم دیا کہ زمین پر اپنے پاؤں مارو۔ چنانچہ وہاں پر ٹھنڈے پانی کا ایک چشمہ جاری ہوگیا جس میں غسل کرنے سے ان کی ظاہری جسمانی بیماریاں دور ہوگئیں اور اس کا پانی پینے سے ان کے کمزور جسم میں دوبارہ توانائی لوٹ آئی اور آپ پہلے سے زیادہ صحت مند ہوگئے۔

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اور ہم نے ایوب علیہ السلام کو ان کے اہل وعیال عطا فرمائے اور ان کے ساتھ ان کے برابر (مزید اہل وعیال عطا فرمائے)، ہماری طرف سے بطور رحمت اور عقل والوں کے لئے بطور نصیحت۔ [۳۲]

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ اور (اے ایوب علیہ السلام!) تم اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک جھاڑو پکڑ لو اور اس سے مارو اور قسم نہ توڑو، [۳۳] بے شک ہم نے ان کو صابر پایا، وہ بڑے نیک بندے تھے، بے شک وہ (اللہ تعالیٰ کی طرف) بہت رجوع کرنے والے تھے۔

---

[۳۲] آزمائش کے دوران حضرت ایوب علیہ السلام کی اولاد فوت ہوگئی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندہ کر دیا اور ان کی اولاد میں مزید اضافہ بھی کر دیا یا ان کی جگہ پہلے سے دگنی نئی اولاد عطا فرما دی۔ اس واقعہ میں عقل والوں کے لئے بہت بڑی نصیحت ہے کہ جو لوگ آزمائش میں صبر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر خصوصی رحمت فرماتا ہے۔

[۳۳] بیماری کے ایام میں وفا شعار بیوی کی زبان سے کوئی ایسی بات نکل گئی جو حضرت ایوب علیہ السلام کی طبیعت پر گراں گزری اور آپ نے اپنی بیوی کو سو کوڑے مارنے کی قسم کھالی، چونکہ آپ کی بیوی بے گناہ تھی اور اس نے بڑی خدمت بھی کی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو ایک حیلہ تلقین فرمایا یعنی سو تنکوں والا ایک جھاڑو لے کر ایک مرتبہ اسے ماردو تو تمہاری قسم پوری ہو جائے گی۔

حیلہ کی شرعی حیثیت

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ ایسا حیلہ جس سے کوئی شرعی حکمت باطل ہوتی ہو وہ قطعاً ناجائز ہے جیسے زکوٰۃ کو ساقط کرنے کا حیلہ۔ (تفسیر روح المعانی) بعض لوگ زکوٰۃ سے بچنے کے لئے سال ختم ہونے سے پہلے اپنا مال بیوی کو ہبہ کر دیتے ہیں اور پھر کچھ عرصہ بعد بیوی وہ مال اپنے شوہر کو ہبہ کر دیتی ہے، اس طرح دونوں میاں بیوی کے پاس اس مال کو سال پورا نہیں ہوتا اور کسی پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ ایسا حیلہ کرنا قطعاً ناجائز ہے۔ اس میں ایک طرف تو غریبوں کا حق غصب کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے احکام کے ساتھ دھوکہ کیا جا رہا ہے۔

لیکن اگر کسی نامناسب اور ناپسندیدہ بات سے بچنے کے لئے حیلہ کیا جائے تو وہ جائز ہوگا جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو تلقین فرمائی۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ اور آپ ہمارے بندوں ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کو یاد کریں جو قوت والے اور بصیرت والے تھے۔[۳۴]

اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ بے شک ہم نے ان (انبیاء) کو ایک خاص چیز کے لئے مخصوص کر لیا تھا اور وہ دار آخرت کی یاد تھی۔[۳۵]

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اور بے شک وہ ہمارے نزدیک منتخب اور بہترین لوگوں میں سے تھے۔

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ اور آپ اسماعیل علیہ السلام اور یسع علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام کو یاد کریں، اور وہ سب بہترین لوگوں میں سے تھے۔

هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ یہ نصیحت ہے،[۳۶] اور بے شک پرہیزگاروں کے لئے بہت عمدہ ٹھکانا ہے۔

[۳۴] میرے پیارے نبی! حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو یاد کریں اور اپنی امت کو بتائیں کہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں بڑے طاقتور تھے، بڑی سے بڑی مشکل بھی انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نہ روک سکی اور ان کے دل زندہ اور بینا تھے، وہ صرف آنکھوں سے کسی چیز کے ظاہر کو ہی نہیں دیکھتے تھے بلکہ دل کی بصیرت سے اس کی حقیقت میں بھی غور کرتے تھے اس لئے انہیں ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جلوے نظر آتے تھے۔

[۳۵] اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو دار آخرت کی یاد کے لئے چن لیا تھا کیونکہ ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور اس کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے اور اس کا عملی مظاہرہ آخرت میں ہوگا اس لئے وہ خود بھی آخرت کو یاد رکھتے تھے اور لوگوں کو بھی آخرت کی یاد دلاتے تھے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے اپنی آخرت کو بہتر بنائیں۔

اس میں اہل اسلام کے لئے بہت اہم سبق ہے کہ جب انبیائے کرام علیہم السلام جیسی معصوم اور برگزیدہ ہستیاں دار آخرت کی یاد میں سرگرم ہیں تو ہم جیسے گناہگاروں کے لئے اس میں غفلت کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

[۳۶] یعنی انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات میں بڑی نصیحتیں ہیں، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ان میں غور و فکر کریں اور ان کی نصیحتوں پر عمل پیرا ہو کر اپنی آخرت کو سنواریں۔

جَنّٰتِ عَدۡنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الۡاَبۡوَابُ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ دائمی جنتیں ہیں جن کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوں گے۔[۳۷]

مُتَّكِـِٕيۡنَ فِيۡهَا يَدۡعُوۡنَ فِيۡهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيۡرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ وہ ان میں تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور وہاں طرح طرح کے پھل اور مشروبات طلب کرتے ہوں گے۔

وَعِنۡدَهُمۡ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ اَتۡرَابٌ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ اور ان کے پاس نیچی نگاہوں والی ہم عمر (حوریں) ہوں گی۔

هٰذَا مَا تُوۡعَدُوۡنَ لِيَوۡمِ الۡحِسَابِ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا تم سے روز حساب کے لئے وعدہ کیا گیا تھا۔

---

[۳۷] انبیائے کرام علیہم السلام کے ذکر خیر کے بعد اب ان امتیوں کے اجر عظیم کا ذکر کیا جا رہا ہے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے۔ آخرت میں ان کے لئے دائمی جنتوں کے دروازے کھلے ہوں گے، استقبال کے لئے فرشتے کھڑے ہوں گے اور ان جنتوں میں وہ ساری نعمتیں اور آسائشیں موجود ہوں گی جن کا دنیا میں ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔ نیز وہ نعمتیں سدا بہار ہوں گی اور کبھی ختم نہیں ہوں گی۔

جو لوگ دنیا میں اپنے لئے تقویٰ کے دروازے کھلے رکھتے ہیں قبر میں ان کے لئے جنت کی کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں اور آخرت میں ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جو لوگ دنیا میں اپنے لئے شیطان کے دروازے کھلے رکھتے ہیں قبر میں ان کے لئے جہنم کی کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں اور آخرت میں ان کے لئے جہنم کے دروازے کھلے ہوتے ہیں۔

جنت کس چیز سے بنائی گئی ہے؟

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: جنت کس چیز سے بنائی گئی ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کی ایک اینٹ چاندی کی ہے اور ایک اینٹ سونے کی ہے۔ اس کا سیمنٹ بہت عمدہ مشک ہے، اس کی بجری موتی اور یاقوت ہے اور اس کی مٹی زعفران ہے۔ جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ہمیشہ خوشحال رہے گا کبھی محتاج نہیں ہوگا، وہ ہمیشہ زندہ رہے گا اس کو کبھی موت نہیں آئے گی، نہ اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ ہی اس کا شباب ختم ہوگا۔

(ترمذی: ۲۵۲۶: ابواب الجنة: باب ۱)

حوروں کی نگاہیں نیچی ہوں گی

یعنی حوریں اپنے شوہروں کے علاوہ اور کسی کی طرف نہیں دیکھیں گی اور ان کے دلوں میں صرف اپنے شوہروں کی محبت ہوگی۔

إِنَّ هَٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِن نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ بے شک یہ ہمارا عطیہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

هَٰذَا ۚ وَإِنَّ لِلطَّاغِينَ لَشَرَّ مَآبٍ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ یہ (تو پرہیزگاروں کے لئے) ہے، اور بے شک سرکشوں کے لئے بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ وہ جہنم ہے، اس میں وہ داخل ہوں گے اور وہ بہت برا بچھونا ہے۔[۳۸]

هَٰذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾

۵۷۔ یہ کھولتا ہوا پانی اور پیپ ہے، پس وہ اس کا مزہ چکھیں۔

وَآخَرُ مِن شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ اور اسی طرز کے اور بھی طرح طرح کے عذاب۔

هَٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۖ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۚ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ یہ ایک اور گروہ ہے جو تمہارے ساتھ داخل ہو رہا ہے، انہیں کوئی خوش آمدید نہیں، بے شک وہ جہنم میں داخل ہونے والے ہیں۔[۳۹]

قَالُوا بَلْ أَنتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۖ أَنتُمْ قَدَّمْتُمُوهُ لَنَا ۖ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾

۶۰۔ وہ (آنے والے) کہیں گے: بلکہ تم ہی وہ ہو جن کے لئے کوئی خوش آمدید نہیں ہے، تم نے ہی یہ عذاب ہمارے سامنے پیش کیا ہے، پس یہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

---

[۳۸] پرہیزگاروں کے بعد اب سرکشوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کو جھٹلایا، وہ جہنم میں داخل ہوں گے جہاں انہیں پینے کے لئے پیپ اور کھولتا ہوا پانی پیش کیا جائے گا اور اس طرح کے اور بھی کئی عذاب ان پر مسلط کئے جائیں گے۔ بلاشبہ یہ بہت ہی برا ٹھکانا اور برا بچھونا ہوگا۔

[۳۹] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کافروں کے قائدین جب جہنم میں داخل ہوں گے، پھر ان کے بعد ان کی اتباع کرنے والے جہنم میں داخل ہوں گے تو جہنم کے فرشتے کافر قائدین کو کہیں گے: یہ تمہاری اتباع کرنے والا گروہ بھی تمہارے ساتھ ہی جہنم میں داخل ہونے کو آ رہا ہے تو قائدین اپنے پیروکاروں کے بارے میں کہیں گے: انہیں کوئی خوش آمدید نہیں۔ (تفسیر قرطبی) خدا ان کو غارت کرے، یہ بھی ہمارے ساتھ ہی جہنم میں آ گئے ہیں۔ پیروکار یہ بات سن کر اپنے قائدین کو کہیں گے: دراصل تو تمہارے لئے کوئی خوش آمدید نہیں ہے۔ خدا تمہیں غارت کرے اور تمہارے لئے جہنم میں کوئی وسعت اور راحت

قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿٦١﴾

۶۱۔ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! جس نے ہمارے لئے یہ عذاب پیش کیا ہے، پس تو دوزخ میں اس کا عذاب بڑھا کر دوگنا کر دے۔ [۴۰]

وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿٦٢﴾

۶۲۔ اور وہ (دوزخی) کہیں گے: کیا وجہ ہے کہ ہمیں وہ لوگ نظر نہیں آ رہے جنہیں ہم (دنیا میں) برے لوگوں میں شمار کرتے تھے۔ [۴۱]

اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿٦٣﴾

۶۳۔ کیا ہم ان کا (ناحق) مذاق اڑاتے تھے یا ہماری نگاہیں ان سے ہٹ گئی ہیں؟

اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿٦٤﴾

۶۴۔ بے شک اہل جہنم کا یہ جھگڑا ضرور برحق ہے۔ [۴۲]

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾

۶۵۔ آپ فرما دیں: میں تو صرف ڈر سنانے والا ہوں، اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو ایک ہے اور سب پر غالب ہے۔

نہ ہو۔ ہمارے اس عذاب کا سبب تم ہو، اگر تم ہمارے سامنے کفر و شرک کو خوب صورت بنا کر پیش نہ کرتے اور ہمیں نہ بہکاتے تو نہ ہم کفر و شرک کا ارتکاب کرتے اور نہ ہی اس عذاب میں مبتلا ہوتے، لہٰذا اب تمہارے ساتھ ہمارا بھی یہی ٹھکانا ہے جو بہت ہی برا ہے۔

[۴۰] کافر پیروکار اپنے قائدین پر الزام لگاتے ہوئے فریاد کریں گے: اے ہمارے رب! ہمیں ان سرداروں اور پیشواؤں نے گمراہ کیا، آج تو ان کو دوگنا عذاب دے۔ ایک ان کی گمراہی کا اور دوسرا ہمیں گمراہ کرنے کا۔

[۴۱] وہ لوگ جو اہل ایمان کو شرپسند، دہشت گرد اور انتہا پسند قرار دیتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں جب وہ اپنی سرکشی کے باعث جہنم رسید ہوں گے اور انہیں جہنم میں اہل ایمان نظر نہیں آئیں گے کیونکہ وہ تو اپنے ایمان کی برکت سے جنت میں ہوں گے تو وہ حیران ہو کر ایک دوسرے سے پوچھیں گے: ہمیں اہل ایمان جہنم میں نظر نہیں آ رہے، کیا ہم دنیا میں ان کا غلط مذاق اڑاتے تھے اور حقیقت میں وہ عزت کے لائق تھے اسی لئے وہ آج جہنم میں نہیں ہیں یا پھر وہ بھی یہیں کہیں موجود ہیں مگر ہمیں نظر نہیں آ رہے؟

[۴۲] یہ بالکل درست بات ہے کہ اہل جہنم آپس میں جھگڑیں گے اور ایک دوسرے پر گمراہ کرنے کا الزام عائد کریں گے۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾	۶۶۔ وہ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کا رب ہے، بڑی عزت والا بہت بخشنے والا ہے۔
قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾	۶۷۔ آپ فرمادیں: وہ بہت بڑی خبر ہے۔ [۴۳]
اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾	۶۸۔ تم اس سے روگردانی کرتے ہو۔
مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾	۶۹۔ مجھے تو کوئی علم نہ تھا جب فرشتے عالم بالا میں بحث کر رہے تھے۔ [۴۴]

[۴۳] اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے کفار مکہ سے فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغامِ رحمت پہنچانے اور قیامت کے عذاب سے ڈرانے آیا ہوں۔ قیامت برحق ہے اور یہ بڑی اہم خبر ہے کیونکہ اس دن حق وانصاف کے ساتھ فیصلے ہوں گے اور انسان کی دائمی زندگی کا آغاز ہوگا مگر تم عجیب لوگ ہو کہ اس حقیقت سے اعراض کرتے ہو۔

[۴۴] یہ میری نبوت کا واضح ثبوت ہے کہ میں تمہیں عالم بالا کی ایسی بحثیں اور خبریں سناتا ہوں جن کا وحی کے بغیر کسی کو علم نہیں ہو سکتا۔ ان میں سے ایک گفتگو تو وہ ہے جو انسان اول حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے درمیان ہوئی تھی جس کا تذکرہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۳۰ میں گزر چکا ہے اور دوسری گفتگو وہ ہے جو درج ذیل حدیث میں بیان کی گئی ہے:

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کے لئے تشریف نہ لائے حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہم سورج کو دیکھ لیتے، پھر آپ ﷺ جلدی جلدی تشریف لائے، نماز کے لئے اقامت کہی گئی اور آپ ﷺ نے اختصار کے ساتھ نماز پڑھائی، نماز ختم کرنے کے بعد آپ ﷺ نے بلند آواز سے ہمیں فرمایا: اپنی صفوں میں بیٹھے رہو، پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کس وجہ سے نماز فجر کے لئے آنے میں مجھے تاخیر ہوئی، میں آج رات کو اٹھا، وضو کیا اور جتنا مقدور تھا اتنی نماز پڑھی، پھر نماز کے دوران ہی مجھے اونگھ آگئی یہاں تک کہ مجھے گرانی محسوس ہونے لگی، پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرا رب تعالیٰ بڑی حسین صورت میں جلوہ گر ہے اور فرماتا ہے: یا محمد! میں نے عرض کیا: اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ رب تعالیٰ نے پوچھا: عالم بالا کے فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: اے میرے رب! میں نہیں جانتا، پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی حتیٰ کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، پھر ہر چیز میرے لئے روشن ہو گئی اور میں نے اس کو پہچان لیا۔ (دوسری روایت میں ہے: جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے میں نے اسے جان

اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ ۷۰۔ مجھے تو صرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ میں صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں۔ [۴۵]

لیا۔ترمذی: حدیث نمبر ۳۲۳۳) پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد! میں نے عرض کیا: اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ رب تعالیٰ نے پوچھا: عالم بالا کے فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: کفارات میں۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا: وہ کفارات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا: وہ نماز با جماعت پڑھنے کے لئے چل کر جانا ہے اور نمازوں کے بعد مساجد میں بیٹھنا ہے اور مشقت کے وقت کامل وضو کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر اور کس چیز میں کفارہ ہے؟ میں نے عرض کیا: کھانا کھلانے میں اور نرمی سے بات کرنے میں اور رات کو اس وقت نماز پڑھنے میں جب لوگ سو رہے ہوں۔ (اس گفتگو سے فارغ ہونے کے بعد) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب مانگو (جو مانگنا چاہتے ہو تو) میں نے عرض کیا: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ، وَتَرْکَ الْمُنْكَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ، وَاَنْ تَغْفِرَ لِيْ وَتَرْحَمَنِيْ، وَاِذَا اَرَدْتَ فِتْنَةً فِيْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِيْ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ، وَاَسْأَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّقَرِّبُ اِلٰى حُبِّکَ۔" (اے اللہ! میں تجھ سے نیک کام کرنے کا، برے کام چھوڑنے کا اور مساکین سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں، اور یہ کہ تو مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور جب تو کسی قوم کو فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ فرمائے تو مجھے فتنہ سے بچا کر اپنی طرف بلا لے، اور اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اپنی محبت عطا فرما اور جو تجھ سے محبت کرتا ہے اس کی محبت عطا فرما اور اس کام کی محبت عطا فرما جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے۔) اس دعا کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کلمات حق ہیں، تم ان کو سیکھ لو اور لوگوں کو سکھاؤ۔

(ترمذی: ۳۲۳۵: تفسیر القرآن: سورہ ص: باب ۳۸)

اس حدیث کے متعلق امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے، میں نے اس حدیث کے بارے میں امام محمد بن اسماعیل بخاری سے پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(ترمذی: زیر حدیث نمبر ۳۲۳۵: تفسیر القرآن: سورہ ص: باب ۳۸)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ دست قدرت کی برکت سے ہمارے پیارے نبی ﷺ کو ہر چیز کا علم ہو گیا اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے وہی سوال دہرایا تو نبی کریم ﷺ نے فرشتوں کی گفتگو کا حال بیان کر دیا۔ اس حدیث پاک میں ایک مخصوص دعا ہے جو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خود یاد کرنے اور دوسروں کو سکھانے کی تلقین فرمائی۔ میں نے اس دعا کو عربی زبان میں اعراب کے ساتھ لکھ دیا ہے تاکہ امداد الکرم کا مطالعہ کرنے والا اس دعا کو یاد کر لے یا کم از کم ایک دفعہ ان الفاظ کو اپنی زبان سے ادا کر لے جو ۱۴۰۰ سال پہلے ہمارے پیارے نبی ﷺ کی پیاری زبان سے ادا ہوئے تھے۔

[۴۵] میں جو تمہیں عالم بالا کی خبریں سناتا ہوں اور قیامت کے عذاب سے ڈراتا ہوں تو یہ میں اپنے پاس سے نہیں کہتا بلکہ مجھے وحی کی جاتی ہے کیونکہ میں اللہ کا نبی ہوں۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ﴿۷۱﴾

۷۱۔ جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے بشر کو پیدا کرنے والا ہوں۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۷۲﴾

۷۲۔ پھر جب میں اس کو درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے لئے سجدے میں گر پڑنا۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾

۷۳۔ چنانچہ سب فرشتوں نے مل کر سجدہ کیا۔[۴۶]

اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۴﴾

۷۴۔ سوائے ابلیس کے، اس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔

قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ﴿۷۵﴾

۷۵۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابلیس! تجھے کس چیز نے اس کو سجدہ کرنے سے روکا جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا، کیا تو نے تکبر کیا؟ یا تو بلند رتبہ والوں میں سے تھا؟[۴۷]

[۴۶] اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہوں، جب میں اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کی تعظیم کے لئے اس کو سجدہ کرنا۔ چنانچہ جب حضرت آدم علیہ السلام زندہ ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصی علم عطا فرمایا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو سب فرشتوں نے مل کر سجدہ کر دیا سوائے ابلیس کے، اس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔

روح

روح سے مراد سانس ہے جس کے اندر آنے جانے سے انسان زندہ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنی روح پھونکی، اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسانی روح اللہ تعالیٰ کی ذات کا حصہ ہے بلکہ یہ اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح کی تعظیم اور تکریم کے لئے ہے، جیسے کعبہ کو بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بڑی عزت والا ہے اسی طرح روح بھی اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت ہے۔

[۴۷] اللہ تعالیٰ انسان کو لفظ کن سے پیدا کرسکتا تھا مگر انسان کی عظمت کو اجاگر کرنے کے لئے اس کی تخلیق کو اپنے ہاتھوں کی طرف منسوب کیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے نے ابلیس سے پوچھا: میں نے انسان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور اسے ساری مخلوق سے افضل ہونے کا شرف عطا فرمایا، پھر تو نے اس کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ کیا تو نے تکبر کیا؟ یا تو اپنے آپ کو اس سے بڑے رتبہ

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾

۷۶۔ اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے بنایا ہے۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾

۷۷۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو یہاں (جنت) سے نکل جا، بے شک تو مردود ہے۔

وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾

۷۸۔ اور بے شک تجھ پر روز جزا تک میری لعنت ہے۔

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾

۷۹۔ اس نے کہا: اے میرے رب! پھر مجھے اس دن تک مہلت دیدے جب لوگ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے۔

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾

۸۰۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک تو ان میں سے ہے جن کو مہلت دی گئی ہے۔ [۴۸]

والا سمجھتا ہے؟ تو ابلیس نے جواب دیا: میں نے اس لئے سجدہ نہیں کیا کیونکہ میں اس سے بہتر ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے شیطان کو جنت سے نکال دیا اور اسے مردود اور ملعون کر دیا۔

تکبر کی مذمت

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے کہا: ایک انسان یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے خوب صورت ہوں اور اس کا جوتا خوب صورت ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور وہ خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے، مگر تکبر کی تعریف یہ ہے کہ انسان حق کا انکار کر دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔ (مسلم: ۱۴۷: کتاب الایمان: باب ۳۹)

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند ہے، جو ان میں سے کسی ایک کو مجھ سے چھینے گا میں اس کو جہنم میں ڈال دوں گا۔

(ابن ماجۃ: ۴۱۷۴: ابواب الزھد: باب ۱۶)

۳۔ حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کے لئے ایک درجہ تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایک درجہ بلند کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک درجہ تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایک درجہ نیچے گرا دیتا ہے حتیٰ کہ اس کو اسفل سافلین یعنی سب سے حقیر کر دیتا ہے۔ (ابن ماجۃ: ۴۱۷۶: ابواب الزھد: باب ۱۶)

[۴۸] ابلیس نے حشر کے دن تک زندگی کی مہلت اس لئے مانگی تا کہ وہ موت سے بچ جائے کیونکہ حشر کے بعد کسی کو موت نہیں آئے

إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٨١﴾

۸۱۔ وقت معین کے دن تک۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٢﴾

۸۲۔ ابلیس نے کہا: تیری عزت کی قسم! میں ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا۔

إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٨٣﴾

۸۳۔ سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں چن لیا گیا ہو۔[۴۹]

قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ﴿٨٤﴾

۸۴۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس یہ حق ہے اور میں حق بات ہی کہتا ہوں۔[۵۰]

لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٥﴾

۸۵۔ کہ میں تجھ سے اور جو لوگ تیری پیروی کریں گے ان سب سے دوزخ کو بھر دوں گا۔

گی، اللہ تعالیٰ نے اس کو حشر کے دن تک مہلت نہیں دی بلکہ معین وقت تک یعنی جب ساری کائنات فنا ہوگی تو اس کے ساتھ ابلیس بھی فنا ہو جائے گا اور چالیس سال تک مرا رہے گا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: سورۃ الحجر (۱۵) زیر آیت نمبر ۳۸) پھر جب لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو ان کے ساتھ ابلیس کو بھی زندہ کیا جائے گا۔

شیطان کو اتنی طویل زندگی دینے کی ایک حکمت یہ بھی ہوسکتی ہے تا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی آزمائش کرے کہ کون اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور کون شیطان کا غلام؟

[۴۹] ابلیس نے کہا: اے میرے رب! چونکہ تو نے آدم علیہ السلام کی تعظیم نہ کرنے کی سزا کے طور پر مجھے گمراہی میں چھوڑ دیا اس لئے میں آدم علیہ السلام کی اولاد سے انتقام لوں گا اور برے کاموں میں خوش نمائی اور دلکشی پیدا کر کے ان کو ضرور گمراہ کروں گا سوائے تیرے مخلص اور منتخب بندوں کے کیونکہ وہ میرے فریب میں نہیں آئیں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابلیس نے کہا: اے میرے رب! مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم! جب تک بنی آدم علیہ السلام کی روحیں ان کے جسم میں رہیں گی میں ان کو گمراہ کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے میں ان کو معاف کرتا رہوں گا۔
(مسند احمد: جلد ۳: ص ۴۱)

[۵۰] اللہ تعالیٰ نے واضح اعلان کر دیا کہ میرے سارے فیصلے برحق ہوتے ہیں اور یہ فیصلہ بھی برحق ہے کہ جو بھی شیطان کی پیروی کرے گا اسے شیطان کے ساتھ ہی جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾

۸۶۔ آپ فرما دیں: میں تم سے اس تبلیغ پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔ [۵۱]

[۵۱] اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں جو توحید کی دعوت دیتا ہوں اس میں تمہاری بھلائی مقصود ہے میرا اس میں کوئی مادی مفاد یا دنیاوی مطالبہ نہیں ہے اس لئے میں جو کچھ تم سے کہتا ہوں اس میں کوئی تکلف اور بناوٹ نہیں ہے بلکہ جو کچھ مجھے حکم ہوتا ہے میں وہی کہتا ہوں اور اس میں ذرہ بھر کمی بیشی نہیں کرتا کیونکہ تکلف، بناوٹ، مبالغہ اور ریا کاری وہ کرتا ہے جو لوگوں کو دھوکہ دے کر دنیاوی مفادات حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن میرا مقصد تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔

تکلف کے متعلق چند روایات

۱۔ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر ؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ انہوں نے فرمایا: ہمیں تکلف سے منع کیا گیا ہے۔ (بخاری: ۷۲۹۳: کتاب الاعتصام: باب ۳)

۲۔ حضرت سلمان ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص مہمان کے لئے اپنی قدرت سے زیادہ تکلف نہ کرے۔ (شعب الایمان: ۹۵۹۹: جلد ۷: ص ۹۴)

۳۔ حضرت سلمان ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم مہمان کے لئے اس چیز کا تکلف نہ کریں جو ہمارے پاس نہیں ہے اور جو چیز ہمارے پاس موجود ہو وہی اس کو پیش کر دیں۔ (شعب الایمان: ۹۶۰۱: جلد ۷: ص ۹۴) اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو لباس، خوراک، رہائش اور دیگر معاملات میں اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے ورنہ وہ مقروض ہو کر مشکلات کا شکار ہو جائے گا۔

۴۔ شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا ایک ساتھی ہم حضرت سلمان ؓ کے پاس گئے، انہوں نے ہمیں روٹی اور نمک پیش کیا اور کہا: اگر نبی کریم ﷺ نے ہمیں تکلف سے منع نہ کیا ہوتا تو میں تمہارے لئے تکلف کرتا۔ میرے ساتھی نے کہا: کاش! ہمارے نمک میں پودینہ بھی ہوتا تو حضرت سلمان ؓ نے سبزی فروش کے پاس اپنا لوٹا رہن رکھ کر اس سے پودینہ منگوایا اور نمک میں ڈال دیا۔ جب ہم نے کھانا کھا لیا تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہم کو اپنے رزق پر قناعت کرنے والا بنایا، تو حضرت سلمان ؓ نے فرمایا: اگر تم اپنے رزق پر قناعت کرنے والے ہوتے تو میرا لوٹا رہن نہ رکھا ہوتا۔ (شعب الایمان: ۹۵۹۸: جلد ۷: ص ۹۴)

۵۔ اس آیت کے ضمن میں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا: اے لوگو! جس کو کسی چیز کا علم ہو وہ اس کے بارے میں بات کرے اور جس کو کسی بات کا علم نہ ہو تو اسے یہ کہنا چاہیے "اَللّٰہُ اَعْلَمُ" یعنی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، بے شک یہ کہنا بھی علم ہی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر) یعنی میں اپنی طرف سے کوئی بات کہنے والا نہیں ہوں بلکہ وہی کہتا ہوں جو مجھے وحی کیا جاتا ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ یہ (قرآن) تو صرف نصیحت ہے تمام جہان والوں کے لئے۔

وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾ ع

۸۸۔ اور تم کچھ عرصہ بعد اس کی خبر ضرور جان لو گے۔ [۵۲]

---

[۵۲] قرآن مجید تمام جہانوں کے لئے سراپا نصیحت ہے، اگر آج تم اس کی نصیحتوں کو تسلیم نہیں کرتے تو بہت جلد جنگ بدر، فتح مکہ یا قیامت کا دن آنے والا ہے جب تمہیں قرآن مجید کی صداقت کا مشاہدہ ہو جائے گا اور تمہیں بہر صورت اس کی صداقت کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا: اے ابن آدم! مرتے ہی تجھے اس خبر (یعنی قرآن کی صداقت) کا یقین ہو جائے گا۔ (تفسیر قرطبی اور صفوۃ التفاسیر)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز عشاء بروز بدھ ۲۴ فروری ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۵ فروری تا ۲۴ فروری یعنی صرف نو دنوں میں سورہ ص کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورة الزمر (٣٩)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''زمر'' ہے۔ زمر سے مراد کئی گروہ اور کئی جماعتیں ہیں۔ یہ لفظ قرآن مجید کی صرف دو آیات میں استعمال ہوا ہے اور وہ اسی سورت کی آیات نمبر ۷۱ اور ۷۳ ہیں۔

زمانہ نزول

اسلام کے ابتدائی سالوں میں اسلام قبول کرنا بہت مشکل مرحلہ تھا، جوشخص بھی اسلام قبول کرتا اس کے رشتہ دار ہی اتنی مشکلات پیدا کردیتے کہ اس کا اسلام پر عمل کرنا مشکل ہو جاتا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے، لہٰذا کسی ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں تم آزادی کے ساتھ اسلام پر عمل کرسکو۔ چنانچہ یہ سورت اس دور میں نازل ہوئی جب نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی۔ نبوت کے پانچویں سال حبشہ کی طرف سب سے پہلے جن سولہ افراد نے ہجرت کی ان میں چار عورتیں بھی شامل تھیں، اور ان میں سے ایک ہمارے پیارے نبی ﷺ کی لخت جگر حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جنہوں نے سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں اپنے خاوند حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ ہجرت کی، اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے دوسرے قافلہ میں مسلمانوں کی تعداد ۸۳ تھی جن میں حضرت جعفر طیارؓ بھی شامل تھے۔

مضامین

اس سورت کے آغاز میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اس لئے نازل فرمایا تا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے، اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہیں اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں وہ جھوٹے اور ناشکرے ہیں۔

اس سورت میں مختلف انداز سے توحید پر استدلال کیا گیا ہے مثلاً وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اور لیل ونہار اور شمس وقمر کی گردش کو ایسے نظام کا پابند کررکھا ہے کہ اس میں کبھی خلل نہیں آیا۔

اس سورت میں مشرک اور مومن کا تعارف کراتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرک پر جب مصیبت آئے اور وہ اس سے نجات نہ پاسکے تو گھبرا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور شرک کو چھوڑ دینے کا وعدہ کرتا ہے لیکن جونہی اس کی مصیبت دور ہوتی ہے تو وہ اپنے وعدہ کو بھول جاتا ہے اور دوبارہ شرک کی طرف لوٹ جاتا ہے، مگر اہل ایمان مشکلات کے باوجود ایمان پر ثابت قدم رہتے ہیں۔

آیت نمبر ۵۳ میں گناہگاروں کو امید دلائی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت ہی مہربان ہے اور جو بھی خلوص نیت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہ اسے معاف کردیتا ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

قبل از نماز فجر بروز جمعہ ۲۶ فروری ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

ایاتہا ۷۵ ۳۹ سورۃ الزمر مکیۃ ۵۹ رکوعاتہا ۸

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ①

۱۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو بہت غالب بہت حکمت والا ہے۔

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰهَ مُخۡلِصًا لَّهُ الدِّيۡنَ ②

۲۔ بے شک ہم نے آپ کی طرف اس کتاب کو حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے،[۱] پس آپ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کریں۔

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيۡنُ الۡخَالِصُ ؕ وَالَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ ۘ مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ فِىۡ مَا هُمۡ فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③

وقف لازم

۳۔ خبردار! دین خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے،[۲] اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو کارساز (معبود) بنا رکھا ہے (اور کہتے ہیں کہ) ہم ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دیں، بے شک اللہ تعالیٰ ان کے درمیان (وقت آنے پر) ان باتوں کا فیصلہ فرمادے گا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں،[۳] بے شک اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا (اور) بڑا ناشکرا ہو۔

[۱] قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے اور اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ سب حق اور سچ ہے۔

[۲] یہاں دین سے مراد عبادت ہے یعنی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں ہے، اور خالص سے مراد یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اس کی عبادت کی جائے، اس میں کسی دوسرے کی خوشنودی شامل نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف اسی عمل کو قبول فرماتا ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کیا جائے۔ (تفسیر ابن کثیر)

[۳] امام بغوی لکھتے ہیں کہ جب مشرکین مکہ سے پوچھا جاتا کہ تمہارا رب کون ہے، تم کو اور زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ جواب دیتے: سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اس پر ان سے پوچھا جاتا: پھر تم بتوں کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ تو وہ جواب

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④

۴۔ اگر اللہ تعالیٰ اولاد بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا چن لیتا (مگر وہ اولاد سے) پاک ہے، وہی اللہ ہے جو ایک ہے (اور) سب پر غالب ہے۔ [۴]

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَ يُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِىْ

۵۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے، اور اسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک مقررہ مدت تک گردش کر رہا ہے، [۵] خبردار!

دیتے: ہم ان کی پوجا اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری شفاعت کریں۔ (تفسیر معالم التنزیل) اس کا قرآن مجید نے یہ جواب دیا کہ یہ مشرک اصل میں جھوٹے ہیں کیونکہ ان کے پاس اپنے عقیدے کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور یہ ناشکرے ہیں کیونکہ ان کو پیدا تو اللہ تعالیٰ نے کیا مگر یہ عبادت دوسروں کی کرتے ہیں، لہٰذا جب تک یہ اپنی کذب بیانی اور ناشکری سے باز نہ آئیں ان کو ہدایت نہیں مل سکتی اور جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے درمیان عملی فیصلہ فرمادے گا یعنی اہل توحید جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اہل شرک کو جہنم رسید کر دیا جائے گا تو وہ اپنی کذب بیانی اور ناشکری پر پچھتائیں گے۔

[۴] انسان کو اولاد کی ضرورت ہے تاکہ جب دشمن حملہ آور ہو تو یہ اولاد اپنے والدین کا دفاع کرے اور جب وہ بوڑھے ہو جائیں تو وہ ان کا سہارا بنے اور جب وہ فوت ہو جائیں تو ان کی اولاد ان کی وراثت کی مالک بنے اور نسل انسانی کا سلسلہ جاری رہے لیکن اللہ تعالیٰ ان ساری ضرورتوں سے پاک اور بے نیاز ہے۔

بعض مشرکین فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے، انہیں بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ایک ہے اور اولاد سے پاک ہے۔ بالفرض اللہ تعالیٰ اگر اپنی اولاد بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا اپنی اولاد بنالیتا لیکن تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ اس نے صرف فرشتوں کو اپنی اولاد قرار دیا ہے اور صرف بیٹیاں ہی بنائی ہیں؟ نیز یہ کتنی عجیب بات ہے کہ تم اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں قرار دیتے ہو، کیا یہ اللہ تعالیٰ کی توہین نہیں ہے؟

یہ قدیم دور کے مشرکین اور جدید دور کے جاہل لوگوں کی سوچ ہے جو بیٹی کو ناپسند کرتے ہیں لیکن اسلام میں اس تفریق کی گنجائش نہیں ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیٹیوں سے کراہت نہ کرو کیونکہ میں بھی متعدد بیٹیوں کا باپ ہوں۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ نحل (۱۶) کی آیت نمبر ۵۸ کا حاشیہ نمبر ۷۳ ملاحظہ کریں۔

[۵] اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو برحق پیدا فرمایا یعنی ان کو بے مقصد پیدا نہیں فرمایا بلکہ ان کی تخلیق میں غور و فکر سے اللہ تعالیٰ کی

لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝

وہی سب پر غالب بہت بخشنے والا ہے۔[۶]

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ

۶۔ اس نے تم کو ایک جان (آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا، پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور اس نے تمہارے لئے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے پیدا کئے، [۷] وہ تمہیں تمہاری

توحید کا عرفان نصیب ہوتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ صرف خالق ہی نہیں بلکہ کائنات کا مالک اور حاکم بھی ہے۔ اس نے رات اور دن کی ایسی باری مقرر کر رکھی ہے، کہ جب رات کی تاریکی آتی ہے تو وہ دن کی روشنی کو ڈھانپ لیتی ہے اور جب دن کی روشنی آتی ہے تو وہ رات کی تاریکی پر چھا جاتی ہے۔ اس نے سورج اور چاند کی گردش کو ایسا پابند کر دیا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اپنے مدار سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

[۶] اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اگر وہ چاہے تو جب بھی کوئی سرکشی کرے اسے فوراً تباہ و برباد کر دے مگر وہ اصلاح کے لئے مہلت دیتا ہے اور جب کوئی سرکش سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے اور اس کی سرکشیوں کو اپنی بخشش کے پردوں میں چھپا لیتا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ مؤمن کو اپنے قریب کر کے پوشیدہ طور پر اسے فرمائے گا: کیا تو اپنا فلاں فلاں گناہ جانتا ہے؟ مؤمن عرض کرے گا: جی ہاں میرے رب! یہاں تک کہ مؤمن کے سب گناہوں کا اس سے اقرار کرا لے گا اور مؤمن اپنے دل میں خیال کرے گا کہ وہ تو ہلاک ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا اور آج میں تیرے ان گناہوں کو معاف کرتا ہوں، پھر نیکیوں کی ایک تحریر اس کو دی جائے گی، لیکن کفار اور منافقوں کو گواہوں کے سامنے پکارا جائے گا اور گواہ کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا، لہٰذا ان ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

(بخاری: ۲۴۴۱: کتاب المظالم: باب ۲ اور بخاری: ۴۶۸۵: کتاب تفسیر القرآن: سورہ ہود)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر نہ ظلم کرے اور نہ ہی اس کو بے یار و مددگار چھوڑے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے مصائب دور کر دے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(بخاری: ۲۴۴۲: کتاب المظالم: باب ۳)

[۷] اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت کے دلائل کا سلسلہ جاری ہے۔ مرد اور عورت کی پیدائش والدین کے ذریعہ ہوتی ہے مگر سب سے پہلے مرد یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے اور سب سے پہلی عورت یعنی حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝

ماؤں کے شکموں میں اس طرح پیدا فرماتا ہے کہ تین تاریکیوں میں ایک صورت کے بعد دوسری صورت (بتدریج تشکیل پاتی ہے)،[۸] وہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے، اسی کی حکومت ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، پھر تم کدھر بھٹکے جا رہے ہو؟[۹]

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۟ وَ لَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَ اِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ

۷۔ اگر تم کفر کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر ادا کرو تو وہ اسے تمہارے لئے پسند کرتا ہے،[۱۰] اور

پسلی سے پیدا فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عظیم ثبوت ہے، پھر آٹھ نر اور مادہ مویشی پیدا فرمائے یعنی مینڈھا اور بھیڑ، بکرا اور بکری، بیل اور گائے اور اونٹ اور اونٹنی، جن کا گوشت کھانا انسان کے لئے حلال ہے مگر مشرکین مکہ نے ان میں سے بعض کو حرام بنا رکھا تھا۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ انعام (۶) کی آیات نمبر ۱۴۳، ۱۴۴ کا حاشیہ نمبر ۱۲۸ ملاحظہ کریں۔

[۸] ماں کے پیٹ میں پانی کے ایک قطرہ سے مکمل انسان بننے تک جو مختلف شکلیں وجود میں آتی ہیں ان کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے یعنی پانی کا ایک قطرہ بلکہ ایک معمولی سا جرثومہ پہلے خون کی شکل اختیار کرتا ہے، پھر گوشت کا لوتھڑا، پھر ہڈیوں کا ڈھانچہ، پھر ان پر گوشت اور چمڑا وغیرہ ایسی نفیس ترتیب اور حیران کن ترقی ہے جو اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہے۔
تین تاریکیوں سے مراد پیٹ کی تاریکی، رحم کی تاریکی اور اس جھلی کی تاریکی ہے جس کے اندر بچے کی تخلیق پروان چڑھتی ہے۔

یہاں پر علامہ عبدالماجد دریا آبادی نے ایک ممتاز ہندو ڈاکٹر کا واقعہ لکھا ہے جو اس آیت کو پڑھنے کے بعد مسلمان ہو گیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ آج سے تیرہ چودہ سو برس پہلے ایک امی عرب کے لئے اس گہری طبی حقیقت سے واقف ہو جانا ناممکن تھا۔ (تفسیر ماجدی) لہٰذا قرآن مجید واقعی انسان کا کلام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

انسان ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اندازہ کریں کہ تین پردوں کے اندر ہوا کیسے پہنچتی ہوگی؟
پھر پرندوں کے انڈے میں تو بالکل کوئی سوراخ نہیں ہوتا مگر وہاں بھی کئی دنوں تک بچہ زندہ رہتا ہے۔ سبحان اللہ

[۹] مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ جس نے تمہیں پانی کے ایک قطرہ سے انسان کامل بنایا، وہی تمہارا رب ہے، ساری کائنات پر اسی کی حکمرانی ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اپنے خالق حقیقی کو چھوڑ کر دوسروں کے پیچھے بھٹکے جا رہے ہو۔

[۱۰] انسان جب کسی چیز کو پسند کرتا ہے تو اس میں اس کا کوئی فائدہ ہوتا ہے اور جب کسی چیز کو ناپسند کرتا ہے تو اس میں اسے کسی

أُخْرٰى ۚ ثُمَّ إِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۚ إِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۷﴾

کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، پھر تم سب نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے، پھر وہ تمہیں ان کاموں سے آگاہ کرے گا جو تم کیا کرتے تھے، بے شک وہ سینوں کے رازوں کو خوب جاننے والا ہے۔[۱۱]

نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کو نہ کسی سے فائدہ کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی سے نقصان کا خطرہ ہے بلکہ وہ قادر مطلق اور بے نیاز ہے، ساری دنیا اس کی محتاج اور نیاز مند ہے۔ دراصل جب وہ انسان کے لئے کسی چیز کو پسند کرتا ہے تو اس میں انسان کا فائدہ ہوتا ہے اور جب کسی چیز کو ناپسند کرتا ہے تو اس میں انسان کا نقصان ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے کفر کو اس لئے ناپسند کرتا ہے تاکہ وہ جہنم کے عذاب سے بچ جائیں اور وہ اپنے بندوں کے لئے شکرگزاری کو اس لئے پسند کرتا ہے تاکہ وہ جنت میں جائیں۔

☆ حضرت ابوذر ﷛ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندو! تم کسی نقصان کے مالک نہیں ہو کہ مجھے نقصان پہنچا سکو اور نہ تم کسی نفع کے مالک ہو کہ مجھے نفع پہنچا سکو۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے انسان اور جنات، تم میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار شخص کی طرح ہو جائیں تو تم میرے ملک میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتے اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے انسان اور جنات، تم میں سے سب سے زیادہ بدکار شخص کی طرح ہو جائیں تو تم میرے ملک سے کوئی چیز کم نہیں کر سکتے۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول آخر اور تمہارے انسان اور جنات کسی ایک جگہ کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کا سوال پورا کر دوں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس سے صرف اتنا کم ہوگا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر (نکالنے سے) اس میں کمی ہوتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جن کو میں تمہارے لئے جمع کر رہا ہوں، پھر میں تم کو ان کی پوری پوری جزا دوں گا، پس جو شخص خیر کو پائے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے اور جس کو خیر کے سوا کوئی مصیبت پہنچے وہ اپنے نفس کے سوا کسی اور کو ملامت نہ کرے۔ (مسلم: ۲: ۶۵۷: کتاب البر: باب ۱۵)

[۱۱] کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔ قیامت کے دن جب تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سارے اعمال تمہارے سامنے ظاہر کر دے گا اور ان کے مطابق تمہیں سزا دے گا۔ اس دن ہر انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا کوئی کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، البتہ جو لوگ دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں وہ اپنا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور جو ان کے گمراہ کرنے سے گمراہ ہوں گے ان کے گناہوں کے برابر ان پر مزید بوجھ ڈال دیا جائے گا لیکن گمراہ ہونے والوں کے بوجھ میں کمی نہیں ہوگی اور انہیں بہرحال اپنی گمراہی کا پورا بوجھ اٹھانا پڑے گا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اس کو ہدایت کی اتباع کرنے والوں

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ⑧

۸۔ اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کو پکارتا ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اس کو کوئی نعمت عطا فرماتا ہے تو وہ اس (تکلیف) کو بھول جاتا ہے جس کے لئے وہ پہلے دعا کیا کرتا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ کے شریک بنانے لگتا ہے تاکہ (لوگوں کو) اس کی راہ سے بہکا دے، آپ فرمادیں: (اے کافر!) تو اپنے کفر سے تھوڑا سا فائدہ اٹھالے، بے شک تو دوزخیوں میں سے ہے۔ [۱۲]

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑨

ع ١٥

۹۔ بھلا جو شخص رات کے اوقات سجدہ اور قیام میں گزارتا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے (کیا وہ نیک بندہ کافر کے برابر ہو سکتا ہے؟) آپ فرمادیں: کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ اور صرف عقل والے ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔ [۱۳]

کا اجر ملے گا اور اتباع کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی اور جس شخص نے گمراہی کی دعوت دی اس کے اوپر اس گمراہی کی اتباع کرنے والوں کے گناہ بھی ہوں گے اور گمراہوں کے گناہوں میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی۔
(مسلم: ۲۶۷۴: کتاب العلم: باب ٦)

[۱۲] مشرکین مکہ میں سے جب کسی پر سخت مشکل آجاتی اور وہ اس سے نجات نہ پاسکتا تو وہ ہر طرف سے مایوس ہو کر اپنے حقیقی رب یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور فریاد کرتا اور جب اللہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان فرمادیتا تو وہ اپنی تکلیف اور اللہ تعالیٰ کی نصرت دونوں کو بھلا دیتا اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے پھر شرک کی طرف لوٹ جاتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پیارے نبی! آپ ایسے ناشکرے مشرک کو بتادیں کہ چند دن جو تیری زندگی کے باقی ہیں تو ان سے فائدہ اٹھالے اور اگر تو نے شرک سے توبہ نہ کی تو پھر تجھے ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا ہوگا۔

[۱۳] گزشتہ آیت میں ایسے شخص کا ذکر کیا گیا ہے جو مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور مصیبت ٹل جانے کے بعد پھر شرک کی طرف لوٹ جاتا ہے، اور اس آیت میں ایسے شخص کا ذکر ہو رہا ہے جو رات کو عبادت کرتا ہے، آخرت کے عذاب سے

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

۱۰۔ آپ فرمادیں: اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو اپنے رب سے ڈرو، جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک کام کئے ان کے لئے اچھا اجر ہے، اور اللہ تعالیٰ کی زمین بڑی وسیع ہے، بے شک صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔ [۱۴]

ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کا ہمیشہ امیدوار رہتا ہے۔ یہ دونوں شخص ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح علم والے اور بے علم بھی برابر نہیں ہو سکتے مگر اس حقیقت کو صرف عقل والے ہی سمجھتے ہیں اور وہی اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک نوجوان کے پاس اس وقت گئے جب وہ مرض الموت میں تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! بے شک میں اللہ تعالیٰ سے (بخشش کی) امید رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس بندے کے دل میں ایسے موقع پر یہ دونوں باتیں جمع ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز عطا کر دیتا ہے جس کی وہ امید رکھتا ہے اور اس سے اسے بچا لیتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہے۔ (ترمذی: ۹۸۳: ابواب الجنائز: باب ۱۱)

اللہ تعالیٰ کی رحمت پر امید رکھنا اور اس کے غضب سے ڈرنا، یہ کامل ایمان کی نشانی ہے۔ اس کی مزید تشریح کے لئے حضرت عمر فاروق ؓ کا ارشاد غور طلب ہے: ''اگر آسمان سے آواز آئے: اے لوگو! سوائے ایک انسان کے تم سب لوگ جنت میں داخل ہونے والے ہو تو مجھے اللہ تعالیٰ کے غضب سے اتنا ڈر ہے کہ میں سمجھوں گا وہ میں ہوں اور اگر اعلان یہ ہو: اے لوگو! سوائے ایک انسان کے تم سب جہنم میں داخل ہونے والے ہو تو مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اتنی امید ہے کہ میں سمجھوں گا وہ میں ہوں۔'' (کنز العمال: ۳۵۹۱۶: جلد ۱۲: ص ۶۲۰) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر مومن کو اللہ تعالیٰ کی سزا کا علم ہو جائے تو کوئی بھی جنت کا لالچ نہ کرے اور اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا علم ہو جائے تو کوئی بھی جنت سے مایوس نہ ہو۔'' (مسلم: ۲۷۵۵: کتاب توبۃ: باب ۴)

نماز تہجد کی فضیلت

☆ حضرت عمرو بن عبسہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے، اگر تم اس وقت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر سکو تو یاد کرو۔
(ترمذی: ۳۵۷۹: کتاب الدعوات: باب ۱۱۸)

☆ حضرت بلال ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم رات کی نماز کے قیام کو لازم رکھو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور رات کے قیام سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور رات کا قیام گناہوں کو روکتا ہے اور گناہوں کا کفارہ ہے اور جسمانی بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ (ترمذی: ۳۵۴۹: کتاب الدعوات: باب ۱۰۱)

[۱۴] اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے اہل ایمان کو فرمایا: تقویٰ اختیار کرو کیونکہ جو لوگ اس دنیا میں نیک کام کرتے ہیں

قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ۙ﴿۱۱﴾

۱۱۔ آپ فرمادیں: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کروں۔

وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان بنوں۔ [۱۵]

اللہ تعالیٰ نے آخرت میں ان کے لئے عمدہ اجر تیار کر رکھا ہے۔ اگر کسی کو اپنے وطن میں ایمان وتقویٰ پر عمل کرنا مشکل ہو تو اللہ تعالیٰ کی زمین بڑی وسیع ہے، لہٰذا وہ کسی ایسی جگہ ہجرت کر جائے جہاں اسلام پر عمل کرنے میں آسانی ہو۔ صرف اسلام کے لئے اپنے وطن کو چھوڑ جانا اگرچہ بڑا مشکل ہے مگر جو لوگ اس مشکل پر صبر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں بے حساب اجر عطا فرمائے گا۔

مفسرین کہتے ہیں کہ جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو یہ آیت ان کی تسلی کے لئے نازل ہوئی۔ (صفوۃ التفاسیر)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ترازو نصب کئے جائیں گے، اہل صدقہ لائے جائیں گے اور ان کے صدقات کو تول کر ان کے حساب سے انہیں پورا پورا اجر دیا جائے گا۔ اسی طرح نماز اور حج وغیرہ کو بھی تول کر ان کے حساب سے پورا پورا اجر دیا جائے گا، لیکن جب تکلیف اور مصیبت پر صبر کرنے والوں کو لایا جائے گا تو ان کے لئے نہ تو کوئی ترازو نصب کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے اعمال نامہ کا رجسٹر کھولا جائے گا بلکہ بغیر حساب کے ان پر اجر وثواب کو بہا دیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: { بے شک صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔ } حتیٰ کہ وہ لوگ جن کی دنیاوی زندگی عافیت میں گزری وہ تمنا کرنے لگیں گے کہ کاش! دنیا میں ان کے بدن قینچیوں کے ذریعہ کاٹے گئے ہوتے تو انہیں بھی صبر کا ایسا ہی صلہ ملتا۔ (تفسیر قرطبی)

☆ حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے جد کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے حسین! فرائض ادا کیا کرو تمہارا شمار ان لوگوں میں ہوگا جو بڑے عبادت گزار ہیں۔ اے حسین! قناعت اختیار کرو تم سب لوگوں سے غنی ہو جاؤ گے۔ اے میرے پیارے بیٹے! جنت میں ایک درخت ہے جسے شجرۃ البلوی (تکلیف کا درخت) کہا جاتا ہے۔ وہ لوگ جو تکالیف ومصائب میں مبتلا رہے ان کو وہاں لایا جائے گا، ایسے لوگوں کے لئے نہ کوئی ترازو نصب کیا جائے گا اور نہ ان کا دفتر عمل کھولا جائے گا بلکہ (بغیر حساب کے) بارش کی طرح ان کا اجر ان پر برسے گا۔ (تفسیر قرطبی)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر اطاعت گزار کو ناپ تول کر ثواب دیا جائے گا سوائے صبر کرنے والوں کے کیونکہ انہیں تو (بغیر حساب کے) پیمانے بھر بھر کے دیئے جائیں گے۔ (معالم التنزیل)

[۱۵] اے مشرکین مکہ! میں صرف تمہیں مسلمان بننے اور خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی تبلیغ نہیں کرتا بلکہ سب سے پہلے میں

قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ آپ فرمادیں: اگر (بالفرض) میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ [۱۶]

قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ آپ فرمادیں: میں اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کرتا ہوں۔

خود مسلمان ہوں اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں اور پھر تمہیں دعوت دیتا ہوں۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی امت میں سب سے پہلے مسلمان ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں، ہر نبی اپنی امت میں سب سے پہلا مسلمان ہوتا ہے کیونکہ ہر حکم سب سے پہلے نبی پر نازل ہوتا ہے، پہلے وہ خود اس پر ایمان لاتا ہے اور پھر اپنی امت کو اس کی تبلیغ کرتا ہے تو دوسرے لوگ نبی کے واسطہ سے بعد میں مسلمان بنتے ہیں۔ اس کی دوسری تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ آپ ﷺ سب مخلوق سے پہلے مسلمان ہیں۔ (البحر المحیط: سورۃ الأنعام: زیر آیت نمبر ۱۴) اس تفسیر کی تائید میں درج ذیل احادیث ملاحظہ کریں جن میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۱) میں خلق کے اعتبار سے تمام نبیوں میں اوّل ہوں اور بعثت کے اعتبار سے سب نبیوں کے آخر میں ہوں۔

(کنز العمال: جلد ۱۱: حدیث نمبر ۳۲۱۲۶)

(۲) میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(ترمذی: ابواب المناقب: باب ۱، کنز العمال: جلد ۱۱: حدیث نمبر ۳۱۹۱۷)

(۳) اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ (تفسیر روح المعانی: سورت انعام: زیر آیت ۱۶۳)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کا نور سب سے پہلے پیدا کیا گیا اور آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے حتیٰ کہ جبرائیل ومیکائیل ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے جب حضور اکرم ﷺ کی روح مبارک اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز تھی۔ اس نکتہ کو علامہ آلوسی نے بڑے حسین انداز میں بیان فرمایا ہے:

''عاجزی، فرمانبرداری اور محبت کے میدان میں سب سے پہلے جو روح سجدہ ریز ہوئی وہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی روح تھی اور حضور اکرم ﷺ بلا واسطہ اپنے مولائے کریم پر ایمان لائے اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام حضور اکرم ﷺ کے واسطے سے ایمان لائے، پس حضور اکرم ﷺ عالم ارواح میں تمام انبیاء ورسل کے رسول ہیں اور وہ سب حضور اکرم ﷺ کے اُمتی ہیں۔'' (تفسیر روح المعانی: سورۃ الانعام: زیر آیت ۳۵)

[۱۶] حضور اکرم ﷺ گناہوں سے معصوم ہیں اس لئے آپ ﷺ سے نافرمانی کا صادر ہونا ممکن نہیں اور نہ ہی قیامت کے دن آپ ﷺ کو عذاب ہوگا بلکہ آپ ﷺ کی شفاعت سے بے شمار گناہگاروں کا عذاب دور ہوگا، لیکن اس آیت

فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ پس تم اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو، آپ فرمادیں: بے شک نقصان اٹھانے والے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان میں ڈالا، یاد رکھو! یہی کھلا نقصان ہے۔[۱۷]

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ ان کے لئے اوپر سے بھی آگ کے شعلے ہوں گے اور نیچے سے بھی آگ کے شعلے، یہ وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! پس تم مجھ سے ڈرتے رہو۔

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اور جن لوگوں نے شیطان کی عبادت سے اجتناب کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، ان کے لئے خوش خبری ہے، پس آپ میرے ان بندوں کو خوش خبری سنادیں۔[۱۸]

میں حضور اکرم ﷺ کا ذکر کر کے مشرکین مکہ اور مسلمانوں کو یہ بتانا مقصود ہے کہ میں انبیائے کرام علیہم السلام کا سردار ہونے کے باوجود بالفرض اگر اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی کروں تو قیامت کے عذاب کا خطرہ ہے، تو دوسروں کا کیا حال ہوگا؟

[۱۷] اہل مکہ نے جب نبی کریم ﷺ کو اپنے مشرک باپ دادا کے دین کی دعوت دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں۔ تم اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو مگر یاد رکھو! شرک کرنا کھلا نقصان ہے، اگر تم شرک سے باز نہ آئے تو نہ تم اپنے آپ کو جہنم کے نقصان سے بچا سکو گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں کو بلکہ سب کو جہنم رسید کر دیا جائے گا جہاں تمہارے اوپر اور نیچے ہر طرف سے آگ ہی آگ ہوگی، لہٰذا اس عذاب سے بچنے کے لئے تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صرف اسی کی عبادت کرو۔

[۱۸] کوئی آدمی شیطان کی عبادت نہیں کرتا، شیطان دراصل لوگوں کو غیر خدا کی عبادت کی ترغیب دیتا ہے اس لئے غیر خدا کی عبادت کو شیطان کی عبادت قرار دیا جاتا ہے۔ بہرحال جو لوگ شیطان کی ترغیب کو ٹھکرا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کے لئے جنت کی خوش خبری ہے۔

الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ جو بات غور سے سنتے ہیں، پھر اس کی بہترین بات کی پیروی کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ عقل مند ہیں۔[۱۹]

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِى النَّارِ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ بھلا جس شخص کے متعلق عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے، تو کیا آپ اسے بچا سکتے ہیں جو آگ میں ہو؟[۲۰]

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے (جنت میں) بالا خانے ہیں جن کے اوپر اور بالا خانے بنے ہوئے ہیں، ان کے نیچے نہریں جاری ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِى الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾

ع ۱۶

۲۱۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کو سوتوں اور چشموں اور دریاؤں کی شکل میں زمین کے اندر جاری کیا، پھر اس پانی کے ذریعے مختلف رنگوں والی فصل اگاتا ہے، پھر تو دیکھتا ہے کہ وہ خشک ہو کر زرد ہو جاتی ہے، پھر وہ اس کو چورا چورا کر دیتا ہے، بے شک اس میں عقل والوں کے لئے نصیحت ہے۔[۲۱]

---

[۱۹] یعنی دانشمند لوگ وہ ہیں جو باتوں کو غور سے سنتے ہیں اور ان میں سے بہترین باتوں پر عمل کرتے ہیں اور اسی لئے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

[۲۰] جس شخص نے مسلسل سرکشی کے باعث اپنے آپ کو جہنم کا مستحق بنا لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے متعلق دائمی عذاب کا فیصلہ صادر کر دیا ہے تو پھر اسے کوئی بھی جہنم سے نہیں بچا سکتا۔ علامہ بغوی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے مراد ابولہب اور اس کا بیٹا ہے۔ (تفسیر معالم التنزیل)

[۲۱] اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش کی صورت میں پانی اتارا اور زمین سے چشموں کی صورت میں پانی جاری کیا، پھر اس پانی سے مختلف رنگوں اور ذائقوں والی مختلف فصلیں اگائیں، پھر وہ پک کر زرد ہو گئیں اور آخر میں ریزہ ریزہ ہو کر ختم ہو گئیں۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ بھلا اللہ تعالیٰ نے جس شخص کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا ہو تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے، پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل یادِالٰہی کی طرف سے سخت ہو گئے ہیں، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔ [۲۲]

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ

۲۳۔ اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے یعنی ایک کتاب جس کی آیتیں ایک دوسری سے ملتی جلتی ہیں اور بار بار دہرائی جاتی ہیں، اس کتاب (کو پڑھنے یا سننے) سے ان لوگوں کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے جسم اور ان کے دل یادِالٰہی کی طرف نرم ہو جاتے ہیں، [۲۳] یہی اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے وہ جس کو

اس میں اہل عقل کے لئے نصیحت کی بات یہ ہے کہ جس طرح زمین میں فصل پیدا ہوتی ہے اور چند دن اپنی بہار دکھا کر فنا ہو جاتی ہے اسی طرح انسان بھی فانی ہے، لہٰذا وہ اس دنیا میں ایسے دل نہ لگائے جیسے اسے ہمیشہ یہیں رہنا ہے بلکہ ایک مسافر کی طرح اس دنیا کا سفر جاری رکھے اور اپنی دائمی منزل یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں سرگرم رہے۔

[۲۲] اللہ تعالیٰ جس شخص کے دل کو اسلام کے لئے کشادہ کر دے وہ اپنے رب کے نور میں راہ ہدایت پر گامزن رہتا ہے حتیٰ کہ جنت میں پہنچ جاتا ہے اور جن کے دل سخت ہو جائیں اور ان میں یادِالٰہی اور نورِ اسلام داخل نہ ہو سکے وہ گمراہی کی تاریکی میں ہلاکت کی راہ پر چل نکلتے ہیں اور بالآخر جہنم میں جا پہنچتے ہیں، تو یہ دونوں قسم کے افراد برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ دونوں کے راستے جدا جدا ہیں، ایک جنت کی طرف جا رہا ہے اور دوسرا جہنم کی طرف رواں دواں ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ آیت تلاوت کی تو ہم نے پوچھا: یارسول اللہ! بندہ کا شرح صدر کس طرح ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ کے دل میں نور داخل ہوتا ہے تو اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کی علامت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دارالخلود (آخرت) کی طرف رجوع کرنا، دارالغرور (دنیا کی زیب وزینت) سے اجتناب کرنا اور موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنا۔

(معالم التنزیل)

[۲۳] قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ یہ بہترین کلام ہے، اس کی آیتیں فصاحت وبلاغت، وعظ ونصیحت، علم وحکمت اور

يَهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ‌ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ ۝۲۳

چاہتا ہے اس کے ذریعہ ہدایت دیتا ہے، اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔ [۲۴]

اَفَمَنۡ يَّتَّقِىۡ بِوَجۡهِهٖ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ‌ ؕ وَقِيۡلَ لِلظّٰلِمِيۡنَ ذُوۡقُوۡا مَا كُنۡتُمۡ تَكۡسِبُوۡنَ ۝۲۴

۲۴۔ بھلا وہ شخص جو قیامت کے دن بدترین عذاب کو اپنے چہرے کے ذریعہ روک رہا ہوگا اور ایسے ظالموں سے کہا جائے گا: اب تم اس کا مزہ چکھو جو تم کمایا کرتے تھے۔ [۲۵]

حق وصداقت میں ایک دوسری سے ملتی جلتی ہیں، کہیں بھی الفاظ یا معانی میں کوئی کمزوری نہیں ہے۔ اس کے عقائد، واقعات اور احکام کو مختلف انداز میں بار بار دہرایا گیا ہے تاکہ ہر بات اچھی طرح ذہن نشین ہوجائے۔ قرآن کی اثر انگیزی کا عالم یہ ہے کہ جب عذاب الٰہی کا ذکر ہوتا ہے تو پرہیزگاروں پر اتنا خوف طاری ہوتا ہے کہ ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور جب رحمت خداوندی کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل نرم ہوجاتے ہیں اور فرط محبت سے یاد الٰہی میں جھوم اٹھتے ہیں۔

☆ حضرت عباس ﷛ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ہوا چلی اور اس درخت کے بوسیدہ پتے گر گئے اور سبز پتے قائم رہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اس درخت کی کیا مثال ہے؟ صحابہ کرام ﷡ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ درخت مؤمن کی مثال ہے، جب خوف خدا سے اس کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں تو اس کے گناہ گر جاتے ہیں اور نیکیاں باقی رہ جاتی ہیں۔ (شعب الایمان: ۸۰۴: جلد اول: ص ۴۹۲)

☆ مالک بن دینار روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ ﷤ نے عرض کیا: اے میرے رب! میں تجھے کہاں تلاش کروں؟ فرمایا: مجھے ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس تلاش کرو۔ (حلیۃ الأولیاء: ۲۷۷۷: جلد ۲: ص ۴۱۳)

[۲۴] قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب ہدایت ہے، جو شخص اس میں تلاش حق کے لئے غور وفکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہے اور وہ ایمان لے آتا ہے اور جو شخص تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس سے روگردانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ ظاہر ہے جو قرآن مجید سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہوجائے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔

[۲۵] محمد علی صابونی نے مفسرین کا قول نقل کیا ہے کہ چہرہ انسانی جسم کا سب سے اشرف عضو ہے، اگر انسان کو کوئی خطرہ لاحق ہو تو وہ پہلے اپنے ہاتھوں سے اپنے چہرے کو بچاتا ہے مگر قیامت کے دن کفار کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے اور جب انہیں جہنم میں پھینکا جائے گا تو وہ اپنے چہروں کو نہ بچا سکیں گے۔ (صفوۃ التفاسیر) علامہ قرطبی نے بھی مختلف اقوال نقل کئے ہیں جن کا

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ جو لوگ ان سے پہلے گزرے ہیں انہوں نے (بھی رسولوں کو) جھٹلایا تھا تو ان پر ایسی جگہ سے عذاب آ پہنچا جہاں سے انہیں خیال بھی نہ تھا۔[۲۶]

فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کی زندگی میں ہی رسوائی کا مزہ چکھا دیا اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی بڑا ہے، کاش! وہ جانتے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ ۚ

۲۷۔ اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر قسم کی مثالیں بیان کر دی ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔[۲۷]

خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جب کفار کو جہنم رسید کیا جائے گا تو ان کے ہاتھ ان کی گردنوں کے ساتھ بندھے ہوں گے اور انہیں منہ کے بل جہنم میں پھینکا جائے گا اور جو چیز سب سے پہلے آگ میں جلے گی وہ ان کا چہرہ ہوگا۔ (تفسیر قرطبی) اور انہیں کہا جائے گا: اب تم آگ میں اپنے مظالم کا مزہ چکھو۔

اس آیت میں بتانا یہ مقصود ہے کہ ایسا ظالم و نافرمان جو منہ کے بل جہنم میں پھینکا جائے گا اس مومن کے برابر کبھی نہیں ہو سکتا جس کو فرشتے جنت میں لے جائیں گے۔

[۲۶] گزشتہ قوموں نے بھی اپنے انبیاء کو جھٹلایا اور وہ اس گمان میں تھے کہ وہ بڑی برادری اور دولت والے ہیں، ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا لیکن ان کی توقعات کے خلاف جب اچانک عذاب آ پہنچا تو وہ اسی زندگی میں ذلیل و رسوا ہو کر تباہ و برباد ہو گئے اور آخرت میں جو عذاب ان کا انتظار کر رہا ہے وہ تو بہت ہی بڑا ہے۔

اس میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ بھی اپنی دولت اور سرداری کے تکبر میں نبی کریم ﷺ کو جھٹلا رہے ہیں، کاش! وہ گزشتہ اقوام کے انجام سے عبرت حاصل کریں ورنہ جب اللہ تعالیٰ کی گرفت آ پہنچے گی تو پھر یہ برادری، سرداری اور دولت کچھ کام نہیں آئے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، پہلے جنگ بدر میں ذلت و رسوائی اٹھانی پڑی اور پھر فتح مکہ کے دن تو ان کی امیدوں کے سارے قلعے زمین بوس ہو گئے۔

[۲۷] اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر جو کتاب نازل فرمائی اس کا نام قرآن ہے یعنی پڑھی ہوئی کتاب جو دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔ اس میں ہر قسم کی مثالیں بیان کی گئی ہیں تاکہ ہر معیار کا انسان اس کو آسانی سے سمجھ لے اور اس سے نصیحت حاصل کرے۔

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ (یہ) قرآن عربی زبان میں ہے، اس میں کوئی کجی نہیں ہے تا کہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔[۲۸]

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے، ایک (غلام) مرد ہے جس (کے مالک ہونے) میں کئی بد اخلاق لوگ حصہ دار ہیں اور ایک (دوسرا غلام) مرد ہے جو صرف ایک ہی شخص کا غلام ہے، کیا ان دونوں (غلاموں) کی مثال یکساں ہوسکتی ہے؟[۲۹] سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔[۳۰]

---

[۲۸] یہ قرآن عربی زبان میں ہے جو اسلام کے مخاطبین اول کی مادری زبان ہے۔ عربی زبان اپنی وسعت کے اعتبار سے دنیا کی تمام زبانوں میں ایک ممتاز مقام رکھتی ہے اور بالخصوص قرآن مجید کی عربی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ نیز قرآن مجید میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ سب برحق ہے، خواہ وہ الفاظ کی فصاحت و بلاغت ہو یا معانی کی حقیقت و صداقت، کہیں بھی کسی نقص یا اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔

[۲۹] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک اور توحید کا فرق واضح کرنے کے لئے ایک آسان اور عام فہم مثال بیان فرمائی ہے یعنی ایک غلام ہے جس کے کئی مالک ہیں اور ہر مالک چاہتا ہے کہ یہ غلام اس کا وفادار ہو اور سب سے پہلے اس کا حکم بجالائے اور کبھی ایسا بھی ہوسکتا کہ ایک سے زائد مالک ایک ہی وقت میں اسے اپنا اپنا کام کرنے کا حکم صادر کردیں، اور ایک دوسرا غلام ہے جس کا صرف ایک ہی مالک ہے، ظاہر ہے وہ ایک وقت میں ایک ہی حکم صادر کرے گا۔ تو کیا یہ دونوں غلام یکساں ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، کئی مالکوں کا غلام ہمیشہ پریشان رہے گا اور سارے مالکوں کو مطمئن نہیں رکھ سکے گا جبکہ دوسرے غلام کے لئے اپنے ایک مالک کو خوش رکھنا کوئی مشکل نہیں ہوگا۔

اسی طرح مشرک کئی خداؤں کو مان کر ہمیشہ مضطرب رہتا ہے، کبھی بارش کے خدا کے سامنے کھڑا ہے تو کبھی رزق کے خدا کے سامنے اور جب سارے خداؤں سے مراد پوری نہ ہو تو اپنے حقیقی رب کی طرف رجوع کرتا ہے اور جب مشکل آسان ہو جائے تو پھر شرک کی طرف لوٹ کر مضطرب رہتا ہے جبکہ مؤمن ایک ہی مہربان خدا پر یقین رکھتا ہے اور ہر مقصد کے لئے اول و آخر اسی کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے اور مطمئن رہتا ہے۔

[۳۰] سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے بڑی آسان مثال کے ساتھ توحید کو سمجھایا ہے مگر مشرکین پھر بھی نہیں سمجھتے اور شرک میں سرگرم رہتے ہیں۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ بے شک آپ پر موت آنی ہے اور بے شک وہ بھی مرنے والے ہیں۔[۳۱]

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ پھر بے شک تم سب قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے باہم جھگڑا کرو گے۔[۳۲]

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ پھر اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور جب سچ اس کے پاس آئے تو وہ اس کو جھٹلائے، کیا کافروں کا ٹھکانا دوزخ میں نہیں ہے؟[۳۳]

وَ الَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ اور جو اس سچ کو لے کر آیا اور جنہوں نے اس سچ کی تصدیق کی وہی لوگ پرہیزگار ہیں۔[۳۴]

---

[۳۱] علامہ خازن لکھتے ہیں: کفار مکہ اس انتظار میں تھے کہ نبی (ﷺ) فوت ہو گئے (تو یہ مذہب بھی ختم ہو جائے گا)۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ خبر دی: پیارے نبی! بلاشبہ آپ نے انتقال فرمانا ہے مگر وہ بھی تو مرنے والے ہیں پھر صرف آپ کے انتقال کا ان کو کیا فائدہ ہوگا؟ (تفسیر خازن)

[۳۲] قیامت کے دن انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی سرکش امتوں کے درمیان بحث و تکرار تک نوبت پہنچ جائے گی۔ سرکش امتی اپنا انجام بد دیکھ کر بہانہ سازی کی کوشش کریں گے: اے ہمارے رب! ہم تو ایمان لانے کے لئے تیار تھے مگر ہمارے پاس تیرا کوئی رسول نہیں آیا۔ اس پر انبیائے کرام علیہم السلام فرمائیں گے: ہم نے تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا تھا مگر تم نے ہمیں جھٹلا دیا تھا۔ اس وقت امت مسلمہ گواہی دے گی کہ یہ سرکش قومیں جھوٹ بول رہی ہیں، انبیائے کرام علیہم السلام نے ان تک تیرا پیغام پہنچا دیا تھا مگر انہوں دانستہ ان کی تکذیب کی تھی۔ اس کے لئے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۳ ملاحظہ کریں۔

[۳۳] وہ شخص سب سے بڑا ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد یا شریک قرار دیتا ہے اور سچائی کا دین اس کے پاس آئے تو اسے جھٹلا دیتا ہے تو ایسے منکروں کا ٹھکانا دوزخ نہیں تو اور کیا ہوگا؟

[۳۴] نبی کریم ﷺ سچائی کا دین لے کر تشریف لائے اور جن خوش نصیب لوگوں نے صدق دل سے اس دین کو قبول کر لیا یہی نیک اور پرہیزگار لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ کفر کے گناہ یا زمانہ اسلام کے قصور معاف کر دے گا اور سارے نیک کاموں کا عظیم اجر عطا فرمائے گا اور جنت میں جو وہ چاہیں گے ان کا رب انہیں عطا فرمائے گا۔

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس وہ سب کچھ ہے جو وہ چاہیں گے، یہی نیکی کرنے والوں کی جزا ہے۔

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے برے کام جو انہوں نے کئے ان سے دور کردے اور ان کے اچھے کام جو وہ کرتے تھے ان کا انہیں اجر عطا فرمائے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟ اور وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں (یعنی خودساختہ معبودوں) سے ڈراتے ہیں، [۳۵] اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے تو اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے، کیا اللہ تعالیٰ سب پر غالب اور انتقام لینے والا نہیں ہے؟

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ

۳۸۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ تعالیٰ نے، آپ فرمادیں: پھر ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کی پرستش کرتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھے کوئی

[۳۵] ابو سعود بیان کرتے ہیں کہ جب قریش نے نبی کریم ﷺ کو کہا: آپ ہمارے خداؤں کی مخالفت چھوڑ دیں ورنہ وہ (غضب میں آکر) تمہیں پاگل بنادیں گے۔ (صفوۃ التفاسیر) اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی یعنی کفار مکہ آپ کو ان خداؤں سے ڈراتے ہیں جو کسی کو نقصان یا نفع پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتے، لہٰذا آپ ان کی دھمکیوں کی پرواہ نہ کریں، آپ کا رب آپ کی حفاظت کے لئے کافی ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرودیوں سے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں سے بچایا اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کو بھی کفار قریش سے محفوظ رکھے گا، اور اگر یہ کفار اپنے کرتوتوں سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور کفار سے انتقام لینے پر بھی قادر ہے۔

بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ؕ عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾

تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ اس کی (بھیجی ہوئی) تکلیف کو دور کر سکتے ہیں؟ یا اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر رحمت فرمانا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟ آپ فرمادیں: مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے، توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔[۳۶]

قُلْ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ آپ فرمادیں: اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر عمل کئے جاؤ، بے شک میں بھی عمل کر رہا ہوں، پس عنقریب تم جان لوگے۔[۳۷]

مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَ یَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کردے گا اور کس پر دائمی عذاب نازل ہوگا۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ

۴۱۔ بے شک ہم نے آپ پر لوگوں کے لئے حق کے ساتھ

---

[۳۶] پیارے نبی! مشرکین مکہ جن بتوں کے غضب سے آپ کو ڈراتے ہیں، ذرا ان سے پوچھیں کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے: زمین و آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، پھر ان سے یہ بھی پوچھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا تمہارے خدا اس تکلیف کو دور کر سکتے ہیں؟ یا اگر اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے نوازنا چاہے تو کیا تمہارے خدا اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اس پر مشرکین نے کہا کہ ان کے بت اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو تو نہیں ٹال سکتے، البتہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کریں گے، تو اس کے جواب میں اس آیت کا یہ حصہ نازل ہوا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ (تفسیر قرطبی) یعنی مجھے تمہارے خداؤں کی سفارش کی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہی مجھے کافی ہے۔ میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور سارے اہل ایمان بھی اسی پر توکل کرتے ہیں۔

[۳۷] یعنی اگر تم میری دعوت قبول نہیں کرتے اور اپنے شرک پر بضد ہو تو تمہاری مرضی، بے شک تم اپنے شرک پر قائم رہو لیکن میں تو بہر حال توحید پر قائم ہوں اور تم بھی عنقریب جان لوگے کہ دنیا کا رسوا کن عذاب اور آخرت کا دائمی عذاب مجھ پر نازل ہوگا یا تم پر، اور تاریخ شاہد ہے کہ جنگ بدر سے مشرکین پر عذاب کا سلسلہ شروع ہوا اور فتح مکہ کے دن ان کے تکبر کے غبارے سے ساری ہوا نکل گئی اور آخرت کا دائمی عذاب بھی ان کے کفر کے باعث ان کا مقدر ہو چکا ہے۔

فَمَنِ اهۡتَدٰى فَلِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيۡهَا ۚ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ ﴿۴۱﴾

کتاب نازل کی ہے، پس جس نے ہدایت اختیار کی تو اس کے اپنے لئے نفع ہے اور جس نے گمراہی اختیار کی تو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے، اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ [۳۸]

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الۡاَنۡفُسَ حِيۡنَ مَوۡتِهَا وَالَّتِىۡ لَمۡ تَمُتۡ فِىۡ مَنَامِهَا ۚ فَيُمۡسِكُ الَّتِىۡ قَضٰى عَلَيۡهَا الۡمَوۡتَ وَيُرۡسِلُ الۡاُخۡرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ اللہ تعالیٰ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے اور جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا (ان جانوں کو) ان کی نیند کی حالت میں (قبض کرتا ہے)، پھر ان جانوں کو روک لیتا ہے جن کی موت کا فیصلہ کر لیا ہے اور دوسری جانوں کو ایک مقررہ میعاد تک چھوڑ دیتا ہے، بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔ [۳۹]

[۳۸] نبی کریم ﷺ اہل مکہ کی گمراہی پر غمگین رہتے تھے، اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن مجید اس لئے نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھا دیں۔ آپ ﷺ نے قرآن مجید کی تبلیغ کرکے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ اب اگر کوئی ہدایت اختیار کرتا ہے تو اس میں اس کا اپنا فائدہ ہے اور اگر گمراہ ہوتا ہے تو اس میں اس کا اپنا نقصان ہے اور وہ خود اس کا ذمہ دار ہے، آپ سے اس کی گمراہی کے بارے میں باز پرس نہیں ہوگی، لہٰذا آپ غمگین نہ ہوں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: میری اور لوگوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی۔ جب اس کا اردگرد روشن ہو گیا تو پروانے اور جانور جو آگ میں گرتے ہیں اس میں گرنا شروع ہو گئے اور وہ شخص ان کو آگ سے دور کرتا ہے مگر وہ اس پر غالب آ جاتے ہیں اور آگ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ (اس شخص کی طرح) میں تم کو تمہاری کمروں سے پکڑتا ہوں تاکہ تم جہنم کی آگ میں نہ گرو مگر لوگ اس میں گر رہے ہیں۔
(بخاری: ۶۴۸۳: کتاب الرقاق: باب ۲۶)

[۳۹] جان (نفس) اور روح اکثر ایک ہی معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہاں جان قبض کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت یہ ہے کہ ہمیشہ یعنی قیامت تک کے لئے جان قبض کر لینا، اس سے مراد موت ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ عارضی طور پر چند گھنٹوں کے لئے جان قبض کر لینا اس سے مراد نیند ہے۔

مذکورہ وضاحت کے بعد آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جن کی حقیقی موت کا وقت آ جاتا ہے اللہ تعالیٰ ان کی جانیں ہمیشہ یعنی قیامت تک کے لئے قبض کر لیتا ہے اور جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا تو نیند کی حالت میں عارضی طور پر ان کی جانیں قبض

اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلۡ اَوَ لَوۡ كَانُوۡا لَا يَمۡلِكُوۡنَ شَيۡـًٔـا وَّلَا يَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور سفارشی بنا رکھے ہیں؟ آپ فرما دیں: اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں۔ [۴۰]

قُلۡ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيۡعًا ؕ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ ثُمَّ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ آپ فرما دیں: سفارش تو سب اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے، آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کے لئے ہے، پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحۡدَهُ اشۡمَاَزَّتۡ قُلُوۡبُ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِذَا هُمۡ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ پھر جب تنہا اللہ تعالیٰ ہی کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کے دل گرانی محسوس کرتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں (یعنی ان کے معبودوں) کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ فوراً خوش ہو جاتے ہیں۔ [۴۱]

کر لی جاتی ہیں، پھر نیند کے عالم میں ہی جن کی حقیقی موت کا فیصلہ کر لیا گیا ہوتا ہے ان کی جانوں کو ہمیشہ یعنی قیامت تک کے لئے روک لیا جاتا ہے اور دوسری جانوں کو ایک مقررہ وقت تک واپس بھیج دیا جاتا ہے، تو گویا یہ نیند اور بیداری بھی ایک عارضی موت و حیات کا نمونہ ہے اور جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں ان کے لئے اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ یعنی جو سونے کے بعد جگا سکتا ہے وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ بھی کر سکتا ہے۔

[۴۰] مشرکین مکہ بتوں کو اللہ تعالیٰ کے لئے سفارشی قرار دیتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: تم نے جن بتوں کو سفارشی بنا رکھا ہے وہ کسی چیز کے مالک نہیں ہیں بلکہ ان کے پاس تو اتنا شعور بھی نہیں ہے کہ وہ تمہاری فریاد کو سن یا سمجھ ہی سکیں تو پھر وہ تمہاری سفارش کیا کریں گے، لہٰذا غور سے سن لو! سفارش کا سب اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو زمین و آسمان کا مالک ہے اور صرف وہی سفارش کر سکیں گے جن کو اللہ تعالیٰ اجازت عطا فرمائے گا۔ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بتوں کو سفارش کا حق دے رکھا ہے اور اگر تمہارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ سے ڈرو! تم سب کو ایک دن اس کی بارگاہ میں لوٹ کر جانا ہے تو پھر تم کیا منہ دکھاؤ گے۔

[۴۱] مشرکین مکہ آخرت اور توحید کے منکر تھے اس لئے جب کوئی مسلمان ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی توحید کی بات کرتا تو ان پر گراں گزرتی لیکن جب کوئی ان کا ہم نوا بتوں کا ذکر کرتا تو وہ خوشی سے جھوم اٹھتے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْ مَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ آپ عرض کریں: اے اللہ تعالیٰ! اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! اے غیب اور ظاہر کو جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان امور کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ [۴۲]

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اور اگر ظالموں کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو تو وہ قیامت کے دن برے عذاب سے بچنے کے لئے دے ڈالیں گے، اور (قیامت کے دن) ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ عذاب ظاہر ہو گا جس کا وہ گمان بھی نہیں کرتے تھے۔ [۴۳]

[۴۲] مشرکین جب توحید کے خلاف اور شرک کے حق میں جھگڑا کرتے تو نبی کریم ﷺ بہت حیران ہوتے کہ ان کی عقلوں کو کیا ہو گیا ہے جو قادر مطلق اللہ تعالیٰ اور پتھروں سے بنے ہوئے بتوں کے فرق کو بھی نہیں سمجھ سکتے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: آپ ان کے جھگڑوں سے پریشان نہ ہوں بلکہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں اور اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کریں کیونکہ وہ قادر مطلق ہے، وہ سب لوگوں کے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے اور وہی ان کے اختلافات کا صحیح فیصلہ فرمائے گا۔

[۴۳] مشرکین آخرت کے منکر تھے اس لئے وہ اہل ایمان کا مذاق اڑاتے تھے کہ جب قیامت ہی نہیں ہو گی تو پھر عذاب کہاں سے آئے گا؟ مگر قیامت کے دن جب ان ظالموں کی برائیاں ان کے سامنے ظاہر کر دی جائیں گی اور جس عذاب پر وہ یقین نہیں رکھتے تھے بلکہ اس کا مذاق اڑاتے تھے جب وہ عذاب انہیں ہر طرف سے گھیر لے گا تو ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل جائے گی اور اگر اس وقت ان کے پاس روئے زمین کا سارا مال و متاع ہو بلکہ اس سے دگنا بھی ہو اور وہ یہ سارا مال دے کر اس عذاب سے بچنا چاہیں گے تو بھی نہیں بچ سکیں گے۔ اول تو وہاں کسی کے پاس دنیاوی مال و متاع نہیں ہو گا اور اگر بالفرض کسی کے پاس دنیا بھر کے خزانے ہوں تو بھی مسترد کر دیئے جائیں گے کیونکہ میدان حشر کی کرنسی دنیا کا مال و متاع نہیں بلکہ نیک اعمال ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک کافر (جبکہ اسے اپنے کفر کا برا انجام سامنے نظر آ رہا ہو گا) سے کہا جائے گا: اگر تیرے پاس زمین بھر سونا ہو تو کیا تو دوزخ کے عذاب سے بچنے کے لئے اسے فدیہ میں دینا پسند کرے گا؟ وہ کہے گا: ہاں! اس سے کہا جائے گا: تو نے جھوٹ کہا۔ تجھ سے تو دنیا میں اس سے بہت

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ اور (قیامت کے دن) ان کے لئے وہ برائیاں بھی ظاہر ہو جائیں گی جو انہوں نے کی تھیں اور انہیں وہ عذاب گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ پس جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کر دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ نعمت تو مجھے (میرے) علم کی بنا پر ملی ہے، بلکہ یہ آزمائش ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ [۴۴]

قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ بے شک ان سے پہلے لوگ بھی ایسی باتیں کہا کرتے تھے تو انہیں ان کاموں نے کچھ فائدہ نہ پہنچایا جو وہ کیا کرتے تھے۔ [۴۵]

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا

۵۱۔ پس ان کے برے کاموں کا عذاب انہیں آ پہنچا، اور ان لوگوں میں سے جنہوں نے ظلم کیا ہے انہیں بھی عنقریب ان کے برے کاموں کا عذاب آ پہنچے گا اور وہ

آسان بات (یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے) کا مطالبہ کیا گیا تھا (مگر تو ایمان نہ لایا تو زمین بھر سونا کیسے خرچ کرے گا)؟ (مسلم: ۷۰۸۵، ۷۰۸۶: کتاب المنافقین: باب ۱۰)

[۴۴] اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا کر اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور فرما دیتا ہے تو ناشکری کرتے ہوئے کہتا ہے: یہ نعمت تو مجھے میرے علم وخرد کی وجہ سے ملی ہے یا مجھ پر اللہ تعالیٰ راضی ہے اسی لئے مجھے اس نعمت سے نوازا ہے، حالانکہ بات یہ نہیں جو انسان سمجھ رہا ہے بلکہ یہ نعمت اس کے لئے آزمائش ہے اور اگر اس نے اس کا شکر ادا نہ کیا تو یہی نعمت اس کے لئے زحمت اور مصیبت بن جائے گی، لیکن اکثر لوگ اس آزمائش کی طرف خیال نہیں کرتے اور اپنی خام خیالیوں کی گمراہی میں بھٹکتے رہتے ہیں۔

[۴۵] اس سے مراد پہلی قومیں ہیں یا خاص طور پر قارون کی طرف اشارہ ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ قصص (۲۸) کی آیات نمبر ۷۶ تا ۸۱ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

كَسَبُوْا ۭ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۵۱

(اللہ تعالیٰ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہیں۔ [۴۶]

اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۵۲

۵۲۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے، اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ [۴۷]

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۵۳

۵۳۔ آپ فرما دیں: اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے! تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، بے شک وہ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ [۴۸]

[۴۶] مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ ان سے پہلے جن قوموں نے سرکشی اور ناشکری کی انہیں اپنے کرتوتوں کی سزا ملی اور ان کی تباہ شدہ بستیاں تم اپنے تجارتی سفروں میں دیکھ چکے ہو، اور اب اگر تم بھی اپنے مظالم سے باز نہ آئے تو تم پر بھی عنقریب عذاب آ جائے گا۔ جس طرح پہلی قومیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچ سکیں اسی طرح تم بھی اس کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ عرب کے جو لوگ اپنی سرکشی پر قائم رہے وہ یا تو جنگوں میں مارے گئے یا پھر عرب چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں چلے گئے۔

[۴۷] رزق کی کمی بیشی کسی کے مقبول یا مردود ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ دولت اور غربت کی دونوں حالتیں انسان کے لئے آزمائش ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول وہ ہے جو ان دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اس کی نافرمانی نہ کرے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ شدائد اور مصائب میں اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ خوشحالی کے ایام میں کثرت سے دعا کیا کرے۔

(ترمذی: ۳۳۸۲: کتاب الدعوات: باب ۹)

[۴۸] امام ابن کثیر لکھتے ہیں: یہ آیت تمام مسلمان اور غیر مسلم سرکشوں کے لئے توبہ کی دعوت ہے اور اس میں یہ خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کے بعد سب گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے خواہ وہ سمندر کی جھاگ کی طرح کتنے ہی زیادہ ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر) یعنی جن لوگوں نے کفر کی وجہ سے اپنی جانوں پر ظلم کیا یا جن مسلمانوں نے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے اپنے آپ پر ظلم کیا وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ بہت بڑے گناہگار ہیں ان کے گناہ کیسے معاف ہوں گے؟ بلکہ اگر وہ سچے دل سے اسلام قبول کر لیں یا اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں تو ان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ

وَ اَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ ۵۴۔ اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کی

ہوں کیونکہ اس کی رحمت بڑی وسیع ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت

☆ حضرت ابوسعید خدری ﷜ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پہلی امتوں میں ایک شخص نے ننانوے قتل کئے تھے۔ اس نے لوگوں سے پوچھا: روئے زمین پر اس وقت سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اسے ایک راہب (عیسائیوں میں تارک الدنیا عبادت گزار) کا پتہ بتایا گیا۔ وہ قاتل اس راہب کے پاس گیا اور پوچھا کہ اس نے ننانوے قتل کئے ہیں، کیا اس کی توبہ ہوسکتی ہے؟ اس راہب نے جواب دیا: نہیں۔ اس قاتل نے اس راہب کو بھی قتل کر کے سو قتل مکمل کر دیئے۔ اس قاتل نے پھر لوگوں سے پوچھا: روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اسے ایک عالم کا پتہ بتایا گیا۔ قاتل نے اس عالم سے پوچھا کہ اس نے ننانوے قتل کئے ہیں، کیا اس کی توبہ ہوسکتی ہے؟ اس عالم نے جواب دیا: ہاں، توبہ کی قبولیت میں کیا چیز حائل ہوسکتی ہے؟ فلاں فلاں جگہ کی طرف جاؤ، وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں تم بھی ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اپنے وطن کی طرف لوٹ کر نہ آنا کیونکہ وہ (تمہارے لئے) بری جگہ ہے۔ قاتل روانہ ہوا، جب وہ آدھے راستہ پر پہنچا تو اس کی موت آگئی اور اس قاتل کے بارے میں رحمت اور عذاب کے فرشتوں کے درمیان اختلاف ہوگیا۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا: یہ شخص توبہ کرتا ہوا اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہوتا ہوا آیا تھا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا: اس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا، پھر ان کے پاس آدمی کی صورت میں ایک فرشتہ آیا تو عذاب اور رحمت کے فرشتوں نے اس کو اپنا حکم (فیصلہ کرنے والا) بنالیا۔ اس نے کہا: دونوں جگہوں کے درمیان پیائش کرو، جس جگہ کے وہ زیادہ قریب ہو اسی کے مطابق اس کا حکم ہوگا۔ جب فرشتوں نے پیائش کی تو وہ اس جگہ کے زیادہ قریب تھا جہاں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا، اس لئے رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کرلیا۔ (مسلم: ۷۰۰۸: کتاب التوبۃ: باب ۸)

اس حدیث کے آخر میں امام بخاری لکھتے ہیں کہ قاتل کے بارے میں جب رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس جگہ (جس طرف قاتل جارہا تھا) کو حکم دیا کہ وہ قریب ہوجائے اور اس جگہ (جہاں سے چلا تھا) کو حکم دیا کہ وہ دور ہوجائے اور فرمایا: ان دونوں جگہوں کے درمیان پیائش کرو تو وہ جگہ (جس طرف قاتل جارہا تھا) ایک بالشت قریب تھی اس لئے اس قاتل کی مغفرت کر دی گئی۔ (بخاری: ۳۴۷۰: کتاب الانبیاء: باب ۵۶) یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ سو آدمیوں کا قاتل بھی سچے دل سے توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادیتا ہے، لہٰذا کسی کو اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

☆ حضرت ابوہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مومن کو اللہ تعالیٰ کی سزا کا علم ہوجائے تو کوئی بھی جنت کا لالچ نہ کرے اور اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا علم ہوجائے تو کوئی بھی جنت سے مایوس نہ ہو۔

(مسلم: ۶۹۷۹: کتاب التوبۃ: باب ۴)

اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾

اطاعت کرو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے، پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔[۴۹]

وَ اتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ اور اس بہترین (کتاب) کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔[۵۰]

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ (ایسا نہ ہو) کہ کوئی شخص یہ کہنے لگے: افسوس ہے ان کوتاہیوں پر جو میں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کی ہیں اور بے شک میں مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔[۵۱]

اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾

۵۷۔ یا یہ کہنے لگے: اگر اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دیتا تو میں پرہیزگاروں میں سے ہوتا۔

اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ یا عذاب کو دیکھ کر یہ کہنے لگے: کاش! مجھے ایک بار واپس جانے دیا جائے تو میں نیکوکاروں میں سے ہو جاؤں گا۔

---

[۴۹] گزشتہ آیت میں جس توبہ کی طرف اشارہ کیا گیا تھا یہاں واضح الفاظ میں اس کی تاکید کر دی گئی ہے کہ عذاب کے آنے سے پہلے ہی سچی توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بن جاؤ لیکن اگر تم نے توبہ نہ کی اور عذاب آ پہنچا تو پھر تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی یعنی اس آخری وقت کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

[۵۰] اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کے لئے قرآن مجید نازل فرمایا ہے، اس پر عمل کرنے میں جلدی کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ اچانک عذاب آجائے اور تمہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دے۔

[۵۱] میدان حشر میں جب کفار کو اپنا برا انجام نظر آئے گا تو افسوس کریں گے: کاش! ہم اللہ تعالیٰ کی توحید کے متعلق کوتاہی نہ کرتے اور اس کے نبیوں کا مذاق نہ اڑاتے تو آج ہمیں یہ عذاب نہ دیکھنا پڑتا مگر اس وقت کا پچھتاوا بے سود ہوگا۔

بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِىْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ کیوں نہیں، بے شک تیرے پاس میری آیتیں آئی تھیں، پس تو نے انہیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔ [۵۲]

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾

۶۰۔ اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا تھا قیامت کے دن آپ انہیں دیکھیں گے کہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے، [۵۳] کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے؟ [۵۴]

وَيُنَجِّى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾

۶۱۔ اور جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا انہیں اللہ تعالیٰ کامیابی کے ساتھ نجات دے گا، ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ [۵۵]

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ ۫ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾

۶۲۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔

[۵۲] میدان حشر میں کفار اپنے عذاب کو دیکھ کر کہیں گے: اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم پرہیزگار بن جاتے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت ہی نہیں دی تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ پھر وہ خواہش کریں گے کہ اگر ہمیں ایک دفعہ دوبارہ دنیا میں جانے کا موقع دیا جائے تو ہم نیک بن کر رہیں گے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سب تمہاری بہانہ سازیاں ہیں حالانکہ میرے رسول تمہارے پاس آئے تھے، انہوں نے حق و باطل کو واضح کر دیا تھا اور انہوں نے معجزات بھی دکھائے مگر تم نے تکبر کیا اور دانستہ ان کا انکار کیا، لہٰذا اب کسی مہلت کی گنجائش نہیں ہے۔

[۵۳] جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے شریک اور اولاد قرار دیتے ہیں اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں کا انکار کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں، اس کا ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے لہٰذا قیامت کے دن اس جھوٹ کے عذاب کو دیکھ کر ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔

[۵۴] جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرتے ہیں اور لوگوں کو حقیر سمجھتے ہیں وہ متکبر ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

[۵۵] جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور نیک کاموں میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں وہ آخرت میں کامیاب و کامران ہوں گے اور ہر قسم کے دکھ اور غم سے محفوظ ہوں گے۔

لَهٗ مَقَالِيۡدُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ۟ ؏

۶۳۔ اس کے پاس آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں، اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ [۵٦]

قُلۡ اَفَغَيۡرَ اللّٰهِ تَاۡمُرُوۡٓنِّىۡۤ اَعۡبُدُ اَيُّهَا الۡجٰهِلُوۡنَ ۟

۶۴۔ آپ فرمادیں: اے جاہلو! کیا تم مجھے غیر اللہ کی پرستش کرنے کو کہتے ہو؟

وَ لَقَدۡ اُوۡحِىَ اِلَيۡكَ وَ اِلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكَ ۚ لَئِنۡ اَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ۟

۶۵۔ اور بے شک آپ کی طرف اور آپ سے پہلے انبیاء کی طرف وحی کی گئی ہے کہ اگر (بفرض محال) آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل ضائع ہو جائیں گے اور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ [۵۷]

بَلِ اللّٰهَ فَاعۡبُدۡ وَكُنۡ مِّنَ الشّٰكِرِيۡنَ ۟

۶۶۔ بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں اور شکر گزاروں میں سے بن جائیں۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖ ۖ وَالۡاَرۡضُ

۶۷۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کی جیسے اس کی

[۵٦] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے بلکہ نافرمانی کا ارتکاب کر کے اپنے ہی نقصان اور خسران کا انتظام کر رہے ہیں۔

[۵۷] حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں: مشرکین نے ایک دفعہ نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اگر وہ ان کے بتوں کی عبادت کریں تو وہ بھی ان کے خدا کی عبادت کریں گے۔ (تفسیر ابن کثیر) اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ ناممکن ہے کیونکہ میری طرف اور مجھ سے پہلے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف یہی وحی کی گئی ہے کہ جو بھی شرک کرے گا اس کے عمل ضائع ہو جائیں گے اور وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔ اس آیت میں خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ کو ہے مگر اصل میں امت کو تنبیہ کی جا رہی ہے کیونکہ ہر نبی شرک اور دیگر گناہوں سے معصوم ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا۔

یہاں پر مشرکین کو جاہل کہنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ انہیں اتنا بھی معلوم نہیں ہے کہ توحید کی دعوت صرف نبی کریم ﷺ نے ہی نہیں دی بلکہ آپ ﷺ سے پہلے تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی توحید ہی کی دعوت دی تھی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ جو دوسروں کو توحید کی دعوت دیتا ہے وہ خود شرک کیسے کر سکتا ہے۔

جَمِيعًا قَبۡضَتُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطۡوِيّٰتٌۢ بِيَمِيۡنِهٖ ؕ سُبۡحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۶۷﴾

قدر کا حق ہے، اور قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے، اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بالاتر ہے اس شرک سے جو وہ کرتے ہیں۔ [۵۸]

وَ نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَصَعِقَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيۡهِ اُخۡرٰى فَاِذَا هُمۡ قِيَامٌ يَّنۡظُرُوۡنَ ﴿۶۸﴾

۶۸۔ اور (جب) صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں سب فنا ہو جائیں گے سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ (زندہ رکھنا) چاہے گا، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو فوراً سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔ [۵۹]

وَ اَشۡرَقَتِ الۡاَرۡضُ بِنُوۡرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الۡكِتٰبُ وَ جِایۡٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ

۶۹۔ اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی، اعمال نامہ سامنے رکھ دیا جائے گا، انبیاء اور گواہوں کو بھی

[۵۸] مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنا کر اس کی قدر نہیں کی حالانکہ قیامت کے دن زمین و آسمان تنہا اسی کے دست قدرت میں ہوں گے، لہٰذا نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ ہی اسے کسی شریک کی ضرورت ہے۔ آج بھی زمین و آسمان کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر اس آیت میں قیامت کا ذکر اس لئے ہے کہ اس دن کافروں کو بھی مشاہدہ ہو جائے گا کہ واقعی زمین و آسمان کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ زمین کو اپنے ایک دست قدرت میں لے کر اور آسمانوں کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ کر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں! زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟
(بخاری: ۴۸۱۲: کتاب تفسیر القرآن: سورہ زُمَر)

[۵۹] جب پہلی دفعہ صور پھونکا جائے گا تو سب مخلوق فنا ہو جائے گی، البتہ بعض کو زندہ رکھا جائے گا جن کے بارے میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں مثلاً حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام اور حضرت ملک الموت علیہ السلام وغیرہ مگر ان پر بھی دوسرے صور سے پہلے موت طاری کر دی جائے گی کیونکہ ہر ایک نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، پھر دوسرے صور کے بعد لوگ فوراً اٹھ کھڑے ہوں گے اور حیران ہو کر دیکھنے لگیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دوبار صور پھونکنے کے درمیان چالیس (سال) کا وقفہ ہوگا۔
(بخاری: ۴۸۱۴: کتاب تفسیر القرآن: سورہ زمر)

قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾

لایا جائے گا اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔[۶۰]

وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع

۷۰۔ اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ لوگ کرتے ہیں۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾

۷۱۔ اور کفار کو گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا حتیٰ کہ جب وہ جہنم کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جہنم کے محافظ (فرشتے) ان سے کہیں گے: کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر سناتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہاں لیکن عذاب کا حکم کافروں پر ثابت ہو چکا تھا۔[۶۱]

[۶۰] جس زمین پر آج ہم زندگی گزار رہے ہیں یہ فنا ہو جائے گی اور اس کی جگہ اللہ تعالیٰ نئی زمین بنائے گا۔ اگرچہ وہاں سورج بھی ہوگا مگر اللہ تعالیٰ اپنی ایک خصوصی تجلی ڈالے گا جس سے قیامت کی ساری زمین عدل و انصاف کے نور سے چمک اٹھے گی، ہر ایک کے سامنے اس کا نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا۔ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی تبلیغ اور امتوں کے ردعمل کو بیان کریں گے۔ بعض امتیں اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی تبلیغ کا انکار کر دیں گی تو امت محمد یہ گواہی دے گی: یہ امتیں جھوٹ بول رہی ہیں کیونکہ آخری نبی حضرت محمد ﷺ نے ہمیں بتایا تھا کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا تھا انہوں نے دانستہ تکذیب کی تھی۔ نیز فرشتے اور انسانی اعضاء وغیرہ بھی گواہی دیں گے اور سب فیصلے حق و انصاف پر مبنی ہوں گے کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے تمام اعمال کو خوب جانتا ہے، اس کو کسی اعمال نامہ یا گواہ کی ضرورت نہیں ہے مگر اتمام حجت اور انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے گواہ پیش کئے جائیں گے۔

[۶۱] کفار کو اپنے اپنے کفر کے درجے کے مطابق مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا۔ جب وہ گروہ جہنم کے پاس پہنچیں گے تو ان کے لئے جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جہنم کے محافظ فرشتے ان سے پوچھیں گے:

قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝

۷۲۔ ان سے کہا جائے گا: جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، تم ہمیشہ اس میں رہو گے، سو تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا کتنا برا ہے۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝

۷۳۔ اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے انہیں گروہ در گروہ جنت کی طرف لایا جائے گا حتیٰ کہ جب وہ جنت کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جنت کے محافظ (فرشتے) ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ لوگ ہو، تم جنت میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ۔ [۶۲]

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاۗءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝

۷۴۔ اور وہ کہیں گے: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں رہتے ہیں، پس (نیک) عمل کرنے والوں کا اجر کتنا اچھا ہے۔ [۶۳]

کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے اور تمہیں اس عذاب سے ڈرایا نہیں گیا تھا؟ اب انہیں تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ واقعی رسول ہمارے پاس آئے تھے مگر ہماری نالائقی کہ ہم نے ان کی بات نہ مانی جس کی وجہ سے ہم پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا حکم صادر ہو گیا ہے۔

[۶۲] پرہیزگاروں کو اپنے اپنے ایمان کے درجے کے مطابق مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے جنت کے مختلف دروازوں پر لایا جائے گا جہاں فرشتے دروازہ کھول کر ان کے استقبال کے لئے موجود ہوں گے اور انہیں سلام کرتے ہوئے اپنی خدمات پیش کریں گے۔

[۶۳] جنتی جنت میں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے جس نے اپنے وعدہ کے مطابق پرہیزگاروں کو جنت کا مالک بنایا اور وہ اپنی جنت جو ان کے حصہ میں آئی ہے اس میں جہاں چاہیں قیام کر سکیں گے، ان پر کوئی پابندی نہیں ہوگی اور دوسرے اہل جنت کی ملاقات کے لئے بھی جہاں چاہیں گے جا سکیں گے۔ واقعی نیک عمل کرنے والوں کا اجر بہت ہی اچھا ہوگا۔

وَ تَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۷۵ ع

۷۵۔ اور آپ دیکھیں گے کہ فرشتے عرش کے اردگرد حلقہ باندھے ہوئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہوں گے اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ [۶۴]

---

[۶۴] حساب کے وقت فرشتے عرش کے اردگرد حلقہ باندھ کر اپنے رب کی تسبیح کرتے ہوں گے اور جب لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا تو سب پکار اٹھیں گے: الحمدللہ رب العالمین سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم انگلستان

بعد از نماز عشاء بروز پیر ۸ مارچ ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۶ فروری تا ۸ مارچ یعنی صرف دس دنوں میں سورہ زمر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ المؤمن (۴۰)

یہ سورت مکی ہے، اس کے دو نام ہیں، ایک مؤمن اور دوسرا غافر۔ مؤمن اس سورت کی آیت نمبر ۲۸ سے ماخوذ ہے اور غافر اس کی آیت نمبر ۳ سے ماخوذ ہے۔

مضامین

☆ اس سورت کے آغاز میں واضح اعلان کر دیا گیا ہے کہ قرآن مجید کسی انسان کا کلام نہیں ہے بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ بڑا مہربان ہے، توبہ کرنے والے کو بخش دیتا ہے مگر جو سرکشی کرے اس کو سخت سزا بھی دیتا ہے۔

☆ اس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کفار کی مخالفت کی پرواہ نہ کریں۔ پہلی قوموں نے بھی اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی مخالفت کی تھی اور جب وہ قومیں اپنی سرکشی سے باز نہ آئیں تو انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا، لہٰذا مشرکین مکہ بھی عقل کے ناخن لیں اور گزشتہ اقوام کے انجام سے عبرت حاصل کریں ورنہ ان پر بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے، لیکن جو لوگ ایمان لے آئیں، اللہ تعالیٰ ان کے گناہ بخش دے گا اور عرش کے فرشتے ان کے لئے، ان کے والدین اور بیوی بچوں کے لئے دعائیں کریں گے۔

☆ جس بہادر مؤمن کی وجہ سے اس سورت کا نام مؤمن رکھا گیا ہے وہ فرعون کا قومی بھائی تھا اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا مگر ابھی اس نے اپنے ایمان کا اعلان نہیں کیا تھا۔ اس دوران فرعون نے اپنے حواریوں کا اجلاس بلایا اور اس میں اس مؤمن کو بھی دعوت دی گئی۔ اس اجلاس میں فرعون نے کہا: موسیٰ (علیہ السلام) جادوگر ہے، وہ تمہارے دین کو بدل دے گا اور تمہارے ملک میں فتنہ و فساد برپا کر دے گا، لہٰذا اس کو قتل کر دینا چاہیے۔ اس وقت وہ مرد مؤمن کھڑا ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دفاع میں خطاب کرتے ہوئے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی اس ملک کی قانون شکنی کی ہے جس کی پاداش میں تم ان کو قتل کرنا چاہتے ہو، ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو، اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا دین ترقی نہیں کرے گا اور وہ خود اپنی موت مر جائے گا اور اگر وہ سچا ہے تو خدا کے غضب سے ڈرو اور پہلی قوموں کی تباہی سے عبرت حاصل کرو ورنہ تم بھی اس کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔ اس مرد مؤمن کا خطاب اتنا مؤثر اور مدلل تھا کہ اجلاس پر سناٹا چھا گیا اور کسی نے اس کے قتل کی حمایت نہ کی۔

☆ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی توحید اور آخرت کو مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لائیں گے ان کو عذاب آخرت سے ڈرایا گیا ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز فجر بروز منگل ۹ مارچ ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

آیاتہا ۸۵ | ۴۰ سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ ۶۰ | رکوعاتہا ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۝ ۱

۱۔ حا میم۔[۱]

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ ۲

۲۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو سب پر غالب سب کچھ جاننے والا ہے۔

غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِي الطَّوْلِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ ۳

۳۔ گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول فرمانے والا، سخت عذاب دینے والا اور بڑی قدرت والا ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔[۲]

---

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ کریں۔

[۲] اس آیت میں ایک طرف تو سرکش لوگوں کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ بالآخر سب کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لوٹ کر جانا ہے اور وہ سخت سزا دینے والا ہے اور دوسری طرف گناہگاروں کو خوش خبری سنائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے، بس سچی توبہ کرنے کی دیر ہے کہ اللہ تعالیٰ سارے گناہ بخش دے گا اور انسان ایک نئی پاکیزہ زندگی کا سفر شروع کردے گا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی جن صفات کا ذکر کیا گیا ہے ان کی اثر انگیزی کے حوالہ سے ایک واقعہ ملاحظہ کریں:

حضرت عمر فاروق ؓ کا نصیحت آمیز خط

امام ابن کثیر نقل کرتے ہیں کہ شام میں ایک بڑا طاقتور اور بہادر آدمی تھا اور حضرت عمر فاروق ؓ کے پاس آیا کرتا تھا۔ کچھ عرصہ تک جب وہ نہ آیا تو حضرت عمر فاروق ؓ نے اس کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! وہ تو شرابی ہوگیا ہے۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے اپنے کاتب کو بلایا اور فرمایا یہ خط لکھو:

من عمر بن الخطاب إلى فلان بن فلان۔ سلام علیک۔ فإنی أحمد إلیک اللہ الذی لا الہ الا ھو غافر الذنب و قابل التوب شدید العقاب ذی الطول لا الہ الا ھو إلیہ المصیر۔ (یہ خط عمر بن خطاب ؓ کی طرف سے فلاں بن فلاں کی طرف ہے۔ تم پر سلام ہو۔ میں تمہارے لئے اس اللہ تعالیٰ کی حمد پیش کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ گناہ بخشنے والا، توبہ

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝۴

۴۔ اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں صرف وہی لوگ جھگڑا کرتے ہیں جو کافر ہیں، پس ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالے۔ [۳]

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۠ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۠ فَكَيْفَ كَانَ

۵۔ ان سے پہلے قوم نوح اور ان کے بعد کئی اور گروہوں نے بھی (رسولوں کو) جھٹلایا تھا اور ہر امت نے اپنے رسول کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا تھا اور باطل باتوں سے جھگڑا کیا تاکہ اس کے ذریعہ حق کو باطل کردیں، پس میں نے انہیں پکڑ لیا

قبول فرمانے والا، سخت سزا دینے والا اور بڑی قدرت والا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔)

پھر حضرت عمر فاروق ؓ نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ تم سب اپنے اس بھائی کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو پھیر دے اور اس کی توبہ قبول فرمالے۔ جب حضرت عمر فاروق ؓ کا خط اس آدمی کو پہنچا تو اس نے خط کو بار بار پڑھا اور کہنے لگا کہ اس خط میں مجھے عذاب سے ڈرایا بھی گیا ہے اور معاف کردینے کا وعدہ بھی کیا گیا ہے، پھر وہ رونے لگا، اس نے شراب چھوڑ دی اور ایسی سچی توبہ کی کہ پھر شراب کے قریب نہ گیا۔

حضرت عمر فاروق ؓ کو جب اس کی توبہ کی خبر ملی تو لوگوں کو فرمایا: تم بھی جب اپنے کسی بھائی کو دیکھو کہ اس کا قدم راہ راست سے پھسل گیا ہے تو اس کو اسی طرح نصیحت کرو، اس کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرو اور اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بھروسہ دلاؤ اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ توبہ کرلے اور اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو، یعنی اگر تم اسے برا بھلا کہہ کر اور غصہ دلا کر دین سے دور کردو گے تو یہ شیطان کی مدد ہوگی۔ (تفسیر ابن کثیر)

[۳] حق کو ثابت کرنے کے لئے عمدہ طریقہ سے بحث و تکرار کرنا اچھی چیز ہے مگر کافر لوگ تو محض قرآن کی آیتوں کو باطل کرنے کے لئے جھگڑا کرتے ہیں اور اس کے باوجود کفار مکہ مختلف شہروں میں آزادی سے آتے جاتے ہیں، تجارت میں خوب نفع کماتے ہیں اور خوشحال زندگی گزارتے ہیں ان پر کوئی عذاب نہیں آیا۔ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے حوالے سے مسلمانوں کو آگاہ کیا جارہا ہے کہ تم کہیں اس مغالطہ کا شکار نہ ہوجانا کہ اللہ تعالیٰ ان کفار سے راضی ہے تبھی تو وہ آرام دہ زندگی گزار رہے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لئے انہیں مہلت دے رکھی ہے اور اگر انہوں نے اپنی اصلاح نہ کی تو وہ اپنے مظالم کی سزا سے نہ بچ سکیں گے۔ چنانچہ اکثر اہل مکہ مسلمان ہوگئے اور جو اپنے کفر پر قائم رہے وہ یا تو جنگوں میں مارے گئے یا پھر فتح مکہ کے بعد اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔

عِقَابِ ﴿۵﴾

تو میرا عذاب کیسا تھا۔ [۴]

وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۶﴾

۶۔ اور اسی طرح آپ کے رب کا فیصلہ کافروں پر ثابت ہو گیا کہ وہ دوزخی ہیں۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۷﴾

۷۔ وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش کے اردگرد ہیں وہ سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں (اور عرض کرتے ہیں:) اے ہمارے رب! تو نے اپنی رحمت اور اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے، پس تو ان لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستہ کی پیروی کی اور تو ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ [۵]

رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۗ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۸﴾

۸۔ اے ہمارے رب! تو ان کو دائمی جنتوں میں داخل فرمادے جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے بھی جو صالح ہوں گے، بے شک تو بہت غالب، بڑی حکمت والا ہے۔ [۶]

---

[۴] کفار مکہ سے پہلے کئی قوموں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا، ان کے پیغام حق کو باطل ثابت کرنے کے لئے ان کے ساتھ ناحق بحث و تکرار کیا اور جب حق کے خلاف کوئی معقول دلیل نہ بنا سکے تو رسولوں کو جسمانی طور پر ٹارچر کرنے بلکہ انہیں شہید کرنے کی سازشیں کیں، جس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ و برباد کر دیا، پس اگر کفار مکہ نبی کریم ﷺ کی مخالفت سے باز نہ آئے تو ان پر بھی اسی دنیا میں عذاب آسکتا ہے اور آخرت کا فیصلہ تو بہر حال قطعی ہے کہ جو کفر و شرک پر مرے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

[۵] ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا عرش اٹھانے والے اور عرش کے اردگرد طواف کرنے والے فرشتوں کا معمول بتایا گیا ہے کہ ایک تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے علم و فضل میں رطب اللسان رہتے ہیں اور دوسرا وہ ایمان والوں کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالے اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

[۶] فرشتے عرض کرتے ہیں: یا اللہ! ایمان والوں کو دائمی جنتوں میں داخل فرما اور ان کے آباء و اجداد، ان کی بیویوں اور ان کی

وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ع

۹۔ اور ان کو برائیوں سے بچالے اور اس دن جس کو تو نے برائیوں سے بچالیا تو بے شک تونے اس پر بڑی مہربانی فرمائی، اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ [۷]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ

۱۰۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا انہیں پکار کر کہا جائے گا: تم کو (آج قیامت کے دن) اپنے آپ سے جو بیزاری

اولاد میں سے جو صالح ہوں گے ان کو بھی دائمی جنتوں میں داخل فرما۔ یہاں صالح سے مراد گناہگار مؤمن ہیں کیونکہ نیک مؤمن تو بذاتِ خود بخش دیئے جائیں گے۔

علامہ ثناءُاللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کامل اہلِ ایمان کے آباء واجداد، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد کو بھی بشرطیکہ وہ اہلِ ایمان ہوں، ان کامل اہلِ ایمان کے درجات پر فائز کردے گا اگرچہ وہ اپنے اعمال کے لحاظ سے ان درجات کے اہل نہ ہوں مگر ان کاملین کی عزت افزائی اور ان کی تسکین قلوب کے لئے ان کو اکٹھا کردیا جائے گا۔ (تفسیر مظہری: سورۃ الرعد: زیرآیت نمبر ۲۳) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ پر بھی فرمایا: اور جولوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو ان کے پاس پہنچادیں گے۔ (قرآن: ۵۲:۲۱) یعنی جن کے والدین جنت کے اعلیٰ مقام میں ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کی ایماندار اولاد کے بھی درجات بلند کرکے ان کے والدین کے پاس پہنچادیں گے۔

ان دونوں آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اہلِ ایمان کی رشتہ داری اور نسب فائدہ پہنچائیں گے جبکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: قیامت کے دن میرے سبب اور نسب کے علاوہ تمام اسباب اور انساب منقطع ہوجائیں گے۔
(کنز العمال: حدیث نمبر ۳۲۶۴۸ اور ۳۷۵۸۷ اور مستدرک للحاکم: جلد ۳: ص ۱۵۳)

علامہ ثناءُاللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن کفار کی رشتہ داریاں اور دوستیاں منقطع ہوجائیں گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس دن گہرے دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔ (قرآن: ۶۷:۴۳) لہٰذا اہلِ ایمان کی رشتہ داریاں اور دوستیاں باقی رہیں گی کیونکہ یہ رشتہ داریاں اور دوستیاں بھی نبی کریم ﷺ کے سبب سے ہیں اور نبی کریم ﷺ سارے اہلِ ایمان کے روحانی باپ ہیں اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات تمام اہلِ ایمان کی روحانی مائیں ہیں۔ (تفسیر مظہری: سورۃ الرعد: زیرآیت نمبر ۲۳)

[۷] فرشتے مزید دعا کریں گے: یا اللہ! ایمان والوں کو برائیوں سے محفوظ رکھ اور ان سے جو خطائیں ہوچکی ہیں ان کی سزا انہیں معاف فرمادے، یہ ان کے لئے بہت بڑی کامیابی ہوگی جو تیری خاص مہربانی سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔

اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ⑩

ہو رہی ہے اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو تم سے (اس وقت) بیزاری ہوتی تھی جب تم کو (دنیا میں) ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم انکار کردیتے تھے۔[۸]

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَ اَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلَى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ⑪

۱۱۔ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہم کو دو بار موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا، اب ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا ہے تو کیا (دوزخ سے) نکلنے کی کوئی صورت ہے؟[۹]

---

[۸] قیامت کے دن کفار کو جب جہنم رسید کیا جائے گا تو وہ پچھتائیں گے اور اپنے آپ سے ناراض ہوں گے کہ انہوں نے توحید کا انکار کیوں کیا۔ اس وقت فرشتے انہیں یاد کرائیں گے کہ جس طرح آج تمہیں اپنے آپ پر غصہ آرہا ہے اس سے کہیں زیادہ غصہ تم پر اللہ تعالیٰ کو اس وقت آتا تھا جب تمہیں توحید کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم انکار کردیتے تھے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسی غضب کا نتیجہ ہے کہ آج تم جہنم میں ہو۔

[۹] دو بار موت میں پہلی موت سے مراد شکم مادر میں نطفہ کی بے جان حالت ہے جس کو موت سے تعبیر کیا گیا ہے اور دوسری بار موت سے مراد انسان کی دنیاوی زندگی کا خاتمہ ہے، اور دو مرتبہ زندگی میں پہلی زندگی دنیاوی ہے اور دوسری آخرت کی زندگی مراد ہے جیسا کہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم کس طرح اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تمہیں زندگی عطا کی، پھر وہ تمہیں مارے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا، پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ (قرآن: ۲:۲۸)

موت و حیات کی ان چاروں حالتوں میں سے پہلی تین کو تو کافر بھی مانتے ہیں، البتہ وہ آخرت کی زندگی کے منکر ہیں لیکن مرنے کے بعد آخرت کی زندگی کا مشاہدہ ہو جائے گا تو سارے کافر اعتراف کرلیں گے کہ واقعی انہوں نے آخرت کا انکار کر کے بہت بڑا گناہ کیا تھا۔ کیا اب کوئی ایسی صورت نکل سکتی ہے کہ ہم اس عذاب سے بچ سکیں؟ انہیں جواب دیا جائے گا: اب تم اس عذاب سے نہیں بچ سکتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیاوی زندگی میں تمہیں انبیائے کرام اور علمائے کرام نے ایک خدا پر ایمان لانے کی دعوت دی تھی مگر تم نے انکار کر دیا تھا اور جب شیطان نے تمہیں شرک کی ترغیب دی تو تم نے فوراً اس کو قبول کرلیا جس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جہنم کا فیصلہ صادر کر دیا ہے اور اس کے فیصلہ کو کوئی چیلنج نہیں کرسکتا، لہٰذا اب تمہارا دائمی ٹھکانا جہنم ہی ہے۔

خوارج کون ہیں؟

حضرت علی ؓ اور حضرت معاویہ ؓ کے درمیان جب جنگ نے طول پکڑا تو فریقین نے حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ اور حضرت عمرو بن عاص ؓ کو حکم (فیصلہ کرنے والا) مقرر کیا کہ جو یہ دونوں فیصلہ کریں وہ فریقین کو منظور ہوگا۔ اس وقت

ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَ اِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اس عذاب کی وجہ یہ ہے کہ جب صرف ایک اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کر دیتے تھے اور جب اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جاتا تو تم ایمان لے آتے، پس فیصلہ کا اختیار اللہ ہی کے لئے ہے جو بہت بلند بہت بڑا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَ مَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لئے آسمان سے رزق نازل فرماتا ہے، اور نصیحت صرف وہی قبول کرتا ہے جو (اللہ تعالیٰ کی طرف) رجوع کرتا ہے۔[۱۰]

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ پس تم دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کرو اگرچہ کفار ناپسند کریں۔[۱۱]

کوفہ میں رہنے والے زاہدوں کے ایک گروہ نے یہ کہتے ہوئے حضرت علی ؓ کی اطاعت سے بغاوت کر دی کہ فیصلہ کا اختیار تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور حضرت علی ؓ نے دو انسانوں کو حَکَم کیوں تسلیم کیا ہے؟ اس پر حضرت علی ؓ نے فرمایا: ان لوگوں کی بات تو صحیح ہے لیکن اس کا جو مطلب بیان کیا جا رہا ہے وہ غلط ہے۔

ان زاہدوں کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی، انہوں نے حضرت علی ؓ کی اطاعت سے خارج ہونے اور ان کی مخالفت کرنے کا اعلان کر دیا۔ حضرت علی ؓ نے انہیں ان کی انتہا پسندی اور دہشت گردی سے رجوع کرنے کی نصیحت کی لیکن جب وہ باز نہ آئے تو بغداد کے قریب نہروان کے مقام پر حضرت علی ؓ اور ان کے درمیان جنگ ہوئی جس میں اکثر خوارج مارے گئے۔ اس آیت کے حوالہ سے خوارج کا عقیدہ یہ ہے کہ فیصلہ کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، لہٰذا اگر کوئی اور فیصلہ کرے تو وہ کافر ہے۔

[۱۰] اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی توحید کی نشانیاں دکھاتا ہے اور ایک نشانی یہ ہے کہ وہ آسمان سے پانی نازل فرماتا ہے جس کے ذریعہ زمین سے تمہارے لئے رزق پیدا فرماتا ہے لیکن ان نشانیوں سے نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو حق کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جو ان نشانیوں میں غور و فکر نہیں کرتے وہ ہمیشہ گمراہی میں سرگردان رہتے ہیں۔

[۱۱] اہل ایمان کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ پورے خلوص کے ساتھ صرف ایک اللہ کی عبادت پر ثابت قدم رہیں۔ ظاہر ہے کفار کو یہ بات ناگوار گزرے گی مگر اہل ایمان ان کی پرواہ نہ کریں۔

رَفِيۡعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الۡعَرۡشِ ۚ يُلۡقِى الرُّوۡحَ مِنۡ اَمۡرِهٖ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ لِيُنۡذِرَ يَوۡمَ التَّلَاقِ ۙ﴿۱۵﴾

۱۵۔ وہ درجات کو بلند کرنے والا، عرش کا مالک ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی نازل فرماتا ہے تاکہ وہ (لوگوں کو) ملاقات کے دن سے ڈرائے۔ [۱۲]

يَوۡمَ هُمۡ بٰرِزُوۡنَ ۚ لَا يَخۡفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنۡهُمۡ شَىۡءٌ ؕ لِمَنِ الۡمُلۡكُ الۡيَوۡمَ ؕ لِلّٰهِ الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ جس دن سب لوگ ظاہر ہوں گے ان کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہوگی، [۱۳] آج کس کی بادشاہی ہے؟ صرف اللہ کی جو ایک ہے (اور) سب پر غالب ہے۔ [۱۴]

[۱۲] اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات کا ذکر ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ خود بھی بلند شان والا ہے اور لوگوں کو بھی بلند درجات عطا فرمانے والا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے اور صرف عرش کا ذکر اس لئے فرمایا کیونکہ عرش نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو گھیر رکھا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کی کرسی (حکومت) زمین اور آسمانوں کو محیط ہے۔ (قرآن: ۲: ۲۵۵)

☆ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے فضل سے وحی نازل فرماتا ہے، اس کے سر پر نبوت کا تاج سجا کر اس کو لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرائے جس دن سب انسان اپنے رب، اپنے نامہ اعمال اور اپنے اعمال کی جزا یا سزا سے ملاقات کریں گے۔

[۱۳] قیامت کے دن سب لوگ قبروں سے نکل کر ظاہر ہو جائیں گے اور ان کے اعمال بھی ظاہر ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ سے ان کی کوئی چیز مخفی نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے لئے تو ظاہر و باطن یکساں ہیں یعنی وہ قبروں کے اندر بھی لوگوں کو دیکھتا ہے اور ان کے دلوں کے راز بھی جانتا ہے مگر قیامت کے دن وہ لوگ بھی ہمارے سامنے ظاہر ہو جائیں گے جن کو ہم نے نہیں دیکھا تھا اور ان کے وہ اعمال بھی ہمیں دکھا دیئے جائیں گے جو دنیا میں ہم پر مخفی تھے۔

[۱۴] دراصل بادشاہی تو آج بھی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے مگر آج بہت سے لوگ اس کی بادشاہی کو نہیں مانتے لیکن قیامت کے دن سب کو مشاہدہ ہو جائے گا کہ واقعی اصل بادشاہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ایک ہے اور سب پر غالب ہے۔

قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اعلان فرمائے گا کہ آج کس کی بادشاہی ہے؟ تو سارے لوگ اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف کی وجہ سے جواب دینے کی جرأت نہیں کر سکیں گے تو اللہ تعالیٰ خود جواب دے گا کہ آج بادشاہی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جو ایک ہے اور سب پر غالب ہے۔ (صفوة التفاسیر)

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ آج ہر شخص کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا، آج کوئی ظلم نہیں ہوگا، بے شک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ [۱۵]

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى

۱۸۔ اور آپ ان کو قریب آنے والے (قیامت کے) دن

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کہتے ہیں: قیامت کے دن چاندی کی طرح سفید زمین پر لوگوں کو جمع کیا جائے گا، اس دن کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرے گا اور جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتہ منادی کرے گا کہ آج کس کی بادشاہی ہے؟ تو سارے مؤمن اور کافر مل کر کہیں گے: آج صرف اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہی ہے جو ایک ہے اور سب پر غالب ہے۔ اس دن مؤمن تو یہ جواب خوشی و مسرت سے دیں گے (کیونکہ وہ دنیا میں بھی اسی عقیدہ کے قائل تھے مگر) کافر یہ جواب غم کی حالت میں اور بادل نخواستہ دیں گے (کیونکہ دنیا میں وہ اس عقیدہ کے منکر تھے)۔ (تفسیر قرطبی)

[۱۵] قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دی جائے گی اور کسی پر ذرہ بھر بھی زیادتی نہیں ہوگی۔ نیز حساب وکتاب کا مرحلہ بھی بہت جلد مکمل ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ یہاں یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے بے شمار انسانوں کا حساب وکتاب اور پھر ہر انسان کی زندگی کا پورا ریکارڈ چیک کرنا، اس پر تو بہت لمبا عرصہ لگے گا، مگر اللہ تعالیٰ کے کاموں کو اپنے کاموں پر قیاس کرنا جہالت ہے۔ وہ قادر مطلق ہے اور ایک انسان سے حساب لیتے وقت دوسرے انسانوں سے غافل نہیں ہوتا۔ جس طرح سورج ایک وقت میں دنیا کی ہر چیز کو اپنی روشنی سے منور کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ایک وقت میں دنیا کے ہر انسان کو اپنی توجہ سے فیضیاب کرتا ہے۔ اگر ملک الموت کو دنیا کے مختلف حصوں سے روحیں قبض کرنے میں کوئی وقت نہیں لگتا تو اللہ تعالیٰ جو ملک الموت کا خالق ہے اس کو بھی تمام دنیا کا حساب لینے میں کسی وقت کی محتاجی نہیں ہے۔ زمان ومکان کی وسعتیں اس کی قدرت کے سامنے سمٹ جاتی ہیں اور جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو وہ صرف اتنا فرماتا ہے: کن ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتا ہے۔ (قرآن: ۲:۱۱۷) حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا حساب دنیا کے دنوں میں سے نصف دن کی مقدار میں لے لے گا۔ (صفوۃ التفاسیر) دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا حساب اتنی دیر میں لے لے گا جتنی دیر میں بکری کا دودھ دوہا جاتا ہے۔ (روح المعانی) ان احادیث میں اللہ تعالیٰ کی اپنی مشیت اور ارادہ کا اظہار ہے ورنہ وہ کسی وقت کا محتاج نہیں ہے جیسا کہ حضرت علی ؓ سے پوچھا گیا کہ ایک وقت میں اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کا حساب کیسے لے گا؟ آپ ؓ نے فرمایا: جس طرح اللہ تعالیٰ ایک وقت میں سب انسانوں کو رزق دیتا ہے اسی طرح وہ ایک وقت میں ان کا حساب بھی لے سکتا ہے۔ (تفسیر الشعراوی) نیز جس طرح اللہ تعالیٰ ایک وقت میں تمام انسانوں کو دیکھتا ہے، ان کے دلوں کے خیالات جانتا ہے اور ان کی دعائیں سنتا ہے اسی طرح وہ ایک وقت میں ان کا حساب بھی لے سکتا ہے۔

الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۬ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّ لَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ؕ﴿۱۸﴾

سے ڈرائیں[۱۶] جبکہ غم وخوف کی وجہ سے کلیجے منہ کو آئیں گے،[۱۷] (اور اس دن) ظالموں کے لئے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کی سفارش قبول کی جائے۔

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَ مَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ وہ خیانت کرنے والی نگاہوں کو بھی جانتا ہے اور جو کچھ سینے چھپاتے ہیں (اس کو بھی خوب جانتا ہے)۔

وَ اللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ ع

۲۰۔ اور اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ فیصلے فرمائے گا،[۱۸] اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے، بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

---

[۱۶] اس آیت میں قیامت کی ہولناکی بیان کی گئی ہے تاکہ لوگ اس کے ڈر کے باعث اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آجائیں۔

قیامت کا آنا یقینی ہے اور وہ کسی بھی وقت آسکتی ہے، لہٰذا وہ بہت قریب ہے، فوراً گناہ سے توبہ کرلو ممکن ہے اگلے لحہ قیامت قائم ہوجائے اور تجھے توبہ کا وقت بھی نہ ملے اور اگر اگلے لحہ قیامت قائم نہ ہو تو ممکن ہے تیری موت کا وقت آجائے تو وہ بھی تیرے لئے قیامت ہی ہے کیونکہ اس کے ساتھ ہی تیرے لئے توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا اور اگر کفر وشرک پر موت واقع ہوگئی تو پھر نجات کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔ موت اور قیامت ہر گھڑی قریب سے قریب تر آرہی ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹادی

[۱۷] قیامت کی ہولناکی کے باعث لوگ اس قدر خوفزدہ ہوں گے جیسے ان کے دل اپنی جگہ چھوڑ کر حلق میں اٹک گئے ہیں، نہ باہر نکل سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی جگہ واپس جاسکتے ہیں، بس دل و دماغ اور جسم و روح سبھی حیرت و بے چینی کی خاموش تصویر بنے بے بس کھڑے ہوں گے اور اس پر مستزاد یہ کہ اس وقت ظالموں یعنی کفار و مشرکین کے لئے کوئی دوست یا سفارشی نہیں ہوگا جو ان کی مدد کرسکے لیکن اہل ایمان کی مدد کے لئے کئی وسائل یعنی انبیاء، علماء، شہداء، حفاظ، بچپن میں فوت ہوجانے والی اولاد اور صدقات وخیرات وغیرہ موجود ہوں گے جو ان کو بالآخر جنت میں لے جانے کا سبب بنیں گے۔

[۱۸] اللہ تعالیٰ لوگوں کے صرف اقوال اور افعال ہی نہیں جانتا بلکہ ان کی آنکھوں کے اشارات اور دل کے خیالات بھی خوب جانتا ہے، اس لئے اس کے فیصلہ میں کسی غلط فہمی کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اس کا ہر فیصلہ برحق ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ کیا انہوں نے زمین میں کبھی سیر و سیاحت نہیں کی تا کہ وہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا (بُرا) ہوا جو ان سے پہلے تھے حالانکہ وہ قوت کے لحاظ سے بھی ان سے بہت زیادہ تھے اور زمین میں (چھوڑے ہوئے) آثار کے لحاظ سے بھی (ان سے بہت زیادہ تھے)، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا، اور انہیں اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ [۱۹]

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ یہ اس لئے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے تو انہوں نے انکار کر دیا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے انہیں پکڑ لیا، بے شک وہ بڑا طاقتور سخت عذاب دینے والا ہے۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا۔

پکارا جاتا ہے نہ ان کے پاس کسی چیز کا علم ہے اور نہ ہی وہ کسی کو سزا دینے کی قدرت رکھتے ہیں تو پھر وہ کیا فیصلہ کریں گے اور اس کو کیسے نافذ کریں گے؟

[۱۹] کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے قریش مکہ کو پورے عرب میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور وہ اپنی عزت اور سرداری کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا خیال کرتے تھے، لہٰذا ان کے لئے بہت مشکل تھا کہ وہ حضرت محمد ﷺ کی اطاعت قبول کر لیں جو ان کے مقابلہ میں بظاہر تنہا اور غریب تھے۔

اس آیت میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ اپنے تجارتی سفروں میں ایسی بستیاں دیکھ چکے ہیں جن کے باشندے کفار مکہ سے زیادہ طاقتور تھے، ان کے عظیم الشان محلات اور قلعوں کے تباہ شدہ آثار و نشانات آج بھی ان کی شان و شوکت کے گواہ ہیں لیکن جب ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے اور انہوں نے ان کی تکذیب کی تو ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی گرفت سے انہیں کوئی نہ بچا سکا۔ اسی طرح اگر تم بھی اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو تم پر بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے، پھر تمہیں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَ قَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿٢٤﴾

۲۴۔ فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف، تو انہوں نے کہا: یہ تو جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے۔ [۲۰]

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَ اسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَ مَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿٢٥﴾

۲۵۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام ہماری طرف سے حق لے کر ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: جو لوگ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لا چکے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان کی بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دو، اور کافروں کی سازش محض گمراہی (رائیگاں) ہی تھی۔ [۲۱]

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿٢٦﴾

۲۶۔ اور فرعون نے کہا: مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دوں اور موسیٰ علیہ السلام کو چاہیے کہ وہ اپنے رب کو پکارے، مجھے خطرہ ہے کہ وہ تمہارے دین کو بدل ڈالے گا یا زمین (مصر) میں فساد پھیلا دے گا۔ [۲۲]

[۲۰] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون، ہامان اور قارون کی طرف معجزات اور تورات دے کر بھیجا اور جب وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور دلائل کا جواب نہ دے سکے تو انہوں نے آپ علیہ السلام کو جھوٹا اور جادوگر کہنا شروع کر دیا۔ فرعون اور ہامان مصری باشندے تھے، یہاں ان کی ساری قوم مراد ہے۔ قارون بنی اسرائیل میں سے تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا، ابتدا میں قارون ایمان لے آیا تھا اور وہ تورات کو بڑے اچھے انداز میں پڑھتا تھا لیکن بعد میں مال و دولت کی کثرت کی وجہ سے یہ سامری کی طرح منافق ہو گیا اور فرعون کا ساتھی بن گیا۔

[۲۱] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت بھی فرعون نے بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کر دینے کا حکم جاری کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کے منصوبہ قتل سے بچا لیا بلکہ فرعون کے گھر میں ان کی پرورش کا انتظام فرما دیا۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ طٰہٰ (۲۰) کی آیات نمبر ۳۸ تا ۴۰ کے حاشیہ نمبر ۲۱ تا ۲۲ ملاحظہ کریں۔

پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے اعلان نبوت کیا اور فرعون کو معجزات دکھائے تو قوم کے اصرار پر فرعون نے دوبارہ بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی اس سازش کو بھی ناکام بنا دیا اور بالآخر فرعون اور اس کی قوم پانی میں غرق ہو گئے اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون سے نجات مل گئی۔

[۲۲] فرعون نے اپنے درباریوں کا اجلاس طلب کیا اور ان سے کہا: اگر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو زندہ چھوڑ دیا تو مجھے خطرہ ہے کہ وہ تمہارا دین بدل ڈالے گا یا تمہارے ملک میں فتنہ و فساد پھیلا دے گا، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ تم مجھے اجازت دو تا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل

وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ ع

۲۷۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ مانگ چکا ہوں ہر اس متکبر سے جو روزِ حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔ [۲۳]

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۗ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ يَعِدُكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اور ایک مردِ مؤمن، جو فرعون کے خاندان سے تھا اور اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا، نے کہا: کیا تم ایک شخص کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے؟ حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس واضح نشانیاں لے کر آیا ہے، اور اگر وہ (بالفرض) جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہوگا اور اگر وہ سچا ہے تو جس عذاب کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ تو تم پر ضرور آپڑے گا، بے شک اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نہیں دیتا جو حد سے تجاوز کرنے والا بہت جھوٹ بولنے والا ہو۔ [۲۴]

کر دوں اور بے شک موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کو بھی بلا لے وہ میرا کیا بگاڑ سکے گا کیونکہ میں سب سے بڑا رب ہوں۔

[۲۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعون کے ارادہ قتل کا علم ہوا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تاکہ وہ ان کو ہر اس متکبر کے شر سے محفوظ رکھے جو روزِ حساب کا منکر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی، فرعون غرق ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔

دشمن کے خطرہ کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے پناہ اور حفاظت کی دعا مانگی اور ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے مواقع پر مادی وسائل کو بروئے کار لانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی قوم سے خطرہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِىْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔ (ابو داؤد: ۱۵۳۷: کتاب الصلاۃ: باب ۳۰) اے اللہ! ان کے مقابلہ میں ہم تجھ کو لاتے ہیں اور ان کے شر اور فساد سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔

[۲۴] یہ وہ مردِ مؤمن ہے جس کی وجہ سے اس سورت کا نام مؤمن رکھا گیا ہے، وہ فرعون کا قومی بھائی تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا مگر ابھی اس نے اپنے ایمان کا اعلان نہیں کیا تھا۔ اس دوران فرعون نے اپنے درباریوں کا اجلاس بلایا اور

يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اے میری قوم! آج تمہاری حکومت ہے کیونکہ تم اس ملک پر غالب ہو لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب ہم پر آ گیا تو پھر کون ہماری مدد کرے گا؟ فرعون نے کہا: میں تمہیں وہی رائے دے رہا ہوں جس کو میں درست سمجھتا ہوں اور میں تمہیں ہدایت کی راہ ہی دکھا رہا ہوں۔ [۲۵]

وَ قَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ

۳۰۔ اور اس مرد مؤمن نے کہا: اے میری قوم! مجھے خطرہ

اس میں اس مؤمن کو بھی دعوت دی۔ اس اجلاس میں فرعون نے کہا: موسیٰ (علیہ السلام) جادوگر ہے، وہ تمہارے دین کو بدل دے گا اور تمہارے ملک میں فتنہ وفساد برپا کر دے گا، لہٰذا اس کو قتل کر دینا چاہیے۔ اس وقت وہ مرد مؤمن کھڑا ہو کر کہنے لگا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی اس ملک کی قانون شکنی کی ہے جس کی پاداش میں تم ان کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ یا کیا تم ان کو صرف اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتے ہیں: میرا رب اللہ ہے؟ حالانکہ انہوں نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں واضح معجزات اور دلائل بھی پیش کر دیئے ہیں۔ اس کے باوجود اگر تم مطمئن نہیں ہو تو ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو، اگر وہ بالفرض بقول تمہارے جھوٹے ہیں تو ان کا دین ترقی نہیں کرے گا اور وہ خود اپنی موت مر جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ جھوٹے کو اور اپنی حدود سے تجاوز کرنے والے کو ہدایت نہیں دیتا، اور اگر وہ سچے ہیں اور تم نے انہیں تکلیف پہنچائی تو جس عذاب سے وہ تمہیں ڈراتے ہیں وہ سارا نہیں تو اس کا کچھ حصہ تم پر ضرور آ پڑے گا، پھر تم اس وقت پچھتاؤ گے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوگا، لہٰذا خدا کے غضب سے ڈرو اور پہلی قوموں کی تباہی سے عبرت حاصل کرو ورنہ تم بھی اس کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔ اس مرد مؤمن کا خطاب اتنا مؤثر اور مدلل تھا کہ اجلاس پر سناٹا چھا گیا اور کسی نے ان کے قتل کی حمایت نہ کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس عذاب سے ڈرایا تھا اگرچہ وہ مکمل عذاب تو آخرت میں ظاہر ہوگا مگر اس کا کچھ حصہ اسی دنیا میں ظاہر ہوا جس کی وجہ سے فرعون کو اپنی قوم سمیت پانی میں غرق کر دیا گیا اور بقیہ حصہ آخرت میں پورا ہوگا جب ان سب کو جہنم رسید کیا جائے گا۔

[۲۵] اس مرد مؤمن نے اپنی قوم کے لوگوں کو کہا: آج مصر میں تمہیں اقتدار اور غلبہ حاصل ہے۔ اس ملک کی فوجیں اور مال و متاع تمہارے اختیار میں ہے لیکن تم ایک شخص کو ناحق قتل کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دے رہے ہو اور جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آ گیا تو پھر کون ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے؟ اس پر فرعون نے کہا: میں تو بہر حال جس رائے کو تمہاری بھلائی کے لئے درست سمجھتا ہوں وہی پیش کر رہا ہوں یعنی اگر موسیٰ علیہ السلام کو قتل نہ کیا گیا تو وہ تمہارے دین کو بدل ڈالے گا یا تمہارے ملک میں فتنہ وفساد پھیلا دے گا۔

عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾

ہے کہ تم پر بھی (عذاب کا) دن نہ آ جائے جیسا (پہلی) قوموں پر آیا تھا۔

مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَ مَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ جیسا کہ قوم نوح، عاد وثمود اور ان لوگوں کا حال ہوا جو ان کے بعد ہوئے، اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کا ارادہ نہیں فرماتا۔[۲۶]

وَ يٰقَوْمِ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ اور اے میری قوم! مجھے تم پر پکار کے دن کا خطرہ ہے۔

يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے، تمہیں اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا، اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔[۲۷]

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰۤى

۳۴۔ اور بے شک اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف علیہ السلام بھی واضح نشانیاں لے کر آئے تھے لیکن جو کچھ وہ

---

[۲۶] اس مرد مؤمن نے اپنی قوم کو مزید کہا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کا ارادہ نہیں فرماتا البتہ جو لوگ سرکشی اور گمراہی کا راستہ اختیار کرتے ہیں تو عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ انہیں سزا دیتا ہے جیسا کہ قوم نوح، عاد وثمود اور دیگر قوموں نے سرکشی کی اور ان پر عذاب نازل ہوا۔ اسی طرح مجھے خطرہ ہے کہ اگر تم نے بھی موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت جاری رکھی تو تم پر بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے۔

[۲۷] پکار کے دن سے مراد قیامت کا دن ہے جس دن فرشتے پکار کر کہیں گے: موت کو ذبح کر دیا گیا ہے، لہٰذا اب جنتی ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور دوزخی ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ جب دوزخی دوزخ کی طرف لائے جائیں گے اور وہ جہنم کی دردناک آوازیں سنیں گے تو واپس بھاگنے کی کوشش کریں گے مگر انہیں ہر طرف سے فرشتوں نے گھیر رکھا ہوگا اور انہیں کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔

اس مرد مؤمن نے اپنی قوم کی ہدایت کے لئے قیامت کا نقشہ بیان کیا تاکہ وہ گمراہی سے باز آ جائیں لیکن جو لوگ دانستہ گمراہی پر اصرار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سزا کے طور پر انہیں گمراہی میں سرگرداں چھوڑ دیتا ہے، پھر انہیں کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ﴿۳۴﴾

تمہارے پاس لے کر آئے تم اس کے متعلق شک میں مبتلا رہے، یہاں تک کہ جب وہ وفات پا گئے تو تم نے کہا: اب اللہ تعالیٰ ان کے بعد ہرگز کوئی رسول نہیں بھیجے گا، اسی طرح اللہ تعالیٰ اس شخص کو گمراہ کرتا ہے جو حد سے تجاوز کرنے والا (اور) شک کرنے والا ہو۔ [۲۸]

الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو، ایسا جھگڑا کرنا اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کے نزدیک بڑی بےزاری کا باعث ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور (اور) سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ [۲۹]

---

[۲۸] یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے اسی سرزمین مصر پر تمہارے آباء واجداد کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام تشریف لائے تھے، انہوں نے اپنی نبوت کی واضح نشانیاں دکھائیں، مثلاً ایک نوزائیدہ بچے نے ان کی عصمت کی گواہی دی، انہوں نے خوابوں کی سچی تعبیر بتائی، اہل مصر کو قحط سالی کے عذاب سے بچانے کا انتظام کیا اور انہوں نے ملک مصر کو عدل وانصاف اور خوشحالی کا نمونہ بنایا لیکن اس کے باوجود تمہارے اکثر آباء واجداد ان کی نبوت کے متعلق شک میں مبتلا رہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام وفات پا گئے اور مصر میں ابتری اور غربت پھیلنے لگی تو پھر وہ کف افسوس ملنے لگے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا وجود مصر کے لئے باعث رحمت تھا، اب ان جیسا عظیم الشان رسول کبھی نہیں آئے گا، یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں ان کی ناقدری کرتے رہے اور ان کے جانے کے بعد کسی دوسرے نبی کے متعلق پہلے ہی اعلان کر دیا کہ اب ان جیسا کوئی نبی نہیں آئے گا اور اگر کوئی ان سے کم درجہ آ بھی جائے تو اس پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسے ہی حجت باز لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ جو لوگ انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق بلاوجہ شک کرتے ہیں اور دانستہ ان کی مخالفت میں اپنی حدود سے تجاوز کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

[۲۹] جو لوگ بغیر کسی عقلی دلیل اور آسمانی سند کے اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں اور ان کو جھٹلاتے ہیں، یہ ایسے ضدی اور ہٹ دھرم ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بھی بےزار ہے اور ایمان والے بھی بےزار ہیں کیونکہ انہوں نے سرکشی کی وجہ سے اپنے لئے ہدایت کا دروازہ بند کر رکھا ہے۔ اسی طرح جو شخص بھی دانستہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرے اور اس کے احکام سے سرکشی کرے اس نے بھی اپنے لئے ہدایت کا دروازہ بند کر لیا ہے، یہ شخص ایسا ہی ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل پر مہر لگا دی ہے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝۳۶

۳۶۔ اور فرعون نے کہا: اے ہامان! میرے لئے ایک اونچا محل بنا دے تا کہ میں (اس پر چڑھ کر) ان راستوں تک پہنچ جاؤں۔[۳۰]

اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ۝۳۷

ع

۳۷۔ جو آسمانوں کے راستے ہیں، پھر میں موسیٰؑ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور بے شک میں گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے، اور اس طرح فرعون کے لئے اس کے برے عمل کو خوشنما بنا دیا گیا اور اس کو سیدھے راستہ سے روک دیا گیا، اور فرعون کی ہر سازش نا کام ہی رہی۔

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۝۳۸

۳۸۔ اور اس مرد مؤمن نے کہا: اے میری قوم! تم میری پیروی کرو میں تمہیں ہدایت کی راہ دکھاؤں گا۔[۳۱]

يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِىَ دَارُ الْقَرَارِ ۝۳۹

۳۹۔ اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو صرف عارضی فائدہ ہے اور بے شک آخرت ہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔[۳۲]

---

[۳۰] فرعون نے اپنے وزیر ہامان کو کہا: تم ایک اونچا منارہ بناؤ تا کہ میں اس پر چڑھ کر آسمان کے دروازوں سے دیکھوں کہ وہاں موسیٰؑ کا کوئی خدا ہے یا نہیں؟ لیکن میرا گمان یہی ہے کہ وہاں بھی کوئی دوسرا خدا نہیں ہے، صرف میں ہی تمہارا سب سے بڑا خدا ہوں اور موسیٰؑ جھوٹ بول رہے ہیں۔

دراصل فرعون بہت بڑا متکبر اور سرکش تھا حتیٰ کہ اسے اپنی برائیاں بھی اچھائیاں نظر آتی تھیں۔ جو ظالم سرکشی کی اس انتہا کو پہنچ جائے اس کو سیدھے راستے کی توفیق نہیں ملتی۔ اسی لئے فرعون کی ساری سازشیں ناکام ہوئیں اور وہ پانی میں غرق ہو گیا جبکہ موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے شر سے ہمیشہ محفوظ رکھا۔

[۳۱] آیت نمبر ۲۹ میں فرعون نے اپنی قوم کو کہا تھا: میں تمہیں ہدایت کی راہ دکھا رہا ہوں۔ (قرآن: ۴۰:۲۹) اس کے جواب میں اس مرد مؤمن نے کہا: فرعون خود ہدایت پر نہیں ہے وہ تمہیں کیا ہدایت کا راستہ دکھائے گا، لہٰذا تم میری پیروی کرو میں تمہیں ہدایت کا راستہ دکھاؤں گا اور وہ وہی راستہ ہے جس کی طرف حضرت موسیٰؑ بلا رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا جیسے نبی کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اسی طرح علماء کی اتباع بھی نبی کی اتباع ہے کیونکہ وہ مرد مؤمن حضرت موسیٰؑ پر ایمان لا چکا تھا اور اب وہ اپنے ایمان کا اعلان کر رہا تھا۔

[۳۲] یہ دنیا کی زندگی بھی عارضی ہے اور اس کی لطف اندوزی بھی عارضی ہے، لہٰذا اس عارضی فائدہ کی خاطر آخرت کے دائمی

مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۴۰	۴۰۔ جس نے برا کام کیا اس کو اس کے برابر سزا دی جائے گی اور جس نے نیک کام کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ ایماندار ہو تو وہ جنت میں داخل ہوں گے انہیں وہاں بے حساب رزق دیا جائے گا۔[۳۳]
وَ يٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ۝۴۱	۴۱۔ اور اے میری قوم! مجھے کیا ہوا ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو۔[۳۴]
تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ۝۴۲	۴۲۔ تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا انکار کروں اور اس کے ساتھ اس کو شریک بناؤں جس کا مجھے کوئی علم نہیں ہے حالانکہ میں تمہیں اس خدا کی طرف بلاتا ہوں جو سب پر غالب بہت بخشنے والا ہے۔
لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ	۴۳۔ حقیقت یہ ہے کہ جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو وہ نہ

النصف

فائدہ کو فراموش کرنا کوئی عقل مندی نہیں ہے۔ جو لوگ آخرت کو بھلا کر اس دنیا کی لطف اندوزی میں سرگرم رہتے ہیں انہیں آخرت میں ہمیشہ تکلیف میں رہنا پڑے گا۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے　　　مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

[۳۳] جس شخص نے برائی کی، اس کو اس کی برائی کے برابر سزا ملے گی اور اس پر کوئی ظلم نہیں ہوگا لیکن مؤمن جو نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت وہ جنت میں داخل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انہیں بے حساب نعمتیں عطا فرمائے گا۔

[۳۴] اس مرد مؤمن نے اپنی قوم سے کہا: مجھے تمہارے حال پر بڑا تعجب ہے کہ میں تمہیں توحید کی طرف بلاتا ہوں تا کہ تمہیں دوزخ سے نجات حاصل ہو اور تم مجھے شرک کی طرف بلاتے ہو جو دوزخ کی طرف لے جانے والا ہے۔ اگلی آیت میں اس کی مزید وضاحت کر دی کہ میں تمہیں اس خدا کی طرف بلاتا ہوں جو سب پر غالب ہے اور اہل ایمان کی خطاؤں سے درگزر کرنے والا ہے لیکن تمہاری خواہش یہ ہے کہ میں اس غالب و غفار خدا کا انکار کر دوں اور اس کے ساتھ ایسے شریک بناؤں جن کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ عجیب حماقت ہے کہ میں تمہاری خیر خواہی چاہتا ہوں اور تم اپنے ساتھ مجھے بھی ڈبونے کے درپے ہو۔

دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَ اَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾

تو دنیا میں پکارے جانے کے قابل ہے اور نہ ہی آخرت میں، اور بے شک ہم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور بے شک حد سے تجاوز کرنے والے ہی دوزخی ہیں۔[۳۵]

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ پس عنقریب تم وہ باتیں یاد کرو گے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں، اور میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں،[۳۶] بے شک اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس (مرد مؤمن) کو لوگوں کی بری تدابیر سے محفوظ رکھا اور فرعونیوں کو برے عذاب نے گھیر لیا۔[۳۷]

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ

۴۶۔ (اور عالم برزخ میں) ان لوگوں کو صبح و شام دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت قائم

[۳۵] حقیقت یہ ہے کہ جن معبودان باطل کی طرف تم مجھے بلاتے ہو وہ نہ تو خدا کہلانے کے حقدار ہیں اور نہ ہی عبادت کے مستحق ہیں، لہٰذا نہ دنیا میں انہیں پکارنے کا کوئی فائدہ ہے اور نہ ہی آخرت میں وہ کسی کی فریادرسی کر سکیں گے۔ دراصل ہم سب کو ایک دن اسی ایک اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے جو سب پر غالب ہے اور ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا و سزا دینے پر قادر ہے اور جو لوگ اس کی نافرمانی میں حد سے تجاوز کریں گے ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

[۳۶] اس مرد مؤمن نے اپنی قوم کو کہا: میں اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھتا ہوں اور اپنا معاملہ اسی کے سپرد کرتا ہوں لیکن تم غور سے سن لو! اگر تم شرک سے باز نہ آئے تو عنقریب جب تم پر عذاب الٰہی نازل ہوگا تو تمہیں میری باتیں یاد آئیں گی اور تم کہو گے کہ وہ مرد مؤمن درست کہتا تھا مگر اس وقت کی تصدیق تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی۔

[۳۷] جب اس مرد مؤمن نے اپنے ایمان کا اظہار کر دیا تو فرعونیوں نے اس کو قتل کرنے کی سازشیں شروع کر دیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مرد مؤمن کو ان کی سازشوں سے محفوظ رکھا اور جب وہ اپنی سازشوں سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے سب ماننے والوں کو سمندر میں غرق کر دیا۔

فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ ہوگی (تو حکم ہوگا کہ) آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کردو۔[۳۸]

[۳۸] اس آیت میں دو عذابوں کا ذکر ہے، ایک وہ عذاب جو دوزخیوں پر صبح وشام پیش کیا جاتا ہے اور دوسرا عذاب قیام قیامت کے بعد ہوگا جب انہیں دوزخ میں داخل کردیا جائے گا۔

مفسرین کے نزدیک اس آیت میں پہلے عذاب سے مراد عالم برزخ اور قبر کا عذاب ہے۔(صفوۃ التفاسیر) اور امام ابن کثیر لکھتے ہیں: اہل سنت کے نزدیک قبروں میں عذاب برزخ کو ثابت کرنے کے لئے یہ آیت بہت بڑی بنیاد ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

قبر سے کیا مراد ہے؟

قبر سے مراد صرف وہ گڑھا ہی نہیں جس میں کسی کو دفن کیا جاتا ہے کیونکہ یہ قبر ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی بلکہ اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں مرنے کے بعد انسان کے اجزائے اصلیہ ہوں گے خواہ وہ جگہ مٹی، پانی یا کسی جانور کا پیٹ ہو۔

قبر میں میت سے کیا مراد ہے؟

قبر میں میت سے مراد صرف وہی جسم مراد نہیں جو اس دنیا میں ہمارے ساتھ ہے کیونکہ کچھ عرصہ کے بعد اس جسم کو مٹی کھا جاتی ہے۔ اسی طرح جن میتوں کو جلا دیا جاتا ہے یا ان کو جانور کھا جاتے ہیں، ان کا جسم بھی موجود نہیں ہوتا تو پھر قبر میں سزا یا جزا کس جسم کو دی جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کے اجزائے اصلیہ کے ساتھ روح کا ایک خاص تعلق قائم رہتا ہے جس سے وہ تکلیف یا خوشی کو محسوس کرتا ہے جیسے کوئی شخص خواب میں کسی دوسرے ملک چلا جائے اور وہاں اسے کوئی تکلیف یا خوشی ہو تو اس وقت اس کا اپنا جسم اس کے ساتھ نہیں ہوتا لیکن پھر بھی وہ تکلیف یا خوشی محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح جس میت کا جسم معدوم ہو جائے تو اجزائے اصلیہ کے ساتھ جو روح کا تعلق ہے اس کی وجہ سے وہ تکلیف یا خوشی محسوس کرتا ہے۔

قبر میں عذاب

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ والے اور نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ کہیں گے کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ پس وہ شخص وہی کہے گا جو وہ زندگی میں کہتا تھا یعنی وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ---- پھر اس کی قبر میں ستر ہاتھ در ستر ہاتھ وسعت کردی جائے گی، پھر اس کی قبر منور کردی جائے گی، پھر اس سے کہا جائے گا: دلہن کی طرح سو جاؤ ---- اور اگر وہ میت منافق ہوا ---- تو زمین سے کہا جائے گا: اس کو دباؤ، زمین اس کو دبائے گی تو اس کی پسلیاں ایک طرف سے دوسری طرف نکل جائیں گی، پھر اس کو مسلسل عذاب ہوتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی قبر سے اٹھائے گا۔ (ترمذی: ۱۰۷۱: ابواب الجنائز: باب ۷۰)

۲۔ حضرت ابوسعید ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبر ہر روز پکار کر کہتی ہے: میں پردیس، تنہائی، مٹی اور کیڑوں کا گھر ہوں ۔۔۔ پھر فرمایا: بے شک قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ (ترمذی: ۲۴۶۰: ابواب القیامۃ: باب ۲۶) عبید ابن عمر ﷛ نے کہا: بے شک قبر کہتی ہے: اے ابن آدم! کیا تو جانتا نہیں کہ میں پردیس، کیڑوں اور تنہائی کا گھر ہوں، تو نے میرے لئے کیا تیار کیا ہے؟

(کتاب الخراج: امام ابو یوسف: ص ۱۸)

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمر ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو صبح و شام اس پر اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے، اگر اہل جنت میں سے ہو تو اہل جنت میں سے (اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے) اور اگر وہ اہل دوزخ میں سے ہو تو اس سے کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانا ہے حتیٰ کہ تجھے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مبعوث فرمائے گا۔

(بخاری: ۹:۷ ۱۳: کتاب الجنائز: باب ۸۹)

۴۔ حضرت براء بن عازب ﷛ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے، ہم قبر تک پہنچے، جب قبر بنائی گئی تو رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں، آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ ﷺ زمین کو کرید رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور دو یا تین مرتبہ فرمایا: عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو اور فرمایا: جب لوگ واپس روانہ ہوں گے تو یہ ان کی جوتیوں کی آواز سنے گا ۔۔۔ ہناد نے کہا: اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو بٹھا دیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: میرا رب اللہ ہے، پھر وہ کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: میرا دین اسلام ہے، پھر وہ کہیں گے: یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ۔۔۔ پھر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے۔ اس کے لئے جنت کا فرش بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف سے دروازہ کھول دو، پھر اس کے پاس جنت کی ہوا اور جنت کی خوشبو آئے گی اور تاحد نظر اس کی قبر کشادہ کردی جائے گی، پھر آپ ﷺ نے کافر کی موت کا ذکر کیا اور فرمایا: اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جائے گی اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھائیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: افسوس ہے! میں نہیں جانتا، پھر وہ اس سے کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: افسوس ہے! میں نہیں جانتا، پھر وہ کہیں گے: یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: افسوس ہے! میں نہیں جانتا، پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا: اس نے جھوٹ بولا، اس کے لئے دوزخ سے فرش بچھا دو اور اس کو دوزخ کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے دوزخ سے ایک دروازہ کھول دو، پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور دوزخ کی گرم ہوا آئے گی اور اس پر اس کی قبر تنگ کردی جائے گی حتیٰ کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جائیں گی۔ (ابوداؤد: ۴۷۵۳: ۴: کتاب السنۃ: باب ۲۳)

قبر میں ثواب

۱۔ حضرت انس بن مالک ﷛ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میری امت ایسی

امت ہے جو خدا کی رحمت کے سائے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت سے توجہ فرماتا ہے۔ میرے امتی گناہوں سے آلودہ قبروں میں داخل ہوتے ہیں اور جب قبروں سے نکلیں گے تو ان کا دامن گناہوں سے خالی ہوگا۔ مسلمانوں کی ان کے لئے کی جانے والی دعاہائے مغفرت سے ان کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

(المعجم الأوسط للطبرانی: حدیث نمبر ۱۹۰۰: جلد ۲: ص ۵۲۳، مجمع الزوائد: جلد ۱۰: ص ۶۹)

۲۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! قرآن سیکھو اور اس کا علم لوگوں کو سکھاؤ، اگر اسی عالم میں تیری موت آگئی تو فرشتے تیری قبر کی زیارت اس طرح کریں گے جس طرح بیت اللہ کی زیارت کی جاتی ہے۔

(کنز العمال: جلد ۱۰: ص ۲۵۹)

۳۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی کا جنت میں درجہ بلند کیا جاتا ہے تو وہ آدمی عرض کرتا ہے: مجھ پر یہ کرم کیسے ہوا؟ تو اسے جواب دیا جاتا ہے: اس استغفار کی وجہ سے جو تمہارے بیٹے نے تمہارے لئے کیا۔ (ابن ماجۃ: حدیث نمبر ۳۶۶۰: ابواب الأدب: باب ۱)

پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ قبر میں جنتی کو صبح و شام جنت میں اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیٹے کے استغفار سے اس کے باپ کا جنت میں ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے۔ جو مسلمان فقہ حنفی کے مطابق پانچ نمازیں پڑھتا ہے اور آخری تشہد میں ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب (اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور تمام اہل ایمان کو جس دن حساب ہوگا) پڑھتا ہے تو چونکہ سنت غیر مؤکدہ کی چار رکعتوں میں دو دفعہ یہ دعا پڑھی جاتی ہے، اس طرح ایک دن میں وہ انیس دفعہ نماز کے اندر اپنے باپ کے لئے استغفار کرتا ہے جس کی وجہ سے جنت میں روزانہ اس کے باپ کے انیس درجے بلند ہوتے ہیں، لہٰذا ہر باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو نمازی بنائے۔ اس طرح اولاد کی تربیت کا حق بھی ادا ہو جائے گا اور جنت میں درجات کی بلندی کا انتظام بھی ہو جائے گا۔

عذاب قبر سے پناہ مانگنا

۱ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ! میں قبر کے عذاب اور دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(بخاری: ۱۳۷۷: کتاب الجنائز: باب ۸۷)

۲ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دعا کی ۔۔۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ۔۔۔ اگر تم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتیں کہ وہ تم کو دوزخ کے عذاب یا قبر کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے تو یہ بہتر اور افضل ہوتا۔ (مسلم: ۶۷۷۰: کتاب القدر: باب ۷)

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، عذاب قبر برحق ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس

کے بعد جب بھی میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

(بخاری: ۱۳۷۲: کتاب الجنائز: باب ۸۶)

۴۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ پانچ کلمات پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور ان کلمات کو نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے تھے:

☆ اے اللہ! میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

☆ اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

☆ اے اللہ! میں ارذل عمر (بے سود زندگی) سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

☆ اے اللہ! میں دنیا کے فتنہ یعنی فتنۂ دجال سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

☆ اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (بخاری: ۶۳۶۵: کتاب الدعوات: باب ۳۷)

۴۔ حضرت حسن بصری ایک جنازے میں گئے۔ جب مردہ کو دفن کر کے اس پر مٹی ڈال دی گئی تو آپ اتنا روئے کہ آنسوؤں سے مٹی تر ہوگئی، پھر فرمایا: اے لوگو! دنیا کا انجام قبر ہے اور آخرت کی ابتدا قبر ہے۔ اس جہان پر ناز کرنا کتنی حماقت ہے جس کا انجام قبر ہے، اور تم اس جہان سے کیوں نہیں ڈرتے جس کی پہلی منزل قبر ہے۔

(تفسیر روح البیان: سورۃ الشوریٰ (۴۲): زیر آیت نمبر ۵۳)

عذاب قبر کی آواز

اگر کوئی یہ کہے کہ ہم نے کسی قبر سے کبھی عذاب کی آواز نہیں سنی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عالم برزخ ایک دوسرا جہان ہے جس کے احوال کا ادراک ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، البتہ ایک مثال سے ہم اس کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ سویا ہوا شخص جب خواب میں دردناک مناظر اور خطرناک احوال سے دوچار ہوتا ہے تو وہ سخت تکلیف محسوس کرتا ہے لیکن اس کے پاس بیٹھے بیدار شخص کو ذرہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ سویا ہوا شخص کس تکلیف میں مبتلا ہے۔ اسی طرح ہم اگرچہ اہل قبور کے عذاب کو محسوس نہیں کرتے مگر انبیائے کرام علیہم السلام عذاب قبر کا مشاہدہ کر سکتے ہیں، جیسا کہ:

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے ایک باغ کے پاس سے گزرے تو آپ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ان کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑی چیز کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا، پھر خود ہی فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا تھا، پھر آپ ﷺ نے درخت کی ایک شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کئے، پھر آپ نے ان قبروں میں سے ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان اہل قبور کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

(بخاری: ۲۱۶: کتاب الوضو: باب ۵۵)

☆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنے خچر پر سوار ہو کر بنی نجار کے باغ سے گزر رہے تھے، ہم

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اور جب وہ دوزخ میں باہم جھگڑیں گے تو کمزور لوگ ان سے کہیں گے جو بڑے بنتے تھے کہ ہم تو تمہارے پیروکار تھے، سو کیا تم آگ کا کچھ حصہ ہم سے دور کر سکتے ہو؟ [۳۹]

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ تکبر کرنے والے کہیں گے: بے شک ہم سب آگ میں پڑے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ نے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دیا ہے۔ [۴۰]

بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ایک جگہ خچر نے ٹھوکر کھائی، قریب تھا کہ وہ آپ کو گرا دیتا، وہاں پر چھ، پانچ یا چار قبریں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان قبر والوں کو کون پہچانتا ہے؟ ایک شخص نے کہا: میں پہچانتا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہ لوگ کب مرے تھے؟ اس نے کہا: یہ لوگ زمانہ شرک میں مرے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کو اپنی قبروں میں آزمائش میں مبتلا کیا گیا ہے۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں تم کو قبر کا عذاب سنوا دیتا جس کو میں سن رہا ہوں، پھر آپ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ ہم نے کہا: ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں، پھر فرمایا: قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ ہم نے کہا: ہم قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں، پھر فرمایا: ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ ہم نے کہا: ہم ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں، پھر فرمایا: دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ ہم نے کہا: ہم دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

(مسلم: ۷۲۱۳: کتاب الجنة: باب ۱۷)

[۳۹] جہنم میں کافر لیڈر اور پیروکار جب ایک دوسرے پر الزام تراشی کا بازار گرم کریں گے تو پیروکار اپنے لیڈروں کو کہیں گے: دنیا میں تم بڑے بڑے دعوے کرتے تھے کہ بس یہی دنیاوی زندگی ہے کوئی قیامت نہیں ہے اور اگر قیامت آ ہی گئی تو جس طرح ہم یہاں طاقتور ہیں اسی طرح وہاں بھی ہم ہی طاقتور ہوں گے اور ہم تمہاری مدد کریں گے، لہٰذا اب اپنا وعدہ پورا کرو اور ہماری مدد کرو۔ اگر تم سارا عذاب ختم نہیں کرا سکتے تو اس میں کچھ تخفیف ہی کرا دو یا ہمارے عذاب کا کچھ حصہ تم اپنے سر لو کیونکہ ہم نے تمہاری ترغیب اور تمہاری سرداری کے زیر اثر کفر کو اختیار کیا تھا۔

[۴۰] متکبر لیڈر اپنے پیروکاروں کو جواب دیں گے: اگر یہاں ہمارے اختیار میں کچھ ہوتا تو سب سے پہلے ہم اپنے عذاب میں تخفیف کراتے مگر یہاں ہماری کوئی طاقت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے عدل و انصاف کے ساتھ جزا و سزا کا فیصلہ صادر کر دیا ہے اور اس فیصلے کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا، لہٰذا اب ہم سب کو جہنم ہی میں رہنا پڑے گا۔

وَ قَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ اور جو لوگ آگ میں پڑے ہوں گے وہ جہنم کے محافظ فرشتوں سے کہیں گے: تم اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ کسی ایک دن تو ہم سے عذاب میں تخفیف فرما دے۔ [۴۱]

قَالُوْۤا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَ مَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ محافظ فرشتے کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟ دوزخی کہیں گے: کیوں نہیں! محافظ فرشتے کہیں گے: پھر تم خود ہی دعا کرو، اور کافروں کی دعا محض رائیگاں ہی ہوگی۔ [۴۲]

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں [۴۳] اور (اس دن بھی مدد کریں گے) جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔

---

[۴۱] پھر سارے جہنمی مل کر جہنم کے محافظ فرشتوں سے فریاد کریں گے: ہم اپنے کفر و شرک کے باعث مسلسل عذاب میں مبتلا ہیں۔ کیا تم ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کر سکتے ہو کہ وہ ہمارے عذاب میں کسی ایک دن تو تخفیف کر دے؟

[۴۲] جہنم کے محافظ فرشتے جواب دیں گے: ہم تو تمہیں عذاب دینے پر مقرر کئے گئے ہیں، ہمارا کام سفارش کرنا نہیں ہے۔ دراصل سفارش کرنا انبیائے کرام علیہم السلام کا کام ہے اور وہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح معجزات لے کر آئے تھے اور انہوں نے تمہیں قیامت کے اس عذاب سے ڈرایا تھا مگر تم نے دانستہ ان کو جھٹلا دیا تھا، لہٰذا اب تمہارے لئے کسی عذر کی گنجائش نہیں ہے اور ہم بھی ایسے سرکشوں کے لئے دعا کی جرأت نہیں کر سکتے اور نہ ہی ہمیں کفار و مشرکین کی مغفرت کے لئے دعا کرنے کی اجازت ہے۔ ہاں اگر تم چاہو تو براہ راست خود ہی دعا کر کے دیکھ لو مگر قیامت کے دن کفار کی دعا بھی رائیگاں ہوگی کیونکہ دنیا میں انہیں بار بار واضح کر دیا گیا تھا کہ توبہ کرنے اور ایمان لانے کا وقت یہی زندگی ہے اور قیامت کے دن ایمان کے بغیر کوئی دعا قبول نہیں ہوگی۔

[۴۳] اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی ایسی واضح دلائل کے ساتھ مدد فرماتا ہے کہ سارے کافر مل کر بھی ان دلائل کا توڑ پیش نہیں کر سکتے۔ حق و باطل کے اس میدان کارزار میں اکثر انبیائے کرام علیہم السلام کو بالآخر سیاسی غلبہ بھی حاصل ہوا، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں کے مقابلہ میں اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین عرب کے مقابلہ میں سیاسی فتح بھی حاصل ہوئی لیکن جن انبیائے کرام علیہم السلام کو کسی حکمت کے باعث سیاسی غلبہ حاصل نہیں ہوا ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ نہیں دے گی اور ان کے لئے لعنت ہوگی اور ان کے لئے برا گھر ہوگا۔ [۴۴]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو (کتاب) ہدایت دی اور ہم نے بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا۔

هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ جو عقل والوں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔ [۴۵]

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ پس آپ صبر کریں بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کے لئے استغفار کریں اور صبح و شام اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں۔ [۴۶]

اپنے مشن میں ایسی ثابت قدمی عطا فرمائی کہ مصائب و آلام کے پہاڑ بھی ان کے حوصلے پست نہ کر سکے۔

[۴۴] قیامت کے دن جب کفار و مشرکین بہانہ سازی کی کوشش کریں گے کہ ان کے پاس کوئی نبی نہیں آیا اس لئے وہ توحید پر ایمان نہیں لا سکے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعمال نامہ لکھنے والے فرشتے اٹھ کھڑے ہوں گے اور سب لوگوں کے سامنے اعلان کریں گے کہ یہ کفار و مشرکین جھوٹے ہیں ان کو کسی معذرت کا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسولوں نے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام پہنچا دیا تھا مگر انہوں نے دانستہ نہ صرف ان کو جھٹلایا بلکہ ان کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں، لہٰذا آج یہ واقعی لعنت اور جہنم جیسے بدترین ٹھکانے کے ہی مستحق ہیں۔

[۴۵] یعنی ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی اور ان کے بعد بنی اسرائیل کو تورات کا وارث بنایا مگر تورات سے ہدایت اور نصیحت ان ہی لوگوں نے حاصل کی جو عقل رکھتے تھے۔ اسی طرح میرے پیارے نبی! ہم نے قرآن مجید کو تمام لوگوں کے لئے سراپا ہدایت بنا کر نازل فرمایا ہے مگر اس سے بھی ہدایت اور نصیحت وہی لوگ حاصل کریں گے جو عقل رکھتے ہوں گے۔

[۴۶] لفظ ذنب کی تفسیر میں علامہ رازی لکھتے ہیں: چونکہ انبیائے کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اس لئے ہم ذنب کو ترک اولیٰ کے معنیٰ پر محمول کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے: آپ کفار و مشرکین کی اذیت رسانی پر صبر

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُجَادِلُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰہِ بِغَیۡرِ سُلۡطٰنٍ اَتٰىہُمۡ ۙ اِنۡ فِیۡ صُدُوۡرِہِمۡ اِلَّا کِبۡرٌ مَّا ہُمۡ بِبَالِغِیۡہِ ۚ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو ان کے دلوں میں صرف بڑائی (کی ہوس) ہے، جس تک وہ پہنچنے والے نہیں ہیں، پس آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہیں، [۴۷] بے شک وہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

لَخَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ اَکۡبَرُ مِنۡ خَلۡقِ النَّاسِ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۷﴾

۵۷۔ بے شک آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے بہت بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ [۴۸]

اختیار کریں اور خلاف اولیٰ کام جو شریعت کے اعتبار سے گناہ تو نہیں ہیں مگر آپ کے اعلیٰ تقویٰ کے اعتبار سے مجازاً انہیں گناہ کہا گیا ہے آپ ان سے استغفار کرتے رہیں اور ہمیشہ اپنے رب کی حمد وثنا میں رطب اللسان رہیں اور یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی فتح ونصرت کا وعدہ سچا ہے، یہ کفار ومشرکین عنقریب ناکام ہوں گے اور بالآخر اسلام کو غلبہ نصیب ہوگا۔

استغفار صرف اس لئے ہی نہیں کیا جاتا کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہے بلکہ درجات کی بلندی اور قرب خداوندی کے لئے بھی استغفار کیا جاتا ہے، سو استغفار کرنے سے گناہگاروں کے گناہوں کی بخشش ہوتی ہے لیکن صالحین جب استغفار کرتے ہیں تو اس سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک میں ایک دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔

(بخاری: ۶۳۰۷: کتاب الدعوات: باب ۳)

علامہ احمد صاوی مالکی لکھتے ہیں: اس آیت میں امت کو استغفار کی تعلیم دینا مقصود ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح حضرت محمد ﷺ بھی اعلان نبوت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی تمام چھوٹے اور بڑے گناہوں سے معصوم ہیں۔ (حاشیہ صاوی وصفوۃ التفاسیر)

[۴۷] میرے پیارے نبی! مشرکین مکہ بغیر کسی عقلی دلیل اور آسمانی سند کے اللہ تعالیٰ کے احکام کے بارے میں اس لئے جھگڑا کرتے ہیں کہ ان کے دلوں میں لیڈر اور بڑا بننے کی ہوس ہے اور یہ اندیشہ ہے کہ اگر وہ آپ پر ایمان لے آئیں تو ان کی سرداری اور چودھراہٹ ختم ہو جائے گی لیکن ان کی سرداری باقی رہنے والی نہیں ہے کیونکہ بالآخر آپ ﷺ مکہ کو فتح کریں گے اور جو بھی مسلمان نہ ہوئے اس دن انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑے گا، لہٰذا آپ ان کی مخالفت کی پرواہ نہ کریں اور ان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں سے بچا لیا تھا اسی طرح وہ آپ کو بھی مشرکین کی سازشوں سے محفوظ رکھے گا۔

[۴۸] مشرکین مکہ یہ تو مانتے تھے کہ زمین وآسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے مگر قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کے قائل نہیں تھے۔

وَ مَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ۙ۬ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ لَا الْمُسِيْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ اور اندھا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے اور (اسی طرح) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے وہ اور بدکار بھی برابر نہیں ہو سکتے، تم بہت کم غور وفکر کرتے ہو۔ [۴۹]

اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اکثر لوگ (قیامت پر) ایمان نہیں لاتے۔

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ ع

۶۰۔ اور تمہارے رب نے فرمایا: تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ [۵۰]

اس آیت میں انہیں بتایا جارہا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اتنے بڑے زمین وآسمان کو پیدا کرسکتا ہے اس کے لئے چند فٹ کے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کون سا مشکل کام ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

[۴۹] جس طرح اندھا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح مؤمن وکافر اور نیک وبد بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ یعنی ایک انسان حق و انصاف کے ساتھ پاکبازی کی زندگی گزارتا ہے اور کسی کا حق غصب نہیں کرتا اور دوسرا انسان ظلم وزیادتی کے ساتھ بدکاری کی زندگی بسر کرتا ہے اور لوگوں کے حقوق غصب کرتا ہے، یہ دونوں انسان برابر نہیں ہو سکتے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر نیک آدمی تنگدستی کا شکار رہتا ہے جبکہ بدکار آدمی عیاشی کی زندگی گزارتا ہے، لہٰذا عدل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ قیامت کا دن ضرور آنا چاہیے جس میں نیک آدمی کو اس کی نیکیوں کا اجر عظیم ملے اور بدکار کو اس کی برائیوں کی سزا ملے مگر اس کے باوجود بہت کم لوگ اس حقیقت میں غور وفکر کر کے آخرت پر ایمان لاتے ہیں جبکہ اکثر لوگ قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر نہیں کرتے اور قیامت پر ایمان لانے سے محروم رہتے ہیں۔ بہرحال کوئی مانے یا نہ مانے، قیامت ضرور آئے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حتمی فیصلہ ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

[۵۰] اس آیت کی ایک تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا اور جو دعا کو حقیر سمجھتے ہیں وہ عنقریب ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ (صفوۃ التفاسیر) اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم میری عبادت کرو میں تمہاری عبادت قبول کروں گا اور جو میری عبادت کو حقیر سمجھتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ورسوا ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ (تفسیر قرطبی) حقیقت میں یہ دونوں تفسیریں ہم معنیٰ ہیں کیونکہ دعا بھی عبادت ہے، جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ

بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دعا بھی عبادت ہے، پھر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی: اور تمہارے رب نے فرمایا: تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ (ترمذی: ۳۳۷۲: کتاب الدعوات: باب ۲)

دعا کی فضیلت

☆ حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے۔

(ترمذی: ۳۳۷۱: کتاب الدعوات: باب ۲)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ بزرگی والی کوئی چیز نہیں ہے۔ (ترمذی: ۳۳۷۰: کتاب الدعوات: باب ۱)

☆ حضرت ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس شخص کے لئے دعا کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ اس سے عافیت کا سوال کیا جائے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر کوئی مصیبت آئے یا نہ آئے دعا ہر حال میں یقیناً فائدہ دیتی ہے۔ لہٰذا اے اللہ تعالیٰ کے بندو! تم پر دعا کرنا لازم ہے۔ (ترمذی: ۳۵۴۸: کتاب الدعوات: باب ۱۰۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دعا مؤمن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے اور زمین و آسمان کا نور ہے۔

(الترغیب والترھیب: کثرۃ الدعاء: جلد ۲: ص ۴۷۹، مستدرک للحاکم: جلد ۱: ص ۲۶۹)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارا رب ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے، جب رات کا آخری تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو فرماتا ہے: کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں اس کو عطا کروں؟ کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اس کو بخش دوں؟

(بخاری: ۷۴۹۴: کتاب التوحید: باب ۳۵)

دعا مانگنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ دعا مانگنے کو پسند فرماتا ہے اور سب سے افضل عبادت کشادگی کا انتظار کرنا ہے۔

(ترمذی: ۳۵۷۱: کتاب الدعوات: باب ۱۱۵)

☆ حضرت سلمان فارسی ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ بہت حیا فرمانے والا اور بہت کریم ہے، جب کوئی بندہ اس کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان ہاتھوں کو خالی اور ناکام لوٹانے سے حیا فرماتا ہے۔

(ترمذی: ۳۵۵۶: کتاب الدعوات: باب ۱۰۴)

دعا نہ مانگنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔ (ترمذی: ۳۳۷۳: کتاب الدعوات: باب ۳)

دنیا اور آخرت کی بھلائی کی دعا مانگا کرو

☆ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک صحابی کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے جو چوزے کی طرح بہت کمزور ہو چکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا یا کوئی سوال کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں، میں یہ دعا کر رہا تھا: اے اللہ! جو عذاب تو مجھے آخرت میں دینے والا ہے وہ دنیا میں ہی دے دے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! تم اس کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، لہٰذا تم یہ کیوں نہیں کہتے: اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (اے اللہ! اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔) پھر نبی کریم ﷺ نے اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دیدی۔ (مسلم: ۶۸۳۵: کتاب الذکر والدعاء: باب ۷)

☆ حضرت قتادہ ؓ نے حضرت انس ؓ سے پوچھا: نبی کریم ﷺ اکثر کون سی دعا مانگا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: نبی کریم ﷺ جو دعا اکثر مانگا کرتے تھے وہ یہ ہے: اَللّٰھُمَّ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اے اللہ! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

(ابوداؤد: ۱۵۱۹: کتاب الصلاۃ: باب ۳۶۲)

دعا قبول ہونے کے اوقات واحوال

بعض اوقات، احوال اور مقامات ایسے ہوتے ہیں جہاں دعا قبول ہونے کی زیادہ امید ہوتی ہے، مثلاً سحری کا وقت، افطاری کا وقت، اذان اور اقامت کے درمیان، مکہ و مدینہ اور بیت المقدس میں، سفر، بیماری اور حالت اضطرار وغیرہ، ان میں سے بعض کے متعلق چند احادیث و آثار ملاحظہ فرمائیں:

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ شدائد اور مصائب میں اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ خوشحالی کے ایام میں بھی کثرت سے دعا کیا کرے۔

(ترمذی: ۳۳۸۲: کتاب الدعوات: باب ۹)

☆ حضرت ابو امامہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا: کس وقت کی دعا سب سے زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

(ترمذی: ۳۴۹۹: کتاب الدعوات: باب ۷۸)

☆ حضرت ابوہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اپنے رب تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب سجدہ میں ہوتا ہے، سوتم (سجدہ میں) کثرت سے دعا کیا کرو۔ (مسلم: ۱۰۸۳: کتاب الصلاۃ: باب ۴۲)

☆ شہر بن حوشب نے روایت کیا ہے کہ ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اے شہر! کبھی خوف خدا سے تمہارے رونگٹے کھڑے ہوئے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! انہوں نے فرمایا: اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو کیونکہ یہ قبولیت کا وقت ہے۔

(تفسیر قرطبی: سورہ بقرہ: زیر آیت نمبر ۱۸۶)

دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات

☆ حضرت ابوہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے، وہ پاک چیز ہی کو پسند فرماتا ہے --- پھر فرمایا: ایک آدمی لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال بکھرے ہوئے غبار آلود ہیں، وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہوتا ہے اور اس کا پینا حرام ہوتا ہے اور اس کا لباس حرام ہوتا ہے اور اس کی غذا حرام ہوتی ہے، تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی۔

(مسلم: ۲۳۴۶: کتاب الزکوۃ: باب ۱۹)

☆ حضرت ابراہیم بن ادھم سے پوچھا گیا: کیا وجہ ہے کہ ہم دعا کرتے ہیں اور ہماری دعا قبول نہیں ہوتی؟ انہوں نے جواب دیا: کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہو لیکن اس کی اطاعت نہیں کرتے، تم رسول اللہ ﷺ کو پہچانتے ہو لیکن ان کی سنت کی اتباع نہیں کرتے، تم قرآن کریم کو پہچانتے ہو لیکن تم اس پر عمل نہیں کرتے، تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاتے ہو لیکن تم ان کا شکر ادا نہیں کرتے، تم جنت کو جانتے ہو لیکن تم اس کو طلب نہیں کرتے، تم دوزخ کو جانتے ہو لیکن تم اس سے نہیں بھاگتے، تم شیطان کو جانتے ہو لیکن تم اس سے جنگ نہیں کرتے بلکہ اس کی موافقت کرتے ہو، تم موت کو جانتے ہو لیکن تم اس کے لئے تیاری نہیں کرتے، تم مردوں کو دفن کرتے ہو لیکن تم عبرت حاصل نہیں کرتے، اور تم اپنے عیوب کو نظر انداز کرتے ہو اور لوگوں کے عیوب تلاش کرنے میں مصروف رہتے ہو۔ (تفسیر قرطبی: سورہ بقرہ: زیر آیت نمبر ۱۸۶)

دعا میں درود پڑھنا

☆ حضرت علی ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر دعا اور آسمان کے درمیان حجاب ہوتا ہے حتیٰ کہ محمد ﷺ پر درود پڑھا جائے، پس جب نبی ﷺ پر درود پڑھ لیا جائے تو وہ حجاب دور ہو جاتا ہے اور دعا قبول ہو جاتی ہے اور جب نبی ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ (مجمع الزوائد: جلد ۱۰: ص ۱۶۰، المعجم الاوسط: ۷۲۵)

☆ حضرت عمر بن خطاب ﷺ نے فرمایا: دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اور جب تک نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے اس دعا میں سے کچھ بھی اوپر نہیں جاتا۔ (ترمذی: ۴۸۶: ابواب الصلاۃ: باب ۳۵۲)

☆ ابوسلیمان دارانی کہتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود پڑھے، پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے اور آخر میں پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے۔ بے شک اللہ

تعالیٰ (اول و آخر) دونوں درودوں کو تو قبول فرماتا ہی ہے اور اس کا کرم گوارا نہیں کرتا کہ درمیان کی دعا کو مسترد کر دے۔

(ردالمحتار: سنن الصلاۃ: جلد اول: ص ۵۲۰، دلائل الخیرات: فضائل الصلاۃ)

☆ بعض اعمال مقبول ہوتے ہیں اور بعض مردود، سوائے درود کے، اس کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے، غالباً اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو اس میں درود بھی پڑھا کرو کیونکہ درود کو قبول کیا جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے بہت بعید ہے کہ وہ دعا کے ایک حصے کو قبول فرمالے اور دوسرے حصے کو مسترد کر دے۔

(ردالمحتار: سنن الصلاۃ: جلد اول: ص ۵۲۰)

☆ حضرت فضالہ بن عُبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے، ایک آدمی آیا اور اس نے نماز پڑھی، پھر دعا مانگی: یا اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے نمازی! تو نے بڑی جلد بازی سے کام لیا۔ جب تم نماز پڑھ چکو تو بیٹھو، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرو اور مجھ پر درود پڑھو، پھر دعا مانگو، پھر اس کے بعد دوسرا آدمی آیا، اس نے نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے نمازی! اب دعا مانگ قبول ہوگی۔ (ترمذی: ۳۴۷۶: کتاب الدعوات: باب ۶۴) اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلاۃ وسلام پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم اور قبولیت دعا کا باعث ہے کیونکہ مذکورہ دونوں نمازیوں نے بلند آواز سے پڑھا تھا، تبھی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے کلمات کو سن کر حدیث میں بیان کئے۔

مقبول دعا کے آثار

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مسلمان ایسی دعا کرتا ہے جس میں گناہ یا حق رشتہ داری کو توڑنا مقصود نہ ہو تو اللہ تعالیٰ تین چیزوں میں سے ایک چیز اس کو ضرور عطا فرماتا ہے: اس کی دعا جلد پوری فرما دیتا ہے یا اس دعا کو آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ کر دیتا ہے یا اس کے برابر اس سے کسی مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: پھر تو ہم بہت زیادہ دعائیں کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم بھی بہت زیادہ ہے۔ (الترغیب والترھیب: باب کثرۃ الدعاء: جلد ۲: ص ۴۷۸، مسند احمد: جلد ۲: ص ۴۴۸، موطا امام مالک: کتاب القرآن: باب ۸، مستدرک للحاکم: ۱۸۱۶: جلد اول: ص ۶۷۰)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ایک طویل حدیث بیان کی ہے جس کے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مؤمن جب دعا مانگتا ہے تو اس کی دعا دنیا میں پوری کر دی جاتی ہے یا اس کے لئے آخرت میں ذخیرہ کر دی جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (جب مؤمن آخرت میں اس کا اجر وثواب دیکھے گا تو) اس وقت مؤمن کہے گا: کاش! دنیا میں اس کی کوئی بھی دعا پوری نہ ہوئی ہوتی۔ (مستدرک للحاکم: ۱۸۱۹: جلد اول: ص ۶۷۱) اور اس دن مؤمن تمنا کرے گا کہ اس کی زندگی میں کوئی دعا پوری نہ ہوتی تاکہ وہ آخرت میں اسے فائدہ دیتی۔

(الترغیب والترھیب: باب کثرۃ الدعاء: جلد ۲: ص ۴۷۹: تشریحی نوٹ میں)

دعا مانگنے کا طریقہ

☆ حضرت ابن عباس ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب خدا سے دعا مانگو تو اپنی ہتھیلیوں کے اندرونی حصے کو اوپر کی جانب کر کے دعا مانگو نہ کہ ہتھیلیوں کی پشت کو بلند کر کے، اور جب دعا ختم کر چکو تو ہتھیلیوں کو اپنے چہرے پر پھیرو۔ (ابن ماجہ: ۳۸۶۶: ابواب الدعاء: باب ۱۳)

☆ حضرت ابن عباس ﷛ نے فرمایا: جب بندہ اپنے ہاتھ سینے تک اٹھائے تو یہ (عمل) دعا ہے۔

(عمدۃ القاری شرح البخاری: کتاب الدعوات: باب رفع الأیدی فی الدعاء)

☆ بندہ (دعا میں) اپنے ہاتھ سینے تک اٹھائے، ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف پھیلائے اور ان کے درمیان فاصلہ رکھے اگرچہ تھوڑا سا ہو، اور دعا کے بعد ہتھیلیوں کو چہرے پر پھیرنا سنت ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی: سنن الصلاۃ)

☆ حضرت عمر بن خطاب ﷛ کا ارشاد گرامی ہے: رسول اللہ ﷺ جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو انہیں رخ انور پر پھیرے بغیر نیچے نہیں لاتے تھے۔ (ترمذی: ۳۳۸۶: کتاب الدعوات: باب ۱۱)

دعا کے آخر میں آمین کہنا

☆ حضرت ابوزہیر ﷛ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باہر نکلے، ہم ایک شخص کے پاس آئے جو بہت گڑگڑا کر دعا کر رہا تھا، نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر اس کی دعا سننے لگے، پھر نبی ﷺ نے فرمایا: اگر اس نے دعا پر مہر لگا دی تو اس کی قبولیت واجب ہو جائے گی۔ ایک شخص نے پوچھا: کس چیز سے مہر لگے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آمین سے۔ اگر اس نے دعا کو آمین پر ختم کیا تو اس کی قبولیت واجب ہو جائے گی، پھر وہ آدمی چلا گیا جس نے نبی ﷺ سے سوال کیا تھا، پھر آپ اس شخص کے پاس آئے جو دعا کر رہا تھا اور فرمایا: اے فلاں! دعا کو آمین کے ساتھ ختم کرو اور (دعا قبول ہونے کی) خوشخبری لو۔ (ابوداؤد: ۹۳۸: کتاب الصلاۃ: باب ۱۶۷)

تقدیر بدلتی ہے دعاؤں کے اثر سے

حضرت ثوبان ﷛ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انسان کو اس کے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کیا جاتا ہے اور تقدیر کو دعا بدل دیتی ہے اور نیکی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔

(مسند احمد: جلد ۵: ص ۲۷۷، مستدرک للحاکم: جلد اوّل: ص ۶۷۰، صحیح ابن حبان: ۸۶۹: جلد ۲: ص ۸۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا سے اللہ تعالیٰ انسان کی تقدیر بدل دیتا ہے۔ اسی لئے حضرت عمر فاروق ﷛ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے رو کر عرض کرتے ہیں: اے اللہ تعالیٰ! اگر تو نے مجھے اہل سعادت میں لکھا ہے تو مجھے اسی زمرہ میں باقی رکھ اور اگر تو نے مجھے بدبختوں اور گناہ گاروں کے زمرہ میں لکھا ہے تو میری بدبختی مٹا دے اور مجھے اہل سعادت اور اہل مغفرت میں لکھ دے کیونکہ تو مٹاتا ہے جو چاہتا ہے اور باقی رکھتا ہے جو چاہتا ہے اور اصل کتاب تیرے ہی پاس ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ رعد (۱۳) زیر آیت نمبر ۳۹) یہ فقیر بھی حضرت عمر فاروق ﷛ کی اقتدا میں التجا کرتا ہے: "اللھم ان

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾

۶۱۔ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو روشن بنایا، بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔[۵۱]

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾

۶۲۔ وہی اللہ تمہارا رب ہے، ہر چیز کا خالق ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، پھر تم کہاں بہکے جا رہے ہو؟[۵۲]

كَذٰلِكَ یُؤْفَكُ الَّذِیْنَ كَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾

۶۳۔ اسی طرح وہ لوگ بھی بہکے پھرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا

۶۴۔ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو جائے قرار

كنت كتبتنى فى اهل السعادة فاثبتنى فيها، وان كنت كتبتنى فى اهل الشقاوة والذنب فامحنى واثبتنى فى اهل السعادة والمغفرة، فانك تمحو ماتشاء وتثبت، وعندك أم الكتاب"۔ اللهم آمين بجاه حبيبك الكريم عليه التحية والتسليم۔ (اے اللہ تعالیٰ! اگر تو نے مجھے اہل سعادت میں لکھا ہے تو مجھے اسی زمرہ میں باقی رکھ اور اگر تو نے مجھے بدبختوں اور گناہ گاروں کے زمرہ میں لکھا ہے تو میری بدبختی مٹا دے اور مجھے اہل سعادت اور اہل مغفرت میں لکھ دے کیونکہ تو مٹاتا ہے جو چاہتا ہے اور باقی رکھتا ہے جو چاہتا ہے اور اصل کتاب تیرے ہی پاس ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! اپنے حبیب کریم ﷺ کے وسیلہ سے میری یہ دعا قبول فرمالے!)

[۵۱] اللہ تعالیٰ نے رات کو تاریک بنایا تا کہ لوگ اس میں آرام وسکون حاصل کریں اور دن کو روشن بنایا تا کہ لوگ اس میں رزق تلاش کریں۔ اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا مہربان ہے، ان کے آرام اور تلاش رزق کا انتظام فرماتا ہے مگر اکثر لوگ پھر بھی اس کا شکر ادا نہیں کرتے اور ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کا ان پر کوئی احسان نہیں ہے۔

[۵۲] یہاں مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ ہر چیز کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے اور ہر چیز کا پروردگار بھی وہی ہے، اس لئے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، پھر تم اس خالق حقیقی کی عبادت کیوں نہیں کرتے اور اس کو چھوڑ کر کہاں بھٹکے جارہے ہو؟ دراصل تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی نشانیوں میں غور نہیں کرتے اور باپ دادا کی اندھی تقلید سے چمٹے ہوئے ہو، اس لئے تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی آیتوں کا انکار کرتے ہو اور تم سے پہلے بھی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور نہیں کیا انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کر دیا تھا اور ساری زندگی گمراہی میں بھٹکتے رہے تھے۔

وَالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾

بنایا اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت اچھی بنائیں [۵۳] اور تم کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، وہی اللہ تمہارا رب ہے، پس اللہ تعالیٰ بڑی برکتوں والا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

[۵۳] اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے زمین کو جائے قرار اور آسمان کو چھت بنایا اور اسے پاکیزہ رزق عطا فرمایا۔ ان نعمتوں میں دوسرے جاندار بھی شریک ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو شکل وصورت اور علم وحکمت عطا فرمائی ہے ان میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہاتھی اور اونٹ جیسے بڑے چوپائے اور شیر اور چیتے جیسے خونخوار درندے بھی انسان کے سامنے سرنگوں ہیں۔

انسان کی شکل وصورت سب سے اچھی ہے

☆ خلیفہ منصور کے دور میں عیسیٰ نامی ایک آدمی اپنی بیوی سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ ایک رات اس نے اپنی بیوی سے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر تو چاند سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے تو تجھے تین بار طلاق ہے۔ یہ سن کر اس کی بیوی وہاں سے اٹھ کر علیحدہ ہوگئی اور کہا: تم نے مجھے طلاق دے دی ہے (کیونکہ میں چاند سے زیادہ خوبصورت نہیں ہو سکتی)۔ عیسیٰ نے وہ رات بڑے غم واندوہ میں گزاری اور صبح ہوتے ہی خلیفہ منصور کے دربار میں یہ مسئلہ پیش کیا تو ایک حنفی عالم نے سورہ والتین کی تلاوت شروع کر دی یعنی بے شک ہم نے انسان کو سب سے اچھی صورت پر پیدا فرمایا ہے۔ (قرآن: ۹۵ : ۴) اور کہا: اے امیر المؤمنین! انسان سب چیزوں سے (حتیٰ کہ چاند سے بھی) زیادہ خوبصورت ہے، لہٰذا اس عورت کو طلاق نہیں ہوئی اور وہ بدستور عیسیٰ کی بیوی ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ والتین: زیر آیت نمبر ۴)

☆ حضرت ابن حاتم ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑ پڑے تو وہ چہرے سے اجتناب کرے۔ (یعنی چہرے پر تھپڑ نہ مارے)۔ (مسلم: ۶۶۵۴) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے (مسلم: ۶۶۵۵: کتاب البر: باب ۳۲) اللہ تعالیٰ تو زمین وآسمان کا نور ہے اور اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، پھر انسان کو اپنی صورت پر بنانے اور اس میں اپنی روح پھونکنے سے مراد انسان کی تکریم اور عزت افزائی ہے۔

☆ انسانی شکل وصورت کی ایک عظمت یہ بھی ہے کہ سارے جاندار کھانے اور پینے کے لئے اپنا سر خوراک کے سامنے جھکاتے ہیں لیکن حضرت انسان کے ہاتھ خوراک کو اٹھا کر اس کے منہ تک پہنچاتے ہیں تاکہ انسان کا سر خوراک کے سامنے نہ جھکے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے جو اس کا اصل خالق اور حقیقی معبود ہے۔

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے　　جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۵﴾

۶۵۔ وہی ہمیشہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، پس تم دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے اسی کی عبادت کرو، سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ ؗ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۶﴾

۶۶۔ آپ فرما دیں: بے شک مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جن کی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو جبکہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے واضح نشانیاں آچکی ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام جہانوں کے رب کے سامنے سر تسلیم خم کر دوں۔[۵۴]

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَ

۶۷۔ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا،[۵۵] پھر نطفہ سے، پھر لٹکے ہوئے خون سے، پھر وہ تمہیں بچہ بنا کر نکالتا ہے،[۵۶] پھر (تمہاری پرورش کرتا ہے)

[۵۴] دکتور وہبہ زحیلی نے حضرت ابن عباس ﷺ کی روایت نقل کی ہے کہ ولید بن مغیرہ اور شیبہ بن ربیعہ ایک دن آئے اور کہنے لگے: یا محمد! اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ آؤ۔ (تفسیر منیر) اس وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے تمہارے خداؤں کی پرستش سے منع کیا گیا ہے اور صرف تمام جہانوں کے رب کے سامنے جھکنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز میرے پاس اللہ تعالیٰ کی توحید پر اتنی واضح نشانیاں آچکی ہیں کہ میں تمہارے خداؤں کی پرستش کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

[۵۵] انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کا ایک معنی تو یہ ہے کہ انسانِ اول حضرت آدم ؑ کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا اور تم انہی آدم ؑ کی اولاد ہو، لہٰذا تمہاری اصل بھی مٹی ہے۔ اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ تم غذا کی صورت میں جو پھل اور سبزیاں کھاتے ہو وہ زمین سے پیدا ہوتی ہیں اور جن جانوروں کا تم گوشت کھاتے ہو وہ بھی زمینی پیداوار سے پرورش پاتے ہیں اور انہی غذاؤں سے نطفہ بنتا ہے جو رحم مادر میں جا کر انسان کی پیدائش کا سبب بنتا ہے، لہٰذا تمہاری اصل بھی مٹی ہے، بہر حال انسانِ اول کو اللہ تعالیٰ نے براہ راست مٹی سے پیدا فرمایا اور اولادِ آدم کو بالواسطہ مٹی سے پیدا فرمایا، دونوں صورتوں میں ہر انسان کی اصل مٹی ہے۔

[۵۶] اے اولادِ آدم! اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ حضرت آدم ؑ کو مٹی سے پیدا فرمایا اور تمہاری تخلیق کی ابتدا نطفہ سے فرمائی، پھر معلق خون اور گوشت کے مراحل سے گزار کر تمہیں بچہ کی صورت میں پیدا فرمایا، تاکہ تم سمجھ سکو کہ جس اللہ تعالیٰ نے پانی کے ایک بے جان قطرہ سے خون، پھر گوشت اور پھر اس میں جان ڈال کر اسے زندہ انسان بنایا اسی طرح وہ مردہ

مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

تا کہ تم جوانی کو پہنچ جاؤ، پھر (تمہیں زندہ رکھتا ہے) تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ، اور تم میں سے بعض (بڑھاپے سے) پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں اور (یہ سب کچھ اس لئے) تا کہ تم مقررہ میعاد تک پہنچ جاؤ اور (اس لئے بھی) تا کہ تم سمجھ سکو۔ [۵۷]

انسان میں جان ڈال کر اسے دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص پیدائش کے وقت اپنی ماں کے شکم میں چالیس دن تک (نطفہ) رہتا ہے، پھر علقہ (معلق گاڑھا خون) بن جاتا ہے، پھر چالیس دن گزرنے کے بعد وہ مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) ہو جاتا ہے، پھر چالیس دن گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کو چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اس بچے کا عمل، اس کا رزق، اس کی موت کا وقت اور اس کا بد بخت یا نیک بخت ہونا لکھ دے، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ (بخاری: ۳۲۰۸: کتاب بدء الخلق: باب ۶) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے فرشتے کو علم ہوتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ دنیا میں آئے گا تو اس کا عمل کیسا ہوگا؟ اس کا رزق (مال و دولت اور علم و حکمت کا معیار) کیا ہوگا؟ وہ کب مرے گا؟ اور وہ بد بخت ہوگا یا نیک بخت؟ جس طرح اللہ تعالیٰ کے بتانے سے فرشتے کو ان چیزوں کا علم ہو جاتا ہے اسی طرح انبیائے کرام اور اولیائے کرام کو بھی غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بطریق معجزہ و کرامت عطا ہوتا ہے۔ اس کے لئے مزید سورہ لقمان (۳۱) کی آیت نمبر ۳۴ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

حضرت حارث بن مالک ﷛ بیان کرتے ہیں: میں نبی ﷺ کے پاس سے گزرا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے حارث! تم نے کس حال میں صبح کی؟ میں نے عرض کیا: میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں برحق مومن تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: غور کرو تم کیا کہہ رہے ہو؟ بے شک ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے، پس تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نے اپنے نفس کو دنیا سے بے رغبت کر لیا اور اس کے لئے میں نے شب بیداری کی اور دن کو پیاسا رکھا (یعنی روزہ رکھا اور اب میری حالت یہ ہے) گویا کہ میں اپنے رب کے عرش کو صاف صاف دیکھ رہا ہوں اور گویا کہ میں اہل جنت کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ جنت میں ایک دوسرے کی زیارت کر رہے ہیں اور گویا کہ میں اہل دوزخ کو دیکھ رہا ہوں وہ جہنم میں بھوک کی شدت سے چلا رہے ہیں۔ تب نبی ﷺ نے تین بار فرمایا: اے حارث! تم نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لی، اس پر ثابت قدم رہو۔ (کنز العمال: ۳۶۹۸۸: جلد ۱۳: ص ۳۵۱، المعجم الکبیر: ۳۲۸۹: جلد ۲: ص ۲۶۳) ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے حضرت حارث ﷛ سے فرمایا: (أَنْتَ امْرُؤٌ نَوَّرَ اللّٰهُ قَلْبَهُ) تو ایسا بندہ ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے روشن کر دیا ہے۔ (کنز العمال: ۳۶۹۸۹: جلد ۱۳: ص ۳۵۲)

[۵۷] پھر تم میں سے بعض جوانی اور بڑھاپے کو پہنچتے ہیں اور بعض پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ہر ایک اپنی مقررہ عمر تک

هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۶۸﴾

۶۸۔ وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، پس جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ اس سے صرف یہ فرماتا ہے کہ ''ہو جا'' تو وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰی یُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾

۶۹۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں، وہ کہاں بہکے جا رہے ہیں؟ [۵۸]

الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَ بِمَاۤ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾

۷۰۔ جن لوگوں نے اس کتاب کو جھٹلایا اور اس کو بھی جو ہم نے اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا تھا، پس وہ عنقریب جان لیں گے۔

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾

۷۱۔ جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی، وہ گھسیٹے جائیں گے۔ [۵۹]

فِی الْحَمِیْمِ ۙ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾

۷۲۔ کھولتے ہوئے پانی میں، پھر وہ دوزخ کی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔

ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾

۷۳۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا: کہاں ہیں وہ جن کو تم شریک ٹھہراتے تھے؟

زندہ رہتا ہے اور اس کے بعد فوت ہو جاتا ہے۔ اس تفصیل کے بتانے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلی بار مٹی اور نطفہ سے تمہیں پیدا فرمایا اسی طرح مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا بھی اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے بلکہ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ صرف یہ فرماتا ہے: کن ''ہو جا'' تو وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

[۵۸] یعنی مشرکین مکہ بڑے عجیب لوگ ہیں کہ واضح دلائل کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں اور کھلی گمراہی میں بھٹک رہے ہیں۔

[۵۹] جن لوگوں نے قرآن مجید اور پہلی آسمانی کتابوں کو جھٹلایا، قیامت کے دن جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ڈالی جائیں گی، پہلے انہیں کھولتے ہوئے پانی میں پھینکا جائے گا اور پھر اس میں سے گھسیٹ کر جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا تو اس وقت انہیں اپنی حماقت کا احساس ہوگا مگر بے سود کیونکہ آخرت میں توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَیْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۴﴾

۷۴۔ اللہ تعالیٰ کے سوا، وہ کہیں گے: وہ ہم سے گم ہو گئے، بلکہ ہم تو اس سے پہلے کسی چیز کی پرستش نہیں کرتے تھے، یونہی اللہ تعالیٰ کافروں کو گمراہ کر دیتا ہے۔[۶۰]

ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾

۷۵۔ یہ بدلہ ہے اس کا کہ تم زمین میں ناحق خوشیاں مناتے تھے اور بدلہ ہے اس کا کہ تم اترایا کرتے تھے۔[۶۱]

اُدْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴿۷۶﴾

۷۶۔ اب تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو، پس تکبر کرنے والوں کا کیسا برا ٹھکانا ہے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾

۷۷۔ پس آپ صبر کریں، بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، اگر ہم آپ کو (اس عذاب کا) کچھ حصہ دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے یا (اس سے پہلے) ہم آپ کو اٹھا لیں، بہر حال وہ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔[۶۲]

---

[۶۰] جب مشرکین کو جہنم رسید کر دیا جائے گا تو ان سے پوچھا جائے گا: جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے آج وہ کہاں ہیں؟ ذرا انہیں بلاؤ تاکہ وہ تمہیں اس عذاب سے نجات دلا سکیں، لیکن اب ان پر حقیقت حال واضح ہو چکی ہو گی اور وہ کہیں گے: آج وہ ہماری کیا مدد کریں گے؟ وہ خود کہیں جہنم میں جل رہے ہوں گے اس لئے وہ ہمیں نظر نہیں آ رہے۔ مشرکین جب اپنے معبودان باطل سے مایوس ہوں گے تو جھوٹ بولنے کی کوشش کریں گے کہ وہ دنیا میں کسی چیز کی پرستش نہیں کرتے تھے۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں: اس واضح غلط بیانی پر ان کی زبانوں کو سیل کر دیا جائے گا یعنی ان کی زبانوں سے بولنے کی قوت سلب کر کے ان کے ہاتھ پاؤں کو دی دی جائے گی اور وہ حقیقت حال صاف صاف بیان کر دیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورہ انعام: زیر آیت نمبر ۲۳) کہ ان کی زبانوں نے جھوٹ بولا ہے یہ واقعی دنیا میں شرک کرتے تھے۔

[۶۱] مشرکین کی طرح کفار بھی چونکہ توحید و رسالت کا انکار کرتے ہیں، دنیاوی مال و دولت پر فخر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر خوشیاں مناتے ہیں اس لئے ان کے دل سیاہ ہو جاتے ہیں اور قبول حق کی توفیق سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ کفار کو بھی گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے اور قیامت کے دن انہیں جہنم میں داخل کر دیا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ اپنے تکبر کا مزہ چکھتے رہیں گے۔

[۶۲] اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فرمایا کہ آپ مشرکین کی مخالفت پر صبر کریں ہم نے مشرکین کو عذاب دینے اور اسلام کو

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ

۷۸۔ اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے بھی کئی رسول بھیجے ہیں، ان میں سے بعض کے قصے تو ہم نے آپ سے بیان کر دیئے ہیں اور بعض کے ابھی تک آپ سے بیان نہیں کئے، [۶۳] اور کسی رسول کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی نشانی لے آئے، [۶۴] پھر جب اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا تو

غالب کرنے کے جو وعدے کئے ہیں وہ سب سچے ہیں اور ضرور پورے ہوں گے خواہ ان میں سے بعض آپ کی موجودگی میں پورے ہو جائیں جیسے فتح بدر اور فتح مکہ وغیرہ یا آپ کے انتقال کے بعد پورے ہوں جیسے خلفائے راشدین کے دور میں اسلام کو غلبہ ملا، اور اگر کسی حکمت کے تحت دنیا میں کسی مشرک کو سزا نہ ملی تو وہ آخرت میں ہمارے عذاب سے نہ بچ سکے گا کیونکہ بالآخر سب کو لوٹ کر ہمارے پاس آنا ہے۔ ہم ان کے اعمال کو خوب جانتے ہیں اور ان کے جرائم کے مطابق انہیں سزا دیں گے۔

[۶۳] یعنی ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجے ہیں ان میں سے بعض کا ذکر تو ہم نے آپ سے کر دیا ہے اور بعض کا ابھی ذکر نہیں کیا، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد بھی دیگر انبیاء کا ذکر نہیں کیا بلکہ احادیث میں انبیاء و رسل کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے گزشتہ تمام انبیاء کا اجمالی یا تفصیلی ذکر کیا ہے جیسا کہ سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور ہم آپ کو تمام رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جن سے ہم آپ کے دل کو تسکین دیتے ہیں۔} (قرآن: ۱۱: ۱۲۰) اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء و رسل نے نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں اور ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں۔ اس حدیث کو امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری: جلد ۶: ص ۳۶۱)

جن انبیاء اور رسولوں کے اسمائے گرامی اور ان کے واقعات قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں ان کی تعداد ۲۵ ہے۔ یعنی حضرات آدم علیہ السلام، ادریس علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ہود علیہ السلام، صالح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، لوط علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، شعیب علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، یونس علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، الیاس علیہ السلام، الیسع علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، ذوالکفل علیہ السلام اور سب نبیوں کے سردار حضرت محمد ﷺ۔ (تفسیر ابن کثیر: سورہ نساء (۴): زیر آیت نمبر ۱۶۴)

[۶۴] مشرکین مکہ ایمان لانے کا تو کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے مگر اکثر نئے نئے معجزات کا مطالبہ کرتے رہتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے

اللّٰہِ قُضِیَ بِالْحَقِّ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ ع

حق کے ساتھ اس کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس وقت باطل پرست خسارے میں رہیں گے۔[۶۵]

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾

۷۹۔ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے چوپائے بنائے تا کہ تم ان میں سے بعض پر سواری کرو اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔

وَ لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَ عَلَیْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾

۸۰۔ اور تمہارے لئے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور تا کہ تم ان پر سوار ہو کر اس (منزل یا) حاجت تک پہنچ سکو جو تمہارے سینوں میں ہے اور تم ان چوپایوں پر اور کشتیوں پر سوار کئے جاتے ہو۔[۶۶]

فرمایا کہ کوئی رسول اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر معجزے نہیں دکھاتا، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ نبی کسی معجزہ کے اظہار پر قادر نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جن معجزات کے اظہار کا اختیار کسی نبی کو دیدیا تھا وہ ان کے اظہار پر قادر تھا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! میرے اوپر نہ تمہارا رکوع پوشیدہ ہے اور نہ تمہارا خشوع اور بے شک میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔(بخاری: کتاب الاذان: باب ۸۸) رکوع نماز کی ظاہری صورت کو اور خشوع باطنی کیفیت کو کہا جاتا ہے، لہٰذا آپ ﷺ امامت کے مصلّٰی پر قبلہ رخ کھڑے ہوئے اپنے مقتدیوں کے ظاہر اور باطن کو دیکھ سکتے تھے اور یہ ایسا معجزہ تھا جو ہر وقت آپ کے اختیار میں تھا جس طرح جو کام کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اختیار دے رکھا ہے ہم ان کے کرنے پر قادر ہیں اسی طرح جن معجزات کا آپ کو اختیار دیدیا گیا تھا آپ ان کے اظہار پر قادر تھے۔ فرمائشی معجزات نہ دکھانے کے سلسلہ میں سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۵۹ اور حاشیہ نمبر ۵۷ ملاحظہ کریں اور دیگر معجزات دکھانے کے سلسلہ میں سورہ رعد (۱۳) کی آیت نمبر ۷ اور حاشیہ نمبر ۹ ملاحظہ کریں۔

[۶۵] اس دنیا میں منکر لوگوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ جھگڑے کئے اور ان کو جھٹلایا مگر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتقام کا وقت آ گیا تو ان منکروں کو عذاب سے کوئی نہ بچا سکا۔ اسی طرح جب قیامت کا دن آئے گا اور حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا تو اس وقت بھی باطل پرست ہی خسارے میں رہیں گے کیونکہ اہل حق کو تو نجات مل جائے گی۔

[۶۶] اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرما کر اسے بے یار و مددگار چھوڑ نہیں دیا بلکہ اس کی ہدایت کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا اور اس کی مادی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے چوپائے پیدا فرمائے۔ بعض چوپائے ایسے ہیں جن کا انسان گوشت کھاتا ہے، ان کا دودھ پیتا ہے، ان کے بالوں اور ان کی اُون سے گرم کپڑے اور ان کے چمڑے سے جوتے بناتا ہے۔

وَ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖۗ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾

۸۱۔ اور وہ (اللہ تعالیٰ) تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، پس تم اللہ تعالیٰ کی کن کن نشانیوں کا انکار کروگے۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

۸۲۔ کیا انہوں نے زمین میں کبھی سیر و سیاحت نہیں کی تاکہ وہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا (بُرا) ہوا جو ان سے پہلے تھے حالانکہ وہ (تعداد میں) ان سے بہت زیادہ تھے، قوت کے لحاظ سے بھی بہت زیادہ تھے اور زمین میں (چھوڑے ہوئے) آثار کے لحاظ سے بھی (ان سے بہت زیادہ تھے)، پس انہیں ان کاموں نے کچھ فائدہ نہ پہنچایا جو وہ کیا کرتے تھے۔ [۶۷]

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

۸۳۔ پس جب ان کے رسول ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے تو وہ اس علم پر اترانے لگے جو ان کے

اور بعض ایسے چوپائے ہیں جن کے ذریعہ انسان اپنی ضرورت اور تجارت کے سامان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتا ہے اور ان پر سوار ہو کر دینی اور دنیاوی مقاصد حاصل کرنے کے لئے دور دراز کے سفر طے کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین کے تین چوتھائی حصہ پر پانی کو اس طرح کھڑا کر دیا ہے کہ اس میں جہازوں اور کشتیوں کے ذریعہ انسانی آمد و رفت اور سامان کی نقل و حمل آسانی سے ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی ساری چیزوں کو انسان کے لئے مسخر کر دیا ہے، ایک طرف انسان پر نعمتوں کی برسات ہے اور دوسری طرف ہر نعمت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نشان ہے، اگر انسان غور کرے تو یہ نشانیاں اتنی واضح اور روشن ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا، پھر بھی اگر انسان اس کی توحید پر ایمان نہ لائے تو پھر اس کی عقل پر ماتم کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟

[۶۷] اس آیت میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ اپنے تجارتی سفروں میں ایسی بستیاں دیکھ چکے ہیں جن کے باشندے کفار مکہ سے تعداد اور قوت میں زیادہ تھے، ان کے عظیم الشان محلات اور قلعوں کے تباہ شدہ آثار و نشانات آج بھی ان کی شان و شوکت کے گواہ ہیں لیکن جب ان کے کفر و شرک کی وجہ سے ان پر عذاب آیا تو ان کی تعداد، قوت، کمائی اور یادگاریں انہیں عذاب سے نہ بچا سکیں۔ اسی طرح اگر کفار مکہ بھی کفر و شرک سے باز نہ آئے تو ان کی برادری، سرداری اور ہٹ دھرمی انہیں عذاب سے نہ بچا سکے گی۔

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾

پاس تھا اور اس عذاب نے انہیں گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ [۶۸]

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾

۸۴۔ پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے: ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کر دیا جن کو ہم اللہ تعالی کا شریک قرار دیتے تھے۔

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ ع

۸۵۔ پس ان کے ایمان لانے نے ان کو کوئی فائدہ نہ پہنچایا جبکہ انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، یہ اللہ تعالی کا دستور ہے جو اس کے بندوں میں جاری چلا آ رہا ہے اور اس وقت کفار خسارے میں رہے۔ [۶۹]

[۶۸] انبیائے کرام علیہم السلام جب واضح نشانیاں لے کر پہلی قوموں کے پاس گئے اور انہیں توحید و رسالت کی دعوت دی تو وہ اپنے مادی علم و ہنر اور باطل نظریات پر اتراتے تھے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات کو حقیر سمجھ کر ان کا مذاق اڑاتے تھے لیکن جب ان کی اس باطل پرستی کے عذاب نے انہیں گھیر لیا تو انہیں احساس ہوا کہ واقعی وہ باطل پر تھے اور بلاوجہ حق کا مذاق اڑاتے تھے، لہذا مشرکین مکہ کو ان سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

[۶۹] مشرکین کو جب عذاب نظر آ جائے گا تو شرک کو چھوڑ کر توحید کا اقرار کرنے لگیں گے مگر اس وقت ایمان لانے کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور وہ خسارے میں رہیں گے کیونکہ اللہ تعالی کا ہمیشہ سے یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ عذاب دیکھ لینے کے بعد ایمان لانا مقبول نہیں ہوگا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز فجر بروز منگل ۳۰ مارچ ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالی کے فضل و کرم سے ۹ مارچ تا ۳۰ مارچ یعنی صرف ۲۱ دنوں میں سورہ مومن کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ حٰم السجدۃ (۴۱)

یہ سورت مکی ہے، اس کے دو نام ہیں، ایک نام "حم السجدۃ" ہے۔ حٰم اس سورت کی پہلی آیت ہے اور اس کے ساتھ السجدہ اس لئے ہے کیونکہ اس سورت کی آیت نمبر ۳۸ تلاوت کرنے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔ اس کا دوسرا نام فُصِّلَتۡ ہے جو کہ تیسری آیت سے ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول

یہ سورت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد نازل ہوئی، اس وقت مکہ میں مسلمانوں کی تعداد بڑھنا شروع ہوگئی تھی اور کفار مکہ اس صورت حال سے پریشان ہو رہے تھے۔

☆ اس سورت کی ابتدائی آیات کے متعلق مفسرین نے کئی قریب المعنیٰ روایات نقل کی ہیں۔ پانچویں آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر نے جو روایات نقل کی ہیں ان کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

ایک دفعہ قریش کے سردار مسجد حرام میں محفل جمائے بیٹھے تھے اور مسجد کے ایک دوسرے گوشے میں نبی کریم بھی تشریف فرما تھے۔ اس موقع پر عتبہ بن ربیعہ نے قریش سے کہا: اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر مذاکرات کروں اور کچھ پیشکش کروں، شاید وہ مان جائیں اور ہماری مخالفت چھوڑ دیں۔ قریش نے اس سے اتفاق کیا اور عتبہ کو اپنا نمائندہ بنا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ چنانچہ عتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور اپنی گفتگو کے درمیان کہا: اے میرے بھتیجے! ہمارے درمیان نسب اور خاندان کے اعتبار سے آپ کو ایک اہم مقام حاصل ہے مگر آپ نے اپنی قوم کے اندر انتشار پیدا کر دیا ہے اور ہم کو اور ہمارے باپ دادا کو کافر قرار دیا ہے۔ اس انتشار کو ختم کرنے کے لئے میں چند تجاویز لایا ہوں، ہوسکتا ہے آپ ان میں سے کسی کو قبول کرلیں اور انتشار ختم ہو جائے، وہ تجاویز یہ ہیں:

(۱) اس نئی دعوت سے اگر آپ کا مقصد مال حاصل کرنا ہے تو ہم آپ کے لئے اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ ہم سب سے زیادہ مالدار ہو جائیں گے۔

(۲) اور اگر آپ کسی عورت سے شادی کے خواہاں ہیں تو ہم آپ کی پسند کے مطابق قریش کی دس عورتیں آپ کے نکاح میں دینے کو تیار ہیں۔

(۳) اور اگر آپ پر جنات کا قبضہ ہے اور آپ ان کا اثر زائل نہیں کر سکتے تو ہم بہترین طبیب بلواتے ہیں اور اپنے خرچ پر آپ کا علاج کراتے ہیں۔

(۴) اور اگر آپ سرداری چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں اور آپ کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کریں گے۔

(۵) اور اگر آپ بادشاہی چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں بشرطیکہ آپ اس نئے دین سے دست بردار ہو جائیں۔

نبی کریم ﷺ اطمینان کے ساتھ عتبہ کی بات سنتے رہے۔ جب وہ خاموش ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عتبہ! اب میری بات سنو، پھر نبی کریم ﷺ نے اس سورت کی ابتدا سے تلاوت شروع کر دی۔ جب نبی کریم ﷺ اس سورت کی تیرہویں آیت پر پہنچے جس کا ترجمہ یہ ہے: {پھر بھی اگر وہ روگردانی کریں تو آپ فرما دیں: میں تمہیں ایسی کڑک (آسمانی آفت) سے ڈراتا ہوں جو عاد و ثمود کی کڑک کی مانند ہوگی۔} (قرآن: ۴۱: ۱۳) یہ سنتے ہی عتبہ گھبرا کر اٹھا اور نبی کریم ﷺ کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا: میں آپ کو رحم کا واسطہ دیتا ہوں کہ اب رک جائیں آگے نہ پڑھیں ورنہ ہم برباد ہو جائیں گے۔

پھر جب عتبہ واپس لوٹا تو قریش کے سرداروں نے آپس میں کہا: خدا کی قسم! یہ پہلے والا عتبہ نہیں ہے کیونکہ اس کا چہرہ بدلا ہوا ہے اور لگتا ہے اس پر محمد (ﷺ) کا جادو اثر کر گیا ہے۔ بہر حال جب عتبہ مجلس میں بیٹھ گیا تو اس سے پوچھا گیا: تم نے وہاں کیا سنا ہے؟ اس نے جواب دیا: خدا کی قسم! بے شک میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔ خدا کی قسم! نہ وہ شعر ہے، نہ وہ جادو ہے اور نہ وہ کہانت ہے، اور تم خوب جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) جب بات کرتا ہے تو جھوٹ نہیں بولتا (یعنی آپ کی زبان سے جو بات نکلتی ہے وہ پوری ہو کر رہتی ہے) میں ڈر گیا کہ کہیں تم پر عذاب نازل نہ ہو جائے۔

اے قریش کے سردارو! بخدا جو کلام میں نے سنا ہے وہ ایک دن اپنا اثر ضرور دکھائے گا، لہٰذا میری بات مانو اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ اگر عرب اس پر غالب آ گئے تو تم اپنے بھائی کے خون میں ہاتھ رنگنے سے بچ جاؤ گے، اور اگر وہ عرب پر غالب آ گیا تو اس کی بادشاہی تمہاری بادشاہی ہوگی اور اس کی عزت تمہاری عزت ہوگی اور اس کی وجہ سے تم سب لوگوں سے زیادہ خوش نصیب ہو گے۔ اس پر قریش نے کہا: اے عتبہ! آخر تم پر بھی اس کا جادو چل ہی گیا ہے۔ عتبہ نے کہا: بہر حال میری جو رائے تھی وہ میں نے بتا دی ہے، اب تمہارا جو جی چاہے کرو۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ حٰم السجدۃ: زیر آیت نمبر ۵)

مضامین

☆ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورۃ میں بھی اسلام کے بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت، قرآن اور آخرت پر ایمان کی دعوت دی گئی ہے اور مشرکین مکہ کو متنبہ کیا گیا ہے کہ تم سے پہلے عاد و ثمود اور دیگر جن قوموں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کی انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا حالانکہ وہ قومیں تم سے زیادہ طاقتور تھیں۔ اب اگر تم بھی اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو تمہیں بھی اسی قسم کے عذاب سے دوچار کیا جا سکتا ہے۔

☆ میدان حشر میں کفار کی آنکھیں، کھالیں اور کان جب ان کے خلاف گواہی دیں گے تو کفار اپنے اعضاء کو کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ تو وہ جواب دیں گے: ہمیں اللہ تعالیٰ نے بولنے کی طاقت عطا فرمائی اور اسی کے حکم سے ہم نے گواہی دی، لہٰذا ہمیں کوئی روک نہیں سکتا۔

☆ قرآن کی تعلیمات سے متاثر ہو کر لوگ اسلام کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ یہ چیز کفار کے لئے پریشانی کا باعث تھی اس

لئے وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے: جب بھی مسلمان قرآن پڑھیں تم شور مچایا کرو، نہ خود سنو اور نہ کسی کو سننے دو تاکہ نہ کوئی اس کو سنے اور نہ ہی اس سے متأثر ہو کر اسلام قبول کرے۔

☆ اللہ تعالیٰ اہل استقامت کو جن انعامات سے نوازتا ہے اس سورت میں ان کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز ظہر بروز منگل ۳۰ مارچ ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

ایاتھا ۵۴ ۴۱ سورۃ حٰمٓ السجدۃ مکیۃ ۶۱ رکوعاتھا ۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۝۱

۱۔ حا میم۔[۱]

تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝۲

۲۔ (یہ قرآن) رحمٰن ورحیم کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ۝۳

۳۔ یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں تفصیل سے بیان کردی گئی ہیں، یہ قرآن عربی زبان میں ہے ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔[۲]

بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا ۚ فَاَعۡرَضَ اَکۡثَرُہُمۡ فَہُمۡ لَا یَسۡمَعُوۡنَ ۝۴

۴۔ (یہ قرآن) خوش خبری سنانے والا اور ڈرسنانے والا ہے، پھر بھی ان میں سے اکثر نے روگردانی کی، سو وہ سنتے ہی نہیں ہیں۔[۳]

---

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں اور یہ اللہ تعالی اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ کریں۔

[۲] یہ اللہ تعالی کی بڑی مہربانی ہے کہ اس نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے قرآن مجید نازل فرمایا۔اس کی آیات میں حق و باطل اور خیر وشر کو اس قدر تفصیل اور وضاحت سے بیان کردیا گیا ہے کہ اس میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں ہے۔ نیز قرآن مجید عربی زبان میں ہے جو کہ اس کے مخاطبین اولین کی مادری زبان ہے۔اللہ تعالی کی سنت ہی یہی ہے کہ وہ ہر نبی کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجتا ہے تاکہ وہ ان کے لئے کھول کر بیان کرے۔ (قرآن: ۱۴: ۴) لیکن پھر بھی اس سے فائدہ وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں جن کے پاس علم و سمجھ کی دولت ہو کیونکہ نادان اور ناسمجھ لوگ کسی نعمت کی قدر نہیں کر سکتے۔

[۳] جو لوگ قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں یہ قرآن ان کو جنت کی خوش خبری سناتا ہے اور جو لوگ اس کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں یہ قرآن ان کو جہنم کے عذاب سے ڈراتا ہے لیکن پھر بھی اکثر لوگ قرآن مجید کو غور سے نہیں سنتے اور اس سے روگردانی کی وجہ سے گمراہی میں بھٹکتے رہتے ہیں۔

وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا فِیۡۤ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَیۡہِ وَ فِیۡۤ اٰذَانِنَا وَقۡرٌ وَّ مِنۡۢ بَیۡنِنَا وَ بَیۡنِکَ حِجَابٌ فَاعۡمَلۡ اِنَّنَا عٰمِلُوۡنَ ﴿۵﴾

۵۔ اور انہوں نے کہا: جس دین کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں اس سے ہمارے دل پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ ہے، سو آپ اپنا کام کئے جائیں ہم اپنا کام کرنے والے ہیں۔ [۴]

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـہُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَاسۡتَقِیۡمُوۡۤا اِلَیۡہِ وَاسۡتَغۡفِرُوۡہُ ؕ وَ وَیۡلٌ لِّلۡمُشۡرِکِیۡنَ ۙ﴿۶﴾

۶۔ آپ فرما دیں: بے شک میں بھی (بظاہر) تمہاری ہی طرح بشر ہوں، البتہ میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ بے شک تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، [۵] پس تم اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس سے مغفرت طلب کرو، اور مشرکوں کے لئے ہلاکت ہے۔

---

[۴] نبی کریم ﷺ جب مشرکین کو قرآن مجید کی طرف بلاتے تو ان کا جواب یہ ہوتا: ہم نے اپنے باپ دادا کے دین کو اپنے دلوں میں محفوظ کر رکھا ہے اور ہم نے اپنے دلوں کے اردگرد اتنے پردے لپیٹ دیئے ہیں کہ آپ کی دعوت وہاں تک نہیں پہنچ سکتی اور ہم نے اپنے کانوں میں دانستہ ایسی گرانی پیدا کر رکھی ہے کہ وہ آپ کی دعوت کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے۔ دراصل ہمارے باپ دادا کا دین آپ کے اور ہمارے درمیان ایسا پردہ ہے جس کو چاک نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا آپ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں اور ہم تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔

[۵] مشرکین مکہ نے جب نبی کریم ﷺ کی دعوت پر اپنی آنکھوں کے سامنے تعصب کے پردے لٹکا دیئے اور تکبر کی وجہ سے آپ کی بات سننے سے بھی انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تواضع کی تلقین فرمائی، جیسا کہ حضرت حسن بصری نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قول سے تواضع کی تعلیم دی ہے۔ (تفسیر قرطبی) یعنی آپ انہیں کہیں: میں کوئی جن یا فرشتہ نہیں ہوں، میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں، البتہ فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے تاکہ میں تمہیں بتاؤں کہ تمہارا معبود صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے، تم اسی کی عبادت کرو اور اسی سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرو، اور یہ بھی کوئی ایسی دعوت نہیں ہے جو بشر کی عقل میں نہ آ سکے، لہٰذا تم دانستہ بہرے نہ بنو، میری بات سنو اور اس میں غور کرو۔

جب کوئی نبی بطور تواضع یا تقویٰ اپنے لئے کوئی لفظ استعمال کرے جو بظاہر ان کے عظیم مرتبہ سے فروتر ہو تو امت کو وہ لفظ استعمال کرنے میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا ایمان ہی ضائع ہو جائے۔ مثال کے طور پر بعض انبیاء نے خلاف اولیٰ کے ارتکاب پر اپنے لئے ظالم کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اب اگر کوئی امتی کسی نبی کو ظالم یا نبی آخر الزمان ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہے تو یہ نبی کی توہین ہے۔ بلاشبہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح ہمارے پیارے نبی بھی بشر اور

الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

۷۔ جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔[۶]

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ ع

۸۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔[۷]

انسان ہیں مگر ہمارے جیسے بشر نہیں ہیں بلکہ ان کی بشریت تمام انسانوں سے اتنی اعلیٰ ہے کہ کوئی عام بشر تو کیا دیگر انبیائے کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام ﷡ بھی ان کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر جب صحابہ کرام ﷡ نے بھی صوم وصال (یعنی روزے کے ساتھ روزہ ملانا اور درمیان میں کچھ نہ کھانا) شروع کئے تو صحابہ کرام ﷡ کو اس عمل نے مشقت میں ڈال دیا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے صوم وصال رکھنے سے منع فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا: آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَيُّكُمْ مِثْلِيْ ''تم میں مجھ جیسا کون ہے؟'' اور دوسری روایت میں فرمایا: اِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَ يَسْقِيْنِيْ، ''یقیناً میں تمہاری مثل نہیں ہوں، میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔'' (مسلم: ۲۵۶۶: کتاب الصیام: باب ۱۱، بخاری: ۱۹۲۲: کتاب الصوم: باب ۲۰) اس آیت کی مزید تفصیل کے لئے سورہ کہف (۱۸) کی آیت نمبر ۱۱۰ کا حاشیہ نمبر ۸۴ ملاحظہ کریں۔

[۶] مشرکین کے لئے قیامت کے دن ہلاکت ہوگی کیونکہ نہ صرف یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں بلکہ قیامت کے بھی منکر ہیں اور زکوٰۃ بھی ادا نہیں کرتے یعنی نہ تو صدقہ وخیرات کر کے اپنے مال کو پاک رکھتے ہیں اور نہ ہی توحید کا اقرار کر کے اپنے نفسوں کو شرک سے پاک کرتے ہیں۔

[۷] اہل ایمان کے نیک اعمال کا اجر کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ آخرت میں جو انہیں اجر ملے گا وہ کبھی ختم نہیں ہوگا، اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ مؤمن صحت کے ایام میں جو نیک کام کرتا ہے اگر وہ بیماری یا مجبوری کی وجہ سے وہ نیک عمل جاری نہ رکھ سکے تو بھی اس کے اجر کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا۔ اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ کریں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جب کوئی بندہ اچھے طریقہ سے عبادت کر رہا ہو، پھر وہ بیمار ہو جائے تو جو فرشتہ اس پر مقرر کیا جاتا ہے اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ بندہ اپنی صحت کے ایام میں جو عمل کرتا تھا اس کے اس عمل کو بدستور لکھتے رہو یہاں تک کہ وہ دوبارہ صحت مند ہو جائے۔ (مسند احمد: جلد ۲: ص ۲۰۳)

۲۔ حضرت انس ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی مسلمان بندے کو کسی مرض میں مبتلا فرماتا ہے تو فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ اس کے اس نیک عمل کو لکھتے رہو جو یہ کیا کرتا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ اس بندے کو اس مرض سے شفا دے دے تو اس کو گناہوں سے دھو کر پاک کر دیتا ہے اور اگر اس کی روح قبض کر لے تو اس کو بخش دیتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۲۵۸)

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۹

۹۔ آپ فرمادیں: کیا تم اس (اللہ تعالیٰ) کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا فرمایا؟ اور تم اس کے لئے ہمسر ٹھہراتے ہو، حالانکہ وہی تمام جہانوں کا رب ہے۔[۸]

وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝۱۰

۱۰۔ اور اس نے زمین کے اوپر بھاری پہاڑ نصب کر دیئے اور زمین میں برکت رکھی اور اس میں (مخلوق کے لئے) غذائیں بھی چار دنوں میں مقرر کر دیں جو تمام طلبگاروں کے لئے یکساں ہیں۔[۹]

۳۔ حضرت ابو موسیٰ ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو کئی بار یہ کہتے ہوئے سنا: جب بندہ کوئی نیک عمل کرتا ہے پھر سفر یا مرض کی وجہ سے اس کو جاری نہ رکھ سکے تو اس کے نامہ اعمال میں وہ نیک اعمال لکھے جاتے رہیں گے جو وہ صحت اور اقامت کے ایام میں کیا کرتا تھا۔ (ابو داؤد: ۳۰۹۱: کتاب الجنائز: باب ۲)

۴۔ حضرت عقبہ بن عامر ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: انسان کا ہر روز کا عمل لکھا جاتا ہے لیکن جب مؤمن بیمار ہو جائے تو فرشتے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! فلاں بندے کو تو نے (بیماری کے باعث) عمل سے روک لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا بندہ جو نیک عمل کرتا تھا اس کے صحت مند یا فوت ہونے تک اس کے نامہ اعمال میں لکھتے رہو۔ (مسند احمد: جلد ۴: ص ۱۴۶)

۵۔ حضرت عتبہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیماری پر مؤمن کی بے قراری بڑی تعجب خیز ہے۔ اگر اس کو معلوم ہو جائے کہ اس کی بیماری میں کتنا اجر ہے تو وہ یہ پسند کرے گا کہ وہ ساری زندگی بیمار ہی رہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور ہنسنے لگے۔ آپ سے پوچھا گیا: آپ کس وجہ سے آسمان کی طرف سر اٹھا کر ہنسے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے دو فرشتوں کو دیکھ کر تعجب ہوا۔ وہ ایک جائے نماز پر اس کے نمازی کو تلاش کر رہے تھے۔ اس جگہ وہ نمازی نہیں ملا تو وہ واپس چلے گئے، پھر ان دو فرشتوں نے عرض کیا: اے ہمارے رب! ہم تیرے فلاں بندے کا نیک عمل دن رات لکھتے تھے، اب ہم کو معلوم ہوا ہے تو نے اس کو روک رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم میرے بندے کے اس عمل کو لکھتے رہو جو وہ دن رات کیا کرتا تھا اور اس میں کوئی کمی نہ کرو اور جتنے ایام میں نے اس کو روک لیا ہے ان کا اجر میرے ذمہ ہے اور جو عمل وہ کیا کرتا تھا اس کا اجر اس کو ملتا رہے گا۔ (مجمع الزوائد: جلد ۲: ص ۳۰۴)

[۸] یہاں مشرکین مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے: کیا تم اس اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہو اور اس کے ہمسر ٹھہراتے ہو جس نے اس وسیع و عریض زمین کو صرف دو دنوں میں پیدا فرمادیا؟ اگر وہ زمین کو پیدا نہ فرماتا تو نہ تم ہوتے اور نہ ہی تمہارے معبود، لہٰذا عقل سے کام لو اور اپنے خالق حقیقی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرو، وہی تمام جہانوں کا رب ہے۔

[۹] اللہ تعالیٰ نے ہی زمین پر بھاری پتھر نصب کئے تاکہ وہ اپنے مدار سے ادھر ادھر نہ ہو، اور اس میں بے شمار برکتیں رکھیں۔ یعنی

ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآىٕعِیْنَ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ اس وقت دھواں تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اور زمین کو فرمایا: تم دونوں خوشی سے یا ناخوشی سے (وجود میں) آجاؤ، ان دونوں نے عرض کیا: ہم خوشی سے حاضر ہیں۔[۱۰]

فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ اَوْحٰى فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ ۖۗ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ پھر اس نے دو دنوں میں ان کو سات آسمان بنادیا اور ہر آسمان کو اس کا نظام بتادیا، اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے مزین کر دیا، اور اس کو محفوظ بھی کر دیا، یہ نظام اس کا مقرر کردہ ہے جو سب پر غالب سب کچھ جاننے والا ہے۔[۱۱]

تمہارے فائدے کے لئے زمین میں تیل، گیس، پانی، سونا، چاندی اور دیگر طرح طرح کی معدنیات کے نہ ختم ہونے والے ذخیرے ودیعت کر دیئے، پھر زمین کے اندر ایسی صلاحیت رکھ دی کہ ہر قسم کی مخلوق اپنی ضرورت کے مطابق اپنی غذا حاصل کر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے دو دنوں میں زمین کو پیدا فرمایا اور باقی دو دنوں میں اہل زمین کے لئے غذاؤں کا نظام ترتیب دیا۔ اس طرح زمین اور اس کے متعلقہ دوسری چیزوں کا انتظام چار دنوں میں مکمل ہوا۔

[۱۰] پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی جو کہ ایک دھواں سا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو حکم دیا کہ تمہاری مرضی ہو یا نہ ہو بہر حال تم وجود میں آجاؤ۔ اس پر زمین و آسمان نے عرض کیا: ہم خوشی سے حاضر ہیں اور ہر حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہیں۔ مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں: آسمان کا مادہ پانی کے بخارات ہیں جو دھواں کی شکل میں تھے اور زمین کا مادہ پانی کی جھاگ ہے جو کعبہ کی جگہ پر تھی۔ (تفسیر نور العرفان)

[۱۱] پھر اللہ تعالیٰ نے دو دنوں میں سات آسمانوں کو بنادیا اور ہر آسمان کو ایک نظام کا پابند کر دیا، آسمانِ دنیا کو ستاروں سے مزین کر دیا اور اس کو ستونوں کے بغیر ایسا مضبوط کر دیا کہ وہ گر نہ سکے اور فرشتوں کے پہرے لگا کر ایسا محفوظ کر دیا کہ کوئی وہاں مداخلت نہ کر سکے۔ آسمان و زمین دونوں کی تخلیق چھ دنوں میں مکمل ہوئی۔

☆ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور صرف لفظ کن سے ایک لمحہ میں ساری کائنات پیدا کر سکتا ہے۔ پھر اس نے زمین و آسمان کو پیدا کرنے میں چھ دن کیوں صرف کئے؟ حالانکہ اس وقت تک سورج پیدا ہی نہیں ہوا تھا جس کے طلوع و غروب سے دن کا تعین ہوتا ہے۔ دراصل ان ساری باتوں کی حکمت اور حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا لیکن اگر کسی کام کی حکمت ہماری سمجھ میں نہ آئے تو بھی بغیر کسی تردد کے اس پر ایمان لانا ہمارے لئے فرض ہے۔

☆ سورہ نازعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کے بعد زمین کو پیدا فرمایا۔ (قرآن: ۷۹: ۳۰) اور ان

فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَقُلۡ اَنۡذَرۡتُكُمۡ صٰعِقَةً مِّثۡلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوۡدَ ؕ﴿۱۳﴾

۱۳۔ پھر بھی اگر وہ روگردانی کریں تو آپ فرمادیں: میں تمہیں ایسی کڑک (آسمانی آفت) سے ڈراتا ہوں جو عاد وثمود کی کڑک کی مانند ہوگی۔[۱۲]

اِذۡ جَآءَتۡهُمُ الرُّسُلُ مِنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمِنۡ خَلۡفِهِمۡ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوۡا لَوۡ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنۡزَلَ مَلٰۤئِكَةً فَاِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ جب ان کے پاس ان کے آگے اور پیچھے (یعنی ان سے پہلے اور ان کے بعد) رسول آئے (اور کہا) کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو تو وہ کہنے لگے: اگر ہمارا رب (ہمیں ہدایت دینا) چاہتا تو فرشتوں کو نازل فرمادیتا، لہٰذا جو کچھ تمہیں دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس کے منکر ہیں۔[۱۳]

آیات سے معلوم ہوا کہ آسمان سے پہلے زمین کو بنایا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نفس زمین اور اس کے مادے کو آسمان سے پہلے بنایا، البتہ زمین کو پھیلانا، ہموار کرنا، اس پر پہاڑ نصب کرنا اور اس میں غذاؤں کا انتظام کرنا وغیرہ تخلیق آسمان کے بعد ہوا۔

[۱۲] میرے پیارے نبی! تخلیق زمین وآسمان کی واضح نشانیوں کے باوجود اگر کفار مکہ توحید پر ایمان نہیں لاتے تو آپ انہیں متنبہ کردیں کہ اگر وہ اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو ان پر بھی عاد وثمود کی طرح کوئی عذاب آسکتا ہے۔

اس سورت کی پہلی تیرہ آیات کے حوالہ سے ایک تفصیلی روایت اس سورت کے تعارف میں درج کی گئی ہے اس کو بھی ملاحظہ فرمالیں۔

[۱۳] قوم عاد وثمود کے پاس یا ان کے اردگرد علاقوں میں یکے بعد دیگرے جتنے بھی رسول آئے ان سب نے توحید ہی کی دعوت دی اور مختلف دلائل کے ذریعہ ہر پہلو سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔ نیز انہیں بتایا کہ ہم سے پہلے جتنے رسول آچکے ہیں وہ بھی توحید کی دعوت لے کر آئے تھے اور ہمارے بعد جتنے رسول آئیں گے ان کی دعوت بھی یہی ہوگی کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ کفار جب رسولوں کے دلائل کا جواب نہ دے سکتے تو یہ بہانہ تراشتے کہ رسول صرف فرشتے ہوسکتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دینا چاہتا تو ہماری طرف فرشتوں کو رسول بنا کر بھیج دیتا لیکن تم تو ہماری طرح انسان ہو، لہٰذا ہم تمہیں ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

فرشتوں کو نبی کیوں نہیں بنایا گیا؟

اگر اللہ تعالیٰ کسی فرشتے کو نبی بنا کر بھیجتا تو اس کی دو صورتیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ فرشتہ اپنی اصلی شکل میں آتا تو اس صورت میں فرشتہ کی ہیبت وجلال کی وجہ سے لوگ استفادہ نہ کرسکتے بلکہ دیکھتے ہی فنا ہوجاتے اور دوسری صورت یہ تھی کہ

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ پس جو قوم عاد تھی انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہنے لگے: ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ طاقتور ہے، پھر بھی وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے۔ [۱۴]

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى

۱۶۔ سو ہم نے ان پر منحوس دنوں میں سخت آندھی بھیجی تاکہ ہم انہیں دنیاوی زندگی میں ذلت آمیز عذاب کا مزہ چکھائیں، اور آخرت کا عذاب تو سب سے زیادہ ذلت

فرشتہ مرد کی شکل میں آتا جیسے جبریل امین علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس انسانی شکل میں آتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں انسانی شکل میں دیکھا تو اس صورت میں کفار پھر وہی اعتراض کرتے کہ یہ تو ہماری طرح انسان ہے کسی فرشتہ کو نبی کیوں نہیں بنایا گیا؟

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: { آپ فرما دیجئے: اگر زمین میں (انسانوں کے بجائے) فرشتے چلتے اور بستے ہوتے تو ہم ان پر آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے۔ } (قرآن: ۱۷: ۹۵) یعنی اگر زمین پر فرشتے آباد ہوتے تو اللہ تعالیٰ ضرور کسی فرشتے کو نبی بنا کر بھیجتا مگر یہاں تو انسان آباد ہیں اور انسانوں کی ہدایت کے لئے انسان ہی ضروری ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے اقوال اور افعال سے ایسا نمونہ پیش کرے جو دوسروں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہو۔

[۱۴] قوم عاد کے لوگ بڑے دراز قد اور طاقتور تھے، اس لئے وہ اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتے تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں فرمایا: اگر تم زمین میں فساد پھیلانے اور سرکشی کرنے سے باز نہ آئے تو تمہارے اوپر عذاب آئے گا۔ اس پر وہ غضبناک ہو کر کہنے لگے: ہم سب سے زیادہ طاقتور ہیں، لہٰذا ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور جس عذاب کی تم ہمیں دھمکی دے رہے ہو اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو وہ عذاب ابھی لا کر دکھاؤ۔

حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ عقل کے ناخن لو۔ جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں طاقتور بنایا ہے وہ خود تم سے زیادہ طاقتور ہے، لیکن جب وہ سرکشی سے باز نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا مسلسل انکار کرتے رہے تو بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت آندھی بھیجی جو آٹھ دن جاری رہی۔ اس نے ان کی ہر چیز تباہ و برباد کر دی اور اس طاقتور قوم کے لاشے کھجور کے کٹے ہوئے تنوں کی طرح زمین پر بکھرے پڑے تھے۔ یہ ذلت تو انہیں دنیاوی زندگی میں اٹھانی پڑی اور آخرت کا عذاب تو اور زیادہ ذلت آمیز ہو گا اور وہاں ان کی مدد بھی نہیں کی جائے گی۔

وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١٦﴾

آمیز ہوگا اور ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ [۱۵]

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٧﴾

۱۷۔ اور جو قوم ثمود تھی ہم نے انہیں سیدھی راہ دکھائی لیکن انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں اندھا رہنا پسند کیا تو ان کے کرتوتوں کے باعث ذلت آمیز عذاب کی کڑک نے انہیں پکڑ لیا۔ [۱۶]

وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿١٨﴾

۱۸۔ اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿١٩﴾

۱۹۔ اور جس دن اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو آگ کی طرف لایا جائے گا تو ان کو جمع کیا جائے گا۔

حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٠﴾

۲۰۔ یہاں تک کہ جب وہ آتش (جہنم) کے قریب آجائیں گے تو (ان کا حساب شروع ہوگا اور) ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے خلاف ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ [۱۷]

[۱۵] کوئی دن یا رات اپنی ذات میں منحوس نہیں ہے۔ اس آیت میں منحوس دنوں سے مراد یہ ہے کہ ان دنوں میں چونکہ قوم عاد پر عذاب نازل ہوا تھا اس بنا پر وہ دن ان کے حق میں منحوس تھے، اور عذاب کی وجہ دن نہیں تھے بلکہ ان کی سرکشی اور نافرمانی تھی۔ اگر وہ دن بذات خود منحوس ہوتے تو ان دنوں میں قوم عاد کے علاوہ دوسری قوموں پر بھی عذاب نازل ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔

[۱۶] اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کو سیدھی راہ دکھائی اور حق و باطل کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا مگر انہوں نے ہدایت کی روشنی کو چھوڑ کر گمراہی کی تاریکی میں رہنا پسند کیا جس کی وجہ سے ان پر کڑک کا ذلت آمیز عذاب آیا اور انہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیا، البتہ جو لوگ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لے آئے اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ اس عذاب سے بچا لیا۔

[۱۷] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو آگ کی طرف لایا جائے گا۔ جب وہ آتش جہنم کے قریب آجائیں گے تو ان سب کو

وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ وہ کہیں گے: ہم کو اس اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو گویا کیا ہے اور اسی نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ [۱۸]

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور تم اپنے آپ کو چھپا نہیں سکتے تھے اس سے کہ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں بلکہ تم یہ گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے کام جو تم کرتے ہو جانتا ہی نہیں ہے۔ [۱۹]

روک کر ایک جگہ جمع کر دیا جائے گا جہاں ان کا حساب ہوگا اور جب وہ جھوٹ بولنے کی کوشش کریں گے تو ان کے کان، ان کی آنکھیں اور کھالیں ان کے کرتوتوں کے خلاف گواہی دیں گے۔

[۱۸] اللہ تعالیٰ کے دشمن اپنے کانوں، آنکھوں اور کھالوں سے کہیں گے: ہم نے دنیا میں تمہیں عبادت کی مشقت سے بچانے اور عیاشی کرنے کے لئے شرک اختیار کیا تھا اور آج بھی تمہیں جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے جھوٹ بول رہے تھے، پھر تمہیں سچ بتانے کی کیا ضرورت تھی؟ اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ تم دنیا میں کبھی نہیں بولے تھے آج تمہیں بولنے کی طاقت کہاں سے مل گئی ہے؟ اس وقت ان کے اعضاء جواب دیں گے: جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت دی اسی طرح اس نے آج ہمیں بھی قوت گویائی عطا کر کے سچ بولنے کی ہدایت کی ہے اور جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کر کے بولنے کی طاقت دی تھی اسی نے آج تمہیں دوبارہ زندہ کر کے تمہارے ساتھ ہمیں بھی قوت گویائی عطا کر دی ہے۔ وہ قادر مطلق ہے جو چاہے اور جب چاہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

[۱۹] یعنی جب تم برائی کرتے ہو تو لوگوں سے چھپتے ہو تاکہ رسوائی نہ ہو اور تم یہ غلط گمان بھی رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے کاموں کو نہیں جانتا اس لئے وہ تمہیں سزا نہیں دے گا، مگر تم یہ بھول جاتے ہو کہ تمہارے جسم کے اعضاء یعنی تمہارے کان، آنکھیں اور کھالیں ہر وقت تمہیں دیکھ رہے ہیں اور جب وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمہارے خلاف گواہی دیں گے اور تمہاری برائیوں کو ظاہر کر دیں گے تو پھر تمہارا کیا حشر ہوگا؟ لہٰذا اہل ایمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے اعضاء ان کے عینی گواہ ہیں جو ہر وقت ان کے ساتھ ہیں بلکہ زمین کے ٹکڑے اور دن رات کے اوقات بھی تمہارے شاہد ہیں جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور تمہارے اعمال کی گواہی دیں گے۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر آنے والا دن یہ ندا دیتا ہے: اے ابن آدم! میں نیا دن ہوں، آج جو عمل تو میرے اندر کرے گا میں کل قیامت میں اس کی گواہی دوں گا۔ آج میرے اندر کوئی نیک کام کر و کل میں تیرے لئے اس کی گواہی دوں گا۔ اور جب میں چلا گیا تو پھر تو مجھے کبھی نہیں دیکھے گا اور اسی طرح ہر رات بھی انسان کو یہ ندا دیتی ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ حٰم السجدة (۴۱): زیر آیت نمبر ۲۲)

روزانہ اپنے اعمال کا محاسبہ کیا کرو

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے: (حاسبوا قبل ان تحاسبوا) اپنے آپ کا (اس دنیا میں) محاسبہ کر و اس سے پہلے کہ (کل روزِ قیامت) تمہارا محاسبہ کیا جائے۔ (حلیۃ الاولیاء: جلد اول: ص ۸۸)

دنیا کا ہر انسان اپنے ہر کام کا حساب کرتا ہے، مثلاً ہر انسان اپنی آمد و خرچ کا حساب کرتا ہے۔ اپنے نفع و نقصان کی بیلنس شیٹ تیار کرتا ہے، بلکہ آڈٹ کرا کے اپنی سیف میں محفوظ کر لیتا ہے اور پھر اس کی روشنی میں اپنے ٹارگٹ تک پہنچنے کے لئے ایکشن پلان تیار کرتا ہے۔ ایسا شخص بالآخر اپنے کاروبار میں کامیاب ہوتا ہے۔

مگر عجیب بات ہے کوئی انسان اپنی زندگی کا حساب نہیں کرتا حالانکہ زندگی نہ ہوتی تو نہ آمد و خرچ ہوتا اور نہ حساب ہوتا، لہٰذا جو انسان اپنی زندگی کا حساب نہیں کرتا، اپنی نیکی اور برائی کی بیلنس شیٹ تیار نہیں کرتا اور پھر اس کی روشنی میں اپنے مقصد زندگی کو پانے کے لئے ایکشن پلان تیار نہیں کرتا، ایسا شخص زندگی کے کاروبار میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔

برطانیہ میں جو آدمی بیس سال تک اپنی آمد و خرچ کا کوئی حساب نہ رکھے اور اپنے اکاؤنٹس کو آڈٹ نہ کرائے تو جب انکم ٹیکس والے اسے پکڑیں گے تو پھر اس کا ایسا دیوالیہ ہوگا کہ اپنے ذاتی مکان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

برٹش حکومت نے جس شخص کو برٹش نیشنلٹی دی ہے وہ اس کی آمد و خرچ کا حساب بھی لیتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جس کو انسانی زندگی عطا فرمائی ہے وہ اس کی نیکی اور بدی کا حساب بھی لے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا: {ان اللہ کان علی کل شیء حسیبا} (قرآن: ۴:۸۶) بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا حساب لینے والا ہے پھر بھی اس نے ہر انسان کے کندھوں پر دو اکاؤنٹنٹ بٹھا رکھے ہیں جو انسان کی ہر حرکت کو نوٹ کر رہے ہیں، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں، ایک اس کی دائیں طرف جو اس کی نیکیاں لکھتا ہے اور دوسرا اس کی بائیں طرف جو اس کی برائیاں لکھتا ہے۔ (سورہ انعام (۶): تفسیر کبیر: زیر آیت نمبر ۶۱)

نیکیوں اور برائیوں کا اندازہ کرنے کے لئے میں ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ جس شخص کی عمر تیس سال ہے اس کے بچپن کے تیرہ سال نکال دیئے جائیں تو اس کی بقیہ عمر سترہ سال ہے جس کے متعلق وہ جوابدہ ہے اور ان سترہ سالوں کو ۳۶۵ دنوں سے ضرب دیں تو یہ ۶۲۰۵ دن بنتے ہیں۔ اب اگر کسی شخص نے روزانہ ایک جھوٹ بولا ہے تو اس کے اعمال نامہ میں ۶۲۰۵ گناہ موجود ہیں، اور اگر روزانہ ایک نماز نہیں پڑھی تو اس کے اعمال نامہ میں ۶۲۰۵ گناہ موجود ہیں اور اگر بدقسمتی

سے کسی نے روزانہ پانچ نمازیں ہی نہیں پڑھیں تو اس کے نامہ اعمال میں ۳۱۰۲۵ گناہ موجود ہیں۔ اس کے برعکس جس نے روزانہ پانچ نمازیں پڑھی ہیں اس کے اعمال نامہ میں ۳۱۰۲۵ نیکیاں موجود ہیں۔ اسی طرح جس شخص کی عمر ساٹھ سال ہے تو وہ بچپن کے تیرہ سال نکال کے بقایا ۴۷ سالوں کو ۳۶۵ سے ضرب دے کر اپنی نیکیوں اور برائیوں کا اندازہ لگا سکتا ہے۔

بعض نادان یہ سمجھتے ہیں کہ چوری کرنا اور جھوٹ بولنا وغیرہ گناہ ہیں لیکن نماز نہ پڑھنا اور زکوٰۃ نہ دینا وغیرہ گناہ نہیں ہیں۔ ان کے لئے میں ایک واقعہ پیش کرتا ہوں:

زمانہ طالب علمی کا واقعہ ہے کہ ایک باتونی آدمی نے مجھ سے پوچھا: نیک لوگ جنت میں جائیں گے اور برے لوگ جہنم میں جائیں گے لیکن ایک شخص نہ نیکی کرتا ہے اور نہ برائی کرتا ہے تو وہ کہاں جائے گا؟ میں نے اس سے کہا: ایسے آدمی کا وجود ممکن نہیں ہے۔ اس نے کہا: میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ میں نے نہ کبھی نیکی کی ہے اور نہ ہی کبھی گناہ کیا ہے۔ میں نے اسے کہا: ایسا تو ممکن ہے کہ ایک آدمی کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہو جائیں مگر ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی آدمی نے نہ کبھی نیکی کی ہو اور نہ کبھی برائی کی ہو، پھر بھی اگر تمہیں اپنے دعویٰ پر اصرار ہے تو ذرا مجھے بتاؤ: کیا تم نماز پڑھتے ہو یا نہیں؟ اگر تم نماز پڑھتے ہو تو نیکی کرتے ہو اور اگر نماز نہیں پڑھتے تو گناہ کرتے ہو، تو بتاؤ کیا کرتے ہو؟ یہ سن کر وہ لاجواب ہو گیا۔

جو دن گزر گیا ہے اس زندگی میں وہ دوبارہ نہیں آئے گا، البتہ قیامت کے دن ضرور آئے گا اور اس دن میں جو بھی نیکی یا برائی کسی نے کی ہو گی وہ اس کی گواہی دے گا، لہٰذا جس طرح ایک تاجر رات کو سوتے وقت پورے دن کا حساب کرتا ہے اور اپنی خرید و فرخت کا جائزہ لیتا ہے، اسی طرح ہر مسلمان سے میری درخواست ہے کہ روزانہ رات کو سوتے وقت ایک نظر اپنے دن پر ڈالے اور حساب کرے کہ اس نے آج دن میں کتنی نیکیاں اور کتنی برائیاں کی ہیں؟

اگر تو سارے دن میں کوئی گناہ نہیں کیا تو میری طرف سے مبارک ہو یہ دن واقعی اس کے لئے عید کا دن ہے --- اور اگر اس دن میں گناہ بھی کئے ہیں تو سب سے بہتر تو یہ ہے کہ فوراً سب گناہوں سے توبہ کر لے۔ اور اگر سب گناہوں سے یکدم توبہ نہیں کر سکتا تو روزانہ ایک ایک گناہ چھوڑنے کا عزم کر لے۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے گا --- اور خدانخواستہ اگر سارے دن میں اس کی ایک بھی نیکی نہیں ہے تو میری ہنگامی اپیل ہے کہ فوراً بستر سے اٹھ کھڑا ہو، وضو کرے اور نماز عشاء پڑھ کر سوئے۔ ہو سکتا ہے یہ اس کی زندگی کی آخری رات ہو اور اس طرح اس کی زندگی کا آخری کام نماز عشاء بن جائے تو عین ممکن ہے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی زندگی کی ساری قضا نمازیں معاف کر دے۔

سونے والے رب کو سجدہ کر کے سو ۔۔۔ کیا خبر اٹھے، نہ اٹھے صبح کو
کیا خبر صبح ہو گی یا نہیں ۔۔۔ اور پہنچ جائے گا تو زیر زمیں

وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝۲۳

۲۳۔ اور تمہارے اسی گمان نے جو تم نے اپنے رب کے بارے میں قائم کر رکھا تھا تمہیں ہلاک کر دیا، پس تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔[۲۰]

[۲۰] اللہ تعالیٰ کے بارے میں منکرین کا گمان یہ تھا کہ وہ ان کے اکثر اعمال کو نہیں جانتا۔ ان کے اس باطل گمان اور فاسد عقیدہ نے ہی انہیں ہلاک کیا اور اسی وجہ سے انہوں نے نقصان اٹھایا اور جہنم رسید کیے گئے۔

جو انسان اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ وہ انسان کے سارے اعمال کو دیکھ رہا ہے تو وہ انسان برائی کرنے سے ڈرتا ہے کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی یہ برائی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور وہ اس کے بارے میں باز پرس کرے گا، لیکن جو انسان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی برائیوں کا علم نہیں ہے اور اس سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی تو وہ برائیوں پر دلیر ہو کر سرکش بن جاتا ہے اور اسی سرکشی کے باعث بالآخر اسے جہنم رسید کر دیا جاتا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کے بارے میں حسن ظن رکھنا انسان کو نیکی اور نجات کی طرف لے جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی کرنا انسان کو گمراہی اور تباہی میں دھکیل دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھو

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنا اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حصہ ہے۔

(مستدرک للحاکم: ۷۶۰۴: جلد ۴: ص ۲۶۹)

☆ حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی وفات سے تین دن پہلے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے کسی شخص پر ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔

(مسلم: ۷۲۳۱: کتاب الجنۃ: باب ۱۹)

☆ حضرت یزید بن اسود ؓ بیمار تھے، حضرت واثلہ بن اسقع ؓ ان کی عیادت کے لئے گئے اور پوچھا: تمہارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا گمان ہے؟ اس نے کہا: میرا اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان ہے۔ حضرت واثلہ ؓ نے کہا: پھر تمہیں بشارت ہو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں، اگر وہ خیر کا گمان کرے تو خیر ہے اور اگر وہ شر کا گمان کرے تو شر ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۶۴۰: جلد ۲: ص ۱۳)

☆ ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت واثلہ بن اسقع ؓ نے حضرت یزید بن اسود ؓ سے پوچھا: تمہارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا گمان ہے؟ اس نے جواب دیا: جب میں اپنے گناہوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے اپنی ہلاکت قریب نظر آتی ہے لیکن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتا ہوں۔ اس پر حضرت واثلہ ؓ نے اللہ اکبر پڑھتے ہوئے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں وہ میرے متعلق جو چاہے گمان کرے۔

(شعب الایمان: امام بیہقی: ۱۰۰۶: جلد ۲: ص ۶)

فَاِنْ یَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًی لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ یَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِیْنَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اب (جہنم کے اندر) اگر وہ صبر کریں تب بھی ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور اگر وہ معافی طلب کریں تو بھی وہ ان میں سے نہیں ہوں گے جن کو معافی دی جائے۔[۲۱]

وَ قَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَیَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۲۵﴾ ع

۲۵۔ اور ہم نے (دنیا میں ان کی سرکشی کے باعث) ان کے لئے کچھ ایسے ساتھی مقرر کر دیئے تھے جنہوں نے ان کے سامنے اور پیچھے کے (یعنی اردگرد کے سارے بُرے) اعمال خوش نما کر دکھائے اور ان پر اللہ تعالیٰ کا فرمانِ (عذاب) ثابت ہو گیا ان قوموں کی طرح جو ان سے پہلے جنات اور انسانوں سے گزر چکی تھیں، بے شک وہ نقصان اٹھانے والے تھے۔[۲۲]

☆ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور پوچھا: اے عمر! تمہارا حال کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں اللہ تعالیٰ کی رحمت پر امید رکھتا ہوں اور اس کے غضب سے ڈرتا ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مؤمن کے دل میں امید اور خوف جمع ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کی امید پوری فرما دیتا ہے اور ڈر سے اسے محفوظ فرما دیتا ہے۔

(شعب الایمان: امام بیہقی: ۱۰۰۳: جلد ۲: ص ۵)

[۲۱] دنیا میں جب کوئی انسان مصیبت پر صبر کرتا ہے تو اس کی مصیبت ٹل جاتی ہے اور آخرت میں اجر عظیم بھی ملتا ہے اور جب کوئی انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے، مگر منکرین کو قیامت کے دن جب جہنم رسید کر دیا جائے گا تو وہ جہنم کے اندر صبر کریں یا شور مچائیں وہ ہمیشہ جہنم ہی میں رہیں گے اور اگر وہ جہنم کے اندر معافی مانگیں گے تو بھی انہیں معافی نہیں ملے گی کیونکہ صبر کرنے اور معافی مانگنے کا تعلق دار العمل سے تھا جہاں وہ یادالٰہی سے غافل ہو کر سرکشی میں سرگرم رہے۔ اب آخرت تو دار الجزا ہے، یہاں ہر کسی کو اپنے کرتوتوں کی سزا بھگتنا ہی پڑے گی۔

[۲۲] اس آیت میں ساتھیوں سے مراد وہ شیطان نما برے ساتھی ہیں جو ان کے لئے اردگرد کے اور ماضی و مستقبل کے تمام برے اعمال کو خوش نما بنا کر دکھاتے تھے تاکہ وہ گناہوں کی دلدل میں پھنسے رہیں۔ چنانچہ ان کی مسلسل نافرمانی کی وجہ سے گزشتہ قوموں کی طرح ان پر بھی عذاب نازل ہوا اور وہ بھی نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اور کافروں نے کہا: اس قرآن کو مت سنا کرو اور اس (کی تلاوت) کے درمیان شور وغل مچایا کرو تا کہ تم غالب آجاؤ۔ [۲۳]

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ پس ہم ان کافروں کو ضرور سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور ہم انہیں ان بدترین اعمال کی سزا ضرور دیں گے جو وہ کرتے تھے۔ [۲۴]

سورہ زخرف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو شخص (خدائے) رحمان کی یاد سے آنکھیں بند کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، پس وہ ہر وقت اس کا ساتھی رہتا ہے۔ (قرآن: ۴۳:۳۶) یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی توحید سے دانستہ روگردانی کرتا ہے تو اس کی سرکشی کے باعث اس کے ساتھ شیطان نما برے ساتھی لگ جاتے ہیں جو اس کو گمراہ کرنے میں سرگرم رہتے ہیں، لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھتا ہے اور اس کو یاد رکھتا ہے تو اس کی حسن نیت کے باعث اس کو اچھے ساتھی مل جاتے ہیں جو اس کو نیکیوں میں مشغول رکھتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ برا ساتھی اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے اور اچھا ساتھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ نیز جس طرح شیاطین انسان کے سامنے برائیوں کو خوش نما بنا کر دکھاتے ہیں اسی طرح انبیاء اور صالحین بھی انسان کو نیکیاں مزین کر کے دکھاتے ہیں۔ لہٰذا یہ انسان کا اپنا فائدہ اور فرض ہے کہ وہ اچھے اور برے ساتھی کی پہچان کرے اور بری سوسائٹی سے دور رہے۔

[۲۳] مشرکین مکہ کے پاس الفاظ قرآن کی فصاحت و بلاغت اور احکام قرآن کی صداقت و نجابت کا جواب نہیں تھا اور عقل سلیم رکھنے والے لوگ آہستہ آہستہ قرآن کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ یہ چیز مشرکین مکہ کے لئے پریشان کن تھی اس لئے وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے: جب مسلمان قرآن پڑھیں تو تم اتنا شور وغل مچایا کرو کہ تمہاری آوازیں قرآن کی تلاوت پر غالب آجائیں اور لوگ قرآن کا پیغام دلنواز نہ سن سکیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ابو جہل نے کفار کو کہا کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن کی تلاوت کریں تو تم ان کے سامنے جا کر شور وغل کرو تا کہ لوگوں کو پتہ ہی نہ چلے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کہہ رہے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

[۲۴] میرے پیارے نبی! یہ لوگ قرآن کی تلاوت اور اس کی تبلیغ میں خلل پیدا کرتے ہیں، یہ ان کا بدترین عمل ہے۔ اس سے زیادہ برا کام کونسا ہوگا کہ نصیحت کی بات نہ خود سنیں اور نہ کسی اور کو سننے دیں۔ دراصل یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن اور قرآن کی آیات کے منکر ہیں، اس لئے ہم انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ چنانچہ جو قرآن کا انکار کرنے سے باز نہ آئے انہیں میدان بدر میں سخت عذاب سے واسطہ پڑا اور جو باقی رہ گئے وہ فتح مکہ کے بعد مکہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور مکمل عذاب کا حقیقی مزہ اس وقت چکھیں گے جب انہیں ہمیشہ کے لئے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعۡدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمۡ فِيۡهَا دَارُ الۡخُلۡدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يَجۡحَدُوۡنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی سزا یہی آگ ہے، اس میں ان کے لئے ہمیشہ رہنے کا گھر ہے، یہ بدلہ ہے اس کا جو وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔

وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَيۡنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ نَجۡعَلۡهُمَا تَحۡتَ اَقۡدَامِنَا لِيَكُوۡنَا مِنَ الۡاَسۡفَلِيۡنَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اور کافر کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں وہ جن اور انسان دونوں دکھادے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، ہم ان دونوں کو اپنے قدموں کے نیچے روند ڈالیں تاکہ وہ سب سے زیادہ ذلیل لوگوں میں سے ہو جائیں۔[۲۵]

اِنَّ الَّذِيۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے، پھر (اس پر) قائم رہے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ تم نہ خوف کرو اور نہ غم کرو بلکہ تمہیں بشارت ہو اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔[۲۶]

[۲۵] کفار و مشرکین کو جب جہنم رسید کر دیا جائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے: ہم تو اپنی حماقت اور اندھی تقلید کی وجہ سے دوزخ میں پہنچ ہی گئے ہیں لیکن ہمیں ذرا وہ شیاطین اور کافر لیڈر بھی دکھادے جن کی ترغیب سے ہم اس عذاب کے مستحق قرار پائے ہیں تاکہ ہم انہیں شرمندہ کر کے دل کی بھڑاس نکال سکیں اور انہیں قدموں کے نیچے روند کر ذلیل وخوار کر سکیں۔ اگرچہ انہیں گمراہ کرنے والے شیاطین اور انسان بھی جہنم ہی کے کسی دوسرے حصے میں جل رہے ہوں گے مگر چونکہ اس وقت وہ انہیں نظر نہیں آرہے تھے اس لئے وہ انہیں دیکھنے کا سوال کریں گے۔ دیگر آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم میں ایسا وقت بھی ہوگا جس میں کافر رہنما اور ان کے پیروکاروں کی ملاقات ہوگی۔ اس وقت وہ آپس میں جھگڑیں گے اور ایک دوسرے سے بے زاری کا اعلان کریں گے۔

[۲۶] گزشتہ آیات میں کفار کے انجام بد کا ذکر کیا گیا۔ اب ان آیات میں ان اہل ایمان کے حسن انجام کا بیان کیا جارہا ہے جو اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے اور پھر ساری عمر اس عقیدہ پر قائم رہتے ہیں۔

استقامت سے مراد یہ ہے کہ مسلمان اپنے عقائد و اعمال کو افراط و تفریط سے بچائے اور مشکلات کے باوجود ان پر ہمیشہ عمل پیرا رہے۔ صوفیاء کے نزدیک استقامت کا درجہ کرامت سے بلند ہے۔

نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۞

۳۱۔ ہم دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی تمہارے دوست ہیں اور تمہارے لئے جنت میں ہر وہ چیز ہے جو تمہارا جی چاہے اور اس میں تمہارے لئے ہر وہ چیز ہے جو تم مانگو گے۔ [۲۷]

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۞ ع

۳۲۔ یہ بہت بخشنے والے ہمیشہ رحم کرنے والے کی طرف سے مہمانی ہے۔ [۲۸]

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی ﷜ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات بتائیں کہ آپ کے بعد پھر مجھے اس کے متعلق کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے --- آپ ﷺ نے فرمایا: تم کہو: میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا، پھر اس پر ثابت قدم رہو۔ (مسلم:۱۵۹: کتاب الایمان: باب ۱۳)

دکتور وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: اہل استقامت مؤمنین کے پاس فرشتے آئیں گے اور تین مقامات یعنی موت، قبر اور حشر میں انہیں نجات کی خوش خبری سنائیں گے اور ان کے دلوں سے دنیا کے غم واندوہ اور آخرت کے خوف وخطر کو دور کریں گے۔ (تفسیر منیر) اور انہیں تسلی دیں گے کہ جس جنت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اس کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہیں اور وہ تمہارا انتظار کر رہی ہے۔

[۲۷] ثابت بنانی بیان کرتے ہیں کہ ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ مؤمن بندے کو جب قبر سے اٹھایا جائے گا تو وہ فرشتے جو دنیا میں اس کے ساتھ رہتے تھے اس سے ملیں گے اور کہیں گے کہ تم کچھ خوف وغم نہ کرو۔ (تفسیر مظہری) ہم دنیا میں بھی تمہارے دوست تھے، اچھی باتیں تمہارے دلوں میں ڈالتے تھے اور شیطانوں سے تمہاری حفاظت کرتے تھے اور اب آخرت میں بھی ہم تمہارے دوست ہیں اور تمہیں خوش خبری ہو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو جنت تیار کر رکھی ہے اس میں جو چیز بھی تم مانگو گے حاضر کر دی جائے گی حتیٰ کہ اگر کسی چیز کا تمہارے دل میں خیال پیدا ہوگا تو تمہیں مانگنے کی نوبت نہیں آئے گی اور وہ چیز پیش کر دی جائے گی۔

[۲۸] یہ بڑے اعزاز کی بات ہے کہ جنت میں اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے۔ دنیا کی مہمانی تو چند دنوں تک محدود ہوتی ہے مگر کیا شان ہے اللہ تعالیٰ کی مہمانی کی جو دائمی ہوگی۔ نیز دنیا میں جب کوئی مہمان کسی کے گھر جاتا ہے تو اہل خانہ اپنے معمول سے بالاتر ہو کر مہمان کے لئے خصوصی انتظامات کرتے ہیں۔ اب ذرا اندازہ کریں اللہ تعالیٰ جنت میں جب اہل ایمان کے لئے خصوصی انتظام فرمائے گا تو اس کی شان کیا ہوگی؟ اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

☆ حضرت ابوہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں، نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال

وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ اور اس شخص سے بہتر کلام کس کا ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے: بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ [۲۹]

آیا ہے۔ (مسلم: ۲: ۱۷۳۲: کتاب الجنۃ: باب ۱)

☆ حضرت ابو سعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی مومن جنت میں بچے کی خواہش کرے گا تو اس کی خواہش کے مطابق لمحہ بھر میں بچہ پیدا ہو جائے گا۔ اس کا حمل، پیدائش اور عمر سب کچھ ایک لمحہ میں ہی ہو جائے گا۔ (ترمذی: ۲۵۶۳: ابواب الجنۃ: باب ۲۳)

☆ امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود ؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم جنت کے اندر پرندوں کو دیکھ کر (ان کا گوشت کھانے کی) جونہی خواہش کروگے فوراً تمہارے سامنے بھنے ہوئے پرندے پڑے ہوں گے۔
(تفسیر مظہری: سورہ حٰم السجدۃ: زیر آیت نمبر ۳۲)

[۲۹] گزشتہ آیات میں اس مرد مومن کے اجر عظیم کا ذکر کیا گیا جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد ہمیشہ اس کے احکام پر عمل پیرا رہتا ہے۔ واقعی یہ بہت بڑی سعادت ہے مگر اس آیت میں جس مرد مومن کا ذکر کیا گیا ہے اس کی فضیلت سب سے زیادہ اور سب سے بلند ہے کیونکہ وہ صرف خود ہی مسلمان اور نیکوکار نہیں ہے بلکہ دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور یہ وہ عظیم مشن ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی ﷺ کے بارے میں فرمایا:

{اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے آپ کو چشم دید گواہ اور خوش خبری دینے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا، اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ (بنا کر بھیجا)۔}
(قرآن: ۳۳: ۴۵-۴۶)

انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد تبلیغ اسلام میں دوسرا درجہ علمائے کرام کا ہے جو ان کے مشن کے وارث ہیں۔

☆ حضرت ابو درداء ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو شخص طلب علم کے لئے کسی راستہ پر چلا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر چلائے گا اور طالب علم کی رضا کے لئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں عالم کے لئے استغفار کرتی ہیں حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی اس کے لئے استغفار کرتی ہیں، اور عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جیسے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے۔ بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دینار اور درہم کی میراث نہیں چھوڑتے وہ صرف علم کی میراث چھوڑتے ہیں، سو جس شخص نے علم حاصل کیا اس نے بہت بڑا حصہ حاصل کیا۔ (ترمذی: ۲۶۸۲: ابواب العلم: باب ۱۹)

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میری امت کے علماء، بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔" یعنی وہ علمائے ربانی جو دنیا

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ نیکی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی، [۳۰] آپ برائی کو ایسے طریقہ سے دور کیا کریں جو بہت اچھا ہو، پھر وہ شخص جس کے اور آپ کے درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسے وہ (آپ کا) دلی دوست ہے۔ [۳۱]

وَمَا يُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ اور یہ خوبی انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ خوبی صرف اسی کو حاصل ہوتی ہے جو بڑے نصیب والا ہوتا ہے۔

سے بے نیاز ہو کر صرف رضائے حق کے طالب ہیں۔ (تفسیر روح البیان: سورہ الانبیاء (۲۱): زیر آیت نمبر ۲۴) اس حدیث کے الفاظ نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہیں مگر اہل علم اس کو معنیٰ کے اعتبار سے تسلیم کرتے ہیں کیونکہ علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔

[۳۰] نیکی اور برائی برابر نہیں ہیں۔ وقتی طور پر انسان کو شاید اس کا احساس نہ ہو مگر انجام اور اثر کے لحاظ سے نیکی اور برائی کبھی برابر نہیں ہوسکتیں کیونکہ آخر کار نیکی انسان کو اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے ہاں محبوب بنا دیتی ہے اور وہ اپنے دل میں خوشی اور سکون محسوس کرتا ہے، جبکہ برائی انسان کو اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے ہاں قابل نفرت بنا دیتی ہے اور وہ اپنے دل میں ندامت اور بے چینی محسوس کرتا ہے۔

[۳۱] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ سے داعیانِ حق کو تلقین فرمائی ہے کہ برائی کا بدلہ محض نیکی سے نہیں بلکہ ایسی نیکی سے دو جو اعلیٰ درجے کی ہو۔ یعنی اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ برائی کرے اور تم اسے معاف کر دو تو یہ محض نیکی ہے لیکن اعلیٰ درجے کی نیکی یہ ہے کہ جو شخص تمہارے ساتھ برائی کرے جب اس پر مشکل وقت آجائے تو تم اس کی برائی کو بھلا کر اس کے ساتھ احسان کرو۔

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا دشمن، اگر اس کے دل میں تعصب کی بیماری نہیں ہے، تمہارا احسان مند اور گہرا دوست بن جائے گا، لیکن دشمن کو معاف کر کے اس کے ساتھ احسان کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یہ بڑی جرأت اور قربانی کی بات ہے، اس میں وہی خوش نصیب لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو مصائب پر صبر کرنے کا حوصلہ رکھتے ہوں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے، بے شک یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔} (قرآن: ۴۲: ۴۳)

☆ علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو برا کہا تو آپ نے فرمایا: اگر تو سچا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔ (تفسیر قرطبی) اس آیت کی مزید تفسیر کے لئے سورۂ مؤمنون (۲۳) کی آیت نمبر ۹۶ کا حاشیہ نمبر ۵۴ ملاحظہ کریں۔

وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اور (اے مخاطب!) اگر شیطان کی طرف سے تمہیں کوئی وسوسہ آئے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کرو، بے شک وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ [۳۲]

[۳۲] اے بنی نوع انسان! اگر تمہارے دل میں شیطان کوئی وسوسہ ڈالے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو کیونکہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے اور تمہیں نظر بھی نہیں آتا لیکن وہ تمہیں ہر وقت اور ہر جگہ دیکھتا ہے اور تمہارے دل کے خیالات بھی جانتا ہے حتیٰ کہ جلیل القدر نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب پر بھی آگاہ تھا جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا اشارہ ملا تھا۔ نیز وہ تمہارے پاس دشمن کے روپ میں نہیں آتا بلکہ دوست اور خیر خواہ کے رنگ میں تمہیں دھوکہ دیتا ہے، لہٰذا اس کی فتنہ پردازی اور وسوسہ اندازی سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو جو ہر وقت ہمارے ساتھ ہے، وہ ہماری دعائیں بھی سنتا ہے اور شیطان کو بھی خوب جانتا ہے۔ اسی لئے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر شیطان تمہیں دیکھتا ہے اور تم اس کو نہیں دیکھ سکتے تو تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو جو شیطان کو دیکھتا ہے اور شیطان اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ (تفسیر مظہری: سورۃ الاعراف: زیر آیت نمبر ۲۷) اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ اے میرے پروردگار! میں شیطان مردود سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ آمین

☆ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمی لڑائی جھگڑا کرنے لگے۔ ایک نے دوسرے کو گالی دی اور غصہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص وہ کلمہ کہہ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا اور وہ کلمہ یہ ہے: اَعوذُ باللہ من الشیطان الرجیم۔

(بخاری: ۶۱۱۵: کتاب الادب: باب ۷۶)

☆ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے اتنی طاقت دی ہے کہ وہ انسان کے دل کی گہرائی سے اُٹھنے والے خیالات کو بھی جانتا ہے۔ اگر شیطان کا علم اتنا وسیع ہے جو لوگوں کو گمراہ کرتا ہے تو انبیائے کرام علیہم السلام کی وسعتِ علم کا کیا عالم ہوگا جو تمام جنوں، فرشتوں اور انسانوں سے افضل ہیں اور لوگوں کو شیطانی گمراہیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لاتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی جن مسلمان ہے

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ہر شخص کے ساتھ جنات میں سے ایک ساتھی مقرر کر رکھا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، میرے ساتھ بھی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی، وہ مسلمان ہو گیا اور وہ مجھے نیکی کے سوا اور کوئی مشورہ نہیں دیتا۔ (مسلم: ۲۸۱۴: کتاب المنافقین: باب ۱۶)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت آدم علیہ السلام کے اوپر دو خصلتوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے: (۱) میرا شیطان کافر تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد کی، وہ مسلمان ہو گیا اور میری ازواج

وَ مِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَ النَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اور رات اور دن اور سورج اور چاند اس کی نشانیوں میں سے ہیں، پس تم نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ ہی چاند کو، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان سب کو پیدا فرمایا اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔[۳۳]

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَ هُمْ لَا یَسْــٴَـمُوْنَ ﴿۳۸﴾ السجدۃ

۳۸۔ پھر بھی اگر وہ تکبر کریں تو جو فرشتے آپ کے رب کے پاس ہیں وہ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور کبھی نہیں تھکتے۔[۳۴]

(نیکیوں میں) میری مددگار رہیں۔(۲) حضرت آدم علیہ السلام کا شیطان کافر تھا اور ان کی بیوی ان کی (ظاہری) معصیت پر ان کی مددگار تھیں۔ (جمع الجوامع:۱۴۷۹۶: جلد ۵:ص ۲۳۸، کنز العمال:۳۱۹۳۶:جلد ۱۱:ص ۴۱۳)

☆ قاضی عیاض اور علامہ نووی لکھتے ہیں: امت کا اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم، دل اور زبان میں شیطان سے معصوم ہیں۔ (شرح صحیح مسلم: امام نووی: حدیث نمبر ۲۸۱۴: جلد ۹:ص ۹۳)

[۳۳] دن اور رات کا یکے بعد دیگرے آنا اور سورج اور چاند کا اپنے اپنے مدار سے سرمو انحراف نہ کرنا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے فائدے کے لئے سورج کو ایک ایسے مدار کا پابند کر دیا ہے کہ اگر وہ اس سے نیچے ہوتا تو اس کی تپش سے زمین پر کوئی زندہ نہ رہتا اور اگر وہ اپنے مدار سے اوپر ہوتا تو ساری دنیا سردی سے منجمد ہو جاتی۔ سورج اور چاند بھی تمہاری طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور اس کے حکم کے پابند ہیں، لہٰذا وہ اس قابل نہیں ہیں کہ تم ان کو سجدہ کرو بلکہ سجدہ کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے۔

سورج اور چاند کے بعض پجاری یہ کہتے ہیں کہ ان چیزوں کی پرستش سے ہمارا مقصد اللہ تعالیٰ ہی کی پرستش ہے۔ اس آیت میں انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو تو پھر صرف اسی کی عبادت کرو، سورج اور چاند عبادت کے لائق نہیں ہیں۔

[۳۴] میرے پیارے نبی! اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت کی واضح نشانیوں کے باوجود بھی اگر وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روگردانی کرتے ہیں تو آپ ان کی پرواہ نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کا عالم یہ ہے کہ بے شمار مقرب فرشتے ہر وقت اس کی تسبیح میں رطب اللسان رہتے ہیں، وہ نہ کبھی تھکتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں۔ یہ سرکش لوگ اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، بلکہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ یہ سجدہ کی آیت ہے یعنی اس آیت کی تلاوت کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ اور (اے انسان!) اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تو زمین کو خشک دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ تروتازہ ہو کر لہلہاتی ہے اور نشوونما پاتی ہے، بے شک جس (قادر مطلق) نے اس (مردہ زمین) کو زندہ کر دیا ہے، یقیناً وہی (قیامت کے دن) مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۳۵]

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ بے شک جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی اختیار کرتے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں، بھلا وہ شخص بہتر ہے جو آگ میں پھینک دیا جائے گا یا وہ (بہتر ہے) جو قیامت کے دن امن وسلامتی کے ساتھ آئے گا؟ تم جو چاہو کرو، بے شک جو کچھ تم کرتے ہو وہ خوب دیکھنے والا ہے۔ [۳۶]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾ۙ

۴۱۔ بے شک جن لوگوں نے قرآن کا انکار کیا جبکہ وہ ان کے پاس آ چکا تھا، اور بے شک یہ بڑی عزت والی کتاب ہے۔

لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ

۴۲۔ باطل اس کے پاس نہیں آ سکتا نہ اس کے سامنے سے

[۳۵] یعنی زمین کو دیکھو جو خشکی کے ایام میں بالکل خاموش اور عاجزی کے ساتھ مُردوں کی طرح پڑی ہوتی ہے، اس کی صلاحیتیں اس کے اندر مدفون ہوتی ہیں کسی کو نظر نہیں آتیں، لیکن جب بارش برستی ہے تو یکدم اس میں ایسی زندگی آ جاتی ہے کہ ہر طرف سبزہ لہلہانے لگتا ہے اور فصلیں پھلنے پھولنے لگتی ہیں۔ اس مثال میں غور کیا جائے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت کی ایک نشانی ہے کہ جس نے اس خشک اور مردہ زمین کو تروتازگی اور زندگی عطا کی، وہی قیامت کے دن مُردوں کو بھی زندہ کر دے گا کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

[۳۶] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے انحراف کرتے ہیں وہ قرآن کی مخالفت میں جو چاہیں کریں کیونکہ یہ دنیا دار العمل ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو نیکی یا برائی کرنے کا اختیار دے رکھا ہے مگر وہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ سے ان کے کرتوت پوشیدہ نہیں ہیں اور وہ عذاب الٰہی سے نہ بچ سکیں گے، لہٰذا انہیں خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہیے کہ قیامت کے دن کون بہتر ہوگا؟ قرآن میں تحریف کر کے جہنم میں جلنے والا یا قرآن پر عمل کر کے جنت میں جانے والا۔

خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾

اور نہ اس کے پیچھے سے، یہ کتاب بڑی حکمت والے بڑی حمد والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے نازل کردہ ہے۔[۳۷]

مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ (اے رسول مکرم!) آپ سے جو کچھ کہا جارہا ہے وہ آپ سے پہلے رسولوں کو کہا جاچکا ہے، بے شک آپ کا رب (اہل ایمان کو) بخشنے والا اور (منکرین کو) دردناک عذاب دینے والا ہے۔[۳۸]

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا

۴۴۔ اور اگر ہم اسے عجمی زبان کا قرآن بنادیتے تو وہ ضرور کہتے: اس کی آیتیں وضاحت سے بیان کیوں نہیں کی گئیں؟ کیا کتاب عجمی ہے اور رسول عربی ہے؟[۳۹] آپ فرمادیں: یہ کتاب اہل ایمان کے لئے ہدایت اور

[۳۷] قرآن مجید بڑی عزت اور حکمت والی کتاب ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ بھی اٹھایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: { بے شک ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ } (قرآن: ۱۵:۹) لہٰذا قرآن مجید ایسا مضبوط قلعہ ہے کہ باطل کسی طرف سے بھی اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ کفار نے تعصب کی وجہ سے اس کا انکار تو کیا مگر نہ تو وہ اس کے الفاظ میں ردوبدل کرسکے اور نہ ہی اس کی تعلیمات کو جھٹلا سکے۔ قرآن مجید نے جن چیزوں کو حق فرمایا ہے وہ کبھی باطل نہیں ہوسکتیں اور جن چیزوں کو باطل قرار دیا ہے انہیں کوئی حق ثابت نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید کی حفاظت اور فضیلت کے بارے میں سورہ حجر (۱۵) کی آیت نمبر ۹ اور اس کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔

[۳۸] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ کفار مکہ آپ کے متعلق جو دلآزار باتیں کرتے ہیں اور آپ کو جادوگر اور مجنون کہتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے آپ سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی ایسی ہی تکلیف دہ باتیں کہی جاتی تھیں۔ آپ ان پر صبر کریں، اگر یہ کفار توبہ کرکے مغفرت کے طلبگار نہ ہوئے تو انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا۔

[۳۹] کفار مکہ اپنی ہٹ دھرمی اور سرکشی کے باعث قرآن مجید کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھے اور بطور مذاق قرآن مجید کے متعلق اکثر عجیب وغریب قسم کے اعتراضات بناتے رہتے تھے۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ قرآن مجید کو عجمی زبان میں نازل کیوں نہیں کیا گیا؟ (صفوۃ التفاسیر)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: اگر ہم قرآن کو عجمی زبان میں نازل کرتے تو پھر وہ

يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۴۴

شفاء ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لائے ان کے کانوں میں گرانی ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا پن ہے، گویا وہ کسی دور کی جگہ سے پکارے جا رہے ہیں۔ [۴۰]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۴۵

۴۵۔ اور بے شک ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا، اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے ہی ایک بات طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا گیا ہوتا، اور بے شک یہ لوگ قرآن کے متعلق سخت شبہ میں ہیں۔ [۴۱]

اعتراض کرتے کہ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ رسول اور قوم تو عربی ہے مگر کتاب عجمی ہے۔ انہیں اس کتاب کی زبان ہی نہیں آتی تو وہ اس کی تفصیلات کو کیسے سمجھیں اور اس پر عمل کیسے کریں؟ دراصل ان کی نیت میں فتور اور تعصب ہے۔ اب قرآن مجید عربی زبان میں ہے جو ان کی مادری زبان ہے لیکن پھر بھی قرآن کو نہیں مانتے اور اگر یہ عجمی زبان میں ہوتا تو پھر کیسے مانتے؟

[۴۰] اہل ایمان کے لئے قرآن مجید سراپا ہدایت اور شفا ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں ان کی رہنمائی کرتا ہے اور ہر قسم کے شبہات اور امراض سے نجات دیتا ہے۔ کفار چونکہ قرآن مجید کو سمجھنے کا ارادہ ہی نہیں رکھتے اس لئے ان کے کانوں میں تعصب کی گرانی ہے اور ان کی آنکھوں میں ہٹ دھرمی کی تاریکی ہے اور وہ قرآن مجید کی آواز کو اپنے دل و دماغ تک پہنچنے نہیں دیتے، لہٰذا ان کو قرآن مجید کی دعوت سنانا ایسا ہی ہے جیسے دور سے کسی شخص کو پکارا جائے تو اسے کچھ معمولی سی آواز تو سنائی دیتی ہے مگر وہ بات کو سمجھ نہیں پاتا۔

[۴۱] قرآن مجید نازل ہوا تو مکہ کے لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ بہت کم اس پر ایمان لائے مگر اکثر دانستہ یا نادانستہ قرآن مجید کے متعلق سخت شبہ کرنے لگے اور اس پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی کہ آپ غمگین نہ ہوں پہلے انبیائے کرام علیہم السلام مثلاً حضرت موسیٰؑ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہر قوم کو ایک خاص حد تک ڈھیل دیتا ہے تا کہ وہ اپنی اصلاح کر لے لیکن پھر بھی جو قومیں سرکشی سے باز نہیں آتیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکشی کے مطابق ان کی سزا کی قسم اور ان کی سزا کا وقت پہلے سے مقرر کر رکھا ہے۔ کسی قوم کی سزا کا کچھ حصہ اسی دنیا میں ظاہر کر دیا جاتا ہے اور کسی قوم کی پوری سزا قیامت تک کے لئے مؤخر کر دی جاتی ہے۔ بہر حال یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا فیصلہ ہے اور اگر یہ پہلے سے طے شدہ نہ ہوتا تو انکار کرنے والوں کو فوراً ہلاک کر دیا گیا ہوتا۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ جس شخص نے کوئی نیک عمل کیا تو اس نے اپنے ہی فائدہ کے لئے کیا اور جس نے کوئی گناہ کیا تو اس کا وبال اسی پر ہوگا، اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔[۴۲]

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ

۴۷۔ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے، اور نہ پھل اپنے غلافوں سے نکلتے ہیں اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر (یہ سب کچھ) اس کے علم میں ہوتا ہے،[۴۳] اور جس دن اللہ تعالیٰ

[۴۲] جو شخص نیک کام کرتا ہے وہ اس کے اجر عظیم سے محظوظ ہوگا اور جو گناہ کرتا ہے اسے اس کی سزا بھگتنا ہی پڑے گی، لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے فائدہ اور نقصان کو اچھی طرح سمجھے اور وہی کام کرے جو اس کے لئے مفید ہو۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا، لہٰذا اگر کوئی جہنم رسید ہوگا تو یہ اس کے اپنے گناہوں کا وبال ہوگا۔

[۴۳] امام قرطبی لکھتے ہیں: جب کفار نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو ہمیں بتائیں کہ قیامت کب قائم ہوگی تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی) یعنی قیامت کے علم کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کیا جائے گا کیونکہ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے حتیٰ کہ پھلوں کا اپنے خول سے نکلنا اور کسی مادہ کے حمل اور وضع حمل کا وقت بھی اس کے علم میں ہوتا ہے اور کسی کو اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر براہ راست اس کا علم نہیں ہوسکتا۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ صاوی لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کو اپنے انتقال سے پہلے ماکان ومایکون (جو کچھ تھا اور جو کچھ ہوگا) پر آگاہی ہو چکی تھی اور انہی میں سے ایک قیامت کا وقت بھی ہے لیکن اس کو مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا تھا کیونکہ عام سائل کو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا ۔۔۔ البتہ اصحاب کشف کو اللہ تعالیٰ ان چیزوں کی بعض جزئیات کا علم عطا فرماتا ہے۔ (حاشیة صاوی علی تفسیر الجلالین) اس آیت کی مزید تفسیر کے لئے سورہ لقمان (۳۱) کی آیت نمبر ۳۴ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔

قیامت کے لئے تیاری

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے قیامت کے متعلق پوچھا کہ وہ کب آئے گی تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے جواب دیا: کچھ نہیں مگر یہ کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ (دوسری روایت میں کچھ اس طرح ہے: میں نے قیامت کے لئے زیادہ نمازیں، روزے اور صدقات تو تیار نہیں کئے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ بخاری:

شُرَكَآءِيْۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍۚ ﴿۴۷﴾

ان (مشرکوں) کو ندا فرمائے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں؟ تو وہ (مشرکین) کہیں گے: ہم تجھے بتا چکے ہیں، ہم میں سے کوئی (ان شریکوں کا) گواہ نہیں ہے۔ [۴۴]

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ اور جن کی وہ اس سے پہلے پرستش کیا کرتے تھے وہ سب ان سے گم ہو جائیں گے اور وہ سمجھ لیں گے کہ اب ان کے لئے کوئی راہ فرار نہیں ہے۔ [۴۵]

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۡ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ انسان بھلائی کی دعا کرنے سے نہیں تھکتا اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ مایوس اور ناامید ہو جاتا ہے۔ [۴۶]

حدیث نمبر ۱۷۱۶) تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ تو محبت کرتا ہے (قیامت کے دن) تو اسی کے ساتھ ہوگا۔ حضرت انس ؓ نے کہا: ہمیں کسی بات سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی ہمیں نبی ﷺ کی اس بات سے ہوئی کہ ''جس کے ساتھ تو محبت کرتا ہے (قیامت کے دن) تو اسی کے ساتھ ہوگا۔'' حضرت انس ؓ نے کہا: میں نبی ﷺ، ابوبکر ؓ اور عمر ؓ سے محبت کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اپنی اس محبت کی وجہ سے میں بھی ان کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میرے اعمال ان کی مانند نہیں ہیں۔ (بخاری: ۳۶۸۸: فضائل اصحاب النبی: باب ۶)

[۴۴] قیامت کے دن جہنم میں مشرکین سے پوچھا جائے گا: تم نے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنا رکھے تھے وہ آج کہاں ہیں؟ انہیں بلاؤ تاکہ وہ تمہیں اس عذاب سے نجات دلائیں۔ مشرکین جواب دیں گے: آج ہمیں وہ کہیں نظر نہیں آتے لیکن ہمیں یقین ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔ دنیا میں ہم غلطی پر تھے، لہٰذا ہم بار بار اعتراف کر رہے ہیں کہ آج ہم میں سے کوئی بھی شرک کا قائل نہیں ہے۔

[۴۵] مشرکین اس دنیا میں جن کی پرستش کرتے تھے اور ان کی مدد اور سفارش کی امید رکھتے تھے ضرورت کے وقت جب وہ سب جعلی سفارشی کہیں نظر نہیں آئیں گے تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ اب اس عذاب سے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ یہ ان کی باطل پرستی کی سزا ہے جو بہر صورت انہیں بھگتنا ہی پڑے گی۔

[۴۶] کفار اور سرکش لوگ جب خوشحال ہوتے ہیں تو مزید خوشحالی کے لئے اتنی دعائیں مانگتے ہیں کہ اگر ان کے بس میں ہو تو دنیا کی ساری نعمتیں تنہا ہی سمیٹ لیں اور جب انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس قدر مایوس ہو جاتے ہیں کہ یا تو دوسروں پر ظلم و زیادتی شروع کر دیتے ہیں یا پھر خودکشی پر اتر آتے ہیں، مگر اللہ والے خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے مطمئن رہتے ہیں اور مصیبت کے ایام میں صبر کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں۔

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَیَقُوْلَنَّ هٰذَا لِیْ ۙ وَ مَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً ۙ وَّ لَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّیْۤ اِنَّ لِیْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۙ وَ لَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ اور اگر ہم اس کو تکلیف پہنچنے کے بعد اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں تو وہ کہتا ہے: یہ تو میرا حق تھا، اور میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ قیامت قائم ہوگی اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو یقیناً اس کے پاس بھی میرے لئے اچھائی ہی ہوگی، پس ہم کافروں کو بتائیں گے ان کرتوتوں کے متعلق جو انہوں نے کئے اور ہم انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ [۴۷]

وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِیْضٍ ﴿۵۱﴾

۵۱۔ اور جب ہم انسان کو کوئی نعمت دیتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور اپنا پہلو بچا کر ہم سے دور ہو جاتا ہے، اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو وہ لمبی چوڑی دعائیں کرنے والا ہو جاتا ہے۔ [۴۸]

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ آپ فرمادیں: بھلا یہ تو بتاؤ! اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہو اور تم نے اس کا انکار کر دیا ہو تو اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو مخالفت میں بہت دور نکل گیا ہو۔ [۴۹]

[۴۷] کافر جب تکلیف کا شکار ہوتا ہے اور دنیاوی سہارے کام نہیں آتے تو خدا سے دعا کرنے لگتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف دور کر کے خوشحالی عطا فرماتا ہے تو وہ پھر کہنے لگتا ہے: یہ تو میرا علم و ہنر اور تجربہ تھا جس نے مجھے اس مصیبت سے نکال لیا اور اگر خدا نے یہ مصیبت دور کی ہے تو بھی میری دنیاوی شان وشوکت کا یہ حق تھا کہ میری عزت افزائی کی جائے اور پھر ساتھ یہ دعویٰ بھی کرتا ہے کہ میرا نہیں خیال کہ قیامت کبھی آئے گی اور اگر آ بھی گئی تو جس طرح خدا نے مجھے دنیا میں شان و شوکت دے رکھی ہے اسی طرح آخرت میں بھی وہ مجھے اچھا مقام دے گا، حالانکہ یہ کفار کی نادانی اور خام خیالی ہے بلکہ قیامت کے دن کفار کے کفر وشرک اور ان کے گناہوں کو کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور ان کے بدلے میں ان پر سخت عذاب مسلط کر دیا جائے گا۔

[۴۸] اللہ تعالیٰ جب کسی کافر یا سرکش انسان پر کوئی انعام فرماتا ہے تو وہ احسان فراموش اور متکبر بن جاتا ہے اور حق سے منہ پھیر کر سرکشی میں سرگرم ہو جاتا ہے اور جب اس انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو پھر عاجز بن کر کثرت سے لمبی لمبی دعائیں کرنے لگتا ہے۔ اسے شرم بھی نہیں آتی کہ اب کس منہ سے وہ دعا مانگ رہا ہے، لیکن بدقسمتی سے یہ کمزوری اکثر انسانوں میں پائی جاتی ہے۔

[۴۹] کفار مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ اب تو تم تعصب اور عناد کی وجہ سے کہتے ہو کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے اس لئے تم

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں اطراف عالم میں اور خود ان کے نفسوں میں بھی دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے،[۵۰] کیا یہ کافی نہیں ہے کہ آپ کا رب ہر چیز پر شاہد ہے۔[۵۱]

اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾ ع

۵۴۔ سن لو! بے شک وہ لوگ اپنے رب سے ملاقات کے متعلق شک میں ہیں، یاد رکھو! بے شک وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔[۵۲]

اس پر ایمان نہیں لاتے لیکن قیامت کے دن جب یہ ثابت ہو جائے گا کہ قرآن مجید واقعی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور تم نہ صرف اس کے منکر تھے بلکہ اس کی مخالفت میں بہت دور نکل گئے تھے تو پھر تم سے زیادہ گمراہ کون ہوگا؟ اور پھر تم خود اندازہ کرلو کہ تمہارا حشر کتنا ہولناک ہوگا؟

[۵۰] قرآن مجید نے اطراف عالم یعنی سورج و چاند وغیرہ کے نظام اور انسانی تخلیق کے مختلف مراحل اور حیات انسانی کے بارے میں جو حقائق اور نشانیاں بیان کی ہیں اگر کفار مکہ ان میں غور کرتے تو وہ قرآن مجید کا انکار نہ کرتے مگر تعصب اور تکبر نے انہیں اس گوہر شناسی سے محروم رکھا۔ بہرحال اب عنقریب ہم انہیں اطراف عالم یعنی عرب سے باہر اسلامی فتوحات اور ان کے اندر بدر و مکہ کی فتوحات کی ایسی واضح نشانیاں دکھائیں گے کہ انہیں تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ قرآن مجید واقعی برحق کتاب ہے اور اس نے جن فتوحات کی پیش گوئی کی تھی وہ واقعی سچ ثابت ہوئی ہیں۔

[۵۱] اس میں کفار کو تنبیہ کی جارہی ہے اور نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا شاہد ہے، وہ کفار کی تکذیب کو بھی دیکھتا ہے اور نبی کریم ﷺ کی تبلیغ کا بھی شاہد ہے۔ کیا اس کی گواہی کافی نہیں ہے جو بار بار فرما رہا ہے کہ یہ قرآن مجید برحق ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے۔

[۵۲] میرے پیارے نبی! آپ کفار کی مخالفت پر غمگین نہ ہوں، دراصل وہ اپنے رب سے ملاقات یعنی عقیدۂ آخرت کے متعلق خود فریبی کا شکار ہیں، اس لئے ان کے دل میں احتساب کا ڈر نہیں ہے اور وہ قرآن میں غور کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، مگر وہ کان کھول کر سن لیں! انہیں انکارِ قرآن کا حساب دینا ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہ بچ سکیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز فجر بروز جمعرات ۸/اپریل ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۳۰ مارچ تا ۸/اپریل یعنی صرف نو دنوں میں سورہ حٰم السجدہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الشوریٰ (۴۲)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''شوریٰ'' ہے جو اس کی آیت نمبر ۳۸ سے ماخوذ ہے۔

مضامین

☆ یہ سورت ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں عام طور پر اہل مکہ کو خطاب کیا گیا ہے اور انہیں اسلام کے بنیادی عقائد سمجھائے گئے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے جس طرح پہلے رسولوں پر ان کی قومی زبان میں وحی نازل فرمائی اسی طرح حضرت محمد ﷺ پر بھی عربی زبان میں قرآن مجید نازل فرمایا تا کہ اس کے مخاطبین اولین کو اسلام کا پیغام سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

☆ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور کوئی کسی سے اختلاف نہ کرتا مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ ہر انسان کو عقل و شعور اور اختیار دیا جائے اور پھر دیکھا جائے کہ ان میں سے کون اپنی مرضی سے حق کا راستہ اختیار کر کے جنت کا مستحق قرار پاتا ہے اور کون باطل کا راستہ اختیار کر کے جہنم رسید ہوتا ہے۔

☆ اسلام کوئی نیا دین نہیں بلکہ یہ وہی دین ہے جس کی تبلیغ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کی مگر مشرکین مکہ کے لئے بہت مشکل ہے کہ وہ بہت سے خداؤں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا پر ایمان لے آئیں۔

☆ جن اللہ والوں کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے ان کی ایک صفت یہ ہے کہ ان کے معاملات باہمی مشورہ سے طے ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی سنت بھی یہی ہے کہ جب کوئی اہم یا پیچیدہ مسئلہ پیش آتا تو آپ ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بلاتے اور ان کے مشورہ کے بعد فیصلہ فرماتے۔

☆ اس میں لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ قیامت کے آنے سے پہلے اپنے رب کے احکام کو مان لیں ورنہ اس دن انہیں کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی۔

☆ کسی بشر میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے کلام کرے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو نبوت کے لئے منتخب فرماتا ہے اس پر وحی بھیجتا ہے اور پھر وہ وحی کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے۔ پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے ہی رسول بھیجے تھے، اب اگر اس نے اہل مکہ میں سے ایک انسان کو نبوت کے لئے منتخب کیا ہے تو اس میں کون سی تعجب کی بات ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از چاشت بروز جمعرات ۸/ اپریل ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

آیاتہا ۵۳ | ۴۲ سورۃ الشوریٰ مکیۃ ۶۲ | رکوعاتہا ۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾

۱۔ حا میم۔

عٓسٓقٓ ﴿۲﴾

۲۔ عین سین قاف۔[۱]

کَذٰلِکَ یُوۡحِیۡۤ اِلَیۡکَ وَ اِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۙ اللّٰہُ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۳﴾

۳۔ اللہ تعالیٰ جو بہت غالب بڑی حکمت والا ہے، وہ اسی طرح آپ کی طرف اور جو (رسول) آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی طرف وحی بھیجتا رہا ہے۔[۲]

---

[۱] ان دو آیات میں پانچ حروف مقطعات ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ کریں۔

[۲] میرے پیارے نبی! جس طرح اللہ تعالیٰ آپ کی طرف وحی کے ذریعہ قرآن مجید نازل فرما رہا ہے اسی طرح وہ آپ سے پہلے رسولوں پر بھی وحی کے ذریعہ صحیفے اور کتابیں نازل فرماتا رہا ہے۔

وحی کی تعریف

شریعت میں وحی سے مراد وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیائے کرام پر نازل ہوتا ہے، چاہے وہ وحی فرشتہ کے واسطہ سے ہو یا بغیر کسی واسطہ کے۔

وحی کے متعلق حدیث

☆ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبھی تو وحی میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے اور وحی کی یہ صورت مجھ پر سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے، پھر جب وحی کا سلسلہ منقطع ہوتا ہے تو جو کچھ فرشتہ نے کہا ہوتا ہے میں اسے یاد کر چکا ہوتا ہوں اور کبھی فرشتہ میرے لئے انسانی شکل اختیار کرتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے، پھر جو کچھ وہ کہتا ہے میں اسے یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: میں نے آپ کو وحی اترنے کی حالت میں دیکھا ہے، جب وحی کا سلسلہ منقطع ہوتا تو سخت سردی کے دن میں بھی آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہوتا تھا۔

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ④

۴۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے، اور وہ بہت بلند، بڑی عظمت والا ہے۔

وحی نازل ہونے کی صورتیں

اس حدیث میں وحی نازل ہونے کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں کیونکہ اکثر انہی دو صورتوں میں وحی نازل ہوتی تھی۔ ان دونوں صورتوں میں وحی کا نزول فرشتہ کے واسطہ سے ہوتا تھا، پہلی صورت میں فرشتہ نظر نہیں آتا تھا صرف گھنٹی کی آواز سنائی دیتی تھی اور دوسری صورت میں فرشتہ انسانی شکل میں آتا تھا اور حاضرین کو نظر بھی آتا تھا۔ ان دونوں صورتوں کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے نبی کے دل میں اپنا کلام نازل فرماتا ہے، مثلاً:

براہ راست کلام

جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے براہ راست بغیر فرشتہ کے کلام فرمایا۔ (قرآن: ۴: ۱۶۴) اسی طرح معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست کلام فرمایا اور پچاس نمازوں کا تحفہ بھی عطا فرمایا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تجویز سے ۴۵ نمازیں معاف ہوگئیں اور پانچ باقی رہ گئیں۔

(بخاری: ۷۵۱۷: کتاب التوحید: باب ۳۷)

نیز اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: بے شک میں نے آپ کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور میں نے اپنی بارگاہ میں یہ عہد کیا ہے کہ جو ان نمازوں کو ان کے اوقات میں پابندی سے ادا کرے گا اسے جنت میں داخل کروں گا اور جو ان کو پابندی سے ادا نہیں کرے گا اس کے لئے میرا کوئی وعدہ نہیں۔ (ابوداؤد: کتاب الصلاۃ: باب ۹)

خواب میں کلام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں اپنے رب تعالیٰ کو بڑی حسین صورت میں دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی میں جواب دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی، پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا اور جو کچھ زمین میں تھا۔ (ترمذی: ۳۲۳۳: تفسیر القرآن)

جبریل امین کا نزول

امام احمد قسطلانی بیان کرتے ہیں کہ ابن عادل نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جبریل امین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چوبیس ہزار مرتبہ نازل ہوئے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دس مرتبہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بیالیس مرتبہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر چار سو مرتبہ نازل ہوئے۔ (مواہب لدنیۃ: جلد اول: ص ۲۱۰)

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۵

۵۔ کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں، اور زمین والوں کے لئے بخشش طلب کرتے رہتے ہیں، سن لو! بے شک اللہ تعالیٰ ہی بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ [۳]

وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۖ وَ مَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝۶

۶۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے، اللہ تعالیٰ ان پر نگران ہے اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ [۴]

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ

۷۔ اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف عربی زبان میں

---

[۳] اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق میں انسان کو سب سے افضل بنایا اور پھر اس کو رنگارنگ نعمتوں سے نوازا۔ اس کے باوجود اکثر انسان انتہائی ناشکرے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے شریک اور اولاد قرار دیتے ہیں۔ یہ اتنی بڑی گستاخی ہے کہ اگر اس کا غضب جوش میں آجاتا تو اس کے جلال سے آسمان پھٹ کر گر پڑتے اور اہل زمین کو تہس نہس کر دیتے مگر وہ بڑا رحیم اور حلیم ہے جلد گرفت نہیں فرماتا بلکہ لوگوں کو توبہ اور اصلاح کے لئے وقت دیتا ہے جیسا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص اذیت پہنچانے والی بات سن کر اس پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا نہیں، لوگ اس کی طرف بیٹا منسوب کرتے ہیں اس کے باوجود وہ ان کو عافیت دیتا ہے اور رزق عطا فرماتا ہے۔

(بخاری: ۷۳۷۸: کتاب التوحید: باب ۳)

نیز فرشتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کی تسبیح میں رطب اللسان رہتے ہیں اور زمین پر بسنے والے اہل ایمان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا غضب رکا ہوا ہے اور کفار کو بھی اصلاح احوال اور توبہ کا موقع ملا ہوا ہے۔

[۴] اس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو کارساز بناتے ہیں، ان کے کرتوت اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہیں اور انہیں ان کی سزا بھگتنا پڑے گی مگر آپ ان کے کفر وشرک پر غمگین نہ ہوں کیونکہ آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے اس کے باوجود اگر وہ گمراہی کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں تو وہ اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہیں آپ سے ان کی گمراہی کے بارے میں باز پرس نہیں ہوگی۔

أُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ۝

قرآن کی وحی کی تا کہ آپ مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو ڈرائیں [۵] اور جمع ہونے (یعنی قیامت) کے دن سے ڈرائیں جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے، (اس دن) ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ہوگا۔ [۶]

[۵] ہر نبی کے اولین مخاطب اسی قوم کے لوگ ہوتے ہیں جس کی طرف وہ بھیجا جاتا ہے اور اس کی طرف وحی بھی اسی قوم کی زبان میں بھیجی جاتی ہے تاکہ بات سمجھانے میں آسانی ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ ان کے لئے کھول کر بیان کرے۔} (قرآن: ۱۴:۴)

میرے پیارے نبی! جس طرح ہم نے ہر رسول کو اس کی قومی زبان کے ساتھ بھیجا اسی طرح ہم نے آپ پر بھی عربی زبان میں قرآن نازل فرمایا ہے تاکہ آپ مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں اور انہیں آپ کی بات سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

[۶] ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں مگر آپ ﷺ کی دعوت تین مرحلوں پر مشتمل ہے۔ پہلے آپ نے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دی، پھر اہل عرب کو اور پھر دیگر ممالک میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا۔

میرے پیارے نبی! آپ اپنی دعوت کے دوسرے مرحلہ میں سب اہل مکہ اور اہل عرب کو قیامت کے دن سے ڈرائیں جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے اور اس دن حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام مسلمان اور کافر اکٹھے کئے جائیں گے اور حساب و کتاب کے بعد ان کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ ایک گروہ اپنی نیکیوں کی برکت سے جنت کا مستحق قرار پائے گا اور دوسرا گروہ اپنی برائیوں کے باعث دوزخ کا مستحق قرار پائے گا۔ جس طرح اس دنیا میں نیکی اور برائی دو ہی چیزیں ہیں ان کے درمیان تیسری کوئی چیز نہیں ہے اسی طرح آخرت میں جنت اور دوزخ دو ہی ٹھکانے ہیں ان کے درمیان تیسرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ اعراف کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں ہے، اس میں ٹھہرنے والے بالآخر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

دنیا میں نیکی اور برائی کے درمیان تیسری کوئی چیز نہیں ہے

زمانہ طالب علمی کا واقعہ ہے کہ ایک باتونی آدمی نے مجھ سے پوچھا: نیک لوگ جنت میں جائیں گے اور برے لوگ جہنم میں جائیں گے لیکن ایک شخص نہ نیکی کرتا ہے اور نہ برائی کرتا ہے تو وہ کہاں جائے گا؟ میں نے اسے کہا: ایسا آدمی ممکن نہیں ہے۔ اس نے کہا: میں تمہارے سامنے موجود ہوں، میں نے نہ کبھی نیکی کی ہے اور نہ ہی کبھی گناہ کیا ہے۔ میں نے اسے کہا:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

۸۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان سب کو ایک امت بنا دیتا لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے، اور ظالموں کے لئے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔ [۷]

ایسا تو ممکن ہے کہ ایک آدمی کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہو جائیں مگر ایسا نہیں ہوسکتا کہ کسی آدمی نے نہ کبھی نیکی کی ہو اور نہ کبھی برائی کی ہو۔ پھر بھی اگر تمہیں اپنے دعویٰ پر اصرار ہے تو ذرا مجھے بتاؤ: کیا تم نماز پڑھتے ہو یا نہیں؟ اگر تم نماز پڑھتے ہو تو نیکی کرتے ہو اور اگر نماز نہیں پڑھتے تو گناہ کرتے ہو، تو بتاؤ کیا کرتے ہو؟ یہ سن کر وہ لاجواب ہوگیا۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بعض نادان یہ سمجھتے ہیں کہ چوری کرنا اور جھوٹ بولنا وغیرہ گناہ ہیں اور نماز نہ پڑھنا اور زکوۃ نہ دینا وغیرہ گناہ نہیں ہیں حالانکہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے جس طرح ان کو کرنا گناہ ہے اسی طرح جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے ان کو نہ کرنا بھی گناہ ہے۔

جنت اور دوزخ کے درمیان اعراف والے

جنت اور دوزخ کے درمیان ایک حجاب ہے، اس کے اوپر والے حصہ کو اعراف کہتے ہیں جس پر کچھ لوگ کھڑے ہوں گے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ وہ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے، البتہ جنت میں جانے کی اُمید رکھتے ہوں گے۔ اعراف والے جب اہل جنت کی طرف دیکھیں گے تو انہیں سلامتی کی دعائیں دیں گے اور جب اہل جہنم کی طرف دیکھیں گے تو ان کے عذاب سے پناہ مانگیں گے اور بالآخر رحمت خداوندی سے اہل اعراف کو بھی جنت میں جانے کی اجازت مل جائے گی۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ الأعراف: زیر آیت نمبر ۴۶) ویسے بھی جن اہل ایمان کی بُرائیاں زیادہ ہوں گی وہ جہنم میں اپنی سزا پوری کرنے کے بعد جنت میں جائیں گے تو اہل اعراف جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی وہ تو ان سے بھی پہلے جنت میں داخل ہونے چاہییں۔

[۷] میرے پیارے نبی! جو لوگ آپ کی بات نہیں سنتے اور دانستہ کفر و شرک میں بھٹک رہے ہیں آپ ان کے متعلق غمگین نہ ہوں کیونکہ {اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کردیتا} (قرآن: ۶: ۳۵) یعنی سب کو مسلمان بنا دیتا اور کوئی بھی کافر نہ ہوتا مگر اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ جب لوگوں کو عقل و شعور دیا ہے تو پھر انہیں مجبور نہ کیا جائے بلکہ دیکھا جائے کہ کون حق کو قبول کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق بناتا ہے اور کون ظلم و زیادتی کا راستہ اختیار کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرتا ہے اور قیامت کے دن ایسے ظالموں کا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہوگا۔

میرے پیارے نبی! انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ وہ لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھائیں اور دیکھیں کہ کون اپنی مرضی سے ہدایت قبول کرتا ہے اور کون انکار کرتا ہے؟ اگر لوگوں کی آزمائش کرنا مقصود نہ ہوتا تو پھر انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجنے کی ضرورت ہی نہیں تھی، اللہ تعالیٰ خود ہی ایک حکم کے ساتھ سب لوگوں کو ہدایت یافتہ بنا دیتا۔

اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ ۚ فَاللّٰہُ ھُوَ الۡوَلِیُّ وَ ھُوَ یُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ۫ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۹﴾

ع ۹ / ۲

۹۔ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے اور وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔[۸]

وَ مَا اخۡتَلَفۡتُمۡ فِیۡہِ مِنۡ شَیۡءٍ فَحُکۡمُہٗۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبِّیۡ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ ٭ۖ وَ اِلَیۡہِ اُنِیۡبُ ﴿۱۰﴾

۱۰۔ اور جس بات میں بھی تمہارا اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے،[۹] وہی اللہ تعالیٰ میرا رب ہے، اسی پر میں نے بھروسہ کر رکھا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔[۱۰]

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا وَّ مِنَ الۡاَنۡعَامِ اَزۡوَاجًا ۚ یَذۡرَؤُکُمۡ فِیۡہِ ؕ لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ ۚ وَ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ وہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے، اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے اور چوپایوں سے بھی جوڑے بنائے، وہ تمہیں اس (جوڑے بنانے) کے ذریعہ پھیلاتا ہے،[۱۱] اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، اور وہی سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

[۸] یعنی اصل کارساز تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جو مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے، کسی اور میں نہ اتنی قدرت ہے اور نہ ہی کوئی اور حقیقی کارساز ہونے کا مستحق ہے، تو پھر مشرکین دوسروں کو کیوں کارساز بناتے ہیں؟

[۹] اس دنیا میں ہر انسان کا دعویٰ یہی ہے کہ اس کا دین صحیح ہے اور دوسرے سب ادیان غلط ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری کلام یعنی قرآن مجید بھیجا تاکہ لوگ اس سے رہنمائی حاصل کر کے اپنے اختلافات ختم کریں۔ اب اہل ایمان کے درمیان کوئی اختلاف رونما ہو تو انہیں قرآن وسنت کی طرف ہی رجوع کرنا پڑتا ہے مگر جو اختلاف کافر اور مسلمان کے درمیان ہے تو چونکہ کفار قرآن مجید کو نہیں مانتے اس لئے ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوگا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی ان کا فیصلہ فرمائے گا۔

[۱۰] ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں اعلان کر دیا کہ ہر معاملہ کا آخری فیصلہ جس اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہی میرا رب ہے، میں نے پہلے بھی اسی پر بھروسہ کیا ہے اور آئندہ بھی اسی کی طرف رجوع کرتا رہوں گا۔

[۱۱] اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہی جنس سے تمہاری بیویاں پیدا کیں تاکہ تمہیں سکون بھی ملے اور تمہاری افزائش نسل کا سلسلہ بھی جاری

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ آسمانوں اور زمین (کے خزانوں) کی کنجیوں کا وہی مالک ہے، وہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے، بے شک وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ [۱۲]

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اس نے تمہارے لئے وہی دین مقرر فرمایا جس کا اس نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا اور جس کو (اب) ہم نے آپ کی طرف وحی فرمایا ہے، اور اسی کا ہم نے ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ تم اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا، مشرکین پر وہ بات (توحید) بڑی گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ انہیں بلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی (توحید کی) طرف منتخب فرمالیتا ہے اور اسی کو اپنی (توحید کی) طرف ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ [۱۳]

رہے اور جانوروں کے بھی جوڑے بنائے تاکہ تمہاری ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے ان کی نسل بھی بڑھتی رہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ اس دنیا میں انسان کا نکاح کسی غیر جنس کے ساتھ جائز نہیں ہے، البتہ جنت میں اہل ایمان کا نکاح غیر جنس یعنی حوروں کے ساتھ ہو سکے گا۔

[۱۲] زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہ جس کے لئے چاہتا ہے وسائل رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے وسائل رزق تنگ کر دیتا ہے، لہٰذا رزق کی کمی یا بیشی اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے جس کی اصل حکمت تو صرف وہی بہتر جانتا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جس کے پاس زیادہ رزق ہو اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہے اور جس کے پاس کم رزق ہو اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہے کیونکہ بہت سے منکروں یعنی قارون اور فرعون کے پاس رزق کی فراوانی تھی اور بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام اور صالحین کے پاس دنیاوی مال و دولت کی کمی تھی۔ دراصل اللہ تعالیٰ تو اس سے راضی ہوتا ہے جو اس کی اطاعت کرے خواہ وہ امیر ہو یا غریب۔

[۱۳] اسلام کوئی نیا دین نہیں بلکہ یہ وہی دین ہے جس کی تبلیغ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کی۔ مشرکین مکہ کے لئے بہت مشکل ہے کہ وہ بہت سے خداؤں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا پر ایمان لے

وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اور انہوں نے تفرقہ ڈالا تھا اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ چکا تھا، (اور وہ تفرقہ بھی) باہمی حسد کے باعث تھا اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے ہی ایک میعاد مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا گیا ہوتا، اور بے شک جو لوگ ان کے بعد وارث بنائے گئے تھے وہ قرآن کے متعلق سخت شبہ میں مبتلا ہیں۔ [۱۴]

آئیں مگر جو لوگ خلوص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنی توحید کے لئے منتخب فرما لیتا ہے اور ان کو ہدایت کے راستہ پر گامزن فرما دیتا ہے۔

تمام انبیاء کا دین ایک ہی تھا

سب انبیائے کرام علیہم السلام کی اصولی دعوت توحید ہی پر مبنی تھی مگر مختلف ادوار کے مخصوص حالات کی وجہ سے بعض احکام اور اعمال میں اختلاف تھا جیسا کہ درج ذیل آیات سے واضح ہے:

☆ {اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف یہی وحی کرتے تھے کہ بے شک میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس تم میری ہی عبادت کرو۔} (قرآن: ۲۱:۲۵)

☆ {تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک شریعت اور راہ عمل بنائی ہے۔} (قرآن: ۵:۴۸)

[۱۴] ابو سعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے جب قریش کو علم ہوا کہ اہل کتاب نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی تو قریش نے کہا: یہودیوں اور عیسائیوں پر خدا کی لعنت ہو، ان کے پاس ان کے رسول آئے اور انہوں نے اپنے رسولوں کو جھوٹا قرار دیا، پھر قریش قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے: اگر ان کے پاس کوئی رسول آیا تو وہ گذشتہ قوموں کی بہ نسبت زیادہ ہدایت قبول کریں گے۔ (صفوۃ التفاسیر: سورہ فاطر (۳۵): زیر آیت نمبر ۴۲)

امام قرطبی نقل کرتے ہیں کہ قریش مکہ تمنا کرتے تھے کہ ان کی طرف بھی کوئی نبی بھیجا جائے لیکن جب ان کے پاس حضرت محمد ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا گیا جن کو وہ اچھی طرح پہچانتے تھے۔ (تفسیر قرطبی) تو جس طرح پہلی قوموں نے اپنے انبیاء کے ساتھ اختلاف کیا اور ان کی کتابوں کے بارے میں سخت شکوک و شبہات پیدا کئے اسی طرح قریش بھی نبی کریم ﷺ کی مخالفت پر اتر آئے اور قرآن مجید میں سخت شبہ کرنے لگے۔ اس انتشار و افتراق کی وجہ لاعلمی یا غلط فہمی نہیں تھی، بلکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ حضرت محمد ﷺ صادق اور امین ہیں اور قرآن مجید میں بھی کوئی ایسی بات نہیں جو عقل کے خلاف ہو، لیکن صرف تکبر، ضد، حسد اور عناد کی وجہ سے انہوں نے آپ ﷺ کا انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قریش

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۱۵

۱۵۔ پس آپ اسی قرآن کی طرف دعوت دیتے رہیں اور آپ اس طرح ثابت قدم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے، اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کریں اور فرمادیں: جو کتاب بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل وانصاف کروں، اللہ تعالیٰ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں، ہمارے اور تمہارے درمیان کسی بحث وتکرار کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع فرمائے گا اور اسی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔[۱۵]

کے عذاب کو مؤخر کرنے اور انہیں مہلت دینے کا فیصلہ پہلے ہی کر رکھا تھا تاکہ وہ توبہ کرلیں یا ان کی اولاد ہی اسلام کو قبول کرلے۔ اگر پہلے سے ہی یہ فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو ان کے اس تعصب کے باعث انہیں فوراً عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا۔

[۱۵] اس آیت میں دس جملے ہیں اور ہر جملہ ایک مستقل موضوع کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس آیت میں خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ کو ہے مگر اس کا حکم عام ہے یعنی امت مسلمہ کو اپنے پیارے نبی ﷺ کی اتباع میں ان احکام کو سرانجام دینے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہیے۔ ان دس جملوں کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمائیں:

(۱) دین کی دعوت

اہل کتاب کئی فرقوں میں بٹ چکے ہیں، مشرکین پر قرآن کی دعوت گراں گزرتی ہے، آپ ان کو اتفاق اور توحید کی دعوت دیتے رہیں اور انہیں بتائیں کہ قرآن مجید اسی دین کی دعوت دیتا ہے جس کی دعوت پہلے انبیائے کرام علیہم السلام نے دی تھی۔ آج بھی دنیا مختلف فرقوں میں بٹی ہوئی ہے اور ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم بھی اپنے پیارے نبی ﷺ کی سنت ادا کرتے ہوئے حکمت، اچھی نصیحت اور عمدہ دلائل کے ساتھ تبلیغ اسلام کا سلسلہ جاری رکھیں۔

(۲) استقامت

جس دین کی آپ لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں خود بھی اس کے احکام پر اس طرح ثابت قدم رہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اس حکم کی اہمیت کے پیش نظر ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے سورہ ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا: کیونکہ اس میں حکم ہوا ہے: {وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ: اور آپ اس طرح ثابت قدم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے} (تفسیر روح البیان)

اس جملہ کی جلالت اور عظمت نے آپ ﷺ کو اتنا فکر مند کر دیا کہ آپ کے بال سفید ہونے لگے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے عین مطابق ثابت قدم رہنا آسان نہیں ہے۔ اس اعلیٰ معیار پر انبیاء اور صالحین ہی پورے اتر سکتے ہیں۔ بہر حال امت کو بھی اپنی اپنی طاقت کے مطابق احکام خداوندی پر ثابت قدم رہنے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہیے۔

(۳) مشرکین سے بے زاری

مشرکین اگر دھمکیاں دے کر یا لالچ دے کر اپنی خواہشات منوانا چاہیں تو آپ حسب سابق ان کی پرواہ نہ کریں اور کسی ایسی بات پر سمجھوتہ نہ کریں جس کی وجہ سے اسلام پر آنچ آتی ہو۔ آج مسلمانوں کو بھی غیر مسلموں کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم رکھنے چاہییں مگر کوئی ایسا اقدام ہرگز نہ کریں جس کی وجہ سے اسلام بدنام ہو۔

(۴) آسمانی کتابوں پر ایمان

میرے پیارے نبی! آپ اعلان فرما دیں: میں ان سب کتابوں اور صحیفوں پر ایمان رکھتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں۔ اسی طرح ہر مسلمان پر بھی فرض ہے کہ وہ ان ساری کتابوں اور صحیفوں پر ایمان رکھے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں۔

(۵) عدل وانصاف کا حکم

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل وانصاف کروں یعنی کوئی امیر ہو یا غریب، عربی ہو یا عجمی، اپنا ہو یا بیگانہ میں سب کے ساتھ بغیر کسی امتیاز کے عدل وانصاف کروں۔ اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کے کردار سے چند مثالیں ملاحظہ کریں جو سب لوگوں کے لئے بہترین نمونہ ہیں:

☆ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کہنے پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس کی سفارش کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ بے شک تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ ان میں جب کوئی امیر چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ یعنی میری بیٹی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔''

(بخاری: ۳۴۷۵: کتاب الأنبیاء: باب ۵۶)

☆ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ہنسی مذاق کرنے والے آدمی تھے۔ ایک دفعہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لوگوں کو باتیں کر کے ہنسا رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی کمر میں چھڑی چبھو دی۔ انہوں نے تکلیف کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم بدلہ لے لو۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ ﷺ کے بدن مبارک پر قمیص ہے جبکہ میرے جسم پر قمیص نہیں تھی، پس نبی کریم ﷺ نے اپنی قمیص مبارک اوپر اٹھائی تو حضرت اسید رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے لپٹ گئے اور آپ ﷺ کے پہلو کے بوسے لینے لگے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرا یہی ارادہ تھا۔

(ابو داؤد: کتاب الأدب: حدیث نمبر ۵۲۲۴)

☆ مؤرخین لکھتے ہیں کہ جنگ بدر کے روز نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں ایک تیر تھا اور آپ ﷺ اس کے اشارے سے مجاہدین کی صفیں درست کرا رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ ایک صف کے آگے سے گزرے تو دیکھا کہ سواد بن غزیۃ رضی اللہ عنہ صف سے آگے نکلے کھڑے ہیں، آپ ﷺ نے تیر سے ان کے شکم پر ہلکی سی چوٹ لگائی اور فرمایا: اے سواد! سیدھے ہو جاؤ۔ (سواد صف میں سیدھا تو ہو گیا مگر) عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! مجھے اس چوٹ سے درد ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو عدل وانصاف کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے، مجھے اس چوٹ کا بدلہ لینے دیجئے۔ (عدل وانصاف کے علم بردار نبی کریم ﷺ نے اس مطالبہ کو گستاخی پر محمول نہیں کیا، میدان جنگ میں ایک سپاہی کا اپنے کمانڈر انچیف سے اس قسم کا مطالبہ سن کر اسے کورٹ مارشل کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ کسی ادنیٰ برہمی کا اظہار کئے بغیر زرہ کے بند کھول دیئے اور پھر) آپ نے اپنی قمیص مبارک اٹھا کر اپنا شکم مبارک اس کے سامنے پیش کر دیا اور فرمایا: اے سواد! آؤ بدلہ لے لو۔ وہ لپک کر آگے بڑھے، نبی کریم ﷺ کو گلے لگا لیا اور شکم مبارک کو چوم لیا۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: اے سواد! تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! (میدان جنگ میں زندگی وموت کا) جو مرحلہ ہمیں درپیش ہے وہ آپ کے سامنے ہے، میری یہ آرزو تھی کہ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت میری جلد آپ کی جلد مبارک سے مس ہو جائے، پھر نبی کریم ﷺ نے سواد کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

(السیرۃ النبویۃ: ابن ھشام: جلد ۲: ص ۱۹۵)

(۶) اللہ تعالیٰ ہی سب کا رب ہے

مسلمان ہو یا کافر، عربی ہو یا عجمی اور امیر ہو یا غریب سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور وہی سب کا پروردگار ہے، اور وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے، اس کے سوا نہ کوئی رب ہے اور نہ ہی کوئی عبادت کا مستحق ہے۔

(۷) اعمال کی جزاوسزا

ہر انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے، اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ایسا نہیں ہو سکتا کہ گناہ کوئی کرے اور سزا کسی اور کو ملے، لہٰذا اگر ہم نیک اعمال کریں گے تو ہم ہی اس کے اجر عظیم سے محظوظ ہوں گے اور اگر تم برے اعمال کرو گے تو تمہیں ہی اس کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

(۸) ہٹ دھرم کے ساتھ تکرار

حق واضح ہو جانے کے بعد بھی اگر تم ہٹ دھری سے کام لیتے ہو تو پھر مزید بحث وتکرار میں وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

☆ حضرت ابو ثعلبۃ خُشنی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جا رہی ہے، خواہش کی پیروی کی جا رہی ہے، دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اترا رہا ہے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو اور عام لوگوں کی فکر کرنا چھوڑ دو۔

(ترمذی: ۳۰۵۸: ابواب تفسیر القرآن: سورۃ المائدۃ)

☆ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم یہ سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کی تصدیق کر دو اور جب تم یہ سنو کہ کسی شخص کی خُلق یعنی فطرت بدل گئی ہے تو اس کی تصدیق نہ کرو کیونکہ وہ شخص اسی سرشت کی طرف لوٹ جائے گا جس پر اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ (مسند احمد: جلد ۶: ص ۴۴۳، مجمع الزوائد: جلد ۷: ص ۱۹۶) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(۹) قیامت کا دن

قیامت سے مراد یہ ہے کہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب یہ کائنات اور اس میں بسنے والی ہر چیز فنا ہو جائے گی صرف ازلی اور ابدی خدا ہی باقی رہے گا جو مُردہ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرے گا، پھر اس قادر مطلق خدا کی عدالت لگے گی جس میں ہر آدمی کی زندگی کا پورا ریکارڈ پیش ہوگا اور اس کے اعمال کے نتیجہ میں جنت اور دوزخ کا فیصلہ ہوگا۔ قیامت پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے، اس کے بغیر انسان مسلمان نہیں ہوسکتا۔

(۱۰) عدالت خداوندی

آج تو سرکش لوگ ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہیں اور آخرت کا انکار کر دیتے ہیں لیکن میدان حشر میں جب انہیں دوبارہ زندہ کر کے جمع کر دیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ کی عدالت لگے گی اور ان سے پوچھا جائے گا: کیا آخرت سچ نہیں ہے؟ تو وہ قسمیں کھا کر کہیں گے کہ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے اور وہ ایک ایسی حقیقت کا انکار کر بھی کیسے سکیں گے جسے وہ کھلی آنکھوں سے، عملی صورت میں اپنی ذات پر وارد ہوتا دیکھ رہے ہوں گے لیکن اس روز کا اقرار انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا کیونکہ توبہ کا وقت اب ختم ہو چکا ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن کسی شخص کے قدم اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی عدالت سے علیحدہ نہیں ہوسکیں گے جب تک اس سے پانچ سوالوں کا جواب نہ لیا جائے:

۱۔ اس نے اپنی عمر کن کاموں میں صرف کی۔ (اچھے یا برے)؟
۲۔ اس نے اپنی جوانی کس کام میں صرف کی۔ (اچھے یا برے)؟
۳۔ اس نے اپنا مال کہاں سے کمایا۔ (حلال طریقہ سے یا حرام سے)؟
۴۔ اس نے اپنا مال کہاں خرچ کیا۔ (اچھے کاموں میں یا برے کاموں میں)؟
۵۔ اس نے اپنے علم پر کیا عمل کیا۔ (یعنی اپنے علم پر کتنا عمل کیا)؟ (ترمذی: ۲۴۱۶: ابواب القیامۃ: باب ۱)

عدالت خداوندی میں حاضری کی صورت

سلیمان بن عبدالملک ایک دفعہ مدینہ منورہ حاضر ہوا اور حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہونے کی کیا صورت ہوگی؟ ابو حازم نے جواب دیا: نیک آدمی اس صورت میں حاضر ہوگا جیسے کوئی آدمی تجارت کی غرض سے دور دراز سفر پر گیا اور کافی عرصہ کے بعد بہت سا نفع لے کر گھر واپس آیا تو اہل خانہ اس کو

وَ الَّذِیۡنَ یُحَآجُّوۡنَ فِی اللّٰہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا اسۡتُجِیۡبَ لَہٗ حُجَّتُہُمۡ دَاحِضَۃٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ وَ عَلَیۡہِمۡ غَضَبٌ وَّ لَہُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے (دین کے) بارے میں حجت بازی کرتے ہیں اس کے بعد کہ اسے قبول کر لیا گیا، تو ان کی حجت بازی ان کے رب کے نزدیک باطل ہے اور ان پر (اللہ تعالیٰ کا) غضب ہے اور ان کے لئے سخت عذاب ہے۔[۱۶]

اَللّٰہُ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ وَ الۡمِیۡزَانَ ؕ وَ مَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّ السَّاعَۃَ

۱۷۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل فرمایا، اور (اے انسان) تجھے کیا معلوم

دیکھ کر خوش ہیں اور وہ اہل خانہ کو دیکھ کر خوش ہے یعنی دونوں ایک دوسرے کی ملاقات اور کامیاب تجارت پر خوش ہیں۔ اسی طرح قیامت کے دن نیک آدمی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو دیکھ کر اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی نیکیوں پر خوش ہوگا، ایسا خوش نصیب جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوگا، اور برا آدمی اس صورت میں حاضر ہوگا جیسے کوئی غلام اپنے مالک کی چوری کر کے بھاگ گیا ہو اور مالک نے اس کی گرفتاری کے لئے پیادے روانہ کئے ہوں اور وہ اس چور غلام کو پکڑ کر لے آئیں۔ اب غلام اپنی حماقت پر شرمندہ ہے اور مالک اس کی نمک حرامی پر غضب ناک ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن بُرا آدمی اپنی حماقتوں پر شرمندہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کی نمک حرامی پر غضب ناک ہوگا۔ ایسا بے وقوف جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اس دوران سلیمان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگا: کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں اپنا حال جان لیتا کہ ان دونوں صورتوں میں سے کس صورت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے میری پیشی ہوگی؟ ابو حازم نے کہا: یہ معلوم کرنا بالکل آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {بے شک نیک لوگ (جنت کی) نعمتوں میں ہوں گے اور بُرے لوگ دوزخ (کے عذاب) میں ہوں گے} (قرآن: ۸۲: ۱۴۔ ۱۳) اب تم خود ہی اپنے اعمال کا جائزہ لے لو کہ آیا تم نیک لوگوں میں سے ہو یا بُرے لوگوں میں سے؟ سلیمان نے کہا: اگر انجام کار اعمال پر منحصر ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کس لئے ہے؟ اس پر ابو حازم نے فرمایا: اس سوال کا جواب بھی قرآن سے پوچھ لو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: {بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ہے} (قرآن: ۷: ۵۶) یعنی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق بنانے کے لئے بھی نیک کاموں اور نیک لوگوں کی صحبت کا وسیلہ ضروری ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: جلد ۳: ص ۲۷۱)

[۱۶] اہل مکہ میں سے جن لوگوں نے قرآن مجید میں غور کیا وہ اسلام کی صداقت پر ایمان لے آئے مگر جو لوگ محض تعصب کی وجہ سے اسلام کے خلاف حجت بازی کرتے رہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی حجت بازی باطل ہے اور وہ اپنے تعصب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب اور سخت عذاب کے مستحق ہوئے ہیں۔

قَرِيْبٌ ﴿۱۷﴾

کہ شاید قیامت قریب ہی ہو۔ [۱۷]

يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۗ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ جو لوگ اس (قیامت) پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لئے جلدی مچاتے ہیں اور جو لوگ (اس پر) ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ بے شک وہ برحق ہے، خبردار! جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں وہ بہت دور کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ [۱۸]

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾ ع ۲

۱۹۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے، اور وہ بڑی قوت والا زبردست ہے۔ [۱۹]

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ جو شخص آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کے لئے اس کی کھیتی میں اضافہ کردیں گے اور جو شخص صرف دنیا کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کو کچھ دنیا عطا کردیتے ہیں اور اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ [۲۰]

[۱۷] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ساتھ حکمت اور شریعت کو بھی نازل فرمایا جن میں عقائد و اعمال، حقوق و فرائض اور عدل و مساوات کو اس طرح ناپ تول کر ٹھیک ٹھیک بیان کردیا گیا ہے کہ ان میں کسی کمی بیشی کی ضرورت نہیں ہے، لہٰذا ہر عقلمند انسان پر لازم ہے کہ وہ قیامت سے پہلے اس دین پر عمل کرنے میں جلدی کرے کیونکہ قیامت آجانے کے بعد کسی کو توبہ یا نیکی کرنے کی مہلت نہیں ملے گی اور کیا خبر قیامت قریب ہی ہو! اور اگر قیامت کا دن دور بھی ہوا تو تمہاری قیامت یعنی موت تو کسی بھی وقت آسکتی ہے، لہٰذا اس سے پہلے ہی اپنی اصلاح کرلو۔

[۱۸] جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے انہیں قیامت سے کوئی ڈر نہیں ہے اس لئے وہ از راہ مذاق کہتے ہیں کہ قیامت نے اگر آنا ہی ہے تو جلدی کیوں نہیں آجاتی؟ اس آیت میں انہیں خبردار کیا گیا ہے کہ قیامت کا انکار بہت بڑی گمراہی ہے کیونکہ قیامت برحق ہے اور وہ ضرور آئے گی، اسی لئے اہل ایمان اس کی ہولناکی سے ڈرتے ہیں۔

[۱۹] اللہ تعالیٰ بہت طاقتور اور سب پر غالب ہے وہ چاہے تو منکرین قیامت کو فوراً سزا دے سکتا ہے مگر وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، انہیں توبہ کے لئے مہلت بھی دیتا ہے اور ان کا رزق بھی بند نہیں کرتا۔

[۲۰] جو شخص اپنی آخرت کے لئے نیکیوں کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس دنیا میں اسے زیادہ نیکیوں کی توفیق دیتا ہے اور آخرت میں

اَمۡ لَہُمۡ شُرَکٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَہُمۡ مِّنَ الدِّیۡنِ مَا لَمۡ یَاۡذَنۡۢ بِہِ اللّٰہُ ؕ وَ لَوۡ لَا کَلِمَۃُ الۡفَصۡلِ لَقُضِیَ بَیۡنَہُمۡ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ کیا ان کے لئے کچھ ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے دین کا ایسا راستہ مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی؟ اور اگر (ان کے متعلق) فیصلہ کی بات (پہلے سے) طے نہ ہو چکی ہوتی تو (اب تک) ان کا فیصلہ کر دیا گیا ہوتا، اور بے شک ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔[۲۱]

تَرَی الظّٰلِمِیۡنَ مُشۡفِقِیۡنَ مِمَّا کَسَبُوۡا وَ ہُوَ وَاقِعٌۢ بِہِمۡ ؕ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیۡ رَوۡضٰتِ الۡجَنّٰتِ ۚ لَہُمۡ مَّا

۲۲۔ آپ دیکھیں گے کہ ظالم اپنے اعمال (کے وبال) سے ڈر رہے ہوں گے حالانکہ وہ ان پر واقع ہو کر رہے گا، اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے وہ جنتوں کے باغات میں ہوں گے، جو

اس کی ایک نیکی کو دس گنا سے لے کر بے شمار گنا تک بڑھا دیتا ہے اور جو شخص صرف اسی دنیا کا طالب رہتا ہے اور آخرت کو فراموش کر دیتا ہے اس کو دنیا کا کچھ حصہ تو مل جاتا ہے مگر آخرت میں جہنم کے سوا اسے کچھ نہیں ملتا کیونکہ اس نے آخرت کے لئے کوئی عمل کیا ہی نہیں ہے۔

دارالجزا

ہماری زندگی دو حصوں پر مشتمل ہے: ایک دنیوی اور دوسرا اخروی۔ دنیوی زندگی دارالعمل ہے جس میں ہم عمل کرتے ہیں اور اخروی زندگی دارالجزا ہے جس میں ان اعمال کا بدلہ ملے گا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ (المقاصد الحسنۃ: ص ۲۲۷) یعنی دنیوی زندگی کی مثال ایک کھیت کی سی ہے جس کی کاشت ہماری مرضی پر منحصر ہے۔ اب یہ ہمارے انتخاب کی بات ہے کہ کس چیز کی کاشت کریں۔ بہرحال نتیجہ واضح ہے، اگر اچھے اعمال کاشت کریں گے تو کل قیامت میں اچھے ثمرات سے خوش ہوں گے اور اگر برے اعمال کی کاشت کریں گے تو کل کڑوے پھلوں سے پریشان ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ دنیا اس شخص کے لئے بہترین گھر ہے جو اس دنیا سے اپنی آخرت کے لئے توشہ تیار کرتا ہے۔
(المقاصد الحسنۃ: ص ۲۲۷)

[۲۱] کفار مکہ جس شرک اور گمراہی میں مبتلا تھے اللہ تعالیٰ کے دین میں اس کی اجازت نہیں تھی اور نہ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعلیمات میں اس کی گنجائش تھی، یہ تو صرف کفار مکہ کے باپ دادا کی اندھی تقلید اور شیاطین کی ترغیب کا نتیجہ تھا اور یہ اتنی بڑی سرکشی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے ان ظالموں کے لئے آخرت میں دردناک عذاب کا فیصلہ نہ کر رکھا ہوتا تو اسی دنیا میں انہیں فوراً تباہ و برباد کر دیا جاتا۔

يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿٢٢﴾

کچھ وہ چاہیں گے ان کے رب کے پاس سے انہیں ملے گا، یہی بہت بڑا فضل ہے۔ [۲۲]

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ

۲۳۔ یہی وہ (حقیقی کامیابی) ہے جس کی خوش خبری اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے، آپ فرمادیں: میں اس (تبلیغ اسلام) پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا سوائے قرابت کی محبت کے، [۲۳] اور جو شخص نیکی کرے گا

[۲۲] آج تو ظالم اور مشرک لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں بلکہ اس کے عذاب کا مذاق اڑاتے ہیں مگر قیامت کے دن جب انہیں حقیقت حال کا مشاہدہ ہوجائے گا تو اپنی سرکشی کی سزا سے ڈر رہے ہوں گے۔ اس وقت اس ڈرنے کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا اس لئے کہ قیامت دار الجزا ہے جہاں انہیں اپنے کرتوتوں کی سزا بہرحال ملے گی اور وہ اس سے بچ نہ سکیں گے، البتہ جو نیکوکار مومن ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوگا، وہ جنت میں خوش وخرم ہوں گے اور وہاں جو کچھ چاہیں گے ان کا رب انہیں مہیا فرمائے گا حتیٰ کہ اہل جنت کو اپنا دیدار بھی کرائے گا اور اہل ایمان کے لئے یہ بہت بڑی خوشخبری اور حقیقی کامیابی ہے

جنت میں اہل جنت کو جو چیز سب سے زیادہ محبوب ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، جیسا کہ حضرت صہیب ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم یہاں کوئی مزید چیز بھی چاہتے ہو؟ اہل جنت کہیں گے: کیا تو نے ہمارے چہروں کو سفید نہیں کیا؟ کیا تو نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نجات نہیں دی؟ پھر اللہ تعالیٰ حجاب کھول دے گا اور اہل جنت کو ایسی کوئی چیز نہیں عطا کی گئی ہوگی جو ان کو اپنے رب تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو۔ (مسلم: حدیث نمبر ۴۴۹: کتاب الایمان: باب ۸۰)

[۲۳] نبی کریم ﷺ نے جب اہل مکہ کو اسلام کی دعوت دی تو وہ مخالفت پر اتر آئے۔ وہ نبی کریم ﷺ کو بھی تکلیف پہنچاتے اور جو شخص بھی اسلام قبول کرتا اس پر ظلم وزیادتی کرتے حتیٰ کہ نوبت قتل وغارت تک پہنچ گئی۔ اہل مکہ کی اذیت رسانی کے باوجود جب آپ ﷺ اس دعوت پر ثابت قدم رہے تو مشرکین کو خیال آیا کہ شاید آپ ﷺ نے مالی مفادات حاصل کرنے کے لئے یہ تحریک شروع کی ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں جو تمہیں اسلام کی تبلیغ کر رہا ہوں اس کے پس منظر میں کوئی مالی مفاد یا ہوس اقتدار نہیں ہے بلکہ تمہاری ہدایت اور بھلائی مقصود ہے۔ میں اس پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا مگر میں تمہیں تمہارے حق قرابت سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ اور آپس میں پیار ومحبت کا سلوک کرو کیونکہ ہم سب ایک دوسرے کے رشتہ دار ہیں۔ اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے تو ہم میں سے جو

مسلمان ہیں ان پر تم ظلم وزیادتی نہ کرو، آخر ہم تمہارے رشتہ دار ہیں۔ اگر تم شرک کی تبلیغ کرنا اپنا حق سمجھتے ہو تو ہمیں بھی توحید کی تبلیغ کا حق ملنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ مطالبہ اپنی ذات کے لئے نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اہل مکہ کی ہدایت کے لئے تھا۔

سورہ فرقان میں اس مفہوم کو اور زیادہ وضاحت سے بیان کیا گیا ہے: { آپ فرمادیں: میں اس (تبلیغ اسلام) پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ جو چاہے اپنے رب کا راستہ اختیار کرلے } (قرآن: ۲۵:۵۷) یعنی میں تم سے کسی مال و دولت کا طالب نہیں ہوں، البتہ جو چاہے اپنے رب کی ہدایت کا راستہ اختیار کرے اور کامیابی سے ہمکنار ہو جائے تو یہی میرا اجر میرے لئے کافی ہے۔ اور سورہ شعراء کی آیات نمبر ۱۰۹، ۱۲۷، ۱۴۵، ۱۶۴، ۱۸۰ میں پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی تبلیغ کا بھی یہی مشن بتایا گیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کا یہ قول ذکر فرمایا ہے: {میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف رب العالمین کے ذمہ ہے} (قرآن: ۲۶:۱۰۹) یعنی مجھے دنیاوی مال و دولت نہیں چاہیے بلکہ میں تو اخروی اجر و ثواب کا طالب ہوں۔

بعض حضرات یہ خیال کرتے ہیں کہ اس آیت میں نبی کریم ﷺ نے اپنی قرابت یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کو بطور معاوضہ مانگا ہے تو یہ آپ ﷺ کے شایان شان نہیں ہے۔ جب دیگر انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی قوموں سے کسی معاوضہ کا مطالبہ نہیں کیا تو تمام انبیائے کرام کے سردار حضرت محمد ﷺ تبلیغ اسلام کے بدلہ میں اپنی اولاد کے لئے محبت کا مطالبہ کیسے کر سکتے ہیں؟ نیز یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے اور اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی ہی نہیں ہوئی تھی تو پھر حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر کیسے آگیا؟ پھر یہ خطاب کفار سے ہے جو نبی کریم ﷺ کو دیکھنا ہی نہیں چاہتے وہ ان کی اولاد سے محبت کیسے کریں گے؟ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اہل بیت کی محبت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ دراصل نبی کریم ﷺ کی آل پاک حسب و نسب کے اعتبار سے دنیا کی اشرف ترین آل ہے، ان کی محبت اور تعظیم ہر مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے۔ ہر نماز میں ان پر درود بھیجا جاتا ہے اور ان کے لئے برکت کی دعا کی جاتی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں میرے شیخ طریقت حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے: بے شک اہل بیت پاک کی محبت ہمارا ایمان ہے، یہ حضور ﷺ کی رسالت کا اجر نہیں ہے بلکہ یہ شجر ایمان کا ثمر ہے، یہ اس گل کی مہک ہے، یہ اس خورشید کی چمک ہے، جہاں ایمان ہوگا وہاں حب آل مصطفیٰ ﷺ ضرور ہوگی۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

آل پاک اور اہل بیت کی فضیلت

☆ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حج کے موقع پر دیکھا کہ آپ ﷺ اپنی اونٹنی قَصْوَاء پر سوار خطبہ دے رہے تھے اور فرما رہے تھے: اے لوگو! میں نے تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑی ہیں کہ اگر تم نے

يَقۡتَرِفۡ حَسَنَةً نَّزِدۡ لَهٗ فِيۡهَا حُسۡنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ شَكُوۡرٌ ﴿۲۳﴾

ہم اس کے لئے اس کی نیکی کے حسن میں اضافہ کر دیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت قدردان ہے۔ [۲۴]

ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے، اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری اولاد، میرے اہل بیت۔
(ترمذی: ۳۷۸۶: ابواب المناقب: باب ۳۱)

☆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم نے ان کو تھام لیا تو تم میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے، ان میں سے ایک دوسری سے زیادہ عظیم ہے، ایک کتاب اللہ ہے، یہ وہ رسی ہے جو آسمان سے زمین تک تانی ہوئی ہے اور دوسری میری اولاد ہے میرے اہل بیت، وہ ہرگز ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے حتیٰ کہ وہ دونوں اکٹھے میرے پاس حوض پر وارد ہوں گے، پس غور کرو کہ تم میرے بعد ان سے کس طرح پیش آتے ہو۔
(ترمذی: ۳۷۸۸: ابواب المناقب: باب ۳۱)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اہل بیت کشتی نوح کی طرح ہیں جو اس کشتی میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس کشتی سے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔
(المعجم الکبیر: ۲۵۷۰: جلد ۲: ص ۱۷۹)

☆ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام کا لباس حیا ہے، اس کی زینت وفا ہے، اس کی مروت عمل صالح ہے، اس کا ستون تقویٰ ہے۔ ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے محبت اور ان کے اہل بیت کی محبت ہے۔
(کنز العمال: ۳۲۵۲۳: جلد ۱۱: ص ۵۳۹)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کیونکہ وہ اپنی نعمتوں سے تم کو غذا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔
(ترمذی: ۳۷۸۹: ابواب المناقب: باب ۳۱)

☆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں جس کا دوست اور آقا ہوں علی اس کے دوست اور آقا ہیں۔
(ترمذی: ۳۷۱۳: ابواب المناقب: باب ۱۹)

☆ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات کو کسی کام سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے، آپ کے پاس کوئی چیز تھی، نہ جانے وہ کیا تھی، جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو میں نے پوچھا: یہ کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر کھول کر دکھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما اور اس سے محبت فرما جو ان دونوں سے محبت رکھے۔
(ترمذی: ۳۷۶۹: ابواب المناقب: باب ۳۰)

[۲۴] اللہ تعالیٰ بڑا قدردان ہے، جو شخص نیکی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر خوش ہوتا ہے اور اس کی نیکی کا حسن بڑھا دیتا ہے یعنی نیکی کرنے

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِكَ ؕ وَ یَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَ یُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ کیا وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس (رسول ﷺ) نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھا ہے؟ پس اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو آپ کے دل پر مہر لگا دیتا، اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات سے ثابت کرتا ہے، بے شک وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ [۲۵]

وَ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور برائیوں کو معاف فرماتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ [۲۶]

میں اگر اس سے کوئی کوتاہی سرزد ہو جائے تو اس سے درگزر فرماتا ہے اور آخرت میں اس کا اجر و ثواب بڑھا دیتا ہے۔

[۲۵] مشرکین مکہ یہ کہتے تھے کہ حضرت محمد ﷺ خود قرآن کی آیات بناتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، لہٰذا انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھا ہے۔ اس آیت میں مشرکین کے دعویٰ کو رد کیا جا رہا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے، کوئی انسان ایسا کلام نہیں بنا سکتا اور یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ حضرت محمد ﷺ سچے نبی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنا کلام کسی جھوٹی زبان پر ظاہر نہیں فرماتا اور بفرض محال اگر آپ ﷺ سچے نبی نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کے دل پر مہر لگا دیتا اور برحق کلام آپ کی زبان پر جاری نہ فرماتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ حق کو مضبوط دلائل کے ساتھ ثابت فرماتا ہے اور باطل کو بالآخر بھاگنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چند سالوں کے بعد پورے عرب پر حق کا پرچم لہرانے لگا اور باطل غائب ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ دلوں کے احوال خوب جانتا ہے اور نبوت کے لئے اسے ہی منتخب فرماتا ہے جو اس ذمہ داری کو سرانجام دینے کی کامل صلاحیت رکھتا ہے۔ خاص کر حضرت محمد ﷺ کے بارے میں تو مشرکین مکہ کو بھی شک نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ وہ خود آپ کو صادق و امین کہا کرتے تھے، اور پھر بھی اگر انہیں شک ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے تو اس جیسا کلام بنا کر دکھائیں اور یا پھر اس کے سامنے سرِتسلیم خم کر دیں۔

[۲۶] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ جو بندے خلوص نیت کے ساتھ توبہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرماتا ہے اور سب کچھ جاننے کے باوجود ان کی غلطیوں سے درگزر فرماتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کو اپنے مؤمن بندہ کی توبہ پر اس شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جو ایک ہلاکت خیز سنسان جنگل میں اپنی سواری پر جائے جس پر اس

وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿٢٦﴾

۲۶۔ اور وہ ان لوگوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے اور اپنے فضل سے ان کے اجر میں اضافہ فرماتا ہے، اور کافروں کے لئے سخت عذاب ہے۔ [۲۷]

وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَٰكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿٢٧﴾

۲۷۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں پر رزق کشادہ کر دیتا تو وہ ضرور زمین میں سرکشی کرتے لیکن وہ ایک اندازے سے (جس کے لئے) جتنا رزق چاہتا ہے نازل فرماتا ہے، بے شک وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے (اور انہیں) خوب دیکھنے والا ہے۔ [۲۸]

کے کھانے پینے کی چیزیں ہوں۔ وہ سو جائے اور جب وہ بیدار ہو تو سواری کہیں جا چکی ہو۔ وہ اس سواری کو تلاش کرتا رہے حتیٰ کہ اس کو سخت پیاس لگ جائے، پھر وہ کہے: میں واپس اسی جگہ جاتا ہوں جہاں پر میں پہلے تھا۔ میں وہاں سو جاؤں گا حتیٰ کہ مر جاؤں۔ وہ کلائی پر اپنا سر رکھ کر لیٹ جاتا ہے تاکہ مر جائے، پھر وہ بیدار ہوتا ہے تو اس کی سواری اس کے پاس موجود ہوتی ہے اور اس پر اس کے کھانے پینے کی چیزیں رکھی ہوتی ہیں، تو اللہ تعالیٰ کو مؤمن بندہ کی توبہ کرنے پر اس شخص کی سواری اور زادراہ (کے ملنے) سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ (مسلم: ۶۹۵۵: کتاب التوبة: باب ۱) توبہ کے متعلق تفصیلی بیان سورۃ النساء (۴) کی آیت نمبر ۱۷ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

[۲۷] اللہ تعالیٰ مؤمنوں کی دعائیں اور ان کے نیک اعمال قبول فرماتا ہے اور اپنے فضل و کرم سے ان کے اجر و ثواب میں اضافہ فرماتا ہے لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کے منکر ہیں اور ساری عمر نافرمانی میں گزار دیتے ہیں تو ظاہر ہے انہیں اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی کی سزا بھگتنا پڑے گی۔ دعا کے متعلق تفصیلی بیان سورہ مؤمن (۴۰) کی آیت نمبر ۶۰ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

[۲۸] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال سے خوب باخبر ہے۔ اگر وہ سب بندوں کو کثیر مال و دولت عطا کر دیتا تو لوگ تکبر اور غرور کرنے لگتے اور کسی دوسرے کی پرواہ نہ کرتے بلکہ ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتے اور زمین میں قتل و غارت کا بازار گرم کر دیتے، اس لئے اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی حکمت کے مطابق مختلف رزق دیتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں قتادہ نے کہا ہے: بہترین رزق وہ ہے جو تمہیں (اللہ تعالیٰ کی یاد سے) غافل نہ کرے اور تمہیں سرکش نہ بنائے۔ (تفسیر ابن کثیر، تفسیر ابن جریر طبری)

وَ هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَ یَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَ هُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اور وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت (کا دامن) پھیلا دیتا ہے، اور وہی سب کا کارساز (اور) سب تعریفوں کے لائق ہے۔ [۲۹]

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَ هُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾ ع

۲۹۔ اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ہے اور ان جانداروں کا (پیدا کرنا) بھی جو اس نے ان میں پھیلا رکھے ہیں، اور وہ جب چاہے ان سب کو جمع کرنے پر بھی قادر ہے۔ [۳۰]

وَ مَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اور جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ [۳۱]

[۲۹] اللہ تعالیٰ کی مہربانی کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ خشک سالی کے ایام میں جب زمین سے فصل اگنے کے بجائے خاک اڑنے لگتی ہے اور وسائل رزق محدود ہونے کی وجہ سے لوگ مایوس ہونے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ باران رحمت بھیج دیتا ہے جس سے فصلیں لہلہانے لگتی ہیں اور لوگ خوشی سے جھومنے لگتے ہیں۔ قحط سالی کے بعد باران رحمت اور تنگدستی کے بعد خوشحالی میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس ہو کہ واقعی اللہ تعالیٰ ہی حقیقی کارساز ہے اور وہی سب تعریفوں کا مستحق ہے۔

[۳۰] اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے وسیع و عریض بہت بڑے بڑے زمین و آسمان پیدا فرمائے، پھر بے شمار فرشتوں، انسانوں، مویشی اور جنات وغیرہ کو پیدا فرمایا۔ فرشتوں کو آسمانوں میں اور دیگر جانداروں کو زمین میں پھیلا دیا، پھر ایک دن آئے گا جب اللہ تعالیٰ ان سارے پھیلے ہوئے جانداروں کو میدان حشر میں جمع فرمائے گا، اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کیونکہ جس طرح وہ اپنی مخلوق کو پھیلانے پر قادر ہے اسی طرح وہ انہیں جمع کرنے پر بھی قادر ہے۔

[۳۱] تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے کرتوتوں کی سزا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اگر وہ ہر ایک گناہ پر فوراً سزا دیتا تو زمین پر کوئی بھی باقی نہ رہتا۔

امام بیضاوی لکھتے ہیں: اس آیت کا حکم مجرموں کے لئے خاص ہے کیونکہ جو مجرم نہیں ہیں ان پر مصیبت دوسری وجوہ سے آتی ہے، مثلاً ان میں سے ایک یہ ہے کہ مؤمن صبر کرے تاکہ اجر عظیم کا مستحق قرار پائے۔ (تفسیر بیضاوی)

اس آیت کی تفسیر میں امام خازن حضرت عکرمہ کا قول نقل کرتے ہیں: بندے پر جب مصیبت آتی ہے وہ یا تو اس وجہ

سے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بغیر اس کا گناہ معاف کرنے والا نہیں ہوتا یا کسی مرتبہ پر پہنچانے کے لئے آتی ہے کہ اس مصیبت کے بغیر اللہ تعالیٰ اسے اس مرتبہ پر پہنچانے والا نہیں ہوتا۔ (تفسیر الخازن) یعنی اس مصیبت کے بدلے میں صالحین کے درجات بلند کئے جاتے ہیں اور گناہگاروں کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔

اہل ایمان پر مصائب

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو جو بھی تھکاوٹ، بیماری، فکر، حزن، تکلیف یا غم ہوحتیٰ کہ اس کو کوئی کانٹا بھی چبھا ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

(بخاری: ۵۶۴۱: کتاب المرضیٰ: باب ۱)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکلیف پہنچتی ہے۔ (بخاری: ۵۶۴۵: کتاب المرضیٰ: باب ۱)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا مؤمن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔

(مسلم: ۷۴۱۷: کتاب الزھد: باب ۵۳)

☆ حضرت ابراہیم بن مہدی اپنے باپ اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: جب اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی بندہ کا مرتبہ اس قدر بلند ہوتا ہے کہ وہ اپنے عمل سے اس مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے جسم میں یا اس کے مال میں یا اس کی اولاد کے مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے۔

(ابوداؤد: ۳۰۹۰: کتاب الجنائز: باب ۲۰)

☆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں گیا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تیز بخار تھا۔ میں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بہت تیز بخار ہے اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوہرا اجر ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہ اس طرح ساقط فرما دیتا ہے جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔ (بخاری: ۵۶۴۷: کتاب المرضیٰ: باب ۲)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں تم کو اس آیت کی خبر نہ دوں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سب سے افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس آیت (یعنی قرآن: ۴۲: ۳۰) کی تفسیر میں بتایا: اے علی! تم پر جو بیماری آتی ہے یا کوئی سزا ملتی ہے یا دنیا میں کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ تمہارے ہاتھوں کے کرتوتوں کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت زیادہ کریم ہے کہ وہ تم کو دوبارہ آخرت میں سزا دے اور اللہ تعالیٰ نے جس گناہ کو دنیا میں معاف فرما دیا تو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ حلیم ہے کہ وہ معاف کرنے کے بعد دوبارہ سزا دے۔ (مسند احمد: جلد اول: ص ۸۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ آیت سب سے افضل ہے کیونکہ کسی تکلیف کی وجہ سے جو گناہ اس دنیا میں معاف کر دیا گیا آخرت میں دوبارہ اس کی سزا نہیں ملے گی۔

بچوں اور دیوانوں پر مصائب

بچوں اور دیوانوں پر جو مصائب آتے ہیں وہ ان کے والدین کے لئے اجر و ثواب کا باعث ہیں بشرطیکہ وہ صبر کریں حتیٰ

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝۳۱

۳۱۔ اور تم زمین میں (اللہ تعالیٰ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو اور اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی تمہارا کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار۔ [۳۲]

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝۳۲ۭ

۳۲۔ اور اس کی نشانیوں میں سے (بادبانی) کشتیاں ہیں جو پہاڑوں کی مانند سمندر میں چلتی ہیں۔

اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۳۳ۙ

۳۳۔ اور اگر وہ چاہے تو ہوا کو ساکن کر دے، پھر کشتیاں سطح سمندر پر رکی رہ جائیں، بے شک اس میں ہر صبر و شکر کرنے والے کے لئے نشانیاں ہیں۔ [۳۳]

اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَ يَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ۝۳۴ۡ

۳۴۔ یا وہ چاہے تو ان کشتیوں کو ان میں سوار ہونے والوں کے کرتوتوں کے باعث تباہ کر دے مگر اللہ تعالیٰ بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

کہ اگر کسی کا معصوم بچہ فوت ہو جائے اور وہ صبر کرے تو جنت میں اس کے لئے محل تیار کیا جاتا ہے۔

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی بندے کا بیٹا فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے: تم نے میرے بندے کے بیٹے کی روح قبض کر لی! وہ عرض کرتے ہیں: جی ہاں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم نے اس کے دل کا ثمر قبض کر لیا! وہ عرض کرتے ہیں: جی ہاں! پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اس نے تیری حمد بیان کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو۔ (ترمذی: ۱۰۲۱: ابواب الجنائز: باب ۳۶)

[۳۲] اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، جب وہ مجرموں کو سزا دیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی ایسا کارساز یا مددگار ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچا سکے۔

[۳۳] اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت کی نشانیوں میں سے ایک بادبانی کشتیاں ہیں جو پہاڑوں اور محلات کی مانند سمندر میں چلتی ہیں۔ تمہیں اور تمہارے مال و متاع کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہیں، لیکن اگر اللہ تعالیٰ چاہے اور ہوا کو روک دے تو یہ کشتیاں سطح سمندر پر رکی رہ جائیں اور اگر چاہے تو ان میں سوار ہونے والوں کے کرتوتوں کے باعث ایسی تیز آندھی بھیج دے کہ کشتیاں اپنے سواروں سمیت سمندر میں غرق ہو جائیں مگر اللہ تعالیٰ بہت سے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ ان نشانیوں میں غور و فکر وہی کرتے ہیں جو نعمتوں پر شکر اور مصائب پر صبر کرتے ہیں۔

وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝۳۵

۳۵۔ اور جولوگ ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں وہ جان لیں کہ ان کے لئے کوئی راہ فرار نہیں ہے۔[۳۴]

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۳۶ ۚ

۳۶۔ سو تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ دنیوی زندگی کا سامان ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ زیادہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے،[۳۵] (اور یہ) ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝۳۷ ۚ

۳۷۔ اور جولوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو معاف کردیتے ہیں۔[۳۶]

پرانی بادبانی کشتیوں کی جگہ آج انجن والے جہاز سمندر میں ایسے چلتے ہیں جیسے پورا شہر چل رہا ہو لیکن جب اللہ تعالیٰ سمندر میں طوفانی ہوا بھیجتا ہے تو یہ بڑے بڑے جہاز بھی مشکلات کا شکار ہوجاتے ہیں۔

[۳۴] ان واضح نشانیوں کے باوجود جولوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں اور ان پر ایمان نہیں لاتے وہ جان لیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آئے گا تو ان کے لئے کوئی راہ فرار نہیں ہوگی۔

[۳۵] اس آیت میں دنیا کے ساز وسامان اور آخرت کے اجر وثواب کا فرق بیان کیا گیا ہے یعنی آج تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ اس دنیاوی زندگی کا ساز وسامان اور اس کی زیب وزینت ہے۔ ممکن ہے کہ آج رات کو زلزلہ آئے، یہ سارا مال ومتاع تباہ ہوجائے اور صرف تم بھیک مانگنے کے لئے بچ جاؤ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آج رات تمہاری موت واقع ہوجائے اور یہ سارا سامان کسی اور کے پاس چلا جائے اور اگر تم بھی زندہ رہے اور یہ تمہارا مال ومتاع بھی تمہارے قبضہ میں رہے تو پھر بھی تمہیں ایک دن مرنا ہے کیونکہ یہ ساری کائنات اور اس میں موجود ہر چیز عارضی ہے، اسے ایک دن فنا ہوجانا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آخرت میں ایمان والوں کے لئے جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں وہ اس دنیاوی مال ومتاع سے بدرجہا بہتر ہیں اور لطف یہ ہے کہ وہ دائمی ہیں اور ہمیشہ ایمان والوں کے ساتھ رہیں گی، جنت میں نہ زلزلہ آئے گا اور نہ ہی وہاں موت ہوگی۔ کیا تم اس دنیا کی عارضی زینت اور آخرت کی دائمی نعمت کے فرق کو نہیں سمجھتے؟

☆ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اپنا سارا مال راہ خدا میں قربان کردیا تو کچھ لوگ انہیں ملامت کرنے لگے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری وتفسیر قرطبی)

[۳۶] ان آیات میں ان ایمان والوں کی صفات بیان کی گئی ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں بہترین اور دائمی نعمتیں تیار

کر رکھی ہیں، مثلاً وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں، کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔ مذکورہ صفات کے متعلق کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

اللہ تعالیٰ پر توکل

اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا ایمان کا حصہ ہے یعنی اس بات پر پختہ یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اٹل ہے۔ کامیابی و ناکامی دونوں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور ان دونوں کے پس پردہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں کارفرما ہوتی ہیں۔ نیز مادی اسباب پر اس طرح کلی اعتماد کرنا کہ مطلوب کے حصول میں یہی سب کچھ ہیں تو ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے اور بلا وجہ اسباب کو چھوڑ کر توکل کا دعویٰ کرنا بھی گناہ ہے، لہٰذا توکل کا مفہوم یہ ہے کہ سب سے پہلے ضروری اسباب کے مہیا کرنے میں پوری جدوجہد کی جائے لیکن نتائج کے ظہور کے لئے اسباب پر اعتماد نہ کیا جائے صرف اپنے رب تعالیٰ پر بھروسہ کیا جائے۔ اس طرح مسلمان کا حوصلہ بھی بلند رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت بھی شامل حال ہوگی جبکہ کافر صرف اسباب پر بھروسہ کرتا ہے اور روحانی تسکین کے فقدان سے پریشان رہتا ہے۔ اس ضمن میں چند مثالیں ملاحظہ کریں:

۱۔ نبی کریم ﷺ جب کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو اس کے لئے تیاری کرتے، مجلس مشاورت قائم ہوتی، وقت، جگہ، راستہ اور مجاہدین کا انتخاب ہوتا۔ ہتھیار اور سواریوں کا بندوبست کیا جاتا، میدانِ جنگ میں صفیں بنائی جاتیں الغرض جنگ میں کامیابی کے سارے ضروری اسباب کا انتظام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح دستِ سوال دراز فرماتے: اے اللہ! ہمارے دشمنوں کو ناکام بنا دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما۔ (بخاری: ۲۹۶۶: کتاب الجہاد: باب ۱۱۲)

۲۔ مکہ مکرمہ سے ہجرت کے وقت نبی کریم ﷺ نے رفیق سفر، زادِ سفر، اور سواری کے لئے اونٹنی کا انتظام کیا۔ رات کی تاریکی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر غار ثور میں پناہ لی تاکہ کفار مکہ دیکھ نہ سکیں۔ اس طرح سارے ضروری اسباب کا انتظام کرنے کے بعد دعا کی: ''۔۔۔۔۔ اے اللہ! میرے سفر میں تو میرا ساتھی ہو۔۔۔۔ اور مجھے لوگوں کے حوالے نہ کر۔۔۔۔'' (سیرت ابن کثیر: جلد دوم)

چنانچہ نبی کریم ﷺ کی تلاش میں جب کفار کی ایک جماعت غار ثور کے منہ پر آگئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر ان کفار میں سے کسی نے نیچے جھک کر دیکھا تو ہم نظر آ جائیں گے، اس پر نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کو بڑے زوردار الفاظ میں بیان فرمایا: اے ابوبکر! تیرا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔ (بخاری: ۳۶۵۳: فضائل اصحاب: باب ۲) یعنی ہم نے سارے امکانی اسباب مکمل کر کے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر رکھا ہے، وہی ہماری حفاظت کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے غار کے منہ پر کبوتری کے انڈوں اور مکڑی کے جالے سے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جنہیں دیکھ کر کفار واپس چلے گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کفار سے بچا لیا۔

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! میں اونٹنی کو باندھ کر توکل

کروں یا چھوڑ کر؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پہلے اونٹنی کو باندھ اور پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کر۔ (ترمذی: ۲۵۱۷: ابواب القیامۃ: باب ۶۰) تا کہ کوئی چور اس کو نہ لے جائے۔

۴۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرتے جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو اس طرح رزق دیا جاتا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے، وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔ (ترمذی: ۲۳۴۴: ابواب الزھد: باب ۳۳) اس حدیث میں توکل سے مراد ترک عمل نہیں بلکہ اس میں حصول رزق کے لئے سعی اور جدوجہد کی دلیل ہے جس طرح پرندے پہلے تلاش رزق میں نکلتے ہیں تو پھر شام کو شکم سیر ہو کر لوٹتے ہیں، اگر وہ گھونسلوں میں ہی بیٹھے رہتے تو رزق اڑ کر ان کے پاس نہ آتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زمین پر چلنے والا کوئی جانور اپنے لئے رزق کا ذخیرہ نہیں کرتا سوائے چیونٹی، چوہا اور انسان کے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ عنکبوت (۲۹): زیر آیت نمبر ۶۰) یہ تینوں جاندار کھاتے کم ہیں اور جمع کرنے کی فکر زیادہ کرتے ہیں۔

کبیرہ گناہ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کا نام گناہ ہے۔ جس گناہ پر حد مقرر ہو یا اُس پر آخرت میں عذاب کی دھمکی دی گئی ہو اُسے گناہ کبیرہ کہتے ہیں اور اس کا ماسوا گناہ صغیرہ ہے۔

کبیرہ گناہوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، مثلاً شرک، قتلِ ناحق، خودکشی، بدکاری، لواطت، پاکباز عورت پر بہتان، والدین کی نافرمانی، یتیم کا مال کھانا، فرائض (نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ) کا ترک کرنا، قرآن مجید یاد کر کے بھلا دینا، جادو کا عمل کرنا، شراب پینا، جھوٹی گواہی دینا، حیوان کو جلانا، صحابہ کرام کو گالیاں دینا، علمائے کرام کی توہین کرنا، بلا عذر خنزیر یا مردار کا گوشت کھانا وغیرہ۔

صغیرہ گناہوں کی بھی تعداد بہت زیادہ ہے، مثلاً اجنبی عورت کو دیکھنا، اس کے ساتھ خلوت کرنا، فاسقوں سے دوستی رکھنا، قبلہ رُخ رفع حاجت کرنا، واجبات کا ترک کرنا وغیرہ۔

جو انسان کبیرہ گناہ سے اجتناب کرے اور فرائض و واجبات ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے صغیرہ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ نیز چھوٹے گناہوں کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ ان پر اصرار اور دوام ان کو بڑے گناہ بنا دیتا ہے۔ بڑے اور چھوٹے گناہ کی مثال کچھ اس طرح سمجھی جا سکتی ہے، جیسے آگ کا بڑا انگارہ اور چھوٹی چنگاری کہ انسان ان دونوں میں سے کسی ایک کی تکلیف بھی برداشت نہیں کر سکتا اور ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی (آگ کا انگارہ یا چنگاری) پورے گھر کو جلانے کا سبب بن سکتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انگارہ جلدی جلا سکتا ہے اور چنگاری سے اگر کچھ دیر لاپرواہی برتی جائے تو وہ بھی پورے گھر کو جلا سکتی ہے۔

وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اور جو لوگ اپنے رب کا حکم مانتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کا ہر کام باہمی مشورہ سے ہوتا ہے، [۳۷] اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

بے حیائی کے کام

اس سے مراد زنا ہے جو کہ کبیرہ گناہ ہے۔اس کی تفصیل کے لئے سورہ نور (۲۴) کی آیت نمبر ۲ کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ فرمائیں۔

غصہ کے وقت معاف کر دینا

اہل ایمان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب جاہل لوگ انہیں برا بھلا کہہ کران کی دلآزاری کریں تو وہ فوراً غصہ میں آکر گالیوں کا بازار گرم نہیں کر دیتے بلکہ ان سے درگزر کرتے ہیں اور انہیں سلامتی کی دعا دے کر ان سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں، جیسا کہ سورہ فرقان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ صرف یہ کہتے ہیں: (تم پر) سلام ہو۔} (قرآن: ۲۵: ۶۳) اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی سے اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا لیکن جب کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود کی خلاف ورزی کرتا تو آپ اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے انتقام لیتے۔

(بخاری: ۶۱۲۶: کتاب الادب: باب ۸۰)

☆ حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں: ایک مشرک نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو گالی دی۔ آپ نے اس کو کوئی جواب نہ دیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی: سورہ شوریٰ ۴۲۰): زیر آیت نمبر ۳۷)

☆ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو برا کہا تو آپ نے فرمایا: اگر تو سچا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ حٰم السجدہ (۴۱): زیر آیت نمبر ۳۴)

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ طبعاً بے شرمی کی بات کرتے تھے اور نہ تکلفاً۔ آپ بازار میں شور نہیں کرتے تھے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف کر دیتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔

(ترمذی: ۲۰۱۶: ابواب البر والصلۃ: باب ۶۹)

☆ حضرت علی ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو تم سے تعلق توڑے اس سے تعلق جوڑو، جو تم سے برا سلوک کرے اس سے اچھا سلوک کرو اور حق بات کہو خواہ وہ تمہارے خلاف ہو۔ (کنز العمال: ۶۹۲۹: جلد ۳: ص ۳۵۹)

[۳۷] اس آیت میں اہل ایمان کی چار صفات بیان کی گئی ہیں جن میں سے ایک باہمی مشاورت ہے۔ نبی کریم ﷺ تمام اہم امور میں مشورہ کیا کرتے تھے، مثلاً جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں اور جنگ احزاب کے موقع پر خندق کھودنے کے متعلق آپ ﷺ نے مشورہ کیا جس کو تمام سیرت نگاروں نے لکھا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ اور جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو وہ اس کا (اس جیسا) بدلہ لیتے ہیں۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ

۴۰۔ اور برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے، [۳۸] لیکن جس

نبی کریم ﷺ کی ہر بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتی ہے۔ (قرآن: ۵۳: ۳) اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا: {اور آپ ﷺ معاملات میں ان (صحابہ کرامؓ) سے مشورہ کیا کریں} (قرآن: ۳: ۱۵۹) تاکہ مسلمانوں کو مشورہ کی اہمیت کا علم ہو جائے۔ نیز آپ ﷺ کا ان سے مشورہ کرنا ان کی دلجوئی اور قلبی مسرت کا باعث ہوگا۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو اس لئے مشورہ کرنے کا حکم نہیں دیا کہ نبی کریم ﷺ کو ان کے مشورہ کی ضرورت تھی بلکہ اس میں حکمت یہ تھی کہ صحابہ کرامؓ کو مشورہ کی فضیلت کا پتہ چل جائے۔ نیز یہ کہ مشورہ سنت نبوی بن جائے اور امت مسلمہ اس کی اقتدا اور اتباع کرے ---۔ شریعت اسلامیہ میں مشورہ کا حکم اتنا اہم ہے کہ جو حکمران اہل علم اور اہل دین سے مشورہ نہیں کرتا اسے معزول کر دینا واجب ہے۔

(تفسیر قرطبی: سورہ آل عمران: زیر آیت نمبر ۱۵۹)

☆ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس سے مشورہ طلب کیا جائے تو وہ اس مشورہ کا امین ہے۔ (ابن ماجہ: ۳۷۴۵: ابواب الادب: باب ۳۷)

☆ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے مشورہ طلب کرے تو وہ اس کو مشورہ دے۔ (ابن ماجہ: ۳۷۴۷: ابواب الادب: باب ۳۷)

☆ حضرت معدان بن ابی طلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے جمعہ کے دن خطبہ دیا اور اس میں نبی ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کا ذکر کیا اور کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھ پر تین مرتبہ ٹھونگیں ماریں اور میں نے اس کی صرف یہ تعبیر لی ہے کہ میری موت قریب آگئی ہے اور بے شک کچھ لوگ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ میں اپنا جانشین مقرر کروں اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضائع کرنے والا نہیں ہے اور نہ اپنی خلافت کو اور نہ اس شریعت کو جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھیجا ہے، اگر میری موت جلد آگئی تو خلافت ان چھ اصحاب کے مشورہ سے منعقد ہوگی جن سے نبی ﷺ اپنی وفات کے وقت راضی تھے ---۔ (مسلم: ۱۲۵۸: کتاب المساجد: باب ۱۷)

[۳۸] اہل ایمان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب متکبر لوگ ان پر زیادتی کرتے ہیں تو وہ اتنا ہی بدلہ لیتے ہیں جتنا انہیں نقصان پہنچایا گیا ہو یعنی جتنا مالی یا جسمانی نقصان انہیں پہنچایا گیا ہے وہ اتنا ہی انتقام لیتے ہیں کیونکہ جو اپنے نقصان سے زیادہ بدلہ لیتا ہے وہ ظالم شمار ہوگا، لیکن اگر کوئی مومن یہ سمجھتا ہے کہ اس نقصان کو معاف کرنے سے حالات درست ہو جائیں گے اور فساد آگے نہیں بڑھے گا تو باوجود انتقام لینے کی طاقت اور رخصت کے اگر وہ اپنے جذبات پر قابو پالے اور معاف کر دے تو یہ اس کا عظیم کارنامہ ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ اسے عظیم اجر عطا فرمائے گا۔

اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

نے معاف کر دیا اور اصلاح کر لی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے، بے شک وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔[۳۹]

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ اور جس شخص نے اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد (اس جیسا) بدلہ لے لیا تو ایسے لوگوں پر (ملامت کی) کوئی سبیل نہیں ہے۔[۴۰]

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ ملامت کی سبیل تو صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ ع

۴۳۔ اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔[۴۱]

درگزر اور انتقام کا حکم

اگر کسی ظالم کو معاف کرنے سے اس کے تکبر اور ظلم میں اضافہ کا اندیشہ ہو تو اس سے انتقام لینا افضل ہے تاکہ لوگ اس کے مظالم سے محفوظ رہیں اور اگر کوئی ظالم اپنی اصلاح کرلے اور آئندہ اس سے ظلم کے ارتکاب کی امید نہ ہو تو اسے معاف کر دینا افضل ہے۔

[۳۹] ظالم کوئی بھی ہو خواہ وہ ظلم کی ابتدا کرنے والا ہو یا وہ مظلوم جو انتقام لینے میں حد سے تجاوز کرے۔ یہ دونوں ظالم ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی ظالم کو پسند نہیں کرتا۔

[۴۰] مظلوم لوگ جب ظالموں سے اپنے نقصان کے برابر انتقام لیں تو یہ ان کا حق ہے اور ان پر ملامت کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ ملامت اور دردناک عذاب کے مستحق تو وہ لوگ ہیں جو پرامن لوگوں پر ظلم و زیادتی کا آغاز کرتے ہیں اور زمین میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں۔

[۴۱] مظلوم لوگوں کو اپنے ظالموں سے انتقام لینے کا حق حاصل ہے لیکن اگر وہ طاقتِ انتقام کے ہوتے ہوئے بھی صبر کریں اور معاف کر دیں تو یہ بڑے دل گردے کا کام ہے جس پر وہ اجر عظیم کے مستحق قرار پائیں گے۔

☆ کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ کو ساحر اور مجنون کہا، آپ کا سوشل بائیکاٹ کیا، آپ کو شہید کرنے کی سازش کی، آپ کو مکہ

وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۚ﴿۴۴﴾

۴۴۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کے لئے اس کے بعد کوئی کارساز نہیں ہے، [۴۲] اور آپ ظالموں کو دیکھیں گے کہ جب وہ (دوزخ کا) عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے: کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی سبیل ہے؟ [۴۳]

وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ

۴۵۔ اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ جب وہ ذلت سے سر جھکائے ہوئے دوزخ پر پیش کئے جائیں گے، وہ (دوزخ کو چوری چوری) چھپی نگاہوں سے دیکھتے ہوں گے، [۴۴] اور ایمان والے کہیں گے: بے شک

سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا اور آپ کے چچا حضرت حمزہ ؓ کو شہید کر کے ان کا کلیجہ چبایا لیکن آٹھ سال بعد جب آپ ﷺ نے مکہ کو فتح کرلیا تو حرم کعبہ میں ان سخت ترین دشمنوں سے خطاب فرمایا: اے گروہ قریش! تمہارا کیا خیال ہے، میں تم سے کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے عرض کیا: آپ کریم نبی ہیں کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں، ہم آپ سے خیر کی امید رکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں آج تمہیں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی، آج میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ چلے جاؤ، میری طرف سے تم آزاد ہو۔ (فتح الباری: ابن حجر عسقلانی: جلد ۸: ص ۱۸) حسن اخلاق اور درگزر کا جو مثالی مظاہرہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا انسانی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ کی شان کریمی دیکھ کر اہل مکہ جوق در جوق آگے بڑھے اور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کرنے لگے۔

[۴۲] اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بڑا مہربان ہے۔ اس نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا جنہوں نے حق و باطل کے راستوں اور ان کے انجام کو وضاحت سے بیان کر دیا۔ اس کے باوجود جو لوگ دانستہ ہدایت سے منہ پھیر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ ان کی پسند کے مطابق انہیں گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ ظاہر ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت قبول نہیں کرتا اس کی مدد کون کرے گا؟

[۴۳] قیامت کے دن ظالموں کو جب دوزخ کا عذاب نظر آئے گا تو پچھتائیں گے اور تمنا کریں گے کہ اگر انہیں ایک بار پھر دنیا میں واپس جانے کا موقع دیا جائے تو وہ نافرمانی نہیں کریں گے، لیکن قیامت جزا و سزا کا دن ہے اس کے بعد دنیا میں واپسی کا موقع نہیں ملے گا۔

[۴۴] عدالت میں جب کسی ملزم کا جرم ثابت ہو جائے اور جج اعلان کر دے کہ اب یہ مجرم ہے، لہٰذا پولیس اس کو گرفتار کر لے۔

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾

نقصان اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈال دیا، سن لو! بے شک ظالم لوگ دائمی عذاب میں ہوں گے۔ [۴۵]

وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے لئے کوئی دوست نہیں ہوں گے جو ان کی مدد کرسکیں، اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اس کے لئے (ہدایت کی) کوئی راہ نہیں ہے۔ [۴۶]

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّ مَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ تم اپنے رب کا حکم مان لو اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں ہے، اس دن تمہارے لئے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ ہی تمہاری طرف سے کوئی روک ٹوک کرنے والا ہوگا۔ [۴۷]

مجرم اس وقت عدالت میں موجود اپنے احباب و اقارب کی طرف دیکھنے کی جرأت نہیں کرسکتا بلکہ شرم کے مارے اپنا سر جھکا لیتا ہے اور چوری چوری کن انکھیوں سے پولیس کی طرف دیکھتا ہے کہ وہ کب آتی ہے اور اسے کس طرح گرفتار کرتی ہے۔

قیامت کے دن کچھ ایسی ہی کیفیت ان ظالموں کی ہوگی جن کو جہنم رسید کرنے کا فیصلہ سنا دیا جائے گا، ذلت اور شرم کی وجہ سے ان کے سر جھکے ہوئے ہوں گے اور وہ خوفزدہ ہوکر چوری چوری کن انکھیوں سے جہنم کی طرف دیکھتے ہوں گے کہ انہیں کب اور کس طرح جہنم میں پھینکا جائے گا۔

[۴۵] اہل ایمان جنت میں پہنچ کر جہنم کی طرف جھانکیں گے تو دائمی عذاب میں مبتلا لوگوں کو دیکھ کر کہیں گے: یہ کیسے احمق لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں پر بھی ظلم کیا اور گھر والوں کو بھی ظلم کی راہ پر لگا دیا جس کے نتیجہ میں آج وہ خود بھی خسارے میں ہیں اور ان کے گھر والے بھی خسارے میں ہیں۔

[۴۶] اس آیت کی تفسیر کے لئے گزشتہ سے پیوستہ یعنی آیت نمبر ۴۴ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

[۴۷] منکرین توحید کو اسلام کی دعوت دی جارہی ہے تاکہ وہ قیامت کے دن سے پہلے ایمان لے آئیں کیونکہ اس دن کا ایمان لانا مقبول نہیں ہوگا۔ وہ دن ٹلنے والا نہیں ہے، وہ بہرصورت آئے گا۔ اس دن عذاب سے بچنے کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی اور کوئی ایسی ہستی بھی نہیں ہوگی جو عذاب الٰہی میں رکاوٹ ڈال سکے اور مجرم لوگ خود بھی اپنے کرتوتوں کا انکار نہیں کر

فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ عَلَیۡہِمۡ حَفِیۡظًا ؕ اِنۡ عَلَیۡکَ اِلَّا الۡبَلٰغُ ؕ وَ اِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنَّا رَحۡمَۃً فَرِحَ بِہَا ۚ وَ اِنۡ تُصِبۡہُمۡ سَیِّئَۃٌۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡہِمۡ فَاِنَّ الۡاِنۡسَانَ کَفُوۡرٌ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ پھر بھی اگر وہ روگردانی کریں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا، آپ کی ذمہ داری تو صرف (پیغام) پہنچا دینا ہے،[۴۸] اور بے شک جب ہم انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے۔ اور اگر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بے شک انسان بڑا ناشکرا ہے۔[۴۹]

لِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ﴿ۙ۴۹﴾

۴۹۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔[۵۰]

سکیں گے کیونکہ ان کے اعضاء ان کے خلاف عینی شاہد ہوں گے۔

[۴۸] اس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ کی تبلیغ کے باوجود اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو آپ غمگین نہ ہوں۔ آپ ان کے ایمان لانے کے ذمہ دار نہیں ہیں، اسلام کا پیغام پہنچانا آپ کی ذمہ داری تھی وہ آپ نے پہنچا دیا۔ اب اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو آپ سے باز پرس نہیں ہوگی وہ خود اپنے کفر کے ذمہ دار ہوں گے۔

[۴۹] یہاں پر انسان کی ایک عمومی کمزوری بیان کی جا رہی ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت سے کوئی انعام فرماتا ہے تو وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا اور تکبر کرنے لگتا ہے اور جب اس پر اس کے اپنے ہی کرتوتوں کی وجہ سے کوئی مصیبت آتی ہے تو ساری نعمتوں کو بھول کر ناشکری پر اتر آتا ہے، لیکن ایمان والوں کی شان یہ ہے کہ وہ نعمت کے ملنے پر شکر ادا کرتے ہیں اور تکلیف کے آنے پر صبر کرتے ہیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کی بڑی عجیب شان ہے کہ اس کی ہر حالت اس کے لئے بہتر ہے اور یہ امتیاز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں یعنی اگر اس کو راحت پہنچے اور وہ اس پر شکر ادا کرے تو یہ راحت اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اس کو تکلیف پہنچے اور وہ اس پر صبر کرے تو یہ تکلیف اس کے لئے بہتر ہے۔

(مسلم: ۲۹۹۹: کتاب الزھد: باب ۱۳)

[۵۰] زمین و آسمان کی حقیقی حکمرانی اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ وہ جس کو چاہے بیٹیاں، بیٹے یا دونوں عطا کر دے یا دونوں ہی سے محروم کر کے اسے بے اولاد بنا دے۔ بہر حال وہ قادر مطلق ہے اور بہتر جانتا ہے کہ کس کو کیا عطا کرنا ہے۔

اس آیت میں بیٹیوں کا ذکر پہلے فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس عورت کے

أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا ۖ وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيمًا ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴿٥٠﴾

۵۰۔ یا انہیں بیٹے اور بیٹیاں دونوں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے، بے شک وہ سب کچھ جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ﴿٥١﴾

۵۱۔ اور کسی بشر کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ (براہ راست) اس سے کلام کرے [۵۱] مگر وحی کے ذریعہ یا پردے کے پیچھے سے یا اللہ تعالیٰ کسی پیغامبر (فرشتے) کو بھیج دے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو اللہ تعالیٰ چاہے وحی کرے، [۵۲] بے شک وہ بہت بلند بہت دانا ہے۔

ہاں بیٹے سے پہلے بیٹی پیدا ہو یہ اس عورت کے بابرکت ہونے کی نشانی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

[۵۱] اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کی کرسی (حکومت) آسمانوں اور زمین کو محیط ہے۔ اتنا ظاہر ہونے کے باوجود کسی بشر میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اس دنیاوی بشریت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا دیدار کر سکے یا براہ راست اس سے ہم کلام ہو سکے۔ نیز دنیاوی بشریت میں اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ نوانی اور روحانی مخلوق سے شادی کر سکے۔

البتہ جنت میں اللہ تعالیٰ انسان کو خصوصی بشریت عطا فرمائے گا جس کو بیت الخلا میں جانے کی ضرورت نہیں ہوگی، اس کو بڑھاپا نہیں آئے گا، اس کا غیر بشر یعنی حوروں سے نکاح ہو سکے گا۔ اس لطیف بشریت کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کر سکے گا۔ اسی طرح معراج کی رات جب نبی کریم ﷺ آسمانوں سے اوپر تشریف لے گئے تو وہ بھی آپ ﷺ کی خصوصی بشریت تھی جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا اور براہ راست ہم کلامی کا شرف حاصل کیا۔ معراج کی رات میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کے حوالے سے سورہ انعام (۶) کی آیت نمبر ۱۰۳ کا حاشیہ نمبر ۱۹۱ اور سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۱۴۳ کا حاشیہ نمبر ۱۷۱ ملاحظہ فرمائیں۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے سردار ہیں اس لئے آپ کی دنیاوی بشریت بھی تمام انسانوں میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر جب صحابہ کرام ؓ نے بھی صوم وصال (یعنی روزے کے ساتھ روزہ ملانا اور درمیان میں کچھ نہ کھانا) شروع کئے تو صحابہ کرام ؓ کے لئے بہت مشکل ہوا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے صوم وصال رکھنے سے منع فرمایا، لوگوں نے عرض کیا: آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: أَيُّكُمْ مِثْلِي تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ اور دوسری روایت میں فرمایا: إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي۔ یقیناً میں تمہاری مثل نہیں ہوں، میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

(مسلم: ۲۵۶۶: کتاب الصیام: باب ۱۱، بخاری: ۱۹۲۲: کتاب الصوم: باب ۲۰)

[۵۲] اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے ان ہی میں سے انبیائے کرام علیہم السلام کو منتخب فرمایا اور ان تک اپنا پیغام

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا

۵۲۔ اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف روح (قرآن) کی وحی فرمائی، [۵۳] آپ (اس سے پہلے از خود) نہ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ

پہنچانے یعنی وحی کے لئے جو ذرائع پسند فرمائے ان میں سے تین کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔

پہلا ذریعہ

اللہ تعالیٰ نبی کے دل میں پیغام ڈال دیتا ہے جس میں کانوں کے سننے اور متکلم کو دیکھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس قسم کی وحی بیداری میں بھی ہوسکتی ہے اور خواب میں بھی۔ بیداری کی مثال حضرت داؤد علیہ السلام ہیں جن کے دل میں زبور وحی کی گئی اور خواب کی مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جن کو خواب میں ذبح اسماعیل کی وحی کی گئی۔ علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: اس قسم کی وحی انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ اولیائے کرام کو بھی ہوتی ہے، البتہ انبیائے کرام علیہم السلام کی وحی شیطان سے محفوظ ہوتی ہے جبکہ اولیائے کرام کے الہام میں شیطان مداخلت کرسکتا ہے کیونکہ اولیائے کرام معصوم نہیں ہیں۔

(صفوۃ التفاسیر)

دوسرا ذریعہ

اللہ تعالیٰ پردے کی اوٹ میں وحی فرماتا ہے جیسے کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سنا مگر زیارت نہ ہوئی۔ اسی لئے دیدار کی درخواست کی جس کا جواب نفی میں دیا گیا۔ علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: یہ وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

تیسرا ذریعہ

اللہ تعالیٰ فرشتے (یعنی جبریل امین) کو بھیجتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام نبی تک پہنچاتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت میں فرشتہ نظر نہیں آتا صرف گھنٹی کی آواز سنائی دیتی ہے اور دوسری صورت میں فرشتہ انسانی شکل میں آتا تھا اور حاضرین کو نظر بھی آتا تھا۔ علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: یہ وحی انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔

(صفوۃ التفاسیر)

وحی کے متعلق مزید تفصیل کے لئے اسی سورت کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ فرمائیں۔

[۵۳] ہمارے پیارے نبی! ہم نے جس طرح آپ سے پہلے رسولوں کی طرف وحی بھیجی تھی اسی طرح ہم نے آپ پر قرآن مجید کو نازل فرمایا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو روح سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا جس طرح روح انسان کے جسم کی زندگی کا سبب ہے اسی طرح قرآن مجید انسان کے دل کی زندگی کا سبب ہے۔ اور جس طرح رحمت کی بارش بنجر اور خشک

الْاِیۡمَانُ وَ لٰکِنۡ جَعَلۡنٰہُ نُوۡرًا نَّھۡدِیۡ بِہٖ مَنۡ نَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّکَ لَتَھۡدِیۡۤ اِلٰی

ایمان کیا ہے؟ [۵۴] لیکن ہم نے اس کتاب کو نور بنا دیا جس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جس کو

زمین کو زندگی اور تروتازگی دیتی ہے اسی طرح قرآن مجید بھی مردہ اور غافل دلوں کو معرفت اور یادالٰہی سے زندہ کرتا ہے۔

[۵۴] علامہ غلام رسول سعیدی نے آیت کے اس حصہ کی جو تفسیر لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ''ماکنت تدری'' فرمایا ہے اور ''ماکنت تعلم'' نہیں فرمایا، یعنی علم کی نفی نہیں کی، درایت کی نفی کی ہے اور درایت کا معنیٰ ہے: اپنی عقل سے کسی چیز کو جاننا، لہٰذا اس کا مطلب یہ ہے کہ نزول قرآن سے پہلے آپ از خود قرآن اور ایمان کو نہیں جانتے تھے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے آپ کو ان کا اجمالی علم حاصل تھا مگر تفصیلی علم بعثت کے بعد عطا کیا گیا۔ (تفسیر تبیان القرآن: سورہ شوریٰ (۴۲): زیر آیت نمبر ۵۲)

بعثت سے پہلے نبی کا کفر وشرک سے پاک ہونا

ہر نبی پیدائشی طور پر کفر وشرک سے پاک ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کفار نے اپنے انبیاء کی مخالفت کی تو ان پر طرح طرح کے الزامات لگائے مگر کسی نبی پر کسی امت نے یہ الزام نہیں لگایا کہ تم بھی تو نبوت کے دعوئ سے پہلے ہماری طرح بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں علامہ قرطبی نے عیسائی راہب بحیریٰ کا قصہ بیان کیا ہے: جب نبی کریم ﷺ بچپن میں اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ شام تشریف لے گئے۔ راستے میں بحیریٰ راہب سے ملاقات ہوئی۔ اس نے آپ میں نبوت کی علامات دیکھیں تو آزمانے کے لئے اس نے آپ ﷺ کو لات وعزیٰ کی قسم کھانے کے لئے کہا، نبی کریم ﷺ نے اپنی کم سنی کے باوجود ارشاد فرمایا: اے راہب! مجھ سے ان بتوں کے واسطہ سے کوئی بات مت پوچھو۔ اللہ کی قسم! مجھے جتنی نفرت ان سے ہے اور کسی سے نہیں۔ (تلخیص تفسیر قرطبی: سورۃ الشوریٰ (۴۲): زیر آیت نمبر ۵۲)

بعثت سے پہلے نبی کا ایمان

علامہ سید آلوسی لکھتے ہیں: اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام بعثت سے پہلے مؤمن ہوتے ہیں کیونکہ وہ کفر سے معصوم ہوتے ہیں۔ (تفسیر روح المعانی: سورۃ الشوریٰ (۴۲): زیر آیت نمبر ۵۲)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام نبوت سے پہلے بھی اس بات سے معصوم ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات سے جاہل ہوں یا ان میں سے کسی بات میں ان کو شک ہو۔ بکثرت ایسی احادیث اور آثار موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام بچپن میں ہی ان عیوب سے پاک ہوتے ہیں اور ان کی نشوونما توحید اور ایمان پر ہوتی ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الشوریٰ (۴۲): زیر آیت نمبر ۵۲)

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: تمام متقدمین اور متاخرین کا اس پر اجماع ہے کہ نبی پیدائشی مؤمن ہوتا ہے اور وہ ایک آن کے لئے بھی ایمان کے بغیر نہیں ہوتا۔ (تفسیر تبیان القرآن: سورہ طٰہٰ (۲۰): زیر آیت نمبر ۱۳)

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: تمام پیغمبر نبوت سے قبل اپنے غور وفکر سے ایمان بالغیب حاصل کر چکے ہوتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ ان کو منصب نبوت عطا کرتے وقت ایمان بالشہادۃ عطا کرتا ہے۔ (تفہیم القرآن: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۲۸)

سید ابوالاعلیٰ مودودی ایک مقام پر لکھتے ہیں: قرآن مجید کی نازل ہونے والی سب سے پہلی آیت یعنی ''اپنے رب کا نام لے کر پڑھو'' سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ اس وحی کے آنے سے پہلے ہی صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا رب جانتے اور مانتے تھے۔ اسی لئے یہ کہنے کی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی کہ آپ کا رب کون ہے بلکہ یہ کہا گیا کہ اپنے رب کا نام لے کر پڑھو۔ (تفہیم القرآن: سورہ علق (۹۶): زیر آیت نمبر ۱)

بعثت سے پہلے اپنی نبوت کا علم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ نبی ﷺ نے فرمایا: جب آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔

(ترمذی: ۳۶۰۹: ابواب المناقب: باب ۱، کنز العمال: حدیث نمبر ۳۱۹۱۷)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مکہ میں اس پتھر کو آج بھی اچھی طرح پہچانتا ہوں جو اعلان نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ (مسلم: ۵۹۳۹: کتاب الفضائل: باب ۱) پتھر کن الفاظ سے سلام کرتے تھے؟ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں مکہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ ہم مکہ کے بعض اطراف میں نکلے تو جو بھی پہاڑ یا درخت آپ ﷺ کے سامنے آتا تو وہ کہتا: السلام علیک یارسول اللہ۔
(ترمذی: ۳۶۲۶: ابواب المناقب: باب ۶)

امام قسطلانی نقل کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا اعلان کرنا چاہا تو آپ جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے تھے وہ آپ کو اس طرح سلام کرتا تھا: السلام علیک یارسول اللہ۔ (المواهب اللدنية: جلد اول: ص ۲۰۰)

بحیری راہب: اس واقعہ کو امام ترمذی اور دیگر مؤرخین نے نقل کیا ہے جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے: جب نبی کریم ﷺ کی عمر بارہ سال کے قریب پہنچی تو آپ نے جناب ابو طالب کے ساتھ شام کا تجارتی سفر کیا۔ جب یہ قافلہ وادی بصریٰ میں داخل ہوا تو بحیریٰ نامی ایک عیسائی راہب نے اپنی خانقاہ سے دیکھا کہ ایک نوخیز بچے پر بادل کا ایک ٹکڑا سایہ فگن ہے، وہ بچہ جدھر جاتا ہے بادل کا ٹکڑا بھی اس کے ساتھ ساتھ جاتا ہے۔

بحیریٰ نے جب اپنی خانقاہ کے دریچہ سے یہ منظر دیکھا تو اسے خیال آیا کہ جس صادق و امین نبی کے ہم منتظر ہیں اور جس کی علامات ہماری کتب میں مرقوم ہیں کہیں یہ نوجوان وہی تو نہیں، اسے قریب سے دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ اس راہب نے قافلہ کے تمام افراد کو اپنے ہاں کھانے کی دعوت دی۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے سب کو رخصت کر دیا، جناب ابو طالب اور نبی کریم ﷺ کو روک لیا اور نبی کریم ﷺ سے ان کی نیند اور بیداری وغیرہ کی کیفیات کے بارے میں دریافت کرنے لگا۔ آخر میں اس نے نبی کریم ﷺ کی پشت مبارک سے کپڑا اٹھایا اور اس نے مہر نبوت کو ہو بہو اس صورت میں دیکھا جو اس کے پاس تھی۔ بے ساختہ اس نے جھک کر مہر نبوت کو چوم لیا۔

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں، [۵۵] اور بے شک آپ ضرور سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔

صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ۝ ع

۵۳۔ (یعنی) اللہ تعالیٰ کے راستہ کی طرف جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے، [۵۶] خوب سن لو! کہ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔ [۵۷]

جب بحیرٰی اس سے فارغ ہوا تو جناب ابوطالب کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اس بچے سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟ آپ نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ بحیرٰی نے کہا: یہ آپ کا بیٹا نہیں اور نہ اس کا باپ زندہ موجود ہو سکتا ہے۔ تب جناب ابوطالب نے کہا: یہ میرا بھتیجا ہے تو بحیرٰی نے کہا: آپ اپنے بھتیجے کو لے کر وطن واپس لوٹ جائیں اور یہودیوں سے ہروقت ہوشیار رہیں، اگر انہوں نے دیکھ لیا اور ان کو ان حالات کا علم ہو گیا جن کا مجھے علم ہوا ہے تو وہ ان کو ضرر پہنچانے سے باز نہیں آئیں گے۔ آپ کے بھتیجے کی بڑی شان ہو گی۔ ھذا رسولُ ربِّ العالمین یہ رب العالمین کے رسول ہیں۔ چنانچہ جناب ابوطالب قافلہ کے ساتھ شام گئے اور جلدی جلدی کاروبار سے فراغت پا کر آپ کو لے کر واپس مکہ لوٹ آئے۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۳۶۲۰: ابواب المناقب: باب ۳)

جس نبی کو حضرت آدم ؑ کی تخلیق سے پہلے اپنی نبوت کا علم ہو، جس کو بعثت سے پہلے مکہ مکرمہ کے پتھر یا رسول اللہ کہہ کر پکاریں اور بارہ سال کی عمر میں جس کی نبوت کی گواہی عیسائی راہب بھی دے چکا ہو اس کو اگر اپنی کتاب اور اپنے ایمان کا علم نہیں ہو گا تو اور کس کو ہو گا؟

[۵۵] ہمارے پیارے نبی! ہم نے قرآن مجید کو نور بنایا ہے جو جہالت کی تاریکی میں ہدایت کی روشنی دکھاتا ہے۔ جو لوگ طلب ہدایت کے ارادے سے اس میں غور کرتے ہیں ہم ان کے لئے ہدایت کا راستہ روشن کر دیتے ہیں اور جو لوگ تعصب اور عناد کی وجہ سے قرآن کو پس پشت ڈال دیتے ہیں تو اس کی سزا کے طور پر ہم بھی انہیں گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔

[۵۶] بلاشبہ جس اسلام کی طرف آپ بلاتے ہیں یہی سیدھا راستہ ہے اور یہی وہ راستہ ہے جو انسان کو اس خدا کی طرف لے جاتا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا حقیقی مالک ہے۔

[۵۷] اس میں فرمانبردار لوگوں کے لئے خوش خبری اور نافرمانوں کے لئے سخت وعید ہے یعنی قیامت کے دن تمام معاملات کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہو گا اور اللہ تعالیٰ کے تمام فیصلے عدل و انصاف کے مطابق ہوتے ہیں، لہٰذا ظاہر ہے اس دن نیکوکار جنت کے مستحق قرار پائیں گے اور نافرمانوں کو جہنم ہی میں جانا پڑے گا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از چاشت بروز منگل ۲۰ ؍ اپریل ۲۰۱۰ء بمطابق ۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۸ ؍ اپریل تا ۲۰ ؍ اپریل یعنی صرف بارہ دنوں میں سورہ شوریٰ کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الزُّخرُف (۴۳)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''زخرف'' ہے جو اس کی آیت نمبر ۳۵ سے ماخوذ ہے۔

مضامین

☆ پہلی امتوں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کا مذاق اڑایا تو انہیں ہلاک کر دیا گیا مگر کفار مکہ کو ان کی مخالفت اور زیادتی کے باوجود ہدایت اور نصیحت کا سلسلہ جاری ہے تا کہ وہ عقل سے کام لیں اور گزشتہ قوموں سے عبرت حاصل کریں اور اگر انہوں نے اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھایا تو پہلی امتوں کی طرح ان پر بھی عذاب آ سکتا ہے۔

☆ مشرکین مکہ یہ تسلیم کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا اور ان میں ہمارے لئے بے شمار نعمتوں کا دسترخوان بچھا دیا، لیکن ان کی ناشکری کا عالم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد قرار دیتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے۔

☆ اس سورت میں سفر کی دعا مذکور ہے، اس کو زبانی یاد کر لینا چاہیے یعنی: سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقۡرِنِیۡنَ ★ وَاِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ★ (پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے لئے مسخر کر دیا حالانکہ ہم اس پر قابو پانے والے نہیں تھے، اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔)

☆ مشرکین مکہ بڑے عجیب لوگ تھے، وہ اپنے لئے تو بیٹیوں کو ناپسند کرتے تھے مگر فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ ان کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ فرشتے مؤنث ہیں؟ یا جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا کیا وہ اس وقت وہاں موجود تھے اور انہوں نے دیکھا تھا کہ فرشتے واقعی مؤنث ہیں؟

☆ مشرکین مکہ کا ایک اعتراض یہ تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کرنا ہی تھا تو مکہ یا طائف کے کسی سردار پر نازل فرماتا، ایک یتیم اور بے سہارا پر کیوں نازل فرمایا ہے؟ اس سورت میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ نبوت ایک نعمت ہے۔ اس کو تقسیم کرنے کا اختیار لوگوں کے پاس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور وہی بہتر جانتا ہے کہ کون اس نعمت کے لائق ہے۔

☆ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی قرآن، توحید، رسالت اور آخرت کی تبلیغ کی گئی ہے۔

☆ اس میں ظالموں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو انہیں قیامت کے دن دردناک عذاب سے واسطہ پڑے گا اور وہاں ان کے دوست بھی ان کے دشمن بن جائیں گے، لیکن پرہیزگار لوگ وہاں بھی ایک دوسرے کے دوست ہی رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انہیں کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز عصر ۲۱ / اپریل ۲۰۱۰ء بمطابق ۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

(۴۳ سورۃ الزخرف مکیۃ ۶۳) آیاتہا ۸۹ — رکوعاتہا ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۞ — ۱۔ حا میم۔[۱]

وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞ — ۲۔ قسم ہے اس روشن کتاب کی۔[۲]

اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۞ — ۳۔ بے شک ہم نے اس کتاب کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔[۳]

وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۞ — ۴۔ اور بے شک یہ قرآن ہمارے پاس لوح محفوظ میں ہے، (یہ قرآن) یقیناً بلند رتبہ (اور) بڑی حکمت والا ہے۔[۴]

اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۞ — ۵۔ کیا ہم تم سے اس نصیحت کو اس لئے روک لیں کہ تم حد سے تجاوز کرنے والے لوگ ہو۔[۵]

وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۞ — ۶۔ اور ہم نے پہلے لوگوں میں بہت سے نبی بھیجے تھے۔

[۱] یہ حروف مقطعات ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

[۲] قرآن مجید ایسی کتاب ہے جو سورج کی طرح واضح اور روشن ہے، اس میں کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

[۳] اللہ تعالیٰ نے ہر نبی پر اس زبان میں وحی بھیجی جو اس کی قوم کی زبان تھی۔ قرآن مجید کے اولین مخاطب عرب تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل فرمایا تاکہ انہیں اس کے سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

[۴] قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے ہاں لوح محفوظ میں ثبت ہے۔ اس کی شان بہت بلند اور اس کی تعلیمات بڑی حکمت والی ہیں۔

[۵] اہل مکہ نے حد سے تجاوز کی انتہا کر دی۔ جس ہستی کو وہ کل تک صادق اور امین تسلیم کرتے تھے آج وہ انہیں جادوگر اور دیوانہ کہہ رہے ہیں۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ کفار مکہ کی ہٹ دھرمی کے باعث ان پر نزول قرآن کا سلسلہ بند کر دیا جاتا اور انہیں گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا مگر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بڑا مہربان ہے۔ اہل مکہ مانیں یا نہ مانیں وہ پورا قرآن نازل فرمائے گا اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رکھے گا تاکہ جو لوگ اس میں غور کریں وہ ہدایت پا جائیں اور جو لوگ اپنی

وَ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۷

۷۔ اور ان کے پاس جو نبی بھی آتا وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔[۶]

فَاَهْلَكْنَاۤ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّ مَضٰی مَثَلُ الْاَوَّلِیْنَ ۝۸

۸۔ پس ہم نے ان سے زیادہ طاقتور لوگوں کو ہلاک کر دیا اور پہلے لوگوں کی مثال گزر چکی ہے۔[۷]

وَ لَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ۝۹

۹۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے: ان کو اس (اللہ تعالیٰ) نے پیدا کیا ہے جو سب پر غالب سب کچھ جاننے والا ہے۔[۸]

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۰

۱۰۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو گہوارہ بنایا اور اس میں تمہارے لئے راستے بنائے تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو۔[۹]

ہٹ دھرمی پر قائم رہیں ان کے خلاف حجت قائم ہو جائے۔

[۶] اس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ کفار مکہ اگر آپ کا مذاق اڑاتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں آپ سے پہلے جو انبیائے کرام علیہم السلام تشریف لائے ان کی قوموں نے بھی ان کا مذاق اڑایا مگر بالآخر انبیائے کرام علیہم السلام کے مشن کو ہی کامیابی حاصل ہوئی۔

[۷] اس میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم سے زیادہ طاقت، تعداد اور دولت والی قومیں پہلے گزر چکی ہیں جنہوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کا مذاق اڑایا اور انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ ان قوموں کی مثالیں قرآن میں پہلے بیان کی جا چکی ہیں اور اہل مکہ اپنے تجارتی سفروں میں ان کی برباد بستیاں بھی دیکھ چکے ہیں، لہٰذا اگر وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو ان کو بھی ہلاک کیا جا سکتا ہے اور دنیا نے دیکھا کہ ایسا ہی ہوا، جو مخالفت سے باز نہ آئے وہ مختلف جنگوں میں ہلاک کر دیئے گئے اور بالآخر ایک دن پورے عرب پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

[۸] مشرکین مکہ یہ تو تسلیم کرتے تھے کہ زمین و آسمان اور دیگر مخلوقات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن ضروریات زندگی کے لئے انہوں نے شریک بنا رکھے تھے۔ اس آیت میں انہیں تلقین کی جا رہی ہے کہ جس نے اتنے بڑے بڑے زمین و آسمان بنائے ہیں وہی سب پر غالب ہے اور وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

[۹] ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے تاکہ انسان ان میں غور کر کے اپنے رب کا شکر گزار بندہ

وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ⑪

۱۱۔ اور جس نے آسمان سے ایک اندازے کے مطابق پانی برسایا، [۱۰] پھر ہم نے اس سے مردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح تم (بھی قبروں سے) نکالے جاؤ گے۔ [۱۱]

وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ⑫

۱۲۔ اور جس نے تمام چیزوں کے جوڑے پیدا فرمائے، [۱۲] اور تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔

بن جائے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے زمین میں انسان کے لئے وہ سارے وسائل فراہم کر دیئے ہیں جن کے صحیح استعمال کے بعد انسان اس طرح آرام وسکون حاصل کر سکتا ہے جس طرح بچہ پنگھوڑے میں آرام وسکون حاصل کرتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے زمین میں ایسے راستے اور وسائل متعارف کرا دیئے ہیں جن کے ذریعہ انسان اپنی دینی اور دنیاوی منازل تک پہنچ سکتا ہے۔

[۱۰] اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہے کہ وہ عام طور پر ایک ایسے اندازے کے مطابق بارش برساتا ہے جس سے انسانوں اور شہروں کو فائدہ ہوتا ہے مگر کبھی کبھی قحط سالی اور سیلاب نوح کی طرح طوفانی بارش کے جھٹکے بھی دیتا ہے تاکہ انسان کو احساس ہو سکے کہ یہ بارش کا نظام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، وہ جہاں چاہتا ہے ہوا بادل کو اٹھا کر وہاں لے جاتی ہے، اور دنیا کی کسی حکومت میں نہ یہ طاقت ہے کہ وہ ہوا اور بادل کا رخ زبردستی اپنے ملک کی طرف موڑ سکے اور نہ یہ طاقت ہے کہ اپنے ملک کی طرف آنے والی طوفانی ہوا اور طوفانی بارش کا راستہ روک سکے۔

[۱۱] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کرنے کی ایک مثال بیان فرمائی ہے یعنی خشک اور مردہ زمین جس پر سبزے کا نام و نشان نہ ہو اور ہر طرف گرد وغبار اُڑ رہی ہو جب اس پر رحمت کی بارش برستی ہے تو اس میں سے سرسبز وشاداب پیداوار نکل آتی ہے اور ساری زمین پر سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے۔ اسی طرح قیامت کے قریب ساری مخلوق مر کر مٹی کے ساتھ مل چکی ہوگی۔ کہیں زندگی کا نام ونشان نہیں ہوگا۔ جب حضرت اسرافیل اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندگی کا صور پھونکیں گے تو زمین سے اگنے والے پودوں کی طرح تمام مردے زندہ ہو کر قبروں سے باہر نکل آئیں گے اور ساری زمین پر انسان ہی انسان نظر آئیں گے۔

حضرت ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تیرا گزر ایسی زمین سے ہوا جو غیر آباد اور بنجر ہو اور پھر دوبارہ تیرا گزر ہوا تو وہ سرسبز وشاداب ہو؟ اس نے ہاں میں جواب دیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مردوں کا دوبارہ زندہ ہونا بھی اسی طرح ہوگا۔

(مسند احمد: حدیث نمبر ۱۵۷۶۱: جلد ۴: ص ۱۱)

[۱۲] انسان اور دیگر جانوروں میں نر اور مادہ کے جوڑوں کا وجود تو ایک عام حقیقت ہے جس کو زمانہ قدیم سے ہر شخص جانتا ہے اور نباتات میں نر اور مادہ کا انکشاف انیسویں صدی کی تحقیق ہے لیکن قرآن مجید نے ۱۴۰۰ سال پہلے یہ اعلان کیا کہ نباتات

لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ تا کہ تم ان کی پشتوں پر جم کر بیٹھ سکو، اور پھر جب تم اس (سواری) پر خوب جم کر بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو اور کہو: پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے لئے مسخر کر دیا حالانکہ ہم اس پر قابو پانے والے نہیں تھے۔ [۱۳]

وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ [۱۴]

میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں اور ان کے عمل تلقیح سے بیج اور پھل بنتے ہیں۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ قرآن مجید انسانی کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کیونکہ نزول قرآن کے وقت کسی کو علم نہیں تھا کہ نباتات میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں، بلکہ قرآن حکیم نے تو ایسے جوڑوں کا بھی ذکر کیا ہے جن کا ابھی لوگوں کو علم نہیں ہے۔ عمل تلقیح کی مزید تفصیل کے لئے سورہ رعد (۱۳) کی آیت نمبر ۳ کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ کریں۔

[۱۳] تم اونٹ اور گھوڑے پر سوار ہو کر خشکی کا سفر طے کرتے ہو حالانکہ یہ دونوں جانور تم سے بڑی جسامت والے اور زیادہ طاقت والے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔ تم کشتی کے ذریعہ بحری سفر طے کرتے ہو جس کی اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو وحی فرمائی: {پس ہم نے نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ تم ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بناؤ۔} (قرآن: ۲۳:۲۷) قدیم زمانہ میں یہی دو ذرائع سفر تھے۔ آج بھی غریب ممالک کے بعض علاقوں میں اگرچہ اونٹ، گھوڑا اور کشتی کے ذریعہ سفر کیا جاتا ہے مگر آج انسانی ذہن نے تین جدید ذرائع سفر بھی ایجاد کر لئے ہیں یعنی بری سفر کے لئے ریل گاڑی، کار اور بس، بحری سفر کے لئے بڑے بڑے بحری جہاز اور فضائی سفر کے لئے ہوائی جہاز تیار کر لئے ہیں۔ یہ انسانی ذہن بھی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، لہٰذا جب ہم کسی بھی ذریعہ سفر کو استعمال کریں تو اس پر سوار ہونے کے بعد ہمیں اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرنا چاہیے جس نے ہمارے لئے اس سواری کو مسخر کر دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں عقل و دماغ کی صلاحیتوں سے سرفراز نہ فرماتا تو نہ ہم گھوڑے اور اونٹ کو قابو کر سکتے اور نہ ہی دیگر ذرائع سفر ایجاد کر سکتے، لہٰذا ہمیں اپنے سفر کے آغاز میں یہ دعا پڑھنی چاہیے، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کہیں سفر پر جانے کے لئے اپنی سواری پر سوار ہوتے تو تین بار اللہ اکبر فرماتے اور پھر یہ دعا پڑھتے: {سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ★ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ} (پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے لئے مسخر کر دیا حالانکہ ہم اس پر قابو پانے والے نہیں تھے، اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔) (ترمذی: ۳۴۴۷: کتاب الدعوات: باب ۴۶)

[۱۴] دعائے سفر کے پہلے حصے میں ہم اللہ تعالیٰ کے احسان کا اعتراف کرتے ہیں جس نے ہمارے لئے اس سواری کو مسخر کر دیا اور

وَ جَعَلُوۡا لَهٗ مِنۡ عِبَادِهٖ جُزۡءًا ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَكَفُوۡرٌ مُّبِيۡنٌ ؕ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اور انہوں (یعنی مشرکوں) نے اللہ تعالیٰ کے بعض بندوں کو اس کا جز (بیٹا) قرار دیا ہے، بے شک انسان کھلا ہوا ناشکرا ہے۔[۱۵]

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخۡلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصۡفٰكُمۡ بِالۡبَنِيۡنَ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ (اے مشرکو!) کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے اپنے لئے بیٹیاں بنائیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ مخصوص کر دیا؟[۱۶]

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمۡ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحۡمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجۡهُهٗ مُسۡوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيۡمٌ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ حالانکہ جب ان میں سے کسی کو اس (اولاد یعنی بیٹی) کی خوش خبری دی جاتی ہے جس کی مثل (یعنی فرشتوں کو بطور بیٹی) وہ رحمان کی طرف منسوب کرتا ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم وغصہ سے بھر جاتا ہے۔[۱۷]

دوسرے حصے میں ہم سفر آخرت کا اقرار کرتے ہیں یعنی اس دنیا کے سفر کے بعد ایک آخرت کا سفر بھی آنے والا ہے جس کے بعد ہمیں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، لہٰذا اس دنیاوی سفر میں کوئی ایسی غلطی نہ کریں جو سفر آخرت میں پشیمانی کا باعث ہو۔

اس میں انسان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ ہر دنیاوی سفر کے وقت آخرت کا سفر بھی یاد رکھے جو بہر صورت پیش آنے والا ہے۔

[۱۵] اولاد اپنے والد کا جز اور اس کی ضرورت ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے۔ مشرکین بڑے ناشکرے ہیں، وہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کو سب کا خالق تسلیم کرتے ہیں اور دوسری طرف اس کی بیٹیاں قرار دے کر اس کی توہین کرتے ہیں۔

[۱۶] مشرکین اپنے لئے تو صرف بیٹے پسند کرتے اور بیٹیوں سے نفرت کرتے مگر اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں قرار دیتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے، نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ بیٹی۔ مشرکین کو اگر خدا کے لئے اولاد ٹھہرانا ہی تھا تو کم از کم خدا کے لئے بھی وہی پسند کرتے جو وہ اپنے لئے پسند کرتے ہیں۔ یہ کتنی بڑی ناانصافی اور زیادتی ہے کہ جو چیز وہ اپنے لئے پسند نہیں کرتے اس کو خدا کے لئے ثابت کرتے ہیں۔

[۱۷] مشرکین اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں قرار دیتے اور خود ان کا بیٹی سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی تو غم وغصہ سے اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا۔ وہ بیٹی کو اپنے لئے ذلت تصور کرتا اور اسی لئے بعض قبائل اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔

اسلام کا عورت پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اس قبیح رسم کا ایسا قلع قمع کیا کہ اسلام کے بعد پورے عرب میں بیٹی کو زندہ درگور کرنے کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جا سکتی۔ زمانہ جاہلیت میں بیٹی کی حالت زار اور اسلام میں بیٹی کی

اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ۝١٨

۱۸۔ اور کیا (اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیٹی ہی پسند کی ہے) جو زیورات میں نشو ونما پائے اور جھگڑے کے وقت اپنی بات بھی واضح نہ کر سکے؟ [۱۸]

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ ۝١٩

۱۹۔ اور انہوں نے فرشتوں کو جو رحمان کے بندے ہیں عورتیں قرار دیا ہے، کیا وہ فرشتوں کی پیدائش کے وقت موجود تھے؟ ان کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی اور (قیامت کے دن) ان سے باز پرس ہوگی۔ [۱۹]

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا

۲۰۔ اور وہ کہتے ہیں: اگر رحمان چاہتا تو ہم ان (بتوں)

فضیلت کے بارے میں سورہ نحل (۱۶) کی آیت نمبر ۵۸ کا حاشیہ نمبر ۷ ۳ ملاحظہ کریں۔

[۱۸] یہاں پر عورت کی دو فطری کمزوریاں بیان کی گئی ہیں یعنی وہ بچپن ہی سے زیب وزینت اور زیورات کی دلدادہ ہوتی ہے۔ اسی لئے اسلام نے اس کو ریشم اور سونا پہننے کی اجازت دے رکھی ہے، مگر کثرت زیبائش کے باعث ان میں سے اکثر نازک مزاج ہو جاتی ہیں اور جسمانی طاقت کے لحاظ سے وہ پہلے ہی مرد سے کمزور ہوتی ہیں اس لئے جنگ کا عملی میدان ہو یا بحث و تمحیص کا معاملہ، عورتیں اکثر گھبرا جاتی ہیں اور مرد کے مقابلہ میں قوت آزمائی اور بحث وتکرار کے حوالے سے پیچھے رہ جاتی ہیں۔ اگرچہ بعض عورتیں بڑی بہادر اور طاقتور بھی ہوتی ہیں جو نہیں گھبراتیں مگر اکثر گھبرا جاتی ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے زیور پہننا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے لئے زیورات کو ایک فطری چیز قرار دیا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ریشم اور سونے کا استعمال میری امت کے مردوں پر حرام کیا گیا ہے اور ان کی عورتوں پر حلال کیا گیا ہے۔ (ترمذی: ۱۷۲۰: ابواب اللباس: باب ۱)

[۱۹] مشرکین کا دعویٰ یہ تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اس آیت میں انہیں جواب دیا گیا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندے ہیں، وہ نہ عورت ہیں اور نہ مرد ہیں۔ (تفہیم القرآن وتفسیر عثمانی) بلکہ وہ نوری مخلوق ہیں۔ مشرکین کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ فرشتے عورتیں ہیں؟ اور اگر ان کے پاس کوئی نقلی ثبوت نہیں ہے تو کیا وہ فرشتوں کی تخلیق کے وقت ان کے پاس موجود تھے اور دیکھ رہے تھے کہ فرشتے واقعی مؤنث ہیں؟ اور اگر وہ وہاں موجود نہیں تھے اور پھر بھی ان کے مؤنث ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو پھر ان کی یہ گواہی ان کے نامہ اعمال میں لکھ لی جائے گی اور قیامت کے دن ان سے پوچھا جائے گا کہ انہوں نے یہ دعویٰ کس بنیاد پر کیا تھا؟

لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿٢٠﴾

کی عبادت نہ کرتے ، انہیں اس کا کچھ علم نہیں ، وہ محض قیاس آرائیاں کررہے ہیں ۔ [۲۰]

اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿٢١﴾

۲۱۔ کیا ہم نے اس (قرآن) سے پہلے انہیں کوئی کتاب دے رکھی ہے جس کو یہ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں ۔ [۲۱]

بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٢٢﴾

۲۲۔ (نہیں) بلکہ وہ کہتے ہیں : بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک مذہب پر پایا ہے اور بے شک ہم انہی کے نقوش قدم پر چل رہے ہیں ۔

وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِىْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ

۲۳۔ اور اسی طرح آپ سے پہلے ہم نے جس بستی میں بھی کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا : بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک مذہب پر پایا ہے اور بے شک ہم انہی کے نشانات

[۲۰] مشرکین اپنے شرک کے حق میں ایک دلیل یہ دیتے تھے کہ وہ کئی نسلوں سے بت پرستی کرتے آرہے ہیں ۔ اگر ہماری یہ عبادت اللہ تعالیٰ کو پسند نہ ہوتی تو ہم ایسا ہرگز نہ کرسکتے ، لہٰذا یہ اس چیز کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری عبادت پسند ہے اور اسی لئے اس نے ہمیں اس سے باز نہیں رکھا ۔

اس آیت میں مشرکین کے اس دعویٰ کی تردید کی گئی ہے کہ یہ ان کی محض قیاس آرائی ہے ، ان کے پاس اس کی کوئی معقول دلیل نہیں ہے ۔ اگر مشرکین کی اس من گھڑت منطق کو تسلیم کرلیا جائے تو جو قوم کئی نسلوں سے چوری ، ڈاکہ زنی اور قتل و غارت میں ملوث ہو تو کیا ان کے مظالم اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں ؟ ہرگز نہیں ۔ یہ ٹھیک ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے ، کوئی کام اس کی قدرت اور مشیت کے بغیر نہیں ہوسکتا مگر اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ لوگ اپنے اختیار سے وہ کام کریں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ان کاموں سے اجتناب کریں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ۔

[۲۱] مشرکین سے جب پوچھا جاتا کہ بت پرستی اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دینے کی تمہارے پاس کوئی عقلی دلیل نہیں ہے ، تو کیا تم پر قرآن سے پہلے کوئی کتاب نازل ہوئی تھی جس کی وجہ سے تم اس شرک پر سختی سے قائم ہو ؟ مشرکین جب اپنے شرک کا کوئی عقلی اور نقلی جواب نہ دے سکتے تو آخرکار یہی کہتے : ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی مذہب پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقوش قدم پر چل رہے ہیں ۔

مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾

قدم کی پیروی کرنے والے ہیں۔[۲۲]

قٰلَ اَوَ لَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اس نبی نے فرمایا: اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے بہتر دین لے کر آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا تھا (تو کیا پھر بھی تم میری پیروی نہیں کرو گے؟) انہوں نے کہا: جو دین تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔[۲۳]

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع

۲۵۔ سو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس آپ دیکھ لیں! جھٹلانے والوں کا انجام کیسا (بُرا) ہوا؟[۲۴]

[۲۲] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر مکہ کے سردار اور امیر لوگ مسلمان نہیں ہو رہے اور اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید پر قائم ہیں تو آپ پریشان نہ ہوں آپ سے پہلے بھی ہم نے جہاں کہیں کوئی نبی بھیجا تو سب سے پہلے وہاں کے امیر اور خوش حال لوگوں نے اس کی تکذیب کی کیونکہ انہیں اپنا عیش و آرام اور اقتدار خطرے میں نظر آتا ہے تو وہ نبی کی دعوت میں غور ہی نہیں کرتے اور بغیر سمجھے صرف تعصب اور عناد کی بنا پر انکار کر دیتے ہیں۔

ہر نبی پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں اکثر کمزور اور نادار لوگ ہوتے ہیں جو نبی کی دعوت کو غور سے سنتے ہیں اور اس پر ایمان لے آتے ہیں، بلکہ کسی نبی کے سچے ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس پر ابتدا میں نادار لوگ ہی ایمان لاتے ہیں، جیسا کہ ہرقل نے جب ابوسفیان سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں پوچھا:

کیا رئیس لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں یا کمزور لوگ؟

تو ابوسفیان نے جواب دیا: زیادہ تر کمزور لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں۔

تو ہرقل نے کہا: دراصل رسولوں کے ابتدائی پیروکار زیادہ تر کمزور لوگ ہی ہوتے ہیں۔

(بخاری: حدیث نمبر ۷: کتاب بدء الوحی: باب ۶)

[۲۳] اللہ تعالیٰ کے نبی نے مشرکین سے فرمایا: اگر میں تمہیں تمہارے باپ دادا کی راہ سے اچھی راہ بتاؤں تو کیا پھر بھی تم میری پیروی نہیں کرو گے؟ تو انہوں نے کہا: کچھ بھی ہو ہم اپنے باپ دادا کی تقلید کو چھوڑ کر تمہارا دین ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

[۲۴] ہمارے پیارے نبی ﷺ! آپ سے پہلے جن قوموں نے اپنے انبیاء کو جھٹلایا آپ جانتے ہیں کہ ان کا انجام بہت برا ہوا۔ اسی طرح آپ کفار مکہ کے انکار کی پرواہ نہ کریں، اگر یہ بھی اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو ہم ان سے بھی انتقام لیں گے۔

وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖۤ اِنَّنِىۡ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا: بے شک میں ان سے بے زار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

اِلَّا الَّذِىۡ فَطَرَنِىۡ فَاِنَّهٗ سَيَهۡدِيۡنِ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ سوائے اس کے جس نے مجھے پیدا فرمایا اور بے شک وہی میری رہنمائی فرمائے گا۔[۲۵]

وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِىۡ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے اس (کلمہ توحید) کو اپنی نسل میں باقی رہنے والا کلمہ بنا دیا تا کہ وہ (اللہ تعالیٰ کی طرف) رجوع کرتے رہیں۔[۲۶]

بَلۡ مَتَّعۡتُ هٰٓؤُلَاۤءِ وَاٰبَآءَهُمۡ حَتّٰى جَآءَهُمُ

۲۹۔ بلکہ میں ان (قریش مکہ) کو اور ان کے باپ دادا کو

---

[۲۵] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے عرفی باپ یعنی چچا آزر اور اپنی قوم کو بت پرستی میں مبتلا دیکھا تو پوچھا: تم بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو، تمہارے پاس ان کی سچائی کی کیا دلیل ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ انہوں نے اپنے باپ دادا کو ان کی پرستش کرتے پایا تھا۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: بغیر کسی دلیل کے باپ دادا کی اندھی تقلید کسی چیز کی صداقت کا ثبوت نہیں ہے۔ دراصل یہ بت عبادت کے لائق نہیں ہیں اس لئے میں ان بتوں سے بے زار ہوں۔ ذرا تم خود ہی سوچو جن کو تم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے کیا وہ عبادت کے لائق ہیں یا وہ اللہ تعالیٰ جس نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا ہے؟ لہٰذا تم مانو یا نہ مانو بہرحال میں تو صرف اس کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا فرمایا، وہی میری رہنمائی فرمائے گا اور وہی مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ باپ دادا کی اندھی تقلید اگر حجت ہوتی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کی تقلید کو چیلنج نہ کرتے، لہٰذا تقلید صرف اس کی درست ہے جو راہ حق پر گامزن ہو اور جو خود گمراہ ہو وہ کسی کی رہنمائی نہیں کر سکتا، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے، اطاعت صرف نیکی میں ہوتی ہے۔ (مسلم: ۴۷۶۵: کتاب الامارۃ: باب ۸)

[۲۶] مشرکین مکہ اگر تقلید ہی کرنا چاہتے ہیں تو اپنے گمراہ باپ دادا کی نہ کریں بلکہ اپنے اشرف ترین جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقلید کریں جو خود بھی توحید پرست تھے اور اپنی آنے والی نسلوں کو بھی توحید کی وصیت کر گئے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو اسی (دین توحید) کی وصیت کی تھی} (قرآن: ۲: ۱۳۲) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وصیت کو ان کی اولاد میں جاری رکھا حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تک بھی کچھ ایسے لوگ موجود تھے جو صدیاں گزرنے کے بعد بھی توحید پرست تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾

دنیاوی فائدہ پہنچاتا رہا یہاں تک کہ ان کے پاس حق (قرآن) اور صاف صاف بیان کرنے والا رسول آ گیا۔[۲۷]

وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اور جب ان کے پاس حق (قرآن) آ گیا تو وہ کہنے لگے: یہ تو جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اور وہ کہنے لگے: یہ قرآن ان دو بستیوں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا؟

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۭ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ

۳۲۔ کیا یہ (کفار) آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ [۲۸] دنیوی زندگی میں ان کے درمیان ان کی روزی ہم نے تقسیم کی ہے اور ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر کئی درجے فوقیت دی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں، [۲۹] اور آپ کے رب کی رحمت اس (مال و

---

[۲۷] کعبہ کا متولی ہونے کی وجہ سے پورے عرب میں قریش مکہ کو ایک اہم مقام اور کئی دنیاوی مفادات حاصل تھے مگر وہ ان دنیاوی نعمتوں سے اس قدر دھوکہ کھا گئے کہ توحید کو چھوڑ کر بت پرستی کا شکار ہو گئے حتیٰ کہ جب نبی کریم ﷺ ان کے پاس قرآن مجید لے کر تشریف لائے اور پوری وضاحت کے ساتھ اپنی رسالت کو بیان کیا تو وہ کہنے لگے: یہ قرآن تو جادو ہے، لہٰذا ہم قرآن کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

[۲۸] مشرکین مکہ کا پہلا اعتراض تو یہ تھا کہ نبی کوئی فرشتہ ہونا چاہیے انسان نبی نہیں بن سکتا۔ اس کے جواب میں جب انہیں بتایا گیا کہ انسانوں کی طرف پہلے جتنے بھی نبی آئے ہیں وہ سب انسان ہی تھے تو پھر کہنے لگے: اگر اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہی نبی بنا کر بھیجنا تھا تو مکہ یا طائف کے کسی سردار اور مالدار کو نبی بنایا جاتا، ایک یتیم اور بے سہارا کو نبی کیوں بنایا گیا؟ اس آیت میں انہیں جواب دیا گیا ہے کہ نبوت ایک نعمت اور رحمت ہے، اس کو تقسیم کرنے کا اختیار تمہارے پاس نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ تمہارے مشورے کا پابند ہے بلکہ وہ ہر انسان کو خوب جانتا ہے اور جس کو اس کا اہل سمجھتا ہے اس کو نبوت عطا فرماتا ہے۔

[۲۹] دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو ضروریات زندگی کی ہر چیز خود بنا سکے مثلاً خوراک، لباس، مکان، کار اور پٹرول وغیرہ، اس لئے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت اور عقل و دماغ میں انسانوں کے درمیان فرق رکھا ہے تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں کے مطابق ایک دوسرے کے کام آ سکیں۔ اگر سب انسان مال و دولت اور عقل و فہم میں برابر ہوتے تو کوئی کسی کے کام نہ آ سکتا، مثلاً

خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾

دولت) سے بہتر ہے جس کو وہ جمع کرتے ہیں۔[۳۰]

وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ اور اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی امت بن جائیں گے تو جو رحمان کا انکار کرتے ہیں ہم ان کے گھروں کی چھت چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں۔[۳۱]

وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور ان کے گھروں کے دروازے بھی اور تخت بھی جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں۔

اگر سارے انسان کسان ہوتے تو کپڑے کون بناتا اور اگر سب انسان سکول میں استاد ہوتے تو ہسپتال میں علاج کون کرتا؟ بہرحال مال و دولت اور عقل وفہم کی تقسیم میں جب ان مشرکین کا کوئی دخل نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے تقسیم کرتا ہے تو نبوت جو انسانیت کا سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے اس کی تقسیم بھی وہ اپنی مرضی سے فرماتا ہے، اس کو مشرکین سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ مکہ اور طائف کے کسی سردار کو نبی بنایا جائے یا کسی اور کو۔

[۳۰] یہاں پر رحمت سے مراد نبوت ہے یعنی اے ہمارے پیارے نبی ﷺ! ہم نے آپ پر جو نبوت کا انعام فرمایا ہے یہ اس مال و متاع سے بہت ہی بہتر ہے جو دنیادار لوگ جمع کرتے ہیں، اور آپ کی نبوت پر ایمان لانا بھی دنیاداروں کے مال و متاع سے بہتر ہے۔

[۳۱] اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیاوی مال و دولت اور سونے چاندی کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اگر لوگوں کے کافر ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کفار کو اتنی دولت دیتا کہ ان کے گھر، پلنگ، سیڑھیاں، چھتیں اور دروازے سب سونے اور چاندی کے ہوتے۔

☆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس دنیا کی قدر و منزلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے ایک پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نصیب نہ ہوتا۔

(ترمذی: ۲۳۲۰: ابواب الزھد: باب ۱۳)

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، آپ کے اور چٹائی کے درمیان اور کوئی چیز نہیں تھی (یعنی کوئی گدا یا چادر وغیرہ نہیں تھی) آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور آپ کے پیروں کے پاس ایک درخت کے پتوں کا ڈھیر تھا۔ میں نے نبی کریم ﷺ کے پہلو پر چٹائی کے نشانات دیکھے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عمر کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! قیصر و کسریٰ (حالانکہ وہ کافر ہیں) کس قدر عیش و آرام میں ہیں اور آپ ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہیں یہ پسند نہیں کہ ان کے حصہ میں دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت ہو؟

(مسلم: ۳۶۹۲: کتاب الطلاق: باب ۵)

وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۳۵

۳۵۔ اور سونے (کا بھی بنا دیتے)، اور یہ سب دنیاوی زندگی کا سامان ہے، اور آخرت (کی نعمتیں) تو آپ کے رب کے پاس صرف پرہیزگاروں کے لئے ہیں۔ [۳۲]

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝۳۶

۳۶۔ اور جو شخص رحمان کے ذکر سے (دانستہ) اندھا بنتا ہے ہم اس کے لئے ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں اور وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ [۳۳]

وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۳۷

۳۷۔ اور بے شک وہ (شیاطین) ان کو (سیدھے) راستے سے روکتے ہیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ [۳۴]

---

[۳۲] دنیا کا یہ سارا مال ومتاع عارضی اور دھوکہ ہے اور اس کی محبت انہی لوگوں کے دل میں ہوتی ہے جو اپنے رب سے غافل ہیں، البتہ آخرت کی نعمتیں ابدی ہیں اور صرف ان لوگوں کے لئے مخصوص ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

☆ حضرت علی ؓ نے فرمایا: دنیا سفر کرتی ہوئی جارہی ہے اور آخرت سفر کرتی ہوئی آرہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کی اولاد ہے۔ تم آخرت کی اولاد بنو، دنیا کی اولاد نہ بنو کیونکہ آج عمل کا دن ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب ہوگا اور عمل کا موقع نہیں ہوگا۔ (بخاری: کتاب الرقاق: باب ۴)

☆ حضرت علی ؓ کا ایک ارشاد یہ بھی ہے: دیکھنے میں دنیا بڑی نرم اور خوشنما لگتی ہے مگر اس کا زہر بڑا سخت اور قاتل ہے۔ (سورہ آل عمران: تفسیر کبیر: زیر آیت نمبر ۱۸۵)

[۳۳] جو شخص اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتا ہے اور اس کی نافرمانی نہیں کرتا شیطان اس کے قریب نہیں جاتا، لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی یاد سے منہ پھیر لے اور خواہشات نفسانی کا غلام بن جائے تو ظاہر ہے اس نے خود ہی شیطان کا راستہ اختیار کیا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی توفیق اس کو نظر انداز کر دیتی ہے اور شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے جو ہر وقت اس کو برائیوں کی ترغیب دیتا رہتا ہے۔ وہ شیطان جنات سے بھی ہو سکتا ہے جو اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے اور وہ شیطان انسان بھی ہو سکتا ہے جو دن رات اس کو برائیوں پر اکساتا رہتا ہے۔

[۳۴] جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیاطین کے ساتھی بن جاتے ہیں شیاطین انہیں ایسا گھیر لیتے ہیں کہ انہیں سیدھے راستے کی طرف نہیں جانے دیتے بلکہ برائیوں کو اس طرح خوش نما بنا کر پیش کرتے رہتے ہیں کہ وہ گمراہ لوگ اپنے آپ کو ہدایت یافتہ گمان کرنے لگتے ہیں۔

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَنَا قَالَ یٰلَیۡتَ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکَ بُعۡدَ الۡمَشۡرِقَیۡنِ فَبِئۡسَ الۡقَرِیۡنُ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو (اپنے ساتھی شیطان سے) کہے گا: اے کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کی دوری ہوتی، کیونکہ وہ (شیطان تو) بہت برا ساتھی ہے۔[۳۵]

وَ لَنۡ یَّنۡفَعَکُمُ الۡیَوۡمَ اِذۡ ظَّلَمۡتُمۡ اَنَّکُمۡ فِی الۡعَذَابِ مُشۡتَرِکُوۡنَ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ اور آج (تمہارا پچھتانا) تمہیں ہرگز کوئی فائدہ نہیں دے گا کیونکہ تم (دنیا میں اکٹھے) ظلم کرتے رہے ہو، لہٰذا اب عذاب میں بھی تم سب شریک ہو۔

اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ اَوۡ تَہۡدِی الۡعُمۡیَ وَ مَنۡ کَانَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ کیا آپ بہروں کو سنائیں گے یا اندھوں کو اور ان کو جو کھلی گمراہی میں ہیں (ہدایت کا) راستہ دکھائیں گے؟[۳۶]

فَاِمَّا نَذۡہَبَنَّ بِکَ فَاِنَّا مِنۡہُمۡ مُّنۡتَقِمُوۡنَ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ پس اگر ہم آپ کو (اس دار فانی سے) لے جائیں تو پھر بھی ہم ان سے بدلہ ضرور لیں گے۔

اَوۡ نُرِیَنَّکَ الَّذِیۡ وَعَدۡنٰہُمۡ فَاِنَّا عَلَیۡہِمۡ مُّقۡتَدِرُوۡنَ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ یا ہم آپ کو وہ (عذاب) دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے، بے شک ہم ان پر پوری طرح قادر ہیں۔[۳۷]

---

[۳۵] وہ گمراہ آدمی جب قیامت کے دن اٹھے گا تو اپنے ساتھی شیطان کو کوسنا شروع کر دے گا: اے کاش! ہم ایک دوسرے سے اتنے دور ہوتے کہ ہماری زندگی میں کبھی ملاقات نہ ہوتی۔ تو بہت برا ساتھی ہے، تو نے میری آخرت خراب کر دی ہے، مگر روز قیامت کا پچھتانا بے سود ہوگا اور ان سے کہا جائے گا: تم دنیا کے مظالم میں شریک تھے، لہٰذا اب عذاب میں بھی شریک رہنا پڑے گا۔

آج جو شخص گمراہ لوگوں کی سنگت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے جتنا جلد ہو سکے اسے اس گمراہ سوسائٹی سے الگ ہو جانا چاہیے ورنہ قیامت کے دن جب تم ایک دوسرے کو برا بھلا کہو گے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ فرشتے تم سب کو پکڑ کر جہنم رسید کر دیں گے۔

[۳۶] یعنی اے ہمارے پیارے نبی ﷺ! آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے پھر بھی جو لوگ دانستہ اندھے اور بہرے بنے ہوئے ہیں اور آپ پر ایمان نہیں لاتے آپ ان کے متعلق غمگین نہ ہوں کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھوں اور اپنے کانوں پر کھلی گمراہی اور ہٹ دھرمی کے پردے ڈال رکھے ہیں۔

[۳۷] ہمارے پیارے نبی ﷺ! کفار مکہ اگر سرکشی سے باز نہ آئے تو ہم ان سے ضرور انتقام لیں گے اور ان کے ساتھ جس

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ پس آپ اس (قرآن) کو مضبوطی سے تھامے رکھیں جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، بے شک آپ صراط مستقیم پر ہیں۔ [۳۸]

وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَ سَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ اور بے شک یہ (قرآن) آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے عزت اور نصیحت ہے، [۳۹] اور عنقریب تم سے (قرآن کے بارے میں) پوچھا جائے گا۔ [۴۰]

وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً

۴۵۔ اور ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجے آپ ان سے پوچھیں: کیا ہم نے رحمان کے سوا اور معبود بنائے

عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے وہ ان پر آ کر رہے گا، لیکن ہر ایک کے لئے اس کی سزا کا ایک وقت مقرر ہے۔ بعض تو آپ کے سامنے اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے جیسا کہ جنگ بدر میں ہوا اور بعض کو آپ کے وصال کے بعد عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا، اور جن کو اس دنیا میں کسی حکمت کے باعث مہلت دی گئی ہو قیامت کے دن بہرحال کوئی مجرم بھی سزا سے نہیں بچ سکے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ سب مخلوق پر پوری طرح قادر ہے۔

[۳۸] ہمارے پیارے نبی ﷺ! بے شک آپ سیدھے راستے پر گامزن ہیں۔ آپ اس قرآن مجید کو مضبوطی سے تھامے رکھیں جو آپ پر نازل کیا جا رہا ہے۔ کفار مکہ اگر قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتے تو آپ ان کے متعلق فکرمند نہ ہوں، وہ اپنے کرتوتوں کے خود ذمہ دار ہوں گے۔

[۳۹] قرآن مجید اگرچہ تمام لوگوں کے لئے عزت اور نصیحت کا باعث ہے مگر یہاں پر نبی کریم ﷺ کا نام اس لئے لیا گیا کیونکہ یہ شرف و عزت والا قرآن آپ پر نازل کیا گیا ہے اور آپ کی قوم کا نام اس لئے لیا گیا ہے کیونکہ قرآن مجید کے اولین مخاطب اہل عرب تھے اور یہ بھی ان کے لئے خصوصی شرف ہے کہ قرآن مجید ان کی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ قرآن مجید ہر اس شخص کے لئے شرف اور عزت کا باعث ہے جو اس پر عمل کرے خواہ وہ شخص قریش سے ہو یا غیر قریش سے۔ (تفسیر قرطبی)

[۴۰] قیامت کے دن نبی کریم ﷺ سے پوچھا جائے گا کہ انہوں نے جب قرآن مجید کی تبلیغ کی تو لوگوں نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اور مسلمانوں سے پوچھا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قرآن مجید جیسی عظیم الشان کتاب سے مشرف فرمایا جس میں تمام انسانوں کے لئے ہدایت کا نظام درج ہے تو انہوں نے اس پر کس حد تک عمل کیا؟ اور نور ہدایت کو دوسروں تک پہنچانے میں کیا کردار ادا کیا؟

ع
يُعْبَدُوْنَ ۝٤٥ — تھے کہ ان کی عبادت کی جائے؟ [۴۱]

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٤٦

۴۶۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو انہوں نے کہا: بے شک میں تمام جہانوں کے رب کا رسول ہوں۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ۝٤٧

۴۷۔ پس جب وہ ہماری نشانیاں لے کر ان کے پاس آئے تو وہ اسی وقت ان (نشانیوں) پر ہنسنے لگے۔ [۴۲]

وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۘ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝٤٨

۴۸۔ اور ہم انہیں جو نشانی بھی دکھاتے تھے وہ پہلی سے بڑی ہوتی تھی اور ہم نے انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ (سرکشی سے) باز آ جائیں۔ [۴۳]

---

[۴۱] اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام سے سوال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ العیاذ باللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید کے متعلق شک تھا بلکہ آپ کا توحید پر یقین تھا اور یہ بھی یقین تھا کہ گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام بھی موحد تھے۔ دراصل اس آیت سے مشرکین کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام یا ان کے صحیح پیروکاروں سے پوچھیں تو ان کا جواب بھی یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا کسی اور کو معبود نہیں بنایا، تو پھر یہ مشرکین کس بنیاد پر بتوں کی پرستش کرتے ہیں۔

[۴۲] اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس گئے اور انہیں بتایا کہ وہ رب تعالیٰ کے رسول ہیں، نیز انہیں عصا اور ید بیضا کے معجزے بھی دکھائے تو انہیں دل سے تو یقین ہوگیا تھا کہ یہ جادو نہیں ہے جیسا کہ سورہ نمل (۲۷) کی آیت نمبر ۱۴ میں گزر چکا ہے مگر اپنے عوام کو مطمئن رکھنے کے لئے فوراً ان معجزات کا مذاق اڑانے لگے کہ یہ کوئی حقیقی چیز نہیں ہے بلکہ جادو اور خیالی چیزیں ہیں اور وہ خود بھی ایسے کرتب دکھا سکتے ہیں۔

[۴۳] اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو متعدد بڑے بڑے معجزات دکھائے، پھر بھی جب وہ ایمان نہ لائے تو ان پر مختلف قسم کے عذاب مسلط کر دیئے گئے تاکہ وہ عبرت حاصل کریں اور سرکشی سے باز آ جائیں۔ ان عذابوں کا سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۱۳۳ میں ذکر کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر پہلے اتنی کثرت سے بارش ہوئی کہ ان کی ہر چیز غرق ہوگئی اور پانی ان کی گردنوں تک پہنچ گیا، پھر ٹڈی دل نے ان کی فصلوں کو تباہ کر دیا، پھر ان کے کپڑوں، بالوں اور جسموں میں جوؤں کی کثرت نے انہیں بے چین کر دیا۔ اس کے بعد مینڈک، ان کے گھروں، کھانوں اور بستروں میں اتنی کثرت سے آ گئے کہ ان کا کھانا،

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ اور وہ کہنے لگے: اے جادوگر! آپ اپنے رب سے ہمارے لئے اس عہد کے مطابق دعا کریں جو اس نے آپ سے کر رکھا ہے تو بے شک ہم ضرور ہدایت پر آ جائیں گے۔ [۴۴]

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ پھر جب ہم نے ان سے عذاب کو دور کر دیا تو وہ فوراً عہد شکنی کرنے لگے۔

وَ نَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ؕ

۵۱۔ اور فرعون نے اپنی قوم میں پکار کر کہا: اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہی اور یہ نہریں جو میرے (محل کے) نیچے بہہ رہی ہیں میری نہیں ہیں؟ کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟

اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ بلکہ میں اس شخص سے بہتر ہوں جو حقیر ہے اور بات بھی صاف طریقے سے نہیں کر سکتا۔ [۴۵]

پینا اور سونا حرام ہو گیا، پھر دریاؤں، کنوؤں اور گھروں میں ہر جگہ پینے کا پانی خون میں بدل گیا اور پیاس کی وجہ سے ان کی جان خطرے میں پڑ گئی، لیکن پھر بھی جب وہ سرکشی سے باز نہ آئے تو انہیں پانی میں غرق کر دیا گیا۔

[۴۴] فرعونیوں پر مختلف قسم کے عذاب آئے جن کا ذکر گزشتہ حاشیہ میں بھی موجود ہے۔ جب بھی ان پر کوئی عذاب آتا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتے اور کہتے: آپ کا رب آپ پر بڑا مہربان ہے۔ اس نے آپ سے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ آپ کی دعا قبول فرمائے گا اور جو ہدایت قبول کریں گے ان سے عذاب کو ٹال دے گا، لہٰذا آپ اپنے رب سے دعا کریں۔ اگر آپ کی دعا سے یہ عذاب دور ہو گیا تو ہم ضرور ایمان لا کر ہدایت پر آ جائیں گے، مگر وہ انتہائی ناشکرے اور بدعہد تھے۔ جب بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کی مشکل آسان ہو جاتی تو اس کے فوراً بعد وہ اپنے وعدے سے مکر جاتے اور ایمان نہ لاتے۔

[۴۵] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جب عذاب ٹل گیا تو فرعون کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں اس کی قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف مائل نہ ہو جائے، اس لئے اس نے اپنی فضیلت اور اہمیت بتانے کے لئے ایک خصوصی خطاب میں اپنی قوم کو کہا: تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں مصر کا بادشاہ ہوں اور دریائے نیل سے نہریں بھی میں نے نکالی ہیں جو میرے محلات کے نیچے سے بہہ رہی ہیں، لہٰذا میرے مقابلہ میں موسیٰ علیہ السلام کی کوئی حیثیت نہیں ہے، وہ ایک غلام اور غریب آدمی ہے۔ پہلے اس کی زبان

فَلَوۡ لَاۤ اُلۡقِیَ عَلَیۡهِ اَسۡوِرَةٌ مِّنۡ ذَهَبٍ اَوۡ جَآءَ مَعَهُ الۡمَلٰٓئِكَةُ مُقۡتَرِنِیۡنَ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ پھر (اگر یہ سچا نبی ہے تو) اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں اتارے گئے یا اس کے ساتھ فرشتے کیوں نہیں آئے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتے۔ [۴۶]

فَاسۡتَخَفَّ قَوۡمَهٗ فَاَطَاعُوۡهُ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِیۡنَ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ اس طرح فرعون نے اپنی قوم کو بے وقوف بنا لیا اور انہوں نے فرعون کی بات مان لی، بے شک وہ نافرمان لوگ تھے۔ [۴۷]

فَلَمَّاۤ اٰسَفُوۡنَا انۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَاَغۡرَقۡنٰهُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ پھر جب انہوں نے ہمیں ناراض کر دیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ [۴۸]

فَجَعَلۡنٰهُمۡ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۵۶﴾ ع

۵۶۔ پھر ہم نے انہیں بعد میں آنے والوں کے لئے پیش رو اور (عبرت کا) نمونہ بنا دیا۔

میں لکنت تھی اس لئے بات کو واضح نہیں کر سکتا تھا اور اب یہ ایسی عجیب و غریب باتیں کرتا ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ دراصل یہ ہمیں اس ملک سے نکال کر خود اس پر قبضہ کرنا چاہتا ہے، لہٰذا تم اس کی باتوں سے دور رہو۔

[۴۶] فرعون کے دور میں رواج یہ تھا کہ بادشاہ جس کو اپنا خاص نمائندہ مقرر کرتا اس کو سونے کے کنگن پہنائے جاتے اور نوجوانوں کا ایک دستہ بھی دیا جاتا جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا۔ اس حوالہ سے فرعون نے اپنی قوم کو کہا: موسیٰ علیہ السلام کو اگر سارے جہانوں کے رب نے اپنا پیغامبر بنا کے بھیجا ہوتا تو ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہوتے، حالانکہ سونے کے کنگن پہننا دولت کی نشانی تو ہوسکتی ہے نبوت کی دلیل نہیں کیونکہ نبوت ایک خاص نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے جس کو چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے، پھر فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف دوسری دلیل یہ دی کہ موسیٰ علیہ السلام اگر سچے نبی ہوتے تو ان کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت ہوتی جو ان کی نبوت کی گواہی دیتی، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرشتے تھے جن کو وہ دیکھ نہیں سکتے تھے اور اگر وہ انسانی شکل میں آتے تو لوگ پھر اعتراض کرتے کہ یہ تو انسان ہیں فرشتے نہیں ہیں۔

[۴۷] فرعون نے اپنی چرب زبانی سے اپنی قوم کو اس بات پر قائل کر لیا کہ فرعون ہی ان کا خیر خواہ ہے اور جن لوگوں کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نرم گوشہ پیدا ہوا تھا وہ بھی فرعون کے ہم نوا بن گئے۔ مصری لوگ پہلے ہی فسق و فجور اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں زندگی گزار رہے تھے اس لئے فرعون کی باتیں ان پر زیادہ اثر کر گئیں اور وہ نافرمانی پر ہی قائم رہے۔

[۴۸] فرعون اور اس کی قوم کے لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ برابر عہد شکنی کرتے رہے اور جب ان کی سرکشی اور نافرمانی کی انتہا ہو گئی تو اس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان سب کو پانی میں غرق کر دیا اور ان کے بعد آنے والی نسلوں کے لئے انہیں

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿٥٧﴾

۵۷۔ اور جب (عیسیٰ علیہ السلام) بن مریم کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم کے لوگ اس سے چلانے لگے۔

وَقَالُوا ءَأَلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ﴿٥٨﴾

۵۸۔ اور انہوں نے کہا: کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ (عیسیٰ علیہ السلام)؟[۴۹] انہوں نے آپ سے یہ بات محض جھگڑے کے لئے بیان کی ہے، درحقیقت وہ لوگ بڑے جھگڑالو ہیں۔

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَاءِيلَ ﴿٥٩﴾

۵۹۔ ابن مریم تو محض ہمارے (مقدس) بندے ہیں جن پر ہم نے انعام فرمایا ہے اور ہم نے ان کو بنی اسرائیل کے لئے (اپنی قدرت کا) نمونہ بنا دیا ہے۔[۵۰]

عبرت کا نشان بنا دیا۔

[۴۹] ان آیات کے نزول کے متعلق مختلف روایات بیان کی گئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کے سامنے سورہ انبیاء کی یہ آیت تلاوت کی: {بے شک تم اور جن چیزوں کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہو، تم اس میں داخل ہونے والے ہو} (قرآن ۲۱: ۹۸) عبداللہ بن زبعری جو اسوقت کافر تھا، کہنے لگا: کیا یہ آیت ہمارے اور ہمارے معبودوں کے لئے ہے یا ساری قوموں کے لئے ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سب کے لئے ہے۔ اس پر ابن زبعری کہنے لگا: پھر تو عیسیٰ علیہ السلام بھی (العیاذ باللہ) دوزخ میں جائیں گے کیونکہ ان کی بھی عبادت کی جاتی ہے، اور آپ کے خیال میں عیسیٰ علیہ السلام ہمارے بتوں سے بہتر ہیں، تو جب عیسیٰ علیہ السلام دوزخ میں جائیں گے تو پھر کوئی حرج نہیں، ہم بھی ان کے ساتھ ہی ہوں گے۔ یہ سن کر مشرکین خوشی سے چلانے لگے اور شور مچانے لگے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ پسند کرے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کی جائے وہ تو یقیناً اپنے پیروکاروں کے ساتھ جہنم رسید ہو گا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی اپنی عبادت کا حکم نہیں دیا۔ وہ تو ہمیشہ توحید کی دعوت دیتے رہے، لہٰذا اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی قصور نہیں ہے بلکہ قصور ان لوگوں کا ہے جنہوں نے ان کے بعد ان کی عبادت شروع کر دی۔ مشرکین اگرچہ اس حقیقت کو جانتے تھے کہ بتوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ مختلف ہے لیکن چونکہ وہ اسلام کی مخالفت میں بڑے جھگڑالو تھے اس لئے مختلف بہانے تلاش کر کے اکثر جھگڑا کھڑا کرنے میں مصروف رہتے تھے۔

[۵۰] ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا اور بنی اسرائیل کے لئے اپنی قدرت کی نشانی بنا دیا۔ ہم نے ان کو عظیم الشان معجزات عطا فرمائے جن کے باعث وہ مادرزاد اندھے کو بینا کر دیتے تھے، کوڑھی کو تندرست کر دیتے تھے اور مردوں کو زندہ کر دیتے تھے، لیکن ان عظمتوں کے باوجود وہ ہمارے مقدس اور عبادت گزار بندے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ توحید کی

وَلَوْ نَشَاۗءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰۗىِٕكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ۝۶۰

۶۰۔ اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تم سے فرشتے پیدا کر دیتے جو تمہارے جانشین ہوتے۔ [۵۱]

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝۶۱

۶۱۔ اور بے شک وہ (عیسیٰ علیہ السلام) قیامت کی ایک نشانی ہیں، پس تم اس میں ہرگز شک نہ کرو [۵۲] اور میری پیروی کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔

دعوت دی ہے اور کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔

[۵۱] یعنی جس طرح ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا اسی طرح اگر ہم چاہتے تو تم سے فرشتے پیدا کر دیتے جو تمہارے بعد اس زمین پر تمہاری اولاد کی جگہ تمہارے جانشین ہوتے، تو پھر بھی نہ عیسیٰ علیہ السلام عبادت کے لائق ہیں اور نہ ہی فرشتے عبادت کے لائق ہیں، بلکہ عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے جس نے ان سب کو پیدا فرمایا۔

[۵۲] اس آیت کی ایک تفسیر تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قرب قیامت کی نشانی ہے، جیسا کہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس، مجاہد، ضحاک، سدی اور قتادہ کا قول یہ ہے کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول مراد ہے کیونکہ آپ علیہ السلام کا نزول قرب قیامت کی ایک نشانی ہے۔ اسی لئے حضرت ابن عباس، ابو ہریرہ، قتادہ، مالک بن دینار اور ضحاک نے اس آیت میں عِلْم کو عَلَم پڑھا ہے جس کے معنیٰ ہی نشانی اور علامت کے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش قیامت کے وجود کی دلیل ہے۔ یعنی جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا خلاف عادت ہے مگر ایسا ہو چکا ہے، اسی طرح مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اگرچہ خلاف عادت ہے مگر ایسا ضرور ہوگا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

نیز علامہ قرطبی نے ایک قول یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا بھی قیامت کی دلیل ہے۔ (تفسیر قرطبی) یعنی اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جو عیسیٰ علیہ السلام کا خالق ہے وہ بھی قیامت کے دن سب کو زندہ کر سکتا ہے، لہٰذا قیامت کا آنا یقینی ہے اور اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول

سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۴۰ کی تفسیر میں علامہ زمخشری لکھتے ہیں: اگر کوئی کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں نازل ہوں گے؟ تو میں کہوں گا: آپ کے آخری نبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ان میں سے ہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبی بنایا جا چکا ہے اور جب وہ نازل ہوں گے تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے گویا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ایک فرد شمار ہوں گے۔ (تفسیر کشاف: سورہ آل عمران: زیر آیت نمبر

۴۰) جس طرح معراج کی رات تمام انبیائے کرام علیہم السلام مسجد اقصیٰ میں تشریف لائے اور ہمارے نبی ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھی، حالانکہ وہ سب پہلے نبی بنائے جا چکے تھے۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق چند احادیث

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، عنقریب تمہارے درمیان ابن مریم نازل ہوں گے ایک عادل حاکم کی حیثیت سے، وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ اسے کوئی لینے والا نہیں ہوگا اور (دینداری کا عالم یہ ہوگا) کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ایک سجدہ کرنا دنیا اور اس کے مال ومتاع سے بہتر ہوگا۔

(بخاری: ۳۴۴۸: کتاب الانبیاء: باب ۵۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تمہارے درمیان ابن مریم کا نزول نہ ہو، وہ عدل وانصاف کے احکام نافذ کریں گے، صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ اسے کوئی لینے والا نہیں ہوگا۔

(بخاری: ۲۴۷۶: کتاب المظالم: باب ۳۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب تمہارے درمیان ابن مریم نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا؟ (بخاری: ۳۴۴۹: کتاب الانبیاء: باب ۵۱)

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم کیا باتیں کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا: ہم قیامت کے متعلق باتیں کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو، پھر آپ نے ان دس نشانیوں کا ذکر فرمایا یعنی دھواں، دجال، زمین کا جانور، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول، اور یاجوج اور ماجوج، اور تین جگہ زمین کا دھنسنا یعنی مشرق میں زمین کا دھنسنا، مغرب میں زمین کا دھنسنا اور جزیرہ عرب میں زمین کا دھنسنا اور آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر محشر کی طرف لے جائے گی۔

(مسلم: ۷۲۸۵: کتاب الفتن: باب ۱۳)

☆ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صبح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ۔۔۔ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام جامع مسجد دمشق کے سفید مشرقی منارہ پر اس حال میں اتریں گے کہ انہوں نے ہلکے زرد رنگ کے دو حلے پہنے ہوئے ہوں گے اور انہوں نے دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے۔ جب آپ علیہ السلام سر نیچا کریں گے تو پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے اور جب آپ علیہ السلام سر اوپر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح سفید چاندی کے دانے جھڑ رہے ہوں گے ۔۔

(مسلم: ۷۳۷۳: کتاب الفتن: باب ۲۰)

وَ لَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾

۶۲۔ اور شیطان تمہیں ہرگز روکنے نہ پائے، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ [۵۳]

وَ لَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾

۶۳۔ اور جب عیسیٰ علیہ السلام واضح نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے کہا: بے شک میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں تاکہ میں تمہارے لئے بعض ان باتوں کو خوب واضح کر دوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو، پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری پیروی کرو۔ [۵۴]

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾

۶۴۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، پس تم اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ

۶۵۔ پھر (عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں) کئی گروہ آپس میں

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے، اور وہ (آسمان سے) نازل ہوں گے۔ جب تم ان کو دیکھو گے تو پہچان لو گے۔ ان کا رنگ سرخی آمیز سفید ہوگا۔ ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے اگرچہ ان پر تری نہیں ہوگی۔ وہ لوگوں سے اسلام پر قتال کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو موقوف کر دیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب کو مٹا دے گا اور مسیح علیہ السلام دجال کو ہلاک کر دیں گے، اور عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال زمین میں قیام کرنے کے بعد وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ (ابوداؤد: ۴۳۲۴: کتاب الملاحم: باب ۱۴)

☆ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت توراۃ میں لکھی ہوئی ہے اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی بھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن ہوں گے۔ ابوداؤد نے کہا: روضہ رسول میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔
(ترمذی: ۳۶۱۷: ابواب المناقب: باب ۳)

[۵۳] یعنی میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرو، یہی سیدھا راستہ ہے اور شیطان سے دور رہو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

[۵۴] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یہود نے توراۃ کے احکام میں تبدیلی کر دی اور اس وجہ سے کئی فرقوں میں تقسیم ہو گئے، پھر عیسیٰ علیہ السلام واضح معجزات لے کر آئے اور بنی اسرائیل کو فرمایا: میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت اور انجیل لے کر آیا ہوں تاکہ اعمال وعقائد کے جن بنیادی مسائل میں تم نے اختلاف پیدا کر دیا ہے میں ان کی اصل حقیقت تمہارے سامنے پوری طرح واضح کر دوں، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔

لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿٦٥﴾

اختلاف کرنے لگے، [۵۵] پس ظالموں کے لئے دردناک دن کے عذاب کی ہلاکت ہے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٦﴾

۶۶۔ وہ لوگ صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ جائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ [۵۶]

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٧﴾ ع

۶۷۔ اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔ [۵۷]

[۵۵] اہل کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں مجرمانہ حد تک کمی کی اور ان کی معجزانہ پیدائش کو تسلیم کرنے کے بجائے حضرت مریم پر بہتان لگایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اسی طرح عیسائیوں نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر باپ کے معجزانہ پیدائش کو سمجھنے میں ٹھوکر کھائی، حالانکہ ان کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام کی بغیر ماں باپ کے پیدائش کی مثال موجود تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ایک عجیب چیستان بنا دیا۔ عیسائی فرقہ نسطوریہ (protestant) کے نزدیک وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، عیسائی فرقہ ملکانیہ (catholic) کے نزدیک وہ تین خداؤں میں سے تیسرے ہیں اور عیسائی فرقہ یعقوبیہ (orthodox) کے نزدیک وہ اللہ ہیں۔ الغرض یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں تفریط کی اور عیسائی آپ کے بارے میں افراط کا شکار ہوئے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ مریم (۱۹) زیر آیت نمبر ۳۷)

[۵۶] ظالموں کو جب دردناک عذاب سے ڈرایا جاتا ہے تو چونکہ وہ قیامت کے منکر ہیں اس لئے وہ اس انتظار میں ہیں کہ جب وہ قیامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تو ایمان لے آئیں گے، مگر انہیں علم ہونا چاہیے کہ قیامت اچانک آئے گی، انہیں خبر بھی نہیں ہوگی اور قیامت کو دیکھ کر اگر وہ ایمان لائیں گے تو وہ ایمان قبول نہیں ہوگا اور وہ اس وقت پچھتائیں گے، لہٰذا قیامت کے آنے سے پہلے ہی انہیں توبہ کر لینی چاہیے۔ قیامت کے اچانک آنے کے متعلق سورہ یٰسین (۳۶) کی آیت نمبر ۴۹ کا حاشیہ نمبر ۳۲ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم کم ہو جائے گا، جہالت کا غلبہ ہوگا، زنا عام ہوگا، عورتیں زیادہ ہوں گی، مرد کم ہوں گے حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا کفیل ایک مرد ہوگا۔
(بخاری: ۸۱: کتاب العلم: باب ۲۱)

[۵۷] جو لوگ دنیاوی مقاصد کے لئے دوستیاں قائم کرتے ہیں اور حلال و حرام کی پرواہ نہیں کرتے، قیامت کے دن نہ صرف یہ کہ ان کی دوستیاں ختم ہو جائیں گی بلکہ وہ ایک دوسرے کی دشمنی پر اتر آئیں گے۔ ان کے برعکس جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾

۶۸۔ اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔

کے لئے دوستیاں قائم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں، قیامت کے دن ان کی دوستیاں بھی قائم رہیں گی اور وہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن ابی حاتم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ دو دوست مومن تھے اور دو کافر۔ مومن دوستوں میں سے ایک کا انتقال ہو گیا اور اس کو جنت کی خوش خبری سنائی گئی، تو اس نے اپنے دوست کو یاد کیا اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! میرا فلاں دوست مجھے آپ کی اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیتا تھا۔ وہ مجھے نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا تھا اور مجھے تنبیہ کرتا تھا کہ مجھے ایک دن آپ کے پاس حاضر ہونا ہے، لہٰذا اے اللہ تعالیٰ! اس کو میرے بعد گمراہ نہ کرنا حتیٰ کہ تو اسے بھی جنت کے وہ مناظر دکھائے جو تو نے مجھے دکھائے ہیں اور جس طرح تو مجھ پر راضی ہوا ہے اسی طرح اس پر بھی راضی ہو جا۔ اس دعا کے جواب میں اس سے کہا جائے گا: جاؤ، اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ میں نے تمہارے اس دوست کے لئے کیا اجر وثواب رکھا ہے تو تم روؤ گے کم اور ہنسو گے زیادہ۔ اس کے بعد جب دوسرے دوست کا بھی انتقال ہو جائے گا تو ان دونوں کی ارواح جمع ہوں گی اور اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: تم دونوں ایک دوسرے کی تعریف کرو، تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کے متعلق کہے گا: وہ بہترین بھائی، بہترین ساتھی اور بہترین دوست ہے۔

اس کے برعکس جب دو کافر دوستوں میں سے ایک مر گیا اور اسے جہنم میں ڈالے جانے کی سزا سنائی گئی تو اس نے بھی اپنے دوست کو یاد کیا اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! میرا فلاں دوست مجھے آپ کی اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا حکم دیتا تھا۔ وہ مجھے برائی کا حکم دیتا اور نیکی سے روکتا تھا اور مجھے کہا کرتا تھا کہ مجھے کبھی آپ کے پاس حاضر نہیں ہونا ہے، لہٰذا اے اللہ تعالیٰ! اس کو میرے بعد ہدایت نہ دینا حتیٰ کہ تو اسے بھی جہنم کے وہ مناظر دکھائے جو تو نے مجھے دکھائے ہیں اور جس طرح تو مجھ سے ناراض ہے اسی طرح اس پر بھی ناراض ہو۔ اس کے بعد جب دوسرا کافر دوست بھی مر جائے گا تو ان دونوں کی روحیں جمع کی جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا: تم دونوں ایک دوسرے کی تعریف کرو، تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کو کہے گا: وہ بدترین بھائی، بدترین ساتھی اور بدترین دوست ہے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم: ۱۸۵۱۹: سورہ زخرف (۴۳): زیر آیت نمبر ۶۷)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اعمال تمہارے فوت شدہ رشتہ داروں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، اگر تمہارے اعمال اچھے ہوں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر تمہارے اعمال اچھے نہ ہوں تو وہ یہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب تعالیٰ! ان کو اس وقت تک موت نہ دے یہاں تک کہ تو ان کو ہدایت دے جس طرح تو نے ہمیں ہدایت دی ہے۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۶۵)

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿٦٩﴾

۶۹۔ (یعنی) وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور فرمانبردار رہے۔

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿٧٠﴾

۷۰۔ تم اور تمہاری بیویاں خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جاؤ۔[۵۸]

اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب دو بندے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آپس میں محبت کریں اگرچہ ان میں سے ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اکٹھا کرکے فرمائے گا: یہ ہے وہ بندہ جس سے تو میری وجہ سے محبت کرتا تھا۔ (کنز العمال: حدیث نمبر ۲۴۶۴۶: ج۹: ص ۴)

۲۔ حضرت معاذ بن جبل ﷛ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہے جو میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری رضا کے لئے آپس میں خرچ کرتے ہیں۔ (مسند احمد: ج۵: ص ۲۳۳)

۳۔ حضرت ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنے سایہ کرم میں کھڑا کروں گا جس دن میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہے۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۵۶۶: کتاب البر: باب نمبر ۱۲)

۴۔ حضرت ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی اپنے بھائی کی زیارت کے لئے دوسری بستی میں گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ کھڑا کر دیا، جب وہ آدمی اس فرشتہ کے پاس سے گزرا تو فرشتہ نے اس سے پوچھا: تو کہاں جا رہا ہے؟ اس نے کہا: میں اپنے بھائی کی طرف جا رہا ہوں جو اس بستی میں رہتا ہے۔ فرشتہ نے پوچھا: کیا تیرا اس بھائی پر کوئی احسان ہے جس کی تکمیل مقصود ہے؟ اس نے کہا: میرا اس پر کوئی احسان نہیں، میں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اس سے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا: میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کا پیغام لایا ہوں کہ جس طرح تو اپنے بھائی سے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت کرتا ہے۔ (مسلم: حدیث نمبر ۲۵۶۷: کتاب البر: باب ۱۲)

۵۔ حضرت انس بن مالک ﷛ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک دوسرا آدمی وہاں سے گزرا۔ پہلے آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس گزرنے والے آدمی سے محبت کرتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اسے اپنی محبت کے متعلق بتا رکھا ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور اسے بتاؤ۔ چنانچہ وہ دوڑ کر گیا اور اسے پکڑ کر کہا: میں خدا کے لئے تجھ سے محبت رکھتا ہوں۔ اس نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت کرے جس کی وجہ سے تو مجھ سے محبت کرتا ہے۔ (ابوداؤد: حدیث نمبر ۵۱۲۵: کتاب الادب: باب ۱۱۲)

[۵۸] جو لوگ آیات قرآن پر ایمان لائے اور احکام قرآن پر عمل پیرا رہے، قیامت کے دن انہیں یہ خوش خبری سنائی جائے گی: آج

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ أَكْوَابٍ ۚ وَ فِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۚ وَأَنْتُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ۚ ﴿۷۱﴾

۷۱۔ ان پر سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں کا دور چلایا جائے گا اور جنت میں وہ سب چیزیں ہوں گی جن کی دل خواہش کریں گے اور جن سے آنکھوں کو لذت ملے گی، اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔

وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيٓ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۷۲﴾

۷۲۔ اور یہی وہ جنت ہے جس کے تم اپنے اعمال کی وجہ سے وارث بنا دیئے گئے ہو۔[۵۹]

لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿۷۳﴾

۷۳۔ تمہارے لئے اس جنت میں بکثرت پھل ہوں گے جن میں سے تم کھاتے رہو گے۔

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُونَ ۚ ﴿۷۴﴾

۷۴۔ بے شک مجرم لوگ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔

لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ۚ ﴿۷۵﴾

۷۵۔ وہ عذاب ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا، اور وہ اس میں مایوس پڑے رہیں گے۔[۶۰]

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوا هُمُ الظّٰلِمِينَ ﴿۷۶﴾

۷۶۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی ظالم تھے۔[۶۱]

تمہیں کوئی خوف نہیں اور نہ ہی تم غمگین ہو گے بلکہ اپنی نیک بیویوں اور متقی دوست احباب کے ساتھ خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہاں تمہیں سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں میں وہ سب چیزیں ملیں گی جن کو تمہارے دل اور تمہاری آنکھیں پسند کریں گی۔

[۵۹] اہل ایمان کو ان کے نیک اعمال کی وجہ سے جنت کا مالک بنا دیا جائے گا۔ وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور ہر قسم کے پھلوں سے محظوظ ہوتے رہیں گے۔

[۶۰] مجرم لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، ان کے عذاب میں کمی بھی نہیں کی جائے گی۔ وہ جہنم سے نکل بھی نہیں سکیں گے، اس لئے مایوس ہو کر وہیں پڑے رہیں گے۔

[۶۱] اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعہ حق و باطل کی راہوں کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا اور اعلان کر دیا کہ جو بھی باطل کی راہ اختیار کرے گا وہ جہنم رسید ہوگا، لہٰذا جو لوگ نافرمانی کر کے جہنم میں پہنچے ہیں یہ خود ان کا اپنے اوپر ظلم ہے، اللہ تعالیٰ کا ان پر ظلم نہیں ہے۔

وَ نَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾

۷۷۔ اور وہ پکاریں گے: اے مالک (اے داروغۂ دوزخ)! آپ کا رب ہمارا خاتمہ ہی کر دے (تو بہتر ہے)، وہ کہے گا: بے شک تم ہمیشہ یہیں رہنے والے ہو۔ [۶۲]

لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾

۷۸۔ بے شک ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے لیکن تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے تھے۔ [۶۳]

اَمْ اَبْرَمُوْۤا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ ج

۷۹۔ کیا انہوں نے کوئی قطعی فیصلہ کر لیا ہے، تو ہم بھی قطعی فیصلہ کرنے والے ہیں۔ [۶۴]

اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾

۸۰۔ کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کی راز کی باتیں اور ان کی سرگوشیاں نہیں سنتے، کیوں نہیں، بلکہ ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ان کے پاس لکھ رہے ہوتے ہیں۔ [۶۵]

---

[۶۲] دوزخ کے نگران فرشتے کا نام مالک ہے۔ اہل دوزخ جب دوزخ سے نکلنے کی کوئی سبیل نہیں پاسکیں گے تو مایوس ہو کر مالک (داروغۂ دوزخ) سے فریاد کریں گے: اے مالک! اپنے رب سے کہو کہ وہ ہمیں موت ہی دیدے تاکہ ہم اس عذاب سے بچ جائیں۔ اس کے جواب میں مالک کہے گا: اب نہ تم جہنم سے نکل سکتے ہو اور نہ ہی تم کو موت آئے گی بلکہ ہمیشہ اسی عذاب میں مبتلا رہنا پڑے گا۔

[۶۳] اہل دوزخ جب چیخ و پکار کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہمارے رسول تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے اور انہوں نے حق و باطل کو بالکل واضح کر دیا تھا لیکن تم میں سے اکثر یعنی تمہارے لیڈروں اور سرداروں نے حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ یہ ان کی نفسانی خواہشات کے خلاف تھا اور باقی تم سارے بغیر سوچ سمجھے اپنے سرداروں کے پیچھے چل پڑے، اس لئے تم میں سے بعض انکار اور بعض اندھی تقلید کی وجہ سے اس انجام کو پہنچے ہو۔

[۶۴] علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ مقاتل نے کہا: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کفار مکہ نے دار الندوہ میں نبی کریم ﷺ کے خلاف خفیہ سازش کی تھی اور ابوجہل کے اشارہ پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک فرد مل کر نبی (ﷺ) پر اچانک حملہ کر کے آپ کو قتل کر دے تاکہ تمام قبائل آپ کو قتل کرنے میں مشترک ہوں، کسی ایک قبیلہ پر الزام نہ آئے اور آپ کے خون بہا کا مطالبہ کمزور ہو جائے۔ (تفسیر قرطبی) ان کی اس سازش کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے بھی اپنے حبیب مکرم ﷺ کی حفاظت کا قطعی فیصلہ کر رکھا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو بحفاظت مدینہ لے آیا اور سازش کرنے والے سرداروں کو غزوہ بدر میں قتل کر دیا گیا۔

[۶۵] کیا کفار مکہ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے خلاف جو سرگوشیاں اور خفیہ سازشیں کرتے ہیں ان کا ہمیں علم نہیں ہے؟

قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ﴿۸۱﴾

۸۱۔ آپ فرمادیں: اگر (بفرض محال) رحمٰن کی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوتا۔[۶۶]

سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾

۸۲۔ آسمانوں اور زمین کا رب اور عرش کا مالک ان باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔[۶۷]

فَذَرْهُمْ یَخُوْضُوْا وَ یَلْعَبُوْا حَتّٰی یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾

۸۳۔ پس آپ ان کو لغو باتوں اور کھیلوں میں پڑا رہنے دیں حتیٰ کہ وہ اپنے اس دن کو دیکھ لیں جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے۔[۶۸]

وَ هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَ هُوَ الْحَکِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۴﴾

۸۴۔ اور وہی آسمان میں قابل عبادت ہے اور وہی زمین میں عبادت کے لائق ہے، اور وہی بڑی حکمت والا بڑے علم والا ہے۔[۶۹]

وَ تَبٰرَکَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَ

۸۵۔ اور بہت برکت والا ہے وہ (اللہ تعالیٰ) جس کی

ایسا ہرگز نہیں۔ ہم ان کے دلوں کے راز اچھی طرح جانتے ہیں، اور اس کے علاوہ ہمارے فرشتے ہر وقت ان کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ ان کی سازشوں کا تحریری ریکارڈ بھی تیار کر رہے ہیں۔

[۶۶] نبی کریم ﷺ نے مشرکین کو فرمایا: اگر (بفرض محال) اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں یا بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا اور جبکہ میں اس کی اولاد کی عبادت نہیں کرتا تو اس کا مطلب واضح ہے کہ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے۔

[۶۷] اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا خالق اور مالک ہے، وہ اولاد سے پاک ہے، ہر چیز اس کی محتاج ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے بلکہ وہ بے نیاز اور قادر مطلق ہے۔

[۶۸] میرے پیارے نبی ﷺ! حق کے واضح ہونے کے باوجود اگر یہ مشرکین حق کو قبول نہیں کرتے اور اپنے باطل نظریات اور دنیاوی مشاغل میں مگن ہیں تو آپ ان کی ہٹ دھرمی اور مخالفت کی پرواہ نہ کریں اور ان کے ایمان نہ لانے پر غمگین نہ ہوں۔ قیامت کا دن آئے گا تو انہیں اپنے کرتوتوں کا انجام نظر آجائے گا۔

[۶۹] زمین وآسمان میں صرف اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق ہے۔ آسمان میں فرشتے اس کی عبادت کرتے ہیں اور زمین میں تمام انبیاء اور رسولوں نے اسی کی عبادت کی ہے، لہٰذا فرشتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہیں بلکہ اس کے عبادت گزار بندے ہیں۔

الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾

آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز پر حکومت ہے، اور قیامت کا علم بھی اسی کے پاس ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ [۷۰]

وَ لَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

۸۶۔ اور وہ (مشرک) لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہیں وہ شفاعت کرنے کا اختیار نہیں رکھتے مگر (وہ لوگ شفاعت کر سکیں گے) جو حق کی گواہی دیں اور وہ (اس گواہی کو یقین کے ساتھ) جانتے بھی ہوں۔ [۷۱]

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ تعالیٰ نے (پیدا کیا ہے)، تو پھر وہ کہاں بھٹک رہے ہیں۔ [۷۲]

---

[۷۰] اللہ تعالیٰ بہت برکت والا ہے، زمین و آسمان کی ہر چیز پر اس کی حکومت ہے۔ اس کو قیامت کا علم ہے جس کو وہ اپنے وقت پر قائم فرمائے گا۔ اس دن تم سب کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے جہاں وہ تم سب کو تمہارے اعمال کے مطابق جزا و سزا دے گا۔

[۷۱] مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہیں وہ سب شفاعت کرنے والے نہیں ہیں۔ صرف ان کو شفاعت کرنے کی اجازت ہوگی جو زبان سے اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دیں، دل سے اس کی تصدیق کریں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی گزاریں، اور وہ بھی صرف ان گناہگاروں کی شفاعت کریں گے جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہوگا۔ مشرکین اگرچہ فرشتوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں اور ان کو شفاعت کرنے کی اجازت بھی ہوگی مگر وہ مشرکین کی شفاعت نہیں کریں گے کیونکہ کسی کافر یا مشرک کی شفاعت جائز نہیں ہے۔

۴۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تین لوگ شفاعت کریں گے۔ سب سے پہلے انبیاء پھر علماء اور پھر شہداء۔ (ابن ماجۃ: ۴۳۱۳: ابواب الزھد: باب ۳۷)

[۷۲] کفار مکہ جب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر ان کی عقل کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ توحید کی روشنی کو چھوڑ کر شرک کی تاریکی میں بھٹک رہے ہیں۔

وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ اور قسم ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی کہ اے میرے رب! بے شک یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔[۷۳]

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَ قُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

۸۹۔ پس آپ ان سے درگزر کریں اور انہیں فرمائیں: (تم پر) سلام ہو، پھر وہ عنقریب (اپنا انجام) جان لیں گے۔[۷۴]

---

[۷۳] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حق و باطل کو بالکل واضح کر دیا، پھر بھی جب مشرکین مکہ پر کوئی اثر نہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: اے میرے رب! یہ مشرک بڑے متعصب اور ہٹ دھرم ہیں، یہ ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ درد بھری بات بڑی پسند آئی اور اس کی قسم اٹھائی۔

[۷۴] میرے پیارے نبی! آپ ان کی ہٹ دھرمی کی پرواہ نہ کریں، ان کو سلامتی کی دعا اور دعوت دیتے رہیں، لیکن اگر وہ بدکلامی پر اتر آئیں تو آپ ان سے علیحدہ ہو جائیں۔ اگر وہ شرک سے باز نہ آئے تو عنقریب اپنا برا انجام دیکھ لیں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز مغرب بروز پیر ۱۷ مئی ۲۰۱۰ء بمطابق ۴ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۱ر اپریل تا ۱۷ر مئی یعنی ۲۶ دنوں میں سورہ زخرف کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورة الدّخان (۴۴)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''الدخان'' ہے جو اس کی آیت نمبر دس سے ماخوذ ہے۔

سورہ الدخان کی فضیلت

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے صبح اٹھ کر حم الدخان کی تلاوت کی، اس کے لئے ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ (ترمذی: ۲۸۸۸: فضائل القرآن: باب ۸)

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے جمعہ کی شب حم الدخان کی تلاوت کی اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (ترمذی: ۲۸۸۹: فضائل القرآن: باب ۸)

قرآن مجید

اس سورت کی ابتدا میں قرآن مجید کی فضیلت بیان کی گئی ہے یعنی اس کو اللہ تعالیٰ نے برکت والی رات میں نازل فرمایا، اور اس سورت کے آخر میں قرآن مجید کی زبان کی حکمت بیان کی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو عربی زبان میں اس لئے نازل فرمایا تاکہ اس کے مخاطبین اولین کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

توحید باری تعالی

ابتدائی آیات میں قرآن مجید کی فضیلت بیان کرنے کے بعد اہل مکہ کو توحید کی دعوت دی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر مہربانی فرمائی اور ان کی رہنمائی کے لئے انبیاء اور رسولوں کو مبعوث فرمایا۔ آسمان وزمین کا رب بھی وہی ہے اور تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا رب بھی وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، پھر بھی اگر تم اس کی توحید میں شک کرتے ہو تو یاد رکھو جب عذاب آئے گا تو تم ایمان لانے کے لئے تیار ہو جاؤ گے مگر اس وقت کا ایمان قابل قبول نہیں ہوگا اور تم عذاب سے نہیں بچ سکو گے، لہٰذا آج ہی عقل کے ناخن لو اور اپنے خالق حقیقی کی طرف رجوع کرو۔

غرق فرعون

اہل مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ فرعون کو بھی اپنی فوج، حکومت اور مال ودولت پر بڑا فخر تھا مگر جب اس نے حضرت موسیٰ ؑ کی مخالفت میں انتہا کر دی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو فوج سمیت سمندر میں غرق کر دیا اور ان کے باغات اور محلات غیروں کے قبضہ میں چلے گئے۔ اسی طرح اگر تم نے بھی حضرت محمد ﷺ کی ناقدری کی تو اسی زندگی میں تمہارے عروج کا سورج غروب ہو جائے گا اور آخرت میں تمہاری یہ کفر وشرک کی دوستیاں کوئی کام نہیں آئیں گی بلکہ تم سب کو گھسیٹ کر جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

پرہیزگاروں کی کامیابی

جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کے احکام کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، اللہ تعالیٰ آخرت میں ان کو ایسی جنت میں داخل فرمائے گا جس میں وہ پوری شان و شوکت اور امن و سلامتی کے ساتھ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از چاشت بروز منگل ۱۸ مئی ۲۰۱۰ء بمطابق ۵ جمادی الاخری ۱۴۳۱ھ

ایاتھا ۵۹ ۴۴ سورۃ الدخان مکیۃ ۶۴ رکوعاتھا ۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

مع ۱۲ حٰمٓ ۝۱ ۱۔ حا میم [۱]

وَالۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ۝۲ ۲۔ قسم ہے اس روشن کتاب کی۔ [۲]

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا ۳۔ بے شک ہم نے اس کتاب کو برکت والی رات میں نازل فرمایا ہے، [۳] بے شک ہم ڈر سنانے والے

[۱] یہ حروف مقطعات میں سے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

[۲] قرآن مجید ایسی کتاب ہے جو سورج کی طرح واضح اور روشن ہے، اس میں کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

[۳] یعنی یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے بلکہ ہم نے ہی اس کو نازل کیا ہے اور بڑی برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک برکت والی رات سے مراد پندرہ شعبان کی رات ہے، مگر اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد لیلۃ القدر ہے جو رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔ دوسرا قول زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ قرآن مجید رمضان میں نازل ہوا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا} (قرآن:۲:۱۸۵)

شب براءت

پندرہ شعبان کی رات بھی بڑی برکت والی اور گناہوں سے نجات دینے والی رات ہے۔ احادیث میں اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، اس سلسلہ میں دو احادیث ملاحظہ کریں:

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو گم پایا، میں باہر نکلی تو دیکھا کہ آپ ﷺ بقیع کے قبرستان میں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم کو یہ خطرہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے یہ گمان کیا تھا کہ شاید آپ اپنی دوسری ازواج کے پاس گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو آسمان دنیا کی طرف (اپنی شان کے مطابق) نازل ہوتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

(ترمذی:۷۳۹: ابواب الصوم: باب ۳۹)

مُنْذِرِيْنَ ③ | ہیں۔[۴]

فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ④ | ۴۔ اس رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔[۵]

اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ⑤ | ۵۔ ہر حکم ہماری بارگاہ سے صادر ہوتا ہے، بے شک ہم ہی (رسولوں کو) بھیجنے والے ہیں۔[۶]

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑥ | ۶۔ یہ آپ کے رب کی رحمت ہے، بے شک وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ⑦ | ۷۔ جو آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو۔

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ⑧ | ۸۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت طاری کرتا ہے، وہی تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا بھی رب ہے۔

☆ حضرت علی بن ابی طالب ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نصف شعبان کی رات ہو تو اس رات میں قیام کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات میں غروب شمس سے آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے اور فرماتا ہے: سنو! کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے تو میں اس کو بخش دوں، سنو! کوئی رزق طلب کرنے والا ہے تو میں اس کو رزق دوں، سنو! کوئی مصیبت زدہ ہے تو میں اس کو عافیت میں رکھوں، سنو! کوئی، سنو کوئی (وہ یونہی فرماتا رہتا ہے) حتیٰ کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ (ابن ماجہ: ۱۳۸۸: اقامۃ الصلاۃ: باب ۱۹۱) لیلۃ القدر کا بیان سورۃ القدر میں آئے گا۔

[۴] قرآن مجید نازل کرنے میں حکمت یہ ہے کہ حق و باطل کو واضح کر دیا جائے اور باطل پرستوں کو ان کے برے انجام سے بروقت آگاہ کر دیا جائے تاکہ اگر وہ باطل سے باز نہ آئیں تو ان پر حجت قائم ہو جائے۔

[۵] اس رات میں اللہ تعالیٰ آئندہ سال کے امور کے متعلق اپنا فیصلہ صادر فرماتا ہے اور ان احکام کو متعلقہ فرشتوں کے سپرد کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے قطعی اور اس کی حکمت کے مطابق ہوتے ہیں، ان میں کسی رد و بدل کی گنجائش نہیں ہوتی۔

[۶] اللہ تعالیٰ کا یہ خاص رحم و کرم ہے کہ اس نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے رسولوں کو بھیجا جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو واضح طور پر بیان کرتے ہیں۔

بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ یَّلْعَبُوْنَ ﴿۹﴾

۹۔ بلکہ وہ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں۔[۷]

فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۰﴾

۱۰۔ پس آپ اس دن کا انتظار کریں جب آسمان واضح دھواں لائے گا۔[۸]

یَّغْشَی النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا، یہ دردناک عذاب ہے۔

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ (اس وقت وہ کہیں گے:) اے ہمارے رب! ہم سے اس عذاب کو دور کردے، بے شک ہم ایمان لاتے ہیں۔

اَنّٰی لَهُمُ الذِّكْرٰی وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ ان کو اس سے کہاں نصیحت ہوتی ہے؟ حالانکہ ان کے پاس واضح بیان کرنے والا رسول آچکا ہے۔[۹]

---

[۷] اے مشرکو! اگر تم واقعی یقین رکھتے ہو کہ زمین و آسمان کی سب چیزوں کا رب اللہ تعالیٰ ہے، تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا رب بھی وہی ہے اور تمہاری زندگی و موت کا مالک بھی وہی ہے تو پھر تمہیں یہ بھی یقین کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، لیکن دراصل تم صرف مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور خالق مان لیتے ہو اور جب مصیبت دور ہو جائے تو تم پھر شرک کی طرف لوٹ جاتے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی توحید کے متعلق شک میں مبتلا ہو اور اس میں سنجیدگی سے غور وفکر نہیں کرتے بلکہ اس کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے، بس مصیبت آئی تو مان لیا اور راحت آئی تو فراموش کر دیا۔

[۸] ایک دفعہ مکہ میں ایسا قحط پڑا کہ ہر طرف گرد وغبار اڑ رہا تھا جو سب لوگوں پر چھایا ہوا تھا اور شدت بھوک کی وجہ سے انہیں یہ دھواں کی طرح نظر آتا تھا۔ اس دردناک عذاب سے تنگ آکر قریش کے بعض سردار نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور درخواست کی کہ آپ کی قوم ہلاک ہونے کو ہے۔ آپ دعا کریں کہ آپ کا رب ہمیں اس عذاب سے نجات دے تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔

[۹] نبی کریم ﷺ کی دعا سے بارش نازل ہوئی اور قحط سالی ختم ہوگئی، مگر وہ اپنے وعدے پر قائم نہ رہے اور کفر کی طرف لوٹ گئے۔ اسی حقیقت کو یہاں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اس قحط سالی کے جھٹکے سے کیا نصیحت قبول کریں گے؟ اس کی تو کئی تاویلیں ہو سکتی ہیں، مثلاً یہ قحط سالی کوئی کفر کی سزا نہیں ہے بلکہ دنیا کے مختلف حصوں میں کبھی کبھار قحط سالی آتی رہتی ہے مگر یہ ایسے ضدی لوگ ہیں کہ انہوں نے اس رسول سے منہ پھیر لیا جس کی صداقت روز روشن کی طرح واضح ہے اور جب وہ اس کی کوئی تاویل نہ کر سکے تو ہٹ دھرمی پر اتر آئے اور کہنے لگے: یہ دیوانہ ہے یا کسی دشمن کے سکھانے پر ہمارے اندر انتشار پیدا کر رہا ہے۔

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ پھر بھی انہوں نے اس رسول سے منہ پھیر لیا اور کہا: یہ تو سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔

اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ بے شک ہم تھوڑے عرصہ کے لئے عذاب کو دور کئے دیتے ہیں، بے شک تم پھر (کفر کی طرف) لوٹ جاؤ گے۔[۱۰]

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ جس دن ہم بڑی سخت گرفت کریں گے، (اس دن) ہم یقیناً بدلہ لینے والے ہیں۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اور بے شک ہم ان سے پہلے قوم فرعون کو آزما چکے ہیں اور ان کے پاس ایک معزز رسول (موسیٰ علیہ السلام) آئے تھے۔[۱۱]

اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ کہ تم اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کردو، بے شک میں تمہارے لئے امانتدار رسول ہوں۔[۱۲]

[۱۰] چنانچہ ایسا ہی ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے قحط کا عذاب ٹل گیا مگر وہ ایمان نہ لائے۔ اللہ تعالیٰ نے قریش کی اذیت رسانی کا بدلہ لیا اور جنگ بدر کے دن ان کی ایسی سخت گرفت فرمائی کہ قریش کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر قیدی بنالئے گئے۔ اگرچہ قیامت والے دن بھی اللہ تعالیٰ سخت گرفت فرمائے گا، تاہم وہ گرفت عام ہوگی اور ہر نافرمان کو شامل ہوگی مگر جنگ بدر کی گرفت قریش کے ساتھ خاص تھی۔

[۱۱] فرعون کے حوالے سے کفار مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے پہلے ایک معزز رسول یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قوم فرعون کی آزمائش کے لئے بھیجا تھا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے پھر بھی اس کے آزمانے میں حکمت یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پرست ہے؟ نیز قیامت کے دن ان پر حجت قائم ہوجائے اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ان کے پاس کوئی ڈرسنانے والا نہیں آیا تھا۔ اسی طرح اب کفار مکہ کے پاس بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک معزز رسول یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاچکے ہیں، لہٰذا اہل مکہ کو قوم فرعون کے برے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرکے اپنے آپ کو عذاب الٰہی کا مستحق نہیں بنانا چاہیے۔

[۱۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم یعنی بنی اسرائیل کو فرعون نے غلام بنا رکھا تھا اور ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جاتے

وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّیْۤ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۚ﴿۱۹﴾

۱۹۔ اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، بے شک میں تمہارے پاس روشن دلیل لے کر آیا ہوں۔

وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ اور بے شک میں نے اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ لے لی ہے اس سے کہ تم مجھے سنگسار کرو۔ [۱۳]

وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ پھر انہوں (موسیٰ علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی کہ بے شک یہ مجرم لوگ ہیں۔

فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۙ﴿۲۳﴾

۲۳۔ (ارشاد ہوا کہ) تم میرے بندوں کو راتوں رات لے کر چلے جاؤ، بے شک تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔ [۱۴]

تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے روشن معجزات دے کر بھیجا ہے، میں اس کا امانتدار رسول ہوں۔ مجھے جو حکم ہوتا ہے میں وہی سناتا ہوں، اس میں ذرہ بھر کمی بیشی نہیں کرتا، سو اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ تم سرکشی نہ کرو اور بنی اسرائیل کو آزاد کر کے میرے حوالے کر دو۔

[۱۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون سے بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا تو وہ غصہ میں آ کر کہنے لگا: تم کون ہو میری حکمرانی میں مداخلت کرنے والے؟ خاموش ہو جاؤ ورنہ میں تمہیں سنگسار کر دوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوں، جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور مجھے اس کی پناہ پر کامل بھروسہ ہے، لہٰذا زبان سنبھال کر بات کرو۔ اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو تمہاری مرضی مگر مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ اگر تم نے دست درازی کی کوشش کی تو تمہارا انجام بڑا ہولناک ہوگا۔

[۱۴] معجزات دکھانے کے باوجود جب فرعون اپنی سرکشی سے باز نہ آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی: یہ بڑے مجرم اور نافرمان لوگ ہیں، یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اب تو ہی فیصلہ فرما کہ میں کیا کروں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ رات کی تاریکی میں بنی اسرائیل کو لے کر نکل جائیں۔ فرعون اپنی فوج کے ساتھ تمہارا تعاقب کرے گا مگر گھبرانا نہیں۔ آپ کے عصا کی برکت سے سمندر میں راستہ بن جائے گا۔ تم سلامتی سے گزر جاؤ گے اور فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہو جائے گا۔

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ۝۲۴

۲۴۔ اور تم سمندر کو ساکن چھوڑ دینا، بے شک وہ ایسا لشکر ہے جو غرق کر دیا جائے گا۔

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝۲۵

۲۵۔ وہ بہت سے باغات اور چشمے چھوڑ گئے۔

وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝۲۶

۲۶۔ اور کھیت اور عالی شان عمارتیں۔

وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝۲۷

۲۷۔ اور وہ نعمتیں جن میں وہ عیش کر رہے تھے۔

كَذٰلِكَ ۣ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝۲۸

۲۸۔ اسی طرح ہوا، اور ہم نے ان سب چیزوں کا دوسرے لوگوں کو وارث بنا دیا۔ [۱۵]

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝۲۹ ع

۲۹۔ پھر ان (کی بربادی) پر نہ تو آسمان اور زمین روئے اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی۔ [۱۶]

[۱۵] فرعون اور اس کا لشکر جب سمندر میں غرق ہو گئے تو ان کے باغات، چشمے، کھیت، مکانات اور وہ سب ساز و سامان جن میں وہ عیش کرتے تھے ان کے کوئی کام نہ آئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں کو ان کا وارث بنا دیا۔

[۱۶] جب کوئی مہربان اور مفید انسان فوت ہوتا ہے تو سارے لوگ روتے ہیں، اس کی جدائی پر افسوس کرتے ہیں اور ایسا لگتا ہے جیسے زمین و آسمان اور سارا ماحول سوگوار ہے۔ اس کے برعکس جب کوئی ظالم اور ضرر رساں انسان مرتا ہے تو سب لوگ خوشی کا سانس لیتے ہیں اور کسی آنکھ سے ایک آنسو نہیں ٹپکتا۔ فرعون کا انجام بھی ایسا ہی عبرت ناک ہوا کہ اس کی غرقابی پر نہ آسمان میں کسی فرشتے کو افسوس ہوا اور نہ ہی زمین پر کسی انسان کو دکھ ہوا بلکہ سب خوش تھے کہ ایک ظالم سے نجات مل گئی۔ نیز اس کے مظالم اتنے زیادہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے زیادہ دیر زندہ رہنے کی مہلت نہ دی۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مومن کے لئے (آسمان میں) دو دروازے ہوتے ہیں۔ ایک دروازے سے اس کا عمل اوپر چڑھتا ہے اور دوسرے دروازے سے اس کا رزق نازل ہوتا ہے، پس جب مومن فوت ہو جاتا ہے تو یہ دونوں دروازے اس پر روتے ہیں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ دخان کی یہ آیت نمبر ۲۹ تلاوت فرمائی۔

(ترمذی: ۳۲۵۵: تفسیر القرآن: باب ۴۴)

علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا: مومن کے مرنے پر آسمان اور زمین چالیس روز تک روتے رہتے ہیں۔ ابو یحیٰ نے کہا: مجھے ان کے اس قول پر تعجب ہوا تو انہوں نے کہا: تم اس پر کیوں تعجب کرتے ہو۔ زمین اس شخص کی موت پر کیوں نہ روئے جب کہ وہ زمین پر رکوع و سجود کر کے اس کو آباد رکھتا تھا اور آسمان اس کی موت پر کیوں نہ روئے جبکہ اس کی تسبیح اور تکبیر کی

آوازیں آسمان تک پہنچتی تھیں۔ حضرت علی ﷜ اور حضرت عباس ﷜ نے کہا: زمین پر مومن جس جگہ نماز پڑھتا تھا وہ جگہ اس کی موت پر روتی ہے اور آسمان کی جس جگہ پر اس کے نیک اعمال پہنچتے تھے وہ جگہ اس کی موت پر روتی ہے۔ اس کے برعکس فرعون اور اس کی قوم نے زمین میں ایسے نیک اعمال نہیں کئے تھے کہ ان کے مرنے کے بعد زمین ان نیک اعمال کے فراق پر روتی اور نہ آسمان کی طرف ان کے نیک اعمال چڑھتے تھے کہ ان کے مرنے کے بعد ان نیک اعمال کے فراق پر آسمان روتا۔
(تفسیر ترمذی: سورہ دخان: زیر آیت نمبر ۲۹)

اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ زمین و آسمان کی کوئی زبان نہیں اور نہ ہی ہم نے کبھی ان کو روتے ہوئے سنا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کائنات کی ہر چیز کے اندر احساس اور شعور ہے جس کا وہ اظہار بھی کرتی ہے۔ جدید سائنس بھی آہستہ آہستہ اس قسم کی چیزیں دریافت کر رہی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: { ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے } (قرآن: ۱۷: ۴۴) اس سے معلوم ہوا کہ ہر چیز تسبیح کرتی ہے۔ اسی طرح ہر چیز روتی بھی ہے مگر ہمارے اندر اتنی صلاحیت نہیں کہ ہم اس کی آواز کو سن یا سمجھ سکیں، البتہ انبیائے کرام اور اولیائے کرام ان کی آواز کو سن سکتے ہیں اور ان کی بات کو سمجھ سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

☆ حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷜ بیان کرتے ہیں کہ۔۔۔ جس وقت کھانا کھایا جا رہا ہوتا تھا تو ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے۔
(بخاری: ۳۵۷۹: کتاب المناقب: باب ۲۵)

☆ حضرت جابر بن سمرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مکہ میں اس پتھر کو آج بھی اچھی طرح پہچانتا ہوں جو اعلان نبوت سے پہلے مجھے سلام کہتا تھا۔ (مسلم: ۲۲۷۷: کتاب الفضائل: باب ۱)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن کھجور کے ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے، انصار کی ایک عورت یا مرد نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم آپ کے لئے منبر نہ بنادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو (تو بنادو) انہوں نے آپ کے لئے منبر بنا دیا۔ اگلے جمعہ کو نبی کریم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ کھجور کا وہ ستون اس طرح چیخ چیخ کر رونے لگا جیسے بچہ چیخ کر روتا ہے، پھر نبی کریم ﷺ منبر سے اُترے اور اس ستون کو اپنے گلے لگایا تو وہ اس طرح رو رہا تھا جس طرح بچہ سسکیاں لے کر روتا ہے۔ حضرت جابر ﷜ نے کہا: وہ اس لئے رو رہا تھا کہ وہ اس ذکر کو سنتا تھا جو اس کے پاس کیا جاتا تھا۔ (بخاری: حدیث نمبر ۳۵۸۴: کتاب المناقب: باب ۲۵)

☆ حضرت ابن عباس ﷜ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے ایک باغ کے پاس سے گزرے تو آپ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ان کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑی چیز کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ پھر خود ہی فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے درخت کی ایک شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کئے، پھر آپ نے ان قبروں میں سے ہر قبر پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ ﷺ

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو رسوا کن عذاب سے نجات دی۔ [۱۷]

مِنْ فِرْعَوْنَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ (یعنی) فرعون (کے ظلم وستم) سے، بے شک وہ سرکش اور حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے تھا۔

وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ اور بے شک ہم نے جان بوجھ کر بنی اسرائیل کو تمام جہانوں پر فضیلت دی تھی۔ [۱۸]

وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ اور ہم نے انہیں ایسی نشانیاں عطا فرمائیں جن میں صریح آزمائش تھی۔ [۱۹]

نے فرمایا: جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان اہل قبور کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ (بخاری: ۲۱۶: کتاب الوضو: باب ۵۵) کیونکہ تروتازہ شاخیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی برکت سے اہل قبور کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور (زمین وآسمان کی) ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے} (قرآن: ۱۷: ۴۴) {اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سجدہ کرتے ہیں جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے} (قرآن: ۲۲: ۱۸)

[۱۷] فرعون اپنے آپ کو خدا کہلاتا تھا، وہ بڑا سرکش اور ظالم تھا۔ اس نے بنی اسرائیل کو نہ صرف غلام بنایا بلکہ انہیں رسوا کن عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا اور بنی اسرائیل کے کمسن بچوں کو ذبح کرادیتا تھا، مگر جب اس کے مظالم حد سے تجاوز کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اس کے لشکر سمیت سمندر میں غرق کردیا اور بنی اسرائیل کو اس کے مظالم سے بچالیا۔ اس میں کفار مکہ کے لئے درس عبرت ہے کہ فرعون کی حکومت اور فوج کفار مکہ کے مقابلہ میں بہت بڑی تھی مگر جب اللہ تعالیٰ نے گرفت فرمائی تو وہ ذلیل وخوار ہوکر غرق ہوگیا اور بنی اسرائیل عزت وآبرو کے ساتھ نجات پا گئے۔ اب اگر کفار مکہ بھی مسلمانوں کو تنگ کرنے سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سرخرو فرمائے گا اور کفار مکہ ناکام ونامراد ہوں گے۔

[۱۸] تمام امتوں سے افضل اگرچہ امت محمدیہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس زمانہ کے تمام لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ بنی اسرائیل انبیائے کرام کی اولاد سے ہیں اور ان سے ابھی متعدد انبیاء نے مبعوث ہونا ہے۔

[۱۹] ہر نعمت آزمائش ہوتی ہے، جو قوم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکرادا کرتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی نعمتوں میں اضافہ فرماتا ہے اور جو قوم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کرتی ہے اور ان کے تقاضے پورے نہیں کرتی اللہ تعالیٰ اس کی نعمتیں واپس لے لیتا ہے۔ اس

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ۝۳۴	۳۴۔ بے شک وہ (کفار مکہ) بھی کہتے ہیں۔
اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَ مَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ۝۳۵	۳۵۔ کہ ہماری صرف یہی پہلی موت ہے اور ہم (دوبارہ) نہیں اٹھائے جائیں گے۔[۲۰]
فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۳۶	۳۶۔ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو (زندہ کرکے) لے آؤ۔
اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ ۫ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝۳۷	۳۷۔ کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا قوم تبع کے لوگ اور وہ لوگ جو ان سے بھی پہلے تھے، ہم نے ان کو ہلاک کر دیا تھا، بے شک وہ مجرم تھے۔[۲۱]

آیت میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات، من وسلویٰ کا نزول اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات وغیرہ متعدد نعمتوں سے نوازا جن میں ان کے لئے صریح آزمائش تھی۔

[۲۰] فرعون کی طرح کفار مکہ بھی آخرت کے منکر تھے اور وہ مسلمانوں کو کہتے تھے: اس دنیا میں جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو یہی اس کی پہلی اور آخری موت ہے، اس کے بعد وہ کبھی زندہ نہیں کیا جائے گا، اور اگر تمہارا یہ دعویٰ سچا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی جس میں سب کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو پہلے تم ہمارے آباء واجداد کو زندہ کر کے دکھاؤ، حتیٰ کہ ابوجہل نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر تم سچے ہو تو قصی بن کلاب کو زندہ کر کے دکھاؤ، وہ بڑا سچا آدمی تھا۔ ہم اس سے پوچھیں گے کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟
(تفسیر قرطبی: سورہ دخان: زیر آیت نمبر ۳۶)

اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر کفار کے مطالبہ پر ان کے باپ دادا کو زندہ کر دیا جاتا اور وہ آ کر ان کو موت کے بعد کے احوال بتا دیتے تو پھر ان کا ایمان بالغیب نہ رہتا جبکہ اللہ تعالیٰ کی منشا یہ ہے کہ لوگ اس کے انبیاء کی لائی ہوئی خبروں پر بن دیکھے ایمان لائیں، اور دوسری بات یہ ہے کہ کسی مسلمان نے یہ دعویٰ کبھی نہیں کیا کہ مرنے والے کو اسی دنیا میں دوبارہ زندہ کیا جائے گا بلکہ مسلمانوں کا دعویٰ تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا جزا وسزا کے لئے ہے اور وہ آخرت میں ہوگا۔

[۲۱] جس طرح ایران کے بادشاہ کو کسریٰ اور روم کے بادشاہ کو قیصر کہا جاتا تھا اسی طرح یمن اور حضرموت کے بادشاہ کو تبع کہا جاتا تھا۔ اس آیت میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ قوم تبع اور ان سے پہلے قوم فرعون اور عاد وثمود وغیرہ تم سے زیادہ طاقتور اور دنیاوی مال ودولت کے اعتبار سے بہتر تھیں، جب انہوں نے سرکشی کی تو ان کے جرائم کی وجہ سے انہیں تباہ وبرباد کر دیا گیا۔ اے اہل مکہ! ان طاقتور قوموں کے مقابلہ میں تمہاری کیا حیثیت ہے؟ اگر تم اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو تمہیں بھی ہلاک کر دیا جائے گا۔

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ [۲۲]

مَا خَلَقْنٰهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ ہم نے دونوں (آسمان وزمین) کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ بے شک فیصلہ کا دن ان سب کے لئے طے شدہ وقت ہے۔ [۲۳]

يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہیں آسکے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾ ع

۴۲۔ سوائے ان کے جن پر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا، بے شک وہ بہت غالب بہت مہربان ہے۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ بے شک زقوم کا درخت۔

طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ گناہگار کا کھانا ہوگا۔ [۲۴]

---

[۲۲] اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان اور ان میں موجود سب چیزوں کو محض تفریح طبع کے لئے نہیں بنایا بلکہ ان کو ایک خاص اور سچے مقصد کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ جب اس کائنات کی ہر چیز خواہ وہ چھوٹی ہے یا بڑی بے کار نہیں ہے تو اشرف المخلوقات حضرت انسان کی تخلیق بے مقصد کیسے ہوسکتی ہے؟ دراصل اللہ تعالیٰ نے انسان کو پہلی زندگی آزمائش کے لئے دی ہے اور دوسری زندگی جزاوسزا کے لئے۔ اگر آخرت کی جزاوسزا نہ ہوتو اس دنیا کو بنانے کا مقصد پورا نہیں ہوتا لیکن اکثر لوگ اس حکمت کو نہیں سمجھتے۔

[۲۳] آیت نمبر ۳۶ میں کفار کا مطالبہ یہ تھا کہ اگر تم دوبارہ زندہ ہونے کے بارے میں سچے ہوتو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ قیامت کا دن ایک طے شدہ وقت ہے جس میں سب لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پرست تھا۔ کوئی مانے یا نہ مانے بہرحال وہ دن ضرور آئے گا مگر اپنے وقت مقررہ پر آئے گا۔ اس دن کوئی کسی دوسرے کی مدد نہیں کر سکے گا سوائے ان اہل ایمان کے جن کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے شفاعت کی اجازت عطا فرمائے گا، لہٰذا وہ اپنے اہل ایمان بھائی بہنوں کی شفاعت کر سکیں گے۔

[۲۴] ان آیات میں منکرین اسلام کو عذاب جہنم کی ایک جھلک دکھائی جارہی ہے تاکہ وہ کفر کی تاریکیوں میں بھٹکنے کے بجائے

كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِىْ فِى الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾	۴۵۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح وہ پیٹوں میں جوش مارے گا۔
كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾	۴۶۔ جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔
خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾	۴۷۔ (حکم ہوگا:) اس کو پکڑلو اور اسے گھسیٹتے ہوئے جہنم کے وسط کی طرف لے جاؤ۔[۲۵]
ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾	۴۸۔ پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب ڈال دو۔
ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾	۴۹۔ (اپنی سرکشی کی سزا کا مزہ) چکھ لے! تو بہت معزز اور مکرم بنتا تھا۔[۲۶]
اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾	۵۰۔ بے شک یہ وہی (دوزخ) ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔
اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿۵۱﴾	۵۱۔ بے شک متقین امن کی جگہ میں ہوں گے۔

اسلام کے نور میں آ جائیں۔

جہنم کے ایک درخت کا نام زقوم ہے جو سخت کڑوا، بدبودار اور کانٹے دار ہوگا۔ جہنم میں اہل جہنم کی خوراک یہی درخت ہوگا۔ جب انہیں زقوم کھلایا جائے گا تو وہ ان کے پیٹوں میں اس طرح جوش مارے گا جس طرح پگھلا ہوا تانبا اور کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔

حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر جہنم کے زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں ڈال دیا جائے تو وہ تمام لوگوں کی زندگیوں کو خراب کر دے گا، پھر اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کا کھانا ہی زقوم ہوگا۔

(ترمذی: ۲۵۸۵: صفۃ الجھنم: باب ۴)

[۲۵] دوزخ کے نگران فرشتوں کو حکم ہوگا: اس سرکش کو پکڑو اور جہنم کے وسط تک گھسیٹ کر لے جاؤ۔ اس کو زقوم کا کھانا دو اور اس کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالو۔

[۲۶] پھر مزید ذلیل و رسوا کرنے کے لئے انہیں کہا جائے گا: دنیا میں تم بڑے معزز اور مکرم بنتے تھے، مسلمانوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اب جہنم میں اپنی سرکشی کی سزا چکھو، یہ وہی دوزخ ہے جس میں تم شک کرتے تھے۔

فِیۡ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوۡنٍ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ باغات اور چشموں میں۔

یَّلۡبَسُوۡنَ مِنۡ سُنۡدُسٍ وَّ اِسۡتَبۡرَقٍ مُّتَقٰبِلِیۡنَ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ باریک اور دبیز ریشم کا لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔[۲۷]

کَذٰلِکَ ۟ وَ زَوَّجۡنٰہُمۡ بِحُوۡرٍ عِیۡنٍ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ ایسا ہی ہوگا، اور ہم انہیں بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے۔

یَدۡعُوۡنَ فِیۡہَا بِکُلِّ فَاکِہَۃٍ اٰمِنِیۡنَ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ وہ اطمینان سے وہاں ہر قسم کے پھل طلب کرتے ہوں گے۔[۲۸]

لَا یَذُوۡقُوۡنَ فِیۡہَا الۡمَوۡتَ اِلَّا الۡمَوۡتَۃَ الۡاُوۡلٰی ۚ وَ وَقٰہُمۡ عَذَابَ الۡجَحِیۡمِ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ جنت میں وہ موت کا ذائقہ نہیں چکھیں گے سوائے پہلی موت کے (جو دنیا میں گزر چکی ہوگی)[۲۹] اور اللہ تعالیٰ انہیں جہنم کے عذاب سے بچالے گا۔

---

[۲۷] دوزخیوں کے برعکس جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے وہ آخرت میں امن کے باغات اور چشموں کے درمیان جلوہ گر ہوں گے انہیں وہاں کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔ وہ ریشم کے قیمتی لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے اور آپس میں ملاقات اور گفتگو سے خوش ہو رہے ہوں گے۔ آہو چشم خوب صورت حوروں کے ساتھ ان کے نکاح کر دیئے جائیں گے۔

[۲۸] اہل جنت کے دل میں جس قسم کا پھل کھانے کی خواہش پیدا ہوگی وہ اس کو طلب کریں گے اور انہیں یہ فکر نہیں ہوگی کہ یہ پھل یہاں موجود بھی ہے یا نہیں؟ کیونکہ وہاں ہر قسم کے پھل ہر وقت موجود ہوں گے جیسا کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ دنیا میں کوئی پھل میٹھا ہو یا کڑوا ایسا نہیں جو جنت میں نہ ہو یہاں تک کہ حنظل بھی (جنت میں ہوگا)۔ (تفسیر مظہری: سورہ دخان (۴۴): زیر آیت نمبر ۲۸)

[۲۹] اہل جنت کو جنت میں کبھی موت نہیں آئے گی صرف ایک پہلی موت تھی جو دنیا میں ایک دفعہ واقع ہو چکی تھی، اس کے بعد موت کو ہمیشہ کے لئے فنا کر دیا جائے گا۔

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں پہنچ جائیں گے تو موت کو (ایک مینڈھے کی شکل میں) لایا جائے گا اور اسے جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا، پھر منادی کرنے والا اعلان کرے گا: اے اہل جنت اور اے اہل دوزخ! آج کے بعد کوئی موت نہیں ہوگی۔ اس اعلان سے اہل جنت کی خوشی اور اہل نار کے غم میں اضافہ ہو جائے گا۔ (بخاری: ۸: ۶۵۴۸: کتاب الرقاق: باب ۵۱)

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾

۵۷۔ آپ کے رب کے فضل سے، یہی بڑی کامیابی ہے۔[۳۰]

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ پس ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔[۳۱]

فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع

۵۹۔ سو آپ انتظار کریں، بے شک وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منادی کرنے والا ندا دے گا: (اے اہل جنت!) اب صحت ہی تمہارا مقدر ہے تم کبھی بیمار نہیں ہو گے۔ اب زندگی ہی تمہارا مقدر ہے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ اب تم سدا جوان ہی رہو گے تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے۔ اب تمہارے لئے نعمتیں ہی نعمتیں ہیں تم کبھی محتاج اور مفلس نہیں ہو گے۔
(مسلم: ۷:۱۵۷: صفۃ الجنۃ: باب ۸)

[۳۰] آج دنیا کے کسی نیک ترین انسان کو بھی یہ دعویٰ نہیں ہے کہ اس کے سارے نیک اعمال ہر لحاظ سے مکمل ہیں اور ان میں کوئی نقص نہیں ہے، مگر قیامت کے دن یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہوگا کہ وہ نیکوکار کے اعمال کو قبول فرمائے گا، ان کو جہنم کے عذاب سے بچا کر جنت کی بہاروں میں داخل فرمائے گا اور اس دن یہی بہت بڑی کامیابی ہوگی۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں مجھے بھی، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت اور فضل میں ڈھانپ لے گا۔ (مسلم: ۷:۱۱۶: صفات المنافقین: باب ۱۷)

[۳۱] ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے قرآن مجید کو آپ کی مادری زبان میں نازل فرمایا ہے تا کہ اہل مکہ کو قرآن سمجھنے میں آسانی ہو لیکن اس کے باوجود اگر وہ دانستہ قرآن سے انحراف کرتے ہیں تو آپ ان کی پرواہ نہ کریں بلکہ اپنی تبلیغ کے اجر و ثواب کا انتظار کریں اللہ تعالیٰ آپ کو عنقریب کامیابی عطا فرمائے گا اور کفار اپنی ہٹ دھرمی کی سزا کا انتظار کریں وہ عنقریب ناکام و نامراد ہوں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از نماز عشاء بروز اتوار ۲۳ مئی ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۸ تا ۲۳ مئی یعنی صرف پانچ دنوں میں سورہ دخان کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الجاثیۃ (۴۵)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''جاثیہ'' ہے جو اس کی آیت نمبر ۲۸ سے ماخوذ ہے۔ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی قرآن مجید، توحید اور آخرت کے متعلق متعدد دلائل بیان کئے گئے ہیں۔

قرآن مجید

قرآن مجید نبی کریم ﷺ کا ذاتی کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، یہ سراپا ہدایت ہے، جو لوگ اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں ان کے لئے جنت کی خوش خبری ہے اور جو لوگ اس کی آیات کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے سخت اور دردناک عذاب ہے۔ قرآن مجید کی ساری باتیں بصیرت افروز اور برحق ہیں جو تمام لوگوں کو ہدایت اور رحمت کا راستہ دکھاتی ہیں، مگر اس سے ہدایت اور رحمت وہی حاصل کرتے ہیں جو اس پر یقین رکھتے ہیں، کیونکہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جس آدمی پر آپ کو یقین نہ ہو آپ اس کی اچھی بات بھی تسلیم نہیں کرتے۔

توحید

زمین و آسمان کی تخلیق، انسان وحیوانات کی پیدائش، لیل ونہار کی گردش، آسمان سے بارش کا نزول اور اس کے ذریعہ مردہ زمین کا زندہ ہونا اور ہواؤں کا چلنا وغیرہ، یہ سب ایسی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں مگر ان نشانیوں سے رہنمائی ان کو ملتی ہے جو ایمان اور یقین کے طالب صادق ہوں اور عقل سلیم رکھتے ہوں کیونکہ جو لوگ اپنی طلب میں مخلص نہیں اور عقل سلیم سے بھی محروم ہیں وہ کامیاب نہیں ہوتے، جیسا کہ قرآن مجید تمام لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ (قرآن: ۲: ۱۸۵) مگر اس سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو۔ (قرآن: ۲: ۲) یعنی وہ قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرنے میں صادق اور مخلص ہوں۔

آخرت

کفار مکہ کے سامنے جب قرآن مجید کی وہ آیات پڑھ کر سنائی جاتیں جن میں قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کا ذکر تھا تو ان کے پاس انکار قیامت کی کوئی دلیل تو تھی نہیں، لہٰذا وہ صرف یہی کہتے: اگر تمہارا یہ دعویٰ سچا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی جس میں سب کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو پہلے تم ہمارے آباء واجداد کو زندہ کر کے دکھاؤ، حتیٰ کہ ابوجہل نے کہا: اے محمد (ﷺ)! اگر تم سچے ہو تو قصی بن کلاب کو زندہ کر کے دکھاؤ، وہ بڑا سچا آدمی تھا۔ ہم اس سے پوچھیں گے کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟

(تفسیر قرطبی: سورہ دخان: زیر آیت نمبر ۳۶)

اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر کفار کے مطالبہ پر ان کے باپ دادا کو زندہ کر دیا جاتا اور وہ آ کر ان کو موت کے بعد کے احوال بتا دیتے تو پھر ان کا ایمان بالغیب نہ رہتا جبکہ اللہ تعالیٰ کی منشا یہ ہے کہ لوگ اس کے انبیاء کی لائی ہوئی خبروں پر بن دیکھے ایمان لائیں، اور دوسری بات یہ ہے کہ کسی مسلمان نے یہ دعویٰ کبھی نہیں کیا کہ مرنے والے کو اسی دنیا میں دوبارہ زندہ کیا جائے گا بلکہ مسلمانوں کا دعویٰ تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا جزا و سزا کے لئے ہے اور وہ آخرت میں ہوگا۔

بنی اسرائیل کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر کئی خصوصی انعامات فرمائے، مثلاً ان میں بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے، جن میں سب سے پہلے نبی حضرت یوسف علیہ السلام اور سب سے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان میں آسمانی کتابیں نازل فرمائیں اور دنیاوی حکومت بھی عطا فرمائی اور کھانے کے لئے پاکیزہ چیزوں کا انتظام فرمایا، مثلاً شام و فلسطین کی سرسبز و شاداب زمین سے رنگا رنگ پھلوں اور سبزیوں سے نوازا اور تیہ کے میدان میں من و سلوٰی عطا فرمایا۔ تمام امتوں سے افضل اگرچہ امت محمدیہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس زمانہ کی تمام قوموں پر فضیلت عطا فرمائی۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از اشراق بروز منگل ۲۵ مئی ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۲ جمادی الاخری ۱۴۳۱ھ

ایاتھا ۳۷ ۴۵ سورۃ الجاثیۃ مکیۃ ۶۵ رکوعاتھا ۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں / کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۱

۱۔ حا میم [۱]

تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ۲

۲۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو بہت غالب بہت حکمت والا ہے۔ [۲]

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۳

۳۔ بے شک آسمانوں اور زمین میں مومنوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

وَ فِیۡ خَلۡقِکُمۡ وَ مَا یَبُثُّ مِنۡ دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ ۴

۴۔ اور تمہاری اپنی پیدائش میں اور ان جانوروں میں جن کو وہ پھیلاتا ہے یقین رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ [۳]

وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ وَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ رِّزۡقٍ فَاَحۡیَا بِہِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا وَ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ۵

۵۔ اور رات اور دن کے اختلاف میں اور (بصورت پانی) اس رزق میں جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل کیا ہے، پھر اس (پانی) سے زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندہ فرمایا ہے اور ہواؤں کے چلانے میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

---

[۱] یہ حروف مقطعات میں سے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

[۲] یہاں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ قرآن مجید نبی کریم ﷺ کا ذاتی کلام نہیں بلکہ اس اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہوتی، لہٰذا تم اس پر ایمان لا کر اپنی آخرت کو سنوارنے کی کوشش کرو، اور اگر تم اس پر ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے تم اس کی سزا سے بچ نہیں سکو گے۔

[۳] زمین و آسمان کی تخلیق، انسان و حیوانات کی پیدائش، لیل و نہار کی گردش، آسمان سے بارش کا نزول اور اس کے ذریعہ مردہ

تِلۡكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتۡلُوۡهَا عَلَيۡكَ بِالۡحَقِّ ۚ فَبِاَىِّ حَدِيۡثٍۢ بَعۡدَ اللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ يُؤۡمِنُوۡنَ ۝۶

۶۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جن کو ہم حق کے ساتھ آپ کے سامنے تلاوت کرتے ہیں، پھر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں کو چھوڑ کر کس بات پر ایمان لائیں گے۔ [۴]

وَيۡلٌ لِّـكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيۡمٍۙ ۝۷

۷۔ ہر جھوٹے بدکار کے لئے ہلاکت ہے۔ [۵]

يَّسۡمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتۡلٰى عَلَيۡهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسۡتَكۡبِرًا كَاَنۡ لَّمۡ يَسۡمَعۡهَا ۚ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ۝۸

۸۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ان آیتوں کو سنتا ہے جو اس کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں، پھر بھی وہ تکبر کرتے ہوئے (اپنے کفر پر) اصرار کرتا ہے، گویا اس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں، تو آپ اس کو دردناک عذاب کی خبر سنا دیں۔ [۶]

وَ اِذَا عَلِمَ مِنۡ اٰيٰتِنَا شَيۡئَا ۨاتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ؕ ۝۹

۹۔ اور جب اسے ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کا علم ہوتا ہے تو وہ اسے مذاق بنا لیتا ہے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔

زمین کا زندہ ہونا اور ہواؤں کا چلنا وغیرہ، یہ سب ایسی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں مگر ان نشانیوں سے رہنمائی ان کو ملتی ہے جو ایمان اور یقین کے طالب صادق ہوں اور عقل سلیم رکھتے ہوں کیونکہ جو لوگ اپنی طلب میں مخلص نہیں اور عقل سلیم سے بھی محروم ہیں وہ کامیاب نہیں ہوتے، جیسا کہ قرآن مجید تمام لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ (قرآن: ۲: ۱۸۵) مگر اس سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو۔ (قرآن: ۲: ۲) یعنی وہ قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرنے میں صادق اور مخلص ہوں۔

[۴] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی توحید کے دلائل بیان کر دیئے ہیں۔ اب کفار مکہ اگر اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے تو پھر اس سے بڑھ کر کون سی ایسی بات یا نشانی ہے جس پر وہ ایمان لائیں گے؟ یعنی اللہ تعالیٰ کی دلیل سے بڑی کوئی دلیل نہیں ہے، لہٰذا وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

[۵] جن لوگوں کے عقائد جھوٹے اور اعمال برے ہوں ان کا انجام ہلاکت ہے۔

[۶] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو سنتے ہیں پھر بھی تکبر کرتے ہیں اور کفر پر قائم رہتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو حقیر سمجھتے ہیں اور ان میں غور کرنا گوارا ہی نہیں کرتے گویا ان کا سننا اور نہ سننا برابر ہے، لہٰذا میرے پیارے نبی! آپ ایسے ہٹ دھرم اور متکبر لوگوں کو دردناک عذاب کی نوید سنا دیں۔

مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠﴾

۱۰۔ ان کے آگے دوزخ ہے، [۷] اور جو کچھ انہوں نے کما رکھا ہے وہ ان کے کچھ کام نہیں آئے گا اور نہ ہی وہ کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا کارساز بنا رکھا ہے اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿١١﴾ ع

۱۱۔ یہ (قرآن) سراپا ہدایت ہے، اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا ہے ان کے لئے سخت دردناک عذاب ہے۔ [۸]

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٢﴾ ۚ

۱۲۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سمندر کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔ [۹]

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي

۱۳۔ اور اس نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں

[۷] متکبر لوگ اول تو اللہ تعالیٰ کی آیات سنتے ہی نہیں بلکہ شور مچاتے ہیں تاکہ کوئی اور بھی نہ سن سکے اور اگر انہیں کسی آیت کا علم ہو جاتا ہے تو اس کی غلط تاویل کر کے پورے قرآن کا مذاق اڑانے لگتے ہیں۔ ان ہٹ دھرم اور متکبر لوگوں کے لئے قبروں میں رسوا کن عذاب ہوگا۔ (تفسیر مظہری: سورہ جاثیہ (۴۵): زیر آیت نمبر ۹) اور اس کے بعد جہنم کا بڑا عذاب ان کا انتظار کر رہا ہے، وہاں نہ تو انہیں دنیا کا مال و متاع کچھ نفع پہنچائے گا اور نہ ہی وہ کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا کارساز بنا رکھا ہے۔

[۸] قرآن مجید سراپا ہدایت ہے، جو لوگ اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں ان کے لئے جنت کی خوش خبری ہے اور جو لوگ اس کی آیات کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے سخت دردناک عذاب ہے۔

[۹] اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت سمندر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے گہرے پانی کو اس طرح کھڑا کر دیا ہے کہ اس میں کشتیاں اور جہاز آسانی سے تیر سکتے ہیں۔ تلاش رزق کے لئے تم خود بھی ان کشتیوں اور جہازوں میں سفر کرتے ہو اور اپنا تجارتی سامان بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ سمندر کی سطح سخت کر دیتا یا اس میں ہر وقت سخت طغیانی کا سلسلہ جاری کر دیتا تو کشتیوں اور جہازوں کا چلنا مشکل ہو جاتا۔ یہ ساری نعمتیں اور سہولتیں تمہیں اس لئے دی گئی ہیں تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۱۳

ہے سب کو اپنے حکم سے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے، بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔ [۱۰]

[۱۰] زمین وآسمان کی سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری خدمت پر مامور کر دیا ہے۔ سورج، چاند، بارش، ہوا اور دریا وغیرہ سب تمہارے لئے نفع بخش ہیں۔ اس میں تمہارا کوئی استحقاق نہیں ہے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔ اس کائنات کی سب چیزوں میں ان لوگوں کے لئے بے شمار نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔

کائنات میں غور وفکر کرنے کی فضیلت

☆ حضرت جابر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عالم اپنے بستر پر لیٹے ہوئے ایک گھڑی کے لئے جب اپنے علم میں غور وفکر کرتا ہے تو اس کی وہ ایک گھڑی ایک عابد کی ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

(کنز العمال: ۲۸۷۸۹: جلد ۱۰: ص ۱۵۴)

☆ حضرت ابن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عظمت میں اور جنت میں اور دوزخ میں ایک ساعت غور وفکر کرنا ایک رات کے قیام سے افضل ہے اور تمام لوگوں سے افضل وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر کرتے ہیں اور سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر نہیں کرتے۔

(جمع الجوامع: ۱۰۷۱۶: جلد ۴: ص ۱۲۷)

☆ حضرت ابن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر چیز میں غور وفکر کرو مگر اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور وفکر نہ کرو۔

(الجامع الصغیر: ۳۳۴۵: جلد ۱: ص ۲۰۱)

☆ حضرت ابن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مخلوق میں غور وفکر کرو، خالق میں غور وفکر نہ کرو، کیونکہ تم اس کی قدر کا اندزہ نہیں کر سکتے۔

(الجامع الصغیر: ۳۳۴۶: جلد ۱: ص ۲۰۱)

☆ حضرت ابوذر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں غور وفکر کرو، اللہ تعالیٰ میں غور وفکر نہ کرو، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

(الجامع الصغیر: ۳۳۴۷: جلد ۱: ص ۲۰۱)

☆ علامہ بیضاوی لکھتے ہیں: کائنات میں غور وفکر کرنا سب سے افضل عبادت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تفکر کے ہم پایہ کوئی عبادت نہیں۔

(تفسیر بیضاوی: سورہ آل عمران (۳): زیر آیت نمبر ۱۹۱)

لمحہ فکریہ

اس افضل عبادت کے سلسلہ میں آج ہماری غفلت کا عالم یہ ہے کہ غیر مسلم چاند پر اتر چکے ہیں اور ہمارے لئے عید کا چاند تلاش کرنا ابھی ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔ غیر مسلم قومیں کائنات میں غور وفکر کر کے سائنس اور ٹیکنالوجی کے آسمان پر پہنچ چکی ہیں اور ہم ابھی زمین پر ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچ رہے ہیں۔

قُلۡ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یَغۡفِرُوۡا لِلَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ اَیَّامَ اللّٰہِ لِیَجۡزِیَ قَوۡمًۢا بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ آپ ایمان والوں کو فرما دیں کہ وہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ تعالیٰ کے دنوں (یعنی عذاب) کی امید نہیں رکھتے تاکہ اللہ تعالیٰ ہر قوم کو اس کے اعمال کا بدلہ دے۔ [۱۱]

مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفۡسِہٖ ۚ وَ مَنۡ اَسَآءَ فَعَلَیۡہَا ۫ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ جس شخص نے کوئی نیک عمل کیا تو اس نے اپنے ہی فائدہ کے لئے کیا اور جس نے کوئی برا کام کیا تو اس کا وبال اسی پر ہوگا، پھر تم سب اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ [۱۲]

وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ الۡکِتٰبَ وَ

۱۶۔ اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت

افسوس یہ نہیں کہ ہم ہوئے بے حس　　افسوس تو یہ ہے کہ احساس بے حسی بھی نہ رہا
وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا　　کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جب تک مسلمان کائنات میں غور وفکر کرتے رہے وہ دنیا کو نئی ایجادات سے بہرہ ور کرتے رہے اور دنیا ان کی عظمت کے گیت گاتی رہی لیکن جب مسلمانوں نے تفکر اور تدبر سے پہلوتہی کرلی تو ذلت ورسوائی ان کا مقدر بن گئی۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہوکر　　ہم خوار ہوئے تارک قرآن ہوکر
درس قرآں اگر ہم نے نہ بھلایا ہوتا　　یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

[۱۱] کفار مکہ نہ تو پہلی قوموں کے عذاب والے دنوں سے عبرت حاصل کرتے تھے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے تھے، بلکہ جو بھی اسلام قبول کرتا اس کو تکلیف پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے۔ ایسے حالات میں حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ جیسے شہ زور اور بہادر مسلمانوں کے جذبات کا بھڑکنا اور انتقامی کاروائی کے لئے تیار ہوجانا ایک فطری امر تھا، جیسا کہ مقاتل بیان کرتے ہیں کہ مکہ میں قریش کے ایک کافر نے حضرت عمرؓ کو گالی دی۔ حضرت عمرؓ نے اس سے انتقام لینے کا ارادہ کیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر: سورہ جاثیہ (۴۵): زیر آیت نمبر ۱۴) گویا نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ابھی طاقت کا جواب طاقت سے دینے کی اجازت نہیں ہے، لہٰذا صبر کرو اور درگزر کرو۔ جب مناسب وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے کرتوتوں کی ان کو سزا دے گا اور تمہیں تمہارے صبر کا اجر وثواب عطا فرمائے گا۔

[۱۲] جو شخص نیک کام کرتا ہے وہ اس کے اجر عظیم سے محظوظ ہوگا اور جو گناہ کرتا ہے اسے اس کی سزا بھگتنا ہی پڑے گی، لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے فائدہ اور نقصان کو اچھی طرح سمجھے اور وہی کام کرے جو اس کے لئے مفید ہو، کیونکہ ہم سب کو ایک دن اپنے رب تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہمیں ہمارے اعمال کے مطابق جزا و سزا دے گا۔

الْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾

اور نبوت عطا فرمائی اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا[۱۳] اور ہم نے ان کو (اس زمانہ کے) تمام جہان والوں پر فضیلت دی۔[۱۴]

وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اور ہم نے ان کو دین کے متعلق واضح دلائل دیئے، پھر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا تھا انہوں نے محض باہمی حسد کے باعث اختلاف کیا، بے شک آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان اس چیز کا فیصلہ فرما دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔[۱۵]

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ پھر ہم نے آپ کو دین کے واضح راستہ (شریعت) پر گامزن کردیا، پس آپ اسی راہ (شریعت) پر چلتے رہیں اور جاہل لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔[۱۶]

---

[۱۳] اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر کئی خصوصی انعامات فرمائے، مثلاً ان میں بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے۔ جن میں سب سے پہلے نبی حضرت یوسف علیہ السلام اور سب سے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان میں آسمانی کتابیں نازل فرمائیں اور دنیاوی حکومت بھی عطا فرمائی اور کھانے کے لئے پاکیزہ چیزوں کا انتظام فرمایا، مثلاً شام وفلسطین کی سرسبز وشاداب زمین سے رنگارنگ پھلوں اور سبزیوں سے نوازا اور تیہ کے میدان میں من وسلوٰی عطا فرمایا۔

[۱۴] تمام امتوں سے افضل اگرچہ امت محمدیہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس زمانہ کی تمام قوموں پر فضیلت عطا فرمائی۔

[۱۵] اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دین کے بارے میں اتنی واضح ہدایات اور روشن دلائل عطا فرمائے کہ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ چھوڑی، حتیٰ کہ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی ایسی واضح نشانیاں بیان کردیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا ہی یقینی طور پر پہچانتے تھے جتنا وہ اپنی اولاد کو پہچانتے تھے، مگر اس علم کے باوجود انہوں نے محض باہمی حسد وعناد کی وجہ سے اتنا اختلاف کیا کہ کئی فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے اختلافات کا فیصلہ فرمائے گا کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پرست تھا؟

[۱۶] ہمارے پیارے نبی! ہم نے آپ کو دین کے واضح راستہ پر قائم کردیا ہے، لہٰذا آپ کے واسطہ سے ہم آپ کی امت کو یہ حکم دیتے ہیں کہ وہ بھی آپ کی شریعت پر قائم رہیں اور جاہل لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں، علامہ بیضاوی لکھتے ہیں کہ یہاں جاہل لوگوں سے مراد کفار مکہ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آباء کے دین کی طرف لوٹ آنے کی دعوت دیتے تھے۔
(تفسیر بیضاوی: سورہ جاثیہ (۴۵): زیر آیت نمبر ۱۸)

اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ بے شک یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں آپ کے کسی کام نہ آسکیں گے، اور بے شک ظالم لوگ ایک دوسرے کے ہی دوست ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا دوست ہے۔[۱۷]

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ یہ (قرآن) لوگوں کے لئے بصیرت افروز باتیں ہیں اور یقین رکھنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔[۱۸]

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ ع

۲۱۔ جن لوگوں نے برائیاں کی ہیں، کیا انہوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم ان کو ان لوگوں کی مانند کردیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ ان کا مرنا جینا یکساں ہوجائے، بہت برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔[۱۹]

یہاں بظاہر خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ کو ہے مگر اس سے مراد آپ ﷺ کی امت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے یہ احتمال نہیں ہوسکتا کہ آپ شریعت کو چھوڑ کر جاہلوں کی خواہشات کی پیروی کریں گے۔

[۱۷] یہاں بھی بظاہر خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ سے ہے مگر اس سے مراد آپ کی امت ہے، یعنی اگر مسلمانوں نے کفار مکہ کے مظالم سے تنگ آکر ان کی خواہشات کی طرف رجحان کیا تو وہ قیامت کے دن مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکیں گے بلکہ اس دنیا میں بھی وہ مسلمانوں کے ساتھ وفا نہیں کریں گے کیونکہ ظالم لوگ ہمیشہ ایک دوسرے کی ہی مدد کرتے ہیں، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اسی کو اپنا دوست بنائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی پرہیزگاروں کا دوست ہے۔

[۱۸] قرآن مجید کی ساری باتیں بصیرت افروز اور برحق ہیں جو تمام لوگوں کو ہدایت اور رحمت کا راستہ دکھاتی ہیں، مگر قرآن مجید سے ہدایت اور رحمت وہی حاصل کرتے ہیں جو اس پر یقین رکھتے ہیں، کیونکہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جس آدمی پر آپ کو یقین نہ ہو آپ اس کی اچھی بات بھی تسلیم نہیں کرتے۔

[۱۹] مشرکین مکہ کو جب عذاب آخرت سے ڈرایا جاتا تو وہ کہتے: پہلی بات تو یہ ہے کہ قیامت نہیں آئے گی اور اگر قیامت آ بھی گئی تو وہاں بھی ہم ہی برتر ہوں گے جس طرح اس دنیا میں ہم تم سے برتر ہیں۔ اس آیت میں یہ وضاحت کی جارہی ہے کہ مومن اور کافر برابر نہیں ہوسکتے۔

وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا تا کہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔[۲۰]

مومن اور کافر کی دنیا وآخرت

ایک شخص ساری زندگی برائیوں میں گزار دے اور لوگوں پر مظالم کے پہاڑ توڑتا رہے اور دوسرا شخص ساری زندگی ایمان کے ساتھ عمل صالح میں گزار دے اور مظلوموں کی ہمدردی کرتا رہے، اور پھر جب جزا وسزا کا وقت آئے تو دونوں کو برابر کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا کیونکہ یہ عدل وانصاف کے خلاف ہے، بلکہ جس طرح ان کی زندگی کا عمل ایک جیسا نہیں اسی طرح مرنے کے بعد ان کا انجام بھی ایک جیسا نہیں ہوسکتا، لہٰذا جو بدکار اور ظالم لوگ یہ گمان رکھتے ہیں کہ ان کا حشر بھی نیک لوگوں جیسا ہوگا تو ان کا یہ گمان بہت ہی غلط اور برا ہے اور وہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں تبھی تو ان جیسی بعید از عقل باتیں کرتے ہیں۔

مومن اور کافر کی موت میں فرق

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جب کسی شخص پر موت کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، پس اگر وہ شخص نیک ہو تو فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ اے پاکیزہ روح! تو پاکیزہ جسم میں تھی، تو قابل تعریف حالت میں نکل آ، تجھے خوشی، راحت اور رب کے ناراض نہ ہونے کی بشارت ہو۔ اس کو یہ خوش خبریاں سنائی جارہی ہوں گی کہ اسی عالم میں اس کی روح نکل آئے گی، پھر اس کی روح کو آسمان کی طرف اوپر لے جایا جائے گا اور اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھول دیا جائے گا، پھر آواز آئے گی: یہ کون ہے؟ فرشتے کہیں گے: یہ فلاں ہے تو کہا جائے گا: پاکیزہ روح کو خوش آمدید ہو، یہ پاکیزہ جسم میں تھی۔ (اے روح!) تو قابل تعریف حالت میں داخل ہو جا، تجھے خوشی، راحت اور رب کے ناراض نہ ہونے کی بشارت ہو۔ اس کو یہ خوش خبریاں سنائی جاتی رہیں گی حتیٰ کہ وہ اس آسمان میں پہنچ جائے گی جس میں اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے لائق) ہے اور جب فرشتے کسی برے شخص کی روح قبض کرنے کے لئے جائیں تو اس سے کہتے ہیں: اے خبیث روح! تو خبیث جسم میں تھی، تو قابل مذمت حالت میں نکل آ، تجھے گرم پانی، پیپ اور اس قسم کے دیگر عذابوں کی بشارت ہو۔ اسے یونہی کہا جاتا رہے گا حتیٰ کہ اس کی روح نکل آئے گی، پھر اس کو اوپر آسمان کی طرف لے جایا جائے گا تو اس کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جائے گا، بلکہ پوچھا جائے گا: یہ کون ہے؟ تو بتایا جائے گا کہ یہ فلاں ہے، تو کہا جائے گا: اس خبیث روح کو کوئی خوش آمدید نہیں ہے، یہ خبیث جسم میں تھی۔ (اے روح!) تو قابل مذمت حالت میں واپس چلی جا۔ تیرے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ پھر اس کو آسمان سے نیچے بھیج دیا جائے گا اور وہ قبر میں چلی جائے گی۔

(ابن ماجۃ: ۴۲۶۲: ابواب الزہد: باب ۳۱)

[۲۰] اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو ایسی حکمت کے ساتھ پیدا فرمایا کہ عقل مند انسان ان کو دیکھتے ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس

أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٣﴾

۲۳۔ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے، پس اللہ تعالیٰ کے بعد اسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟ تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے۔ [۲۱]

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُم

۲۴۔ اور وہ کہتے ہیں: ہماری تو یہی دنیا کی زندگی ہے، یہیں ہم مرتے اور جیتے ہیں اور صرف زمانہ ہی ہمیں ہلاک کرتا ہے،

کی حکمت کا اقرار کرنے لگتا ہے۔ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے وہ سارے وسائل مہیا کر دیئے ہیں جو انسانی زندگی کی نشوونما کے لئے ضروری ہیں، پھر انسانوں کی رہنمائی کے لئے انبیاء ورسول بھیجے تاکہ وہ حق و باطل کو واضح کر دیں، اور انسان کو عقل عطا فرمائی تاکہ وہ اپنی مرضی سے حق و باطل کا راستہ اختیار کرے اور اسی مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور اس میں انسان کی زندگی وموت کو پیدا فرمایا تاکہ آخرت میں ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے۔ اس دنیا میں لوگوں کے ساتھ ظلم بھی کیا جاتا ہے مگر آخرت کی خصوصیت یہ ہے کہ وہاں کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

[۲۱] جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پس پشت ڈال دے اور اپنی خواہشات کا غلام بن جائے وہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے اپنی خواہشات کو اپنا خدا بنا لیا ہے۔ جس شخص نے اپنی خواہشات کی پیروی کی حالانکہ اسے علم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کر رہا ہے لیکن اس کے باوجود اگر وہ گمراہی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے اور مسلسل گمراہی سے اس کے حواس اس قدر ناکارہ ہو جاتے ہیں کہ ان کے کان حق کو سننے کا حوصلہ نہیں رکھتے، ان کے دل حق کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور ان کی آنکھیں حق کو دیکھنے کی ہمت نہیں رکھتیں۔ الغرض جو شخص اللہ تعالیٰ کی ہدایت قبول نہیں کرتا وہ ہمیشہ ہدایت سے محروم رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑا کوئی ہے ہی نہیں جو اسے ہدایت دے سکے، لہٰذا اس کو چاہیے کہ وہ اپنی خواہشات سے اجتناب کرے اور اللہ تعالیٰ کی نصیحت قبول کرلے۔

علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبداللہ نے فرمایا: تمہاری خواہش تمہاری بیماری ہے، ہاں اگر تم اپنی خواہش کی مخالفت کرو تو یہی تمہاری دوا ہے، اور حضرت وہب نے فرمایا: اگر تمہیں دو امور میں شک پڑ جائے اور تمہیں یہ معلوم نہ ہو سکے کہ ان دونوں میں سے کون سا بہتر ہے تو پھر دیکھو جو امر تمہاری خواہش سے دور ہے وہی بہتر ہے۔

(تفسیر قرطبی: سورہ جاثیہ (۴۵): زیر آیت نمبر ۲۳)

بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾

اور انہیں اس کا کچھ علم نہیں، وہ محض گمان کررہے ہیں۔ [۲۲]

وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اور جب ہماری واضح آیتیں انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو (زندہ کرکے) لے آؤ۔ [۲۳]

[۲۲] کفار مکہ کا خیال یہ تھا کہ یہ دنیا کی زندگی ہی پہلی اور آخری زندگی ہے اس کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں ہے۔ ان کی زندگی کا سبب والدین ہیں اور ان کی موت کا سبب زمانہ ہے۔ گردش ایام کے ساتھ انسان بوڑھا ہوتا ہے اور پھر مرجاتا ہے۔ اسی طرح زندگی و موت کا سلسلہ چل رہا ہے۔ دراصل ان کے پاس انکار قیامت کی کوئی علمی دلیل نہیں ہے صرف گمان کرتے ہیں کہ وہ دوبارہ زندہ نہیں ہوں گے۔

زمانہ کو برا نہ کہو

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بنی آدم زمانہ کو برا کہتے ہیں حالانکہ میں زمانہ (کا خالق) ہوں۔ گردش لیل و نہار میرے ہی ہاتھ میں ہے۔ (بخاری: ۶۱۸۱: کتاب الادب: باب ۱۰۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم زمانہ کو برا کہہ کر مجھے تکلیف پہنچاتا (یعنی میری گستاخی کرتا) ہے، حالانکہ میں (خالق) زمانہ ہوں۔ سارے معاملات میرے ہی ہاتھ میں ہیں اور میں ہی لیل و نہار کو گردش دیتا ہوں۔ (بخاری: ۴۸۲۶: کتاب تفسیر القرآن: سورہ جاثیہ: زیر آیت نمبر ۲۴)

زمانہ جاہلیت میں اہل عرب پر جب کوئی مصیبت آتی تو وہ اس کی نسبت زمانہ کی طرف کردیتے تھے، جیسا کہ اس آیت میں موت کو زمانہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، حالانکہ حوادث و مصائب کا نازل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے مگر وہ زمانہ کو اس کا فاعل قرار دیتے تھے۔

اس آیت میں انہیں زمانہ کو برا کہنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ جس کو وہ زمانہ سمجھتے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا زمانہ کو برا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو برا کہہ رہے ہیں۔ احادیث میں ان کے عرف عام کے مطابق، مجاز کے طور پر اللہ تعالیٰ کو زمانہ کہا گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ زمانہ نہیں ہے بلکہ وہ زمانہ کا خالق ہے۔

[۲۳] کفار مکہ کے سامنے جب قرآن مجید کی وہ آیات پڑھ کر سنائی جاتیں جن میں قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کا ذکر تھا تو ان کے پاس انکار قیامت کی کوئی دلیل تو تھی نہیں، لہٰذا وہ صرف یہی کہتے: اگر تمہارا یہ دعویٰ سچا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی جس میں سب کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو پہلے تم ہمارے آباء و اجداد کو زندہ کرکے دکھاؤ، حتیٰ کہ ابو جہل نے کہا: اے محمد (ﷺ)! اگر تم سچے ہو تو قصی بن کلاب کو زندہ کرکے دکھاؤ، وہ بڑا سچا آدمی تھا۔ ہم اس سے پوچھیں گے کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟ (تفسیر قرطبی: سورہ دخان: زیر آیت نمبر ۳۶)

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ آپ فرمادیں: اللہ تعالیٰ ہی تم کو زندہ کرتا ہے، پھر وہی تم کو مارے گا، پھر قیامت کے دن تم سب کو جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ [۲۴]

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن باطل پرست سخت خسارے میں ہوں گے۔ [۲۵]

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۣ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اور آپ دیکھیں گے (اس دن) ہر گروہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہوگا، ہر گروہ کو اس کے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا، آج تمہیں ان اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ [۲۶]

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا

۲۹۔ یہ ہمارا نوشتہ ہے جو تمہارے بارے میں سچ سچ بیان

اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر کفار کے مطالبہ پر ان کے باپ دادا کو زندہ کر دیا جاتا اور وہ آکر ان کو موت کے بعد کے احوال بتا دیتے تو پھر ان کا ایمان بالغیب نہ رہتا جبکہ اللہ تعالیٰ کی منشا یہ ہے کہ لوگ اس کے انبیاء کی لائی ہوئی خبروں پر بن دیکھے ایمان لائیں، اور دوسری بات یہ ہے کہ کسی مسلمان نے یہ دعویٰ کبھی نہیں کیا کہ مرنے والے کو اسی دنیا میں دوبارہ زندہ کیا جائے گا بلکہ مسلمانوں کا دعویٰ تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا جزا و سزا کے لئے ہے اور وہ آخرت میں ہوگا۔

[۲۴] یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں پہلی بار زندگی دی ہے اسی طرح قیامت کے دن وہ دوبارہ تمہیں زندہ کرے گا۔ قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے حالانکہ یہی وہ دن ہے جس میں تمام انسانوں کو ان کی زندگی کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

[۲۵] جو لوگ باطل پرست ہیں اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے، جب قیامت قائم ہوگی تو وہ سخت نقصان میں ہوں گے اور پچھتائیں گے کہ کاش وہ دنیا میں قیامت کا انکار نہ کرتے۔

[۲۶] قیامت کی ہولناکی اور دہشت کی وجہ سے لوگ گھٹنوں کے بل گرے پڑے ہوں گے، پھر انہیں اعمال کے حساب کی طرف بلایا جائے گا اور ان کے اعمال کے مطابق ان کی سزا اور جزا کا فیصلہ کیا جائے گا۔

كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٩﴾

کرے گا، بے شک ہم لکھ لیا کرتے تھے جو عمل تم کیا کرتے تھے۔[۲۷]

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿٣٠﴾

۳۰۔ پس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کو ان کا رب اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا، یہی واضح کامیابی ہے۔[۲۸]

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۟ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣١﴾

۳۱۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائے گا:) کیا تمہارے سامنے میری آیتیں نہیں پڑھی جاتی تھیں؟ پس تم نے تکبر کیا اور تم مجرم لوگ تھے۔[۲۹]

وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿٣٢﴾

۳۲۔ اور جب (تم سے) کہا جاتا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے تو تم کہتے تھے: ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے؟ ہم صرف گمان کرتے تھے اور ہم یقین کرنے والے نہیں تھے۔[۳۰]

[۲۷] اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے اعمال سے خوب واقف ہے لیکن حجت قائم کرنے کے لئے اس نے فرشتے بھی مقرر کر رکھے ہیں جو ہر انسان کے تمام اعمال کا ریکارڈ تیار کر کے محفوظ کر لیتے ہیں اور قیامت کے دن پوری سچائی کے ساتھ بیان کر دیں گے اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کریں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اس دن مجرم کہیں گے: ہائے افسوس! اس اعمال نامہ کو کیا ہوا ہے اس نے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا ہے اور نہ بڑا بلکہ سب کا احاطہ کر لیا ہے} (قرآن: ۱۸:۴۹)

[۲۸] جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت یعنی جنت میں داخل فرمائے گا، اور اس دن واضح اور نمایاں کامیابی یہی ہوگی کہ انسان کو جنت کا پروانہ مل جائے۔

[۲۹] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کفار سے فرمائے گا: کیا تمہارے پاس میرے رسول نہیں آئے تھے اور انہوں نے تمہیں میری آیات پڑھ کر نہیں سنائی تھیں؟ اس وقت تم نے تکبر کیا۔ میری آیات سے روگردانی کی کیونکہ تم مجرم اور سرکش تھے، لہٰذا اب اپنے جرائم کی سزا کا مزا چکھو۔

[۳۰] جب تم سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے تو تم کہتے تھے: ہمیں قیامت کے آنے کا یقین نہیں ہے صرف کبھی کبھی خیال گزرتا ہے کہ شاید قیامت ہو۔

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ اور ان کے لئے ان کے اعمال کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی اور انہیں وہ عذاب گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ [۳۱]

وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور (ان سے) کہا جائے گا: آج ہم تمہیں نظرانداز کر دیں گے جس طرح تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا، اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ [۳۲]

ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ یہ اس لئے ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو مذاق بنا رکھا تھا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکہ میں ڈال دیا تھا، پس آج وہ اس دوزخ سے نہیں نکالے جائیں گے اور نہ ہی ان کی توبہ قبول کی جائے گی۔ [۳۳]

منکرین قیامت کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو بالکل منکر ہیں اور دوسرے وہ جو شک میں مبتلا ہیں۔ نتیجہ کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں کیونکہ جب تک قیامت کا یقین نہ ہو انسان جوابدہی کی ذمہ داری محسوس نہیں کرتا۔ یہاں دوسری قسم کے منکرین کا ذکر ہیں۔

[۳۱] منکرین قیامت کے برے اعمال اور ان کے برے نتائج جب ظاہر ہو جائیں گے تو قیامت کا عذاب انہیں گھیر لے گا حالانکہ وہ قیامت اور اس کے عذاب میں شک کرتے تھے اور اس کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

[۳۲] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ منکرین قیامت کو فرمائے گا: تمہارے پاس انبیائے کرام علیہم السلام آئے اور انہوں نے تمہیں بتایا کہ قیامت کا دن ضرور آئے گا جس میں تمہیں اپنے رب کے پاس حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا مگر تم نے ان کی دعوت کو فراموش کر دیا، لہٰذا جس طرح زندگی میں تم نے ہمارے احکام کو بھلا دیا اسی طرح آج ہم تمہیں جہنم میں ڈال کر تمہیں نظرانداز کر دیں گے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

[۳۳] یعنی دنیا کی زندگی نے تمہیں اس حد تک دھوکے میں ڈالا کہ تم نے صرف اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار ہی نہیں کیا بلکہ ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ سو اس جرم کی پاداش میں تمہیں ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور پھر نہ تمہیں دوزخ سے نکالا جائے گا اور نہ ہی تمہاری توبہ قبول کی جائے گی کیونکہ قیامت کے دن کسی کو توبہ کا موقع نہیں دیا جائے گا۔

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ پس سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا رب ہے اور تمام جہانوں کا رب ہے۔

وَلَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۷﴾ ع

۳۷۔ اور آسمانوں اور زمین میں سب بڑائی اسی کے لئے ہے اور وہی بہت غالب بہت حکمت والا ہے۔[۳۴]

[۳۴] سب تعریفوں کا حقیقی مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ زمین و آسمان کا رب بھی وہی ہے اور زمین و آسمان میں اسی کی بڑائی اور کبریائی کا ڈنکا بجتا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند ہے، جو ان میں سے کسی ایک کو مجھ سے چھینے گا میں اس کو جہنم میں ڈال دوں گا۔

(ابن ماجة: ۴۱۷۴: ابواب الزهد: باب ۱۶)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از عشاء بروز جمعہ ۲۸ مئی ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۲۵ تا ۲۸ مئی یعنی صرف تین دنوں میں سورہ جاثیہ کی تفسیر مکمل ہوگئی

الحمدلله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الاحقاف (۴۶)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''احقاف'' ہے جو اس کی آیت نمبر ۲۱ سے ماخوذ ہے۔ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی توحید، قرآن مجید، رسالت، دین اور آخرت کے متعلق متعدد دلائل بیان کئے گئے ہیں۔

توحید

اس سورت کے آغاز میں مشرکین کو دعوت فکر دی جا رہی ہے کہ جن بتوں کو تم خدا کا شریک قرار دیتے ہو اور ان کی پرستش کرتے ہو کیا زمین و آسمان کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ ظاہر ہے زمین و آسمان کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے، بلکہ ان کا خالق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے تو پھر تم ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک کیوں بناتے ہو؟ اور اگر تمہارے پاس قرآن مجید سے پہلے کی کوئی آسمانی کتاب ہے یا کسی نبی سے منقول کوئی روایت ہے جس میں اس شرک کی تعلیم دی گئی ہو تو وہ مجھے لا کر دکھاؤ، لیکن جب تمہارے پاس شرک کے لئے نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ ہی کوئی نقلی دلیل ہے تو پھر تم کیوں اپنے آپ پر ظلم کر کے اپنی آخرت خراب کرتے ہو۔

قرآن مجید

کفار مکہ کبھی تو قرآن مجید کو جادو قرار دیتے تا کہ لوگ اس کی آیات میں غور و فکر نہ کریں اور کبھی کہتے کہ یہ نبی قرآن خود بناتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ اس پر اللہ کے حکم سے آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ میں نے خود بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے تو یہ بہت بڑا جرم ہے اور اس کی سزا مجھے ہی بھگتنا پڑے گی تم مجھے نہیں بچا سکو گے، لیکن غور سے سن لو! قرآن اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے اور وہ خود اس کی صداقت کا گواہ کافی ہے اور قرآن مجید کے خلاف جو سازشیں تم کر رہے ہو وہ ان کا بھی گواہ ہے اور انہیں خوب جانتا ہے، لہٰذا تم اپنے جرائم کی سزا سے نہیں بچ سکو گے۔

رسالت

نبی کریم ﷺ نے جب نبوت کا اعلان فرمایا تو اہل مکہ اعتراض کرنے لگے کہ آپ ہماری طرح کھاتے پیتے اور چلتے پھرتے انسان ہیں، لہٰذا آپ رسول کیسے ہو سکتے ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنانا ہی تھا تو آپ کے ساتھ فرشتوں کا ایک گروہ بھیجتا جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا اور لوگوں کے سامنے آپ کی تصدیق کرتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے پیارے نبی! آپ ان کو فرما دیں: میں کوئی پہلا اور انوکھا رسول نہیں ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول آ چکے ہیں۔ وہ بھی میری طرح انسان تھے، ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اور وہ بھی توحید کی دعوت دیتے تھے۔ انہی کی طرح اب اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ میں ان سے مختلف نہیں ہوں تو پھر تم صرف میرے ہی متعلق طرح طرح کے اعتراضات کیوں کرتے ہو؟

دین اسلام

شدید مخالفت کے باوجود اسلام لوگوں کو متاثر کر رہا تھا۔ مکہ کے سردار اپنے پیروکاروں کو کفر پر قائم رکھنے کے لئے انہیں تسلی دیتے کہ اگر اسلام کوئی اچھی چیز ہوتی تو اس کو صرف یہ فقیر، غلام اور بے سہارا لوگ ہی قبول نہ کرتے بلکہ ان سے پہلے ہم اسلام کو قبول کرتے کیونکہ ہم دانشور اور اپنی قوم کے سردار ہیں۔ ہم بڑے تجربہ کار ہیں اور کسی چیز کے حسن و قبح کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں مگر ہمیں اس میں کوئی اچھی چیز نظر نہیں آئی اس لئے ہم نے اس کو قبول نہیں کیا، لہٰذا تم بھی اس کے قریب نہ جاؤ۔

آخرت

کیا کفار مکہ غور نہیں کرتے کہ جس اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان جیسی بڑی بڑی چیزیں بنائیں اور ان کے بنانے میں اس کو کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی تو اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ ایک چھوٹے سے انسان کو دوبارہ زندہ کر دے حالانکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کفار اسی دنیا کو سب کچھ سمجھتے تھے اسی لئے آخرت کے منکر تھے مگر قیامت کے دن جب انہیں آتش جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا: کیا یہ وہی جہنم نہیں جس کا تم انکار کیا کرتے تھے؟ تو وہ قسم کھا کر اعتراف کریں گے کہ واقعی قیامت برحق ہے اور ہم غلطی پر تھے، مگر اس وقت کا اعتراف کسی کافر کو عذاب سے نہیں بچا سکے گا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز ہفتہ ۲۹ مئی ۲۰۱۰ء بمطابق ۱٦ جمادی الاٰخری ۱۴۳۱ھ

ایاتها ۳۵ ۴۶ سُوۡرَةُ الۡاَحۡقَافِ مَكِّيَّةٌ ٦٦ رکوعاتها ۴

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۚ ﴿۱﴾

۱۔ حا میم۔[۱]

تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ﴿۲﴾

۲۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو بہت غالب بہت حکمت والا ہے۔

مَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا عَمَّاۤ اُنۡذِرُوۡا مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۳﴾

۳۔ ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو ایک مقررہ مدت تک کے لئے حق کے ساتھ پیدا کیا ہے،[۲] اور کفار اس عذاب سے روگردانی کرنے والے ہیں جس سے انہیں ڈرایا گیا ہے۔[۳]

---

[۱] یہ حروف مقطعات میں سے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

[۲] اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو ایسا کامل اور نادر بنایا ہے کہ جو بھی عقل سلیم ان میں غور کرتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت کا اقرار کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمین و آسمان کو ایک سچے مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں انسان کو آباد کر کے اس کی آزمائش کی جائے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پرست ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اس زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو ایک محدود وقت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ جب وہ وقت مقررآ پہنچے گا تو اس زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو فنا کر دیا جائے گا اور نئی زندگی کے لئے نئے زمین و آسمان پیدا کئے جائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی۔} (قرآن: ۴۸:۱۴)

[۳] اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا جنہوں نے لوگوں کو نیک اعمال کے بدلے میں جنت کی خوش خبری سنائی اور برے اعمال کے بدلے میں دوزخ کے عذاب سے ڈرایا، مگر کفار نے انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات سے منہ پھیر لیا جس کی وجہ سے وہ جہنم کے مستحق قرار پائے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِى السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِىْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ④

۴۔ آپ فرما دیں! کیا تم نے (کبھی ان کو غور سے) دیکھا جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پرستش کرتے ہو؟ ذرا مجھے دکھاؤ! انہوں نے زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا ہے یا آسمانوں (کی تخلیق) میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ تم میرے پاس اس (قرآن) سے پہلے کی کوئی کتاب یا کوئی (دوسرا) علمی ثبوت لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ [۴]

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ⑤

۵۔ اور اس شخص سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا؟ جو اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتا ہے جو قیامت تک اس کی فریاد قبول نہیں کر سکتے بلکہ وہ (معبودان باطلہ) ان (کفار) کی فریاد سے ہی بے خبر ہیں۔ [۵]

وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ⑥

۶۔ اور جب لوگوں کو (میدان حشر میں) جمع کیا جائے گا تو وہ (معبودان باطلہ) ان کے دشمن ہوں گے اور وہ (معبودان باطلہ) ان (کفار) کی عبادت سے ہی منکر ہو جائیں گے۔ [۶]

---

[۴] مشرکین کو دعوت فکر دی جا رہی ہے کہ جن بتوں کو تم خدا کا شریک قرار دیتے ہو اور ان کی پرستش کرتے ہو کیا زمین و آسمان کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ ظاہر ہے زمین و آسمان کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے، بلکہ ان کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے تو پھر تم ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک کیوں بناتے ہو؟

اور اگر تمہارے پاس قرآن مجید سے پہلے کی کوئی آسمانی کتاب ہے یا کسی نبی سے منقول کوئی روایت ہے جس میں اس شرک کی تعلیم دی گئی ہو تو وہ مجھے لا کر دکھاؤ، لیکن جب تمہارے پاس شرک کے لئے نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ ہی کوئی نقلی دلیل ہے تو پھر تم کیوں اپنے آپ پر ظلم کر کے اپنی آخرت خراب کرتے ہو۔

[۵] یعنی وہ شخص سب سے بڑا گمراہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتا ہے جو اس کی فریاد سننے سے ہی قاصر ہیں، اور اگر کسی طریقہ سے ان تک اس کی فریاد پہنچ بھی جائے تو ان میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ اس کی فریاد رسی کر سکیں تو ایسے بہرے اور بے بس خداؤں کی عبادت کرنا نہ صرف گمراہی ہے بلکہ پرلے درجے کی حماقت اور جہالت ہے۔

[۶] اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن چیزوں کی اس دنیا میں عبادت کی جاتی ہے میدانِ حشر میں وہ چیزیں اپنے ماننے والوں سے بیزاری کا

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

۷۔ اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو جن لوگوں نے کفر کیا جب حق (قرآن) ان کے پاس آ گیا تو اس کے متعلق کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔[۷]

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

۸۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس (قرآن) کو خود گھڑ لیا ہے، آپ فرمادیں: اگر (بالفرض) میں نے اس کو گھڑا ہے تو تم مجھے اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے (بچانے کا) کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے، تم اس (قرآن) کے بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے، میرے اور تمہارے درمیان وہی گواہ کافی ہے، اور وہ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔[۸]

اعلان کر دیں گی کہ ہم نے کبھی معبود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں ان کی عبادت کی کوئی خبر ہے۔ اگر یہ مشرکین ہمیں خدا سمجھتے تھے تو یہ ان کا اپنا گھڑا ہوا جھوٹ ہے اور وہ خود اس کے ذمہ دار ہیں۔

اس دنیا کا تجربہ بھی یہی ہے کہ جو انسان غلط کاروں کے ساتھ مل کر غلطی کرتا ہے جب وہ پکڑا جاتا ہے تو اپنی غلطی کی سزا اُسے خود بھگتنا پڑتی ہے، اس وقت غلط کار اس کا ساتھ چھوڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ غلطی اس نے خود کی ہے اور ہمارے اوپر جھوٹا بہتان لگا رہا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے شریکوں سے مراد فرشتے اور انبیاء نہیں ہیں کیونکہ یہ حضرات تو مشرکین کی عبادت سے باخبر تھے، پھر وہ ان کی عبادت سے کیسے انکار کر سکتے تھے۔ نیز یہ آیت مکی ہے اس میں مشرکین مکہ سے خطاب ہے اور مشرکین مکہ انبیاء علیہم السلام کو نہیں مانتے تھے تو پھر وہ انبیاء علیہم السلام کی عبادت کیسے کر سکتے تھے۔ یہ آیت ان لوگوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے جو بتوں کو خدا کے ہاں سفارشی سمجھتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ بتوں کو چھوڑ کر اللہ والوں یعنی انبیاء، علماء، شہداء اور حفاظ کی پیروی کریں جو اس دنیا میں صراط مستقیم کی ہدایت کرتے ہیں اور آخرت میں اہل ایمان کی شفاعت کریں گے۔

[۷] قرآن مجید برحق کتاب ہے۔ نبی کریم ﷺ جب کفار مکہ کو اس کی آیات پڑھ کر سناتے اور انہیں توحید کی دعوت دیتے تو چونکہ ان کے پاس توحید کے خلاف کوئی دلیل نہیں تھی اور وہ بت پرستی کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے اس لئے وہ کہتے کہ یہ کھلا جادو ہے۔ لہٰذا اس کے قریب نہ جاؤ، ورنہ جادو کے ذریعہ یہ تمہیں اپنے باپ دادا کے مذہب سے گمراہ کر دے گا۔

[۸] کفار مکہ کبھی تو قرآن مجید کو جادو قرار دیتے تا کہ لوگ اس کی آیات میں غور و فکر نہ کریں اور کبھی کہتے کہ یہ نبی قرآن خود بنا تا

قُلۡ مَا كُنۡتُ بِدۡعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ مَاۤ اَدۡرِىۡ مَا يُفۡعَلُ بِىۡ وَلَا بِكُمۡ‌ؕ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوۡحٰٓى اِلَىَّ وَمَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۝۹

۹۔ آپ فرمادیں: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں[۹] اور میں از خود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں تو صرف واضح طور پر ڈر سنانے والا ہوں۔[۱۰]

ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ میں نے خود بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے تو یہ بہت بڑا جرم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: {اگر (بالفرض) میں نے اس (قرآن) کو خود بنایا ہے تو میرا گناہ مجھ پر ہے} (قرآن :۱۱: ۳۵) یعنی اس کی سزا مجھے ہی بھگتنا پڑے گی تم مجھے نہیں بچا سکو گے، لیکن غور سے سن لو! قرآن اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے اور وہ خود اس کی صداقت کا گواہ کافی ہے۔ اس کے بعد کسی گواہ کی ضرورت نہیں ہے، اور قرآن مجید کے خلاف جو سازشیں تم کر رہے ہو وہ ان کا بھی گواہ ہے اور انہیں خوب جانتا ہے، لہٰذا تم اپنے جرائم کی سزا سے نہیں بچ سکو گے۔ ہاں اگر تم اب بھی توبہ کر لو تو وہ تمہیں معاف فرما دے گا کیونکہ وہ نہایت مہربان اور بہت بخشنے والا ہے۔

[۹] نبی کریم ﷺ نے جب نبوت کا اعلان فرمایا تو اہل مکہ اعتراض کرنے لگے کہ آپ ہماری طرح کھاتے پیتے اور چلتے پھرتے انسان ہیں، لہٰذا آپ رسول کیسے ہو سکتے ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنانا ہی تھا تو آپ کے ساتھ فرشتوں کا ایک گروہ بھیجتا جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا اور لوگوں کے سامنے آپ کی تصدیق کرتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے پیارے نبی! آپ ان کو فرمادیں: میں کوئی پہلا اور انوکھا رسول نہیں ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول آ چکے ہیں۔

وہ بھی میری طرح انسان تھے، ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اور وہ بھی توحید کی دعوت دیتے تھے۔ انہی کی طرح اب اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ میں ان سے مختلف نہیں ہوں تو پھر تم صرف میرے ہی متعلق طرح طرح کے اعتراضات کیوں کرتے ہو؟

[۱۰] اس آیت کا ظاہری مفہوم یہ نظر آتا ہے کہ گویا آپ ﷺ نے کفار مکہ کو فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ آخرت میں کیا ہوگا؟

درایت کا معنیٰ ہے: اپنی عقل اور قیاس سے کسی چیز کی معرفت حاصل کرنا۔ اس آیت میں درایت کی نفی کی گئی ہے۔ یعنی آپ ﷺ اپنی اور کفار کی آخرت کے بارے میں اپنی عقل اور قیاس سے کچھ نہیں جانتے تھے، البتہ اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعہ آپ قطعی طور پر اپنے اور کفار کے انجام سے آگاہ تھے، لہٰذا آیت کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ میں اپنی عقل کے ذریعہ اپنی اور تمہاری آخرت کو نہیں جانتا بلکہ میں صرف وہی جانتا ہوں جو میرے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی مجھے علم عطا فرمایا ہے اور میں اسی کی پیروی کرتا ہوں۔ میرے قیاس میں غلطی ہو سکتی ہے مگر وحی کے علم میں ذرہ بھر شک کی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا میں تمہیں

بھی وارننگ دیتا ہوں کہ اگر تم نے مجھ پر نازل ہونے والے علم کے مطابق عمل نہ کیا تو تم جہنم کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔

یہ آیت چونکہ مکہ میں نازل ہوئی تھی اس لئے میں یہاں چند مکی آیات کا ذکر کرتا ہوں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ آپ ﷺ کو اپنے اور دیگر لوگوں کے انجام کا علم تھا۔

مکی آیات میں آخرت کا علم

☆ { کفار سے کہا جائے گا: جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، تم ہمیشہ اس میں رہو گے، سو تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا کتنا برا ہے، اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے انہیں گروہ در گروہ جنت کی طرف لایا جائے گا حتیٰ کہ جب وہ جنت کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جنت کے محافظ (فرشتے) ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ لوگ ہو، تم جنت میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ۔ } (قرآن: ۳۹: ۷۲۔ ۷۳) یہ سورہ زمر کی آیات ہیں اور یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی تھی، لہٰذا آپ ﷺ کو مکہ میں رہتے ہوئے بھی یقین تھا کہ کفار جہنم میں اور پرہیزگار جنت میں جائیں گے۔

☆ { بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے، پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہی لوگ جنتی ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہ ان کے اعمال کی جزا ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔ } (قرآن: ۴۶: ۱۳۔ ۱۴) یہ سورہ احقاف کی آیات ہیں اور یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ اب ذرا اندازہ کریں اگر ایمان پر ثابت قدم رہنے والے عام مومنین جنت میں جائیں گے تو جو سب سے بڑے مومن اور نبیوں کے سردار و امام ہیں، کیا وہ اپنی آخرت اور اپنے انجام سے بے خبر ہوں گے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

☆ اور (اے میرے پیارے نبی!) بے شک آپ کا ہر آنے والا لمحہ آپ کے لئے پہلے سے بہتر ہوگا اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ (قرآن: ۹۳: ۴۔ ۵) یہ سورہ والضحیٰ کی آیات ہیں اور یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ جس نبی کو اللہ تعالیٰ نے خوش خبری سنا دی کہ آپ کا ہر قدم کامیابی کی طرف بڑھ رہا ہے اور بالآخر آپ اس منزل تک پہنچ جائیں گے جس کو دیکھ کر آپ خوش ہو جائیں گے۔ بھلا وہ نبی اپنے مستقبل کے بارے میں کیسے بے خبر ہو سکتا ہے؟

احادیث میں مستقبل اور آخرت کا علم

۱۔ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اُحد پر چڑھے آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر ؓ، حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ تھے، وہ پہاڑ لرزنے لگا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (اے پہاڑ!) ساکن ہو جا تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔ (بخاری: ۳۶۹۹: فضائل اصحاب: باب ۷) یعنی آپ ﷺ کو علم تھا کہ حضرت ابوبکر ؓ اپنی طبعی موت کے ساتھ انتقال کریں گے اور حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ شہید ہوں گے۔

۲۔ جنگ بدر سے ایک روز پہلے حضورِ اکرم ﷺ نے میدانِ جنگ کا معائنہ فرمایا اور مختلف جگہوں کی نشاندہی فرمائی کہ کل فلاں فلاں کافروں کی لاشیں فلاں فلاں جگہوں پر پڑی ہوں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: مجھے اس

ذات کی قسم جس نے ہمارے نبی کو حق کے ساتھ بھیجا! کفار کی لاشیں ان جگہوں سے ذرہ آگے پیچھے نہ تھیں جہاں حضورِ اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں نشاندہی فرمائی تھی۔ (مسلم: ۷۲۲۲: کتاب الجنۃ: باب ۱۷)

۳۔ حضرت براء بن عازب ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم دیا، حضرت براء ؓ نے کہا: خندق کی جگہ میں ایک چٹان نکل آئی جو کدال اور گینتی سے نہیں ٹوٹ رہی تھی۔ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی۔ حضرت عوف ؓ نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فالتو کپڑے رکھ کر چٹان کی طرف اتر گئے، آپ ﷺ نے کدال پکڑی اور بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی تو اس چٹان کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! بے شک میں اس جگہ سے ملک شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے پھر بسم اللہ پڑھ کر دوسری ضرب لگائی تو اس چٹان کا دوسرا حصہ بھی ٹوٹ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے ملک فارس کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! بے شک میں اس جگہ سے اس کے شہروں کو اور اس کے سفید محلات کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے پھر بسم اللہ پڑھ کر ایک اور ضرب لگائی تو چٹان کا آخری حصہ بھی ٹوٹ گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں بھی دے دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! میں اس جگہ سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔ (مسند احمد: جلد ۴: ص ۳۰۳) پھر تاریخ شاہد ہے کہ خلافت راشدہ میں یہ سارے علاقے فتح ہوئے۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۷۹ میں مقام محمود کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ (مسند احمد: جلد ۲: ص ۴۴۱)

۵۔ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ دریا کی موجوں کی طرح بے قرار ہوں گے، سو وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ آپ ہمارے لئے اپنے رب سے شفاعت کریں۔ وہ کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں، لیکن تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ خلیل الرحمٰن ہیں، پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں، لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں، پھر وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ وہ کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں، لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں، پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں لیکن تم حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ، پھر وہ میرے پاس آئیں گے، پس میں کہوں گا کہ میں اس کے لئے ہوں، پھر میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت دے دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ میرے دل میں اپنی حمد کے ایسے کلمات ڈالے گا جو اس وقت مجھے مستحضر نہیں ہیں اور میں ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور اللہ تعالیٰ کے لئے سجدے میں گر جاؤں گا، پھر کہا جائے گا: اے محمد ﷺ! اپنا سر اٹھایئے، آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو دیا جائے گا اور آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت۔ آپ سے کہا جائے گا: آپ جایئے اور دوزخ سے ان کو نکال لیجئے جن کے دل میں ایک جو کے برابر بھی ایمان ہو،

پس میں جاؤں گا اور اسی طرح کروں گا، پھر میں واپس آکر انہی کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور پھر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھائیے اور کہئے آپ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت، پھر کہا جائے گا: آپ جائیے جس کے دل میں ایک ذرہ یا رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجئے، پھر میں تیسری بار انہی کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور سجدے میں گر جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آپ جائیے جس کے دل میں ادنیٰ رائی کے دانے سے بھی ادنیٰ ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجئے، پس میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا، پھر میں چوتھی بار جاؤں گا اور پہلے کی طرح سجدے میں گر جاؤں گا تو حکم ہوگا شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: اے میرے رب! مجھے اس شخص کے لئے اجازت دیجئے جس نے لاالہ الا اللہ پڑھا ہو، پس وہ فرمائے گا: میری عزت اور میرے جلال اور میری کبریائی اور میری عظمت کی قسم! جس شخص نے لاالہ الا اللہ پڑھا ہو میں اس شخص کو ضرور دوزخ سے نکالوں گا۔

(بخاری: حدیث نمبر ۷۵۱۰: کتاب التوحید: باب ۳۶۔اور۔مسلم: حدیث نمبر ۱۹۳: کتاب الایمان: باب ۸۴)

۶۔ حضرت ابو سعید خدری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ساری اولاد آدم کا سردار ہوں اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا اور قیامت کے دن زمین سب سے پہلے میرے اوپر سے کھلے گی اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا اور سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہوں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول ہوگی اور قیامت کے دن لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ (ابن ماجۃ: ۴۳۰۷: ابواب الزھد: باب ۳۷)

۷۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ۔۔۔ نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ بلند کئے اور کہا: ''اے اللہ! میری امت، میری امت۔'' اور آپ ﷺ رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو: انہیں کیا چیز رلاتی ہے؟ جبریل ﷺ آپ کے پاس آئے اور آپ سے سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو خبر دی (کہ آپ ﷺ امت کی فکر میں رو رہے ہیں)۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو: ہم آپ کو آپ کی امت کے متعلق راضی کریں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں ہونے دیں گے۔ (مسلم: ۴۹۹: کتاب الایمان: باب ۸۷) اس حدیث کا مفہوم قرآن مجید کی اس آیت کے بھی موافق ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔} (قرآن: ۵:۹۳)

۸۔ حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آکر اس کو میں کھلواؤں گا۔ جنت کا محافظ کہے گا: مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی کے لئے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔ (مسلم: ۴۸۶: کتاب الایمان: باب ۸۵)

۹۔ حضرت حذیفہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ۔۔۔ بے شک فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور بے شک حسن ﷺ اور حسین ﷺ جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی: ۳۷۸۱: مناقب: باب ۳۰)

۱۰۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ادھر آتے دکھائی دیئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں سب پہلے اور پچھلے پختہ عمر کے جنتیوں کے سردار ہیں سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔ (کیونکہ نبیوں کا مرتبہ ان سے بلند ہے) اے علی! ان دونوں کو نہ بتانا۔ (ترمذی: ۳۶۶۵: مناقب: باب ۱۶) دوسری روایت میں اس طرح ہے: اے علی! جب تک یہ دونوں زندہ ہیں ان کو نہ بتانا۔

(ابن ماجۃ ۹۵: کتاب السنۃ: باب ۱۱)

۱۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل امین میرے پاس آئے۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں پسند کرتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ ہوں تاکہ آپ (کے چہرہ) کو دیکھتا رہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! بے شک میری امت میں آپ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

(ابوداؤد: ۴۶۵۲: کتاب السنۃ: باب ۸)

۱۲۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ جنت میں جائیں گے۔

(ترمذی: ۳۷۴۷: مناقب: باب ۲۵)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بے شمار اہل ایمان جنت میں جائیں گے تو جو نبی اپنے پیرکاروں کو جنت کی خوش خبری سنائے ان کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ انہیں اپنے انجام کا پتہ نہیں ہے یہ انتہائی ناانصافی ہے۔

سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: اکثر محققین کی دلیل یہ ہے کہ ہر نبی لازمی طور پر جانتا ہے کہ وہ نبی ہے اور جب وہ اپنی نبوت کو جانتا ہے تو پھر اس کو یہ بھی معلوم ہے کہ نبی سے گناہ سرزد نہیں ہوتے اور وہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کو اپنی آخرت کے بارے میں کوئی شک نہیں ہوتا۔ نیز اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انبیاء کے احوال اولیاء سے بلند ہوتے ہیں اور اولیاء کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: {غور سے سنو! بے شک اللہ تعالیٰ کے اولیاء پر (قیامت کے دن) نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔} (قرآن: ۱۰: ۶۲) اگر اولیاء کا آخرت میں یہ مقام ہے تو پھر وہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو اولیاء کے پیشوا اور انبیاء کے سردار ہیں ان کو اپنے بارے میں کیسے شک ہوسکتا ہے کہ وہ آخرت میں بخشے جائیں گے یا نہیں؟

(تفسیر روح المعانی: سورہ احقاف (۴۶): زیر آیت نمبر ۹)

سید محمود آلوسی کا پسندیدہ قول یہ ہے کہ اس آیت میں نفی اس درایت کی ہے جو وحی کے بغیر ہو، خواہ تفصیلی ہو یا اجمالی، اس کا تعلق دنیوی واقعات سے ہو یا اخروی حالات سے۔ سید آلوسی کہتے ہیں: میرا عقیدہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا سے انتقال سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات اور اس کی شان وشوکت اور تمام باکمال اشیاء کا علم دے دیا گیا تھا۔

(تفسیر روح المعانی: سورہ احقاف (۴۶): زیر آیت نمبر ۹)

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰ ع

۱۰۔ آپ فرمادیں: کیا تم نے کبھی غور سے دیکھا کہ اگر یہ (قرآن) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور تم نے اس کا انکار کر دیا ہو [۱۱] اور بنی اسرائیل سے ایک گواہ اس جیسی کتاب کی گواہی بھی دے چکا ہو اور اس پر ایمان بھی لا چکا ہو اور تم نے تکبر کیا ہو (تو تمہارا کیا انجام ہوگا؟) بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ [۱۲]

---

[۱۱] یعنی تم قرآن مجید کا اس لئے انکار کرتے ہو کہ تمہارے خیال میں یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے، لیکن تم نے کبھی غور کیا کہ جب تمہارا دعویٰ غلط ثابت ہوا اور یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی اور تم اس کے انکار پر مصر رہے تو پھر تمہارا انجام کیا ہوگا؟

[۱۲] اس سے پہلے سورہ شعراء میں بھی اس سے ملتا جلتا مفہوم گزر چکا ہے، جس میں ارشاد ہوتا ہے: {اور بے شک اس کا ذکر پہلے انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں بھی ہے، کیا ان (مشرکین مکہ) کے لئے یہ دلیل کافی نہیں ہے کہ اس (قرآن اور نبی ﷺ) کو بنی اسرائیل کے علماء بھی جانتے ہیں؟} (قرآن: ۲۶: ۱۹۶۔ ۱۹۷) یعنی قرآن مجید کا ذکر پہلی کتابوں میں موجود ہے اور بنی اسرائیل کے علماء اس کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

اس دعویٰ کی تصدیق کے لئے مشرکین مکہ نے علمائے یہود سے رابطہ کیا، جیسا کہ علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کفار مکہ نے اہل یثرب کے یہودی علماء کی طرف ایک وفد بھیجا تا کہ وہ محمد (ﷺ) کے متعلق ان سے دریافت کرے تو علمائے یہود نے جواب دیا: بے شک یہی ان کے ظہور کا زمانہ ہے اور ان کی نعت اور صفات تورات میں موجود ہیں۔ (تفسیر قرطبی: سورہ شعراء (۲۶): زیر آیت نمبر ۱۹۷) اور عین ممکن ہے اس وقت عبداللہ بن سلام نے مشرکین مکہ کو کہا ہو کہ جو باتیں تم حضرت محمد ﷺ اور ان کی کتاب کے بارے میں بتا رہے ہو، اگر میری ان سے ملاقات ہوئی اور یہ باتیں صحیح نکلیں تو میں ان پر ایمان لے آؤں گا، جیسا کہ بعد میں ایسا ہی ہوا کہ جب نبی ﷺ یثرب تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام پہلی ملاقات میں ہی مسلمان ہو گئے، مگر مشرکین مکہ نے اس بات کو اس لئے ظاہر نہ کیا ہو کہ کہیں اہل مکہ یہ بات سن کر مسلمان نہ ہو جائیں۔ اور قرآن مجید نے عبداللہ بن سلام کے ماضی کے ارادے یا مستقبل کے عملی قبول اسلام کی طرف اشارہ کیا ہو۔ یعنی جب عبداللہ بن سلام تمہارے سامنے میری تصدیق کر چکا ہے اور مجھ پر ایمان لانے کا ارادہ بھی ظاہر کر چکا ہے اس کے بعد بھی اگر تم ایمان نہ لائے تو تمہارا انجام کیا ہوگا؟ واللہ اعلم بالصواب۔

نیز اس آیت میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ قرآن مجید کوئی نئی چیز نہیں ہے اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی تو بنی اسرائیل اس پر ایمان لے آئے۔ اسی طرح اب حضرت محمد ﷺ پر قرآن نازل ہوا ہے تو تمہیں بھی اس پر ایمان لے آنا چاہیے اور اگر تم نے تکبر اور ظلم کا رویہ اپنائے رکھا تو تم ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے محروم ہو جاؤ گے۔

ظلم کی مذمت

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور میں نے تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام کر دیا ہے، لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

(مسلم: ۶۵۷۲: کتاب البر: باب ۱۵)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن کی تاریکیاں ہیں اور بخل سے بچو کیونکہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا۔ اس بخل نے ان کو خون ریزی کرنے اور حرام کو حلال کرنے پر برانگیختہ کیا۔ (مسلم: ۶۵۷۶: کتاب البر: باب ۱۵)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو دشمن کے حوالے کرے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبت دور کرے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی ستر پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ستر پوشی فرمائے گا۔ (مسلم: ۶۵۷۸: کتاب البر: باب ۱۵)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کو اپنے بھائی کی مدد کرنی چاہیے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ اگر اس کا بھائی ظالم ہو تو اس کو ظلم سے روکے یہی اس کی مدد ہے اور اگر مظلوم ہو تو اس کی مدد کرے۔

(مسلم: ۶۵۸۲: کتاب البر: باب ۱۶)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ کوئی درہم ہو اور نہ کوئی مال ومتاع ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے اور اس شخص نے (دنیا میں) کسی کو گالی دی تھی، کسی پر تہمت لگائی تھی، کسی کا مال کھایا تھا، کسی کا خون بہایا تھا، کسی کو مارا تھا، پھر اس کی کچھ نیکیاں اس کے ایک مظلوم کو دے دی جائیں گی اور کچھ نیکیاں اس کے دوسرے مظلوم کو دے دی جائیں گی اور اگر اس کے مظلوموں کے حقوق پورے ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو پھر اس کے مظلوموں کے گناہ اس ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اس ظالم کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم: ۶۵۷۹: کتاب البر: باب ۱۵)

☆ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حدود پر قائم رہنے والے اور اس کی حدود کو توڑنے والے کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے کشتی میں بیٹھنے کے لئے قرعہ اندازی کی تو ان میں سے بعض کو اوپر والی منزل میں اور بعض کو نیچے والی منزل میں جگہ ملی تو جو لوگ کشتی کی نچلی منزل میں تھے وہ جب پانی پینا چاہتے تو ان کو بالائی منزل والے لوگوں میں سے گزرنا پڑتا۔ انہوں نے کہا: اگر ہم اپنی نچلی منزل میں ہی کشتی میں سوراخ کر لیں تو (آسانی سے پانی بھی آ جائے گا اور) ہم اوپر والوں کو اپنے گزرنے کی تکلیف بھی نہیں دیں گے۔ اب اگر اوپر والوں نے ان کو اپنا ارادہ پورا کرنے کے لئے چھوڑ دیا تو (پوری کشتی پانی سے بھر جائے گی اور) سب ڈوب کر ہلاک ہو جائیں

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ⑪

۱۱۔ اور کافروں نے مومنوں کے متعلق کہا: اگر یہ (دین) بہتر ہوتا تو یہ (مسلمان) اس کی طرف ہم سے سبقت نہ لے جاتے۔ [۱۳] اور چونکہ انہوں نے اس (قرآن) سے ہدایت حاصل نہیں کی، اس لئے اب وہ کہیں گے: یہ تو وہی پرانا جھوٹ ہے۔ [۱۴]

گے اور اگر اوپر والوں نے ان کے ہاتھوں کو سوراخ کرنے سے روک لیا تو بالائی منزل اور زیریں منزل والے سب لوگ نجات پا جائیں گے۔ (بخاری: ۲۴۹۳: کتاب الشرکۃ: باب ۶)

☆ حضرت عدیؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: اللہ تعالیٰ خاص مجرموں کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔ ہاں جب وہ اپنے درمیان برائی کو دیکھیں اور وہ اس کے خلاف احتجاج کر سکتے ہوں مگر نہ کریں، اگر وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ خاص مجرموں کے ساتھ عام لوگوں کو بھی مبتلائے عذاب کر دیتا ہے۔

(احمد: جلد ۴: ص ۱۹۲)

ظالم اور دہشت گرد لوگ ہر دور میں ہوتے ہیں لیکن ہر قوم کی یہ اجتماعی ذمہ داری ہے کہ وہ ان پر پردہ نہ ڈالے بلکہ ان کی نشاندہی کرے، وہ مجرموں کو تحفظ فراہم نہ کرے بلکہ قانون کے حوالہ کرے اور ان کی حوصلہ شکنی کے لئے ہر ممکن ذریعہ استعمال کرے۔ اس طرح پورا معاشرہ ظلم سے پاک ہو جائے گا اور جب کوئی قوم مجرموں سے چشم پوشی کرتی ہے تو پھر رفتہ رفتہ پوری قوم جرائم کی لپیٹ میں آ جاتی ہے اور ہر ایک کی زندگی عذاب بن جاتی ہے۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ جن بستیوں میں مشرک لوگ ہوں اور وہ اپنے معاملات میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرتے ہوں تو ان مشرکوں کو محض شرک اور غلط عقائد کی وجہ سے اس دنیا میں ہلاک نہیں کیا جاتا بلکہ ان پر عذاب اس وقت آتا ہے جب وہ معاملات میں مخلوق کے ساتھ ظلم و زیادتی کریں۔ مشہور مقولہ ہے کہ: شرک کے ساتھ دنیاوی حکومتیں چل سکتی ہیں لیکن ظلم اور فساد حکومتوں کو برباد کر دیتا ہے اور پہلی قوموں پر بھی عذاب اس لئے آئے کہ وہ مخلوق پر ظلم و زیادتی کرتی تھیں۔

(تفسیر کبیر: سورہ ھود (۱۱): زیر آیت نمبر ۱۱۷)

[۱۳] شدید مخالفت کے باوجود اسلام لوگوں کو متاثر کر رہا تھا۔ مکہ کے سردار اپنے پیروکاروں کو کفر پر قائم رکھنے کے لئے انہیں تسلی دیتے کہ اگر اسلام کوئی اچھی چیز ہوتی تو اس کو صرف یہ فقیر، غلام اور بے سہارا لوگ ہی قبول نہ کرتے بلکہ ان سے پہلے ہم اسلام کو قبول کرتے کیونکہ ہم دانشور اور اپنی قوم کے سردار ہیں۔ ہم بڑے تجربہ کار ہیں اور کسی چیز کے حسن و قبح کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں مگر ہمیں اس میں کوئی اچھی چیز نظر نہیں آئی اس لئے ہم نے اس کو قبول نہیں کیا، لہٰذا تم بھی اس کے قریب نہ جاؤ۔

[۱۴] کفار مکہ اپنے تعصب اور تکبر کے باعث قرآن کی ہدایت حاصل نہیں کر سکے، اس لئے اب وہ یہی کہیں گے: یہ قرآن تو بڑا

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ وَ هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۚ﴿۱۲﴾

۱۲۔ حالانکہ اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب پیشوا اور رحمت بن کر آ چکی ہے، اور یہ کتاب عربی زبان میں (ہے اور تورات کی) تصدیق کرنے والی ہے تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جنہوں نے ظلم کیا اور نیکوکاروں کو خوش خبری دے۔ [۱۵]

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۚ﴿۱۳﴾

۱۳۔ بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے، پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ [۱۶]

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ یہی لوگ جنتی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بدلہ ہے ان اعمال کا جو وہ کیا کرتے تھے۔

پرانا جھوٹ ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے بھی کئی لوگ اس قسم کے جھوٹ کا سہارا لیتے رہے ہیں۔ یعنی کفار مکہ نے نہ صرف قرآن مجید کا انکار کیا بلکہ اس سے پہلے نازل ہونے والی تمام آسمانی کتابوں کو بھی جھوٹ قرار دیا۔

[۱۵] اس میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ قرآن مجید پرانا جھوٹ نہیں بلکہ بہت پرانا سچ ہے، کیونکہ اس سے سیکڑوں سال پہلے تورات نازل ہو چکی ہے جس نے لوگوں کی پیشوائی کی اور نزول قرآن کی خوش خبری سنائی۔ قرآن مجید تورات کی طرح آسمانی کتاب ہے اور تورات کی تصدیق بھی کرتا ہے۔

جس طرح تورات نے بنی اسرائیل کو ان کی زبان میں اللہ تعالیٰ کا پیغام رحمت سنایا، اسی طرح اے اہل مکہ! قرآن مجید بھی تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام رحمت ہے۔ یہ تمہاری مادری زبان یعنی عربی میں ہے۔ یہ تمہیں مظالم کے برے انجام سے ڈراتا ہے اور نیکیوں کے اچھے بدلے کی نوید سناتا ہے۔

[۱۶] یعنی جو لوگ ایمان لائے اور پھر اس پر ثابت قدم رہے، وہ بے خوف و خطر ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

استقامت سے مراد یہ ہے کہ مسلمان اپنے عقائد و اعمال کو افراط و تفریط سے بچائے اور مشکلات کے باوجود ان پر ہمیشہ عمل پیرا رہے۔ صوفیاء کے نزدیک استقامت کا درجہ کرامت سے بلند ہے۔

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات بتائیں کہ آپ کے بعد پھر مجھے اس کے متعلق کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کہو: میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا، پھر اس پر ثابت قدم رہو۔ (مسلم: ۱۵۹: کتاب الایمان: باب ۱۳)

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ

۱۵۔ اور ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے، [۱۷] اس کی ماں نے اسے تکلیف کے ساتھ (پیٹ میں) اٹھائے رکھا اور تکلیف کے ساتھ

دکتور وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: اہل استقامت مؤمنین کے پاس فرشتے آئیں گے اور تین مقامات یعنی موت، قبر اور حشر میں انہیں نجات کی خوش خبری سنائیں گے اور ان کے دلوں سے دنیا کے غم واندوہ اور آخرت کے خوف وخطر کو دور کریں گے۔
(تفسیر منیر: سورہ حٰم السجدۃ: زیر آیت نمبر ۳۰)

ثابت بنانی بیان کرتے ہیں کہ ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ مؤمن بندے کو جب قبر سے اٹھایا جائے گا تو وہ فرشتے جو دنیا میں اس کے ساتھ رہتے تھے اس سے ملیں گے اور کہیں گے کہ تم کچھ خوف وغم نہ کرو۔ (تفسیر مظہری: سورہ حٰم السجدۃ: زیر آیت نمبر ۳۰) ہم دنیا میں بھی تمہارے دوست تھے، اچھی باتیں تمہارے دلوں میں ڈالتے تھے اور شیطانوں سے تمہاری حفاظت کرتے تھے اور اب آخرت میں بھی ہم تمہارے دوست ہیں اور تمہیں خوش خبری ہو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے نیک اعمال قبول کر لئے ہیں اور ان کے بدلے اب تم ہمیشہ جنت میں رہو گے۔

[۱۷] اسلام کے نظامِ اخلاق میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ عبادت کا مستحق ہے اسی طرح والدین حسن سلوک کے مستحق ہیں، کیونکہ انسان کا حقیقی خالق تو اللہ تعالیٰ ہے مگر اس کے اس دنیا میں آنے کا ظاہری سبب والدین ہیں۔ اسی طرح انسان کا حقیقی رازق تو اللہ تعالیٰ ہے مگر اس کا ظاہری سبب والدین ہیں جو اپنی مشکلات کے باوجود اولاد کی بہتری کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے، اس لئے ان کا حق بنتا ہے کہ اولاد بھی ان کی خدمت میں ہمیشہ سرگرم رہے۔

والدین کے حقوق اور ان کی فضیلت

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: کیا میں جہاد کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے ماں باپ (زندہ) ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم ان کی خدمت میں جہاد کرو۔ (بخاری: ۵۹۷۲: کتاب الادب: باب ۳) جب تک جہاد فرض عین نہ ہو جائے اس وقت تک والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں شریک ہونا جائز نہیں ہے۔

۲۔ حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو نیکوکار بیٹا اپنے والدین کو رحمت بھری نظر سے دیکھتا ہے تو ہر نظر کے بدلے میں ایک مقبول حج کا ثواب پاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: اگر وہ دن میں سو مرتبہ اسی طرح نظر کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں (ہر نظر کے بدلے میں یہی ثواب ملتا رہے گا کیونکہ) اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اور ہر قسم کے نقص وعجز سے پاک ہے۔ (مشکوۃ المصابیح: ۴۹۴۴: کتاب الآداب: باب البر)

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے والدین کے قریب تیرا چارپائی پر اس حال میں سونا کہ تو ان سے خوش ہو اور وہ تجھ

سے خوش ہوں تو یہ تیرے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تلوار کے جہاد سے بھی افضل ہے۔

(تفسیر در منثور: سورہ بنی اسرائیل (۱۷): زیر آیت نمبر ۲۳)

۴۔ حضرت مالک بن ربیعہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ بنی سلمہ کے ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: کیا ماں باپ کے فوت ہونے کے بعد بھی ان کے ساتھ کوئی نیکی کرنا میرے ذمہ باقی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں ان کی نماز جنازہ پڑھنا، ان کے لئے استغفار کرنا، ان کے عہد کو پورا کرنا، ان کے دوستوں کی تعظیم کرنا اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا۔

(ابن ماجۃ: ۳۶۶۴: ابواب الادب: باب ۲)

۵۔ حضرت انس ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی کے والدین میں سے ایک یا دونوں اس حال میں فوت ہو جائیں کہ وہ اپنے والدین کا نافرمان تھا۔ اگر وہ اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نیکوکار اور اپنے والدین کا فرماں بردار لکھ دے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ۴۹۴۲: کتاب الآداب: باب البر)

۶۔ حضرت محمد بن نعمان بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو اپنے والدین یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قبر پر ہر جمعہ کو جائے تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور وہ فرمان بردار اور نیکوکار لکھا جائے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح: ۱۷۶۸: کتاب الجنائز: باب زیارۃ القبور)

۷۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن) تین قسم کے لوگ میرا چہرہ نہیں دیکھ سکیں گے: ان میں سے ایک والدین کا نافرمان، دوسرا میری سنت کا تارک اور تیسرا جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا۔

(تفسیر روح البیان: سورہ احزاب (۳۳): زیر آیت نمبر ۵۶)

۸۔ حضرت ابو امامہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا: والدین کا ان کے بیٹے پر کیا حق ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تیرے والدین تیرے لئے جنت ہیں یا دوزخ ہیں۔ (ابن ماجہ: ۳۶۶۲: ابواب الادب: باب ۱) یعنی والدین کی اطاعت اور خوشنودی بیٹے کو جنت میں لے جاتی ہے اور والدین کی نافرمانی و دلآزاری بیٹے کے لئے دوزخ کا سبب بن سکتی ہے۔

۹۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً بڑے گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنے والدین کو لعنت کرے۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! ایک انسان اپنے والدین کو لعنت کیسے کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک انسان کسی دوسرے کے باپ کو گالی دے اور دوسرا واپس پہلے شخص کے باپ کو گالی دے۔ اسی طرح ایک انسان کسی دوسرے کی ماں کو گالی دے اور دوسرا واپس پہلے شخص کی ماں کو گالی دے۔ (بخاری: ۵۹۷۳: کتاب الادب: باب ۴) یعنی اگر پہلا شخص گالیوں کی ابتدا نہ کرتا تو دوسرا شخص پہلے کے والدین کو گالیاں نہ دیتا، لہٰذا یہ ایسا ہی ہے جیسے پہلے شخص نے خود ہی اپنے والدین کو گالیاں دی ہیں کیونکہ وہی اس کا سبب بنا ہے۔ اس میں اسلام کی ایک اور عظمت بھی ملاحظہ کریں کہ اسلام کسی کے والدین کو گالیاں دینا بھی اتنا ہی برا سمجھتا ہے جتنا اپنے والدین کو گالیاں دینا۔

۱۰۔ حضرت انس بن مالک ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں پوچھا گیا تو

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا — اس کو جنا، [۱۸] اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، ناحق قتل کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ پھر فرمایا: کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں سے بھی بڑا گناہ بتاؤں؟ اور فرمایا: جھوٹی گواہی دینا۔ (بخاری: ۵۹۷۷: کتاب الادب: باب ۶)

بائبل میں بھی والدین کا احترام بالکل نمایاں ہے

۱۔ ماں باپ کا احترام کرو اس کے بدلے میں تمہیں جنت میں خوشگوار اور لمبی زندگی نصیب ہوگی۔ (خروج: ۲۰: ۱۲)

۲۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی توہین کرے اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ اس نے اپنے ہی خون اور گوشت کی توہین کی ہے۔
(احبار: ۲۰: ۹)

[۱۸] والدین میں اطاعت وفرمانبرداری کے اعتبار سے والد کا درجہ بلند ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص پر والد راضی ہو اس پر اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوتا ہے اور جس پر والد ناراض ہو اس پر اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوتا ہے۔ (ترمذی: ۱۸۹۹: ابواب البر: باب ۳) مگر حسن سلوک کے اعتبار سے ماں کا درجہ بلند ہے، کیونکہ وہ صنف نازک ہونے کے باوجود نو ماہ تک بچے کو اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے، پھر وضع حمل کی تکالیف سے گزرتی ہے اور پھر ایک عرصہ تک اپنا دودھ پلاتی ہے جب کہ باپ کو ان مشکل مراحل سے واسطہ نہیں پڑتا۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ماں کی تین درجے زیادہ فضیلت بیان فرمائی ہے۔ یعنی والد ۲۵ فیصد حسن سلوک کا مستحق ہے اور ماں ۷۵ فیصد حسن سلوک کی مستحق ہے۔

ماں کی فضیلت

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔
اس نے دوبارہ عرض کیا: ماں کے بعد کون ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔
اس نے تیسری بار عرض کیا: ماں کے بعد کون ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔
اس نے چوتھی بار عرض کیا: ماں کے بعد کون ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا باپ۔ (بخاری: ۵۹۷۱: کتاب الادب: باب ۲)

☆ حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: یارسول اللہ! میں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مکہ فتح کر دیا تو میں بیت اللہ میں جا کر اس کی نچلی چوکھٹ کو بوسہ دوں گا۔ آپ نے فرمایا: تم اپنی ماں کے قدم کو بوسہ دے دو، تمہاری نذر پوری ہو جائے گی۔
(عمدۃ القاری: کتاب الادب: باب ۲: جز ۲۲: ص ۸۲)

☆ حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

(کنز العمال: ۴۵۴۳۹: جلد ۱٦: ص ۴٦۱)

☆ ایک شخص اپنی ماں کو اٹھائے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ اس نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا: کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں یہ تو اس کی ایک بار خندہ پیشانی کا بھی بدل نہیں ہے۔

(مجمع الزوائد: ج ۸: ص ۱۳۷)

☆ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ میرے پاس آئیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مشرکہ تھیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ اسلام سے اعراض کرتی ہیں۔ کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں تم ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ (بخاری: ۲٦۲۰: کتاب الادب: باب ۳)

☆ حکایت ہے کہ ایک آدمی استاذ ابو اسحاق کے پاس آیا اور کہا: میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ آپ کی داڑھی لعل اور موتیوں کے ساتھ مرصع تھی۔ ابو اسحاق نے کہا: تو نے سچ کہا: آج رات میں نے سونے سے پہلے اپنی داڑھی کو ماں کے قدموں کے تلووں کے ساتھ مس کیا تھا اور یہ ماں کے قدموں کی برکت ہے۔ ابو اسحاق اپنے ہاتھ سے والدین کی خدمت کرتا تھا اور ان کی خدمت کسی اور کے سپرد نہیں کرتا تھا کیونکہ آدمی کے لئے اپنے والدین، استاذ اور مہمان کی خدمت کرنے میں کوئی عیب نہیں ہے لہٰذا بیٹے کو چاہیے کہ وہ اپنے والدین سے آگے نہ چلے اور نہ ہی کسی مجلس میں والدین سے بلند جگہ پر بیٹھے اور نہ ہی کھانے، پینے اور بات کرنے میں ان سے سبقت کرے۔

(تفسیر روح البیان: سورہ بنی اسرائیل (۱۷): زیر آیت نمبر ۲۳)

☆ حضرت ابو طفیل ﷺ بیان کرتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مقام جعرانہ میں گوشت تقسیم کر رہے تھے اور میں اس وقت نوجوان تھا اور اونٹ کی ہڈیاں اٹھا رہا تھا۔ اس اثنا میں ایک عورت آئی اور نبی ﷺ کے قریب ہوئی۔ آپ ﷺ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھا دی جس پر وہ بیٹھ گئی۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ آپ کی وہ ماں ہے جس نے آپ کو دودھ پلایا تھا۔ (ابوداؤد: ۵۱۴۴: کتاب الادب: باب ۱۱۸)

☆ نبی کریم ﷺ کی رضاعی ماں یعنی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالی عنہا جب تشریف لاتیں تو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ ان کے احترام میں کھڑے ہو جاتے، اپنی چادر بچھاتے اور اس پر اپنی رضاعی ماں کو بٹھاتے۔ (سبل الھدی والرشاد: جلد اول: ص ۴٦۸، مستدرک: امام حاکم: جلد ۴: ص ۱۸۱) ایک رضاعی ماں جس نے صرف اپنا دودھ پلایا، اسلام میں اگر اس کا اتنا عظیم مقام ہے تو جو حقیقی ماں ہے اس کا مقام کتنا عظیم ہوگا؟

☆ چھٹی ہجری میں نبی کریم ﷺ ۱۴۰۰ صحابہ کرام ﷺ کو لے کر عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ جب آپ ﷺ ابواء کے مقام سے گزرنے لگے جہاں آپ ﷺ کی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کی قبر ہے تو آپ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے قبر کے پتھروں کو درست کیا اور اس کے پاس رونے لگے۔ آپ ﷺ کو روتے دیکھ کر دوسرے مسلمان بھی رونے لگے۔ صحابہ کرام ﷺ نے آپ ﷺ سے رونے کی

بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرۡبَعِیۡنَ سَنَةً ۙ قَالَ

کا عرصہ تیس ماہ کا ہے،[۱۹] یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو

وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنی ماں کی شفقت اور محبت یاد آ گئی تو میں رونے لگ گیا۔

(کتاب الطبقات الکبیر: ابن سعد: جلد اول: ص ۹۵)

[۱۹] حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔اس آیت میں حمل اور دودھ پلانے کی مجموعی مدت تیس مہینے یعنی اڑھائی سال بیان کی گئی ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۳ اور سورہ لقمان کی آیت نمبر ۱۴ میں دودھ پلانے کی مدت دو سال متعین کر دی گئی ہے، لہٰذا دو سال دودھ پلانے کے علاوہ چھ ماہ ہی باقی رہ جاتے ہیں اور یہی حمل کی کم از کم مدت ہے۔

ماں کا دودھ

ماں کے دودھ پر سب سے زیادہ حق اس کے نومولود بچے کا ہے، اور بچے کو اپنا دودھ پلانے میں سب سے زیادہ حق ماں کا ہے۔ بچے کو اپنا دودھ پلانا ہر ماں کی فطرت اور طبیعت میں داخل ہے اور یہ ایسی فطرت ہے جو جانوروں میں بھی پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے جانور بھی بچوں کو اپنا دودھ پلانے میں سکون محسوس کرتے ہیں۔

ماں کے دودھ میں حکمتیں

۱۔ ماں کا دودھ جراثیم سے پاک ہوتا ہے اس لئے وہ کسی بیماری کا سبب نہیں بنتا کیونکہ وہ ماں کی چھاتی سے سیدھا بچے کے پیٹ میں جاتا ہے جبکہ گائے بکری کا دودھ کئی مراحل اور برتنوں سے گزرتا ہے اور کسی بھی مرحلہ پر اس میں جراثیم کا اضافہ ہو سکتا ہے جو بچے کی صحت کے لئے مضر ہو سکتے ہیں۔

۲۔ ماں کا دودھ نہ زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور نہ زیادہ گرم بلکہ بچے کے مزاج کے عین مطابق ہوتا ہے، جبکہ گائے بکری کا دودھ ماں خود گرم کرتی ہے جس میں کمی بیشی سے بچے کو تکلیف پہنچ سکتی ہے۔

۳۔ جو ماں بچے کو اپنا دودھ پلاتی ہے اس کی چھاتی میں کینسر کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں جبکہ اپنا دودھ نہ پلانے والی ماں کی چھاتی میں کینسر کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

۴۔ نومولود بچے کے لئے سب سے بہترین غذا ماں کا دودھ ہے، اس میں وہ سب کچھ ہوتا ہے جس کی ایک نومولود بچے کو ضرورت ہوتی ہے۔ کوئی بھی مصنوعی دودھ ماں کے دودھ کا متبادل نہیں بن سکتا۔

۵۔ مائیں دودھ کے ذریعے بچوں کو صرف جسمانی غذا ہی فراہم نہیں کرتیں بلکہ قومی روایات اور اخلاق و اطوار بھی منتقل کرتی ہیں۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بچوں کو اچھی ماؤں کا دودھ پلاؤ۔ (روح البیان: سورہ بقرہ: زیر آیت ۱۰۸) کیونکہ دودھ کے ذریعہ ماں کے اچھے اخلاق بچے میں منتقل ہوتے ہیں جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ماں کا دودھ بھی بچے کے کردار میں تبدیلی پیدا کرتا ہے۔'' (روح البیان: سورہ انعام: زیر آیت نمبر ۱۵۰) آج کل ہمیں شکوہ ہے کہ ہماری نوجوان نسل قومی روایات اور خاندانی اخلاق و اطوار سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ

ماؤں نے بچوں کو اپنا دودھ پلانا چھوڑ دیا ہے۔ اکبر الہ آبادی کا یہ شعر اسی حقیقت کا آئینہ دار ہے:

طفل میں بُو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی　　دودھ ہے ڈبے کا تعلیم ہے سرکار کی

ماں کے دودھ کی مدت

دو سال کی عمر تک دودھ پینا بچے کا حق ہے جیسا کہ قرآن مجید میں لکھا ہے۔ {اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔} (قرآن: ۲: ۲۳۳) دو سال سے پہلے دودھ چھڑانے کو اسلام پسند نہیں کرتا۔ اسی لئے حضرت عمر فاروق ؓ نے بچے کا وظیفہ پیدائش کے ساتھ ہی شروع کر دیا تھا تاکہ وظیفے کے لالچ میں کوئی ماں دو سال سے پہلے بچے کا دودھ نہ چھڑائے۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

نومولود کا وظیفہ

ایک رات ایک تجارتی قافلہ نے مسجد نبوی کے قریب قیام کیا۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کو فرمایا: آؤ آج رات اس قافلہ کا پہرہ دیں تاکہ کوئی ان کا سامان چوری نہ کرے۔ اس دوران حضرت عمر فاروق ؓ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو آپ اس کی ماں کے پاس آئے اور اسے کہا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور بچے کو بہلا کر خاموش کرو۔ کچھ دیر بعد بچہ پھر رویا تو حضرت عمر فاروق ؓ نے پھر اس کی ماں سے کہا کہ اپنے بچے کو بہلاؤ۔ رات کے آخری حصہ میں پھر جب بچہ رویا تو حضرت عمر فاروق ؓ نے سختی سے فرمایا: تو بڑی بے رحم ماں ہے، اسے بہلاتی کیوں نہیں؟ اس نے جواب دیا: اے اللہ کے بندے! تم خواہ مخواہ مجھے تنگ کرتے ہو، دراصل میں اس کا دودھ چھڑاتی ہوں کیونکہ خلیفہ عمر ؓ اس وقت تک بچے کا وظیفہ مقرر نہیں کرتا جب تک وہ بچہ ماں کا دودھ پینا چھوڑ نہ دے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق ؓ پر رقت طاری ہوگئی اور صبح کی جماعت کرانے کے فوراً بعد فرمایا: ہائے عمر! تو نے کتنے بچوں کا خون کیا ہوگا، اسی وقت منادی کرادی۔ خبردار! بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو، آج کے بعد جس دن بچہ پیدا ہوگا اسی دن اس کا وظیفہ مقرر کر دیا جائے گا۔ (طبقات ابن سعد: جلد ۳: ص ۲۸۰، سیرۃ عمر بن الخطاب: ابن الجوزی: ص ۶۲، الفاروق عمر: محمد حسین ہیکل: حصہ دوم: ص ۱۹۵، مصنف عبدالرزاق: حدیث نمبر ۹۷۱۷: جلد ۵: ص ۳۱۱، الفاروق علامہ شبلی نعمانی: ص ۳۳۰)

تاریخ انسانیت میں حضرت عمر فاروق ؓ پہلے حکمران ہیں جنہوں نے بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کا سرکاری وظیفہ جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا مگر آج ہماری بدقسمتی ہے کہ مسلم دنیا کے غریب بچے اس نعمت سے محروم ہیں اور غیر مسلم دنیا میں امیر بچے اس سہولت سے مستفید ہو رہے ہیں۔

عالمی صحت کا ادارہ

عالمی صحت کا ادارہ (The World Health Organization) اقوام متحدہ کی صحت کے لئے خصوصی ایجنسی ہے۔ یہ سات اپریل ۱۹۴۸ء میں قائم ہوئی۔ آئین میں WHO کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ تمام افراد عالم کو ممکن حد تک

صحت کا اعلیٰ ترین مقام حاصل ہو۔WHO کے آئین کے مطابق صحت کی تعریف صرف یہی نہیں کہ انسان بیمار اور کمزور نہ ہو بلکہ اس کو مکمل جسمانی، ذہنی اور معاشرتی فلاح و بہبود حاصل ہو۔WHO عالمی صحت کی اسمبلی WHA کے ماتحت ہے جو کہ ۱۹۲ رکن ریاستوں پر مشتمل ہے۔

WHO کی شائع کردہ عالمی صحت کی رپورٹ ۲۰۰۲ء کے مطابق

بچے کی نشوونما کے لئے ماں کا دودھ سب سے بہترین غذا مہیا کرتا ہے اور ساتھ ہی متنوع غذائی فوائد بھی فراہم کرتا ہے جو کہ بچے کی گوناگوں ضروریات کے عین مطابق ہے۔ بچے کے اوائل چھ ماہ میں ماں کا دودھ مناسب معدنیات اور قوت بخش غذا کا حامل ہے۔اس دودھ میں ایسے حفاظتی، ترکیبی اور دیگر مدافعاتی اجزا ہیں جو مختلف بکٹیریا، متعدی اور طفیلی جراثیم سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔اس دودھ کے عناصر بچے کے ذاتی مدافعاتی نظام کی مناسب نشوونما میں تحریک پیدا کرتے ہیں۔ ان موجود دلائل کی بناء پر WHO کی عوامی صحت کی ہدایت یہ ہے کہ بچوں کو زندگی کے اوائل چھ ماہ میں بلاشرکتِ غیرے ماں کا دودھ پلایا جائے اور یہ عمل دو سال تک جاری رہے۔''بلاشرکتِ غیرے دودھ پلانے'' کا مطلب یہ ہے کہ اوائل چھ ماہ میں بچے کو صرف ماں کا دودھ دیا جائے، کھانے پینے کی اور کوئی چیز نہ دی جائے۔تقریباً تمام حالات میں بچے کی غذا کے لئے ماں کا دودھ سب سے زیادہ آسان، سب سے زیادہ صحت بخش اور سب سے سستا طریقہ ہے اور بچے کی غذائی ضروریات کے بھی عین مطابق ہے۔

ماں کا دودھ پلانے میں کمی اور خاص کر زندگی کے اوائل مہینوں میں بلاشرکتِ غیرے ماں کا دودھ پلانے کی قلت، یہ ایسے خطرات کا حامل ہے جو بچوں کی ہلاکت اور بیماری کا سبب بنتے ہیں۔ خاص طور پر ترقی پذیر ممالک میں جب بچوں کو اسہال اور سانس کی بیماری لاحق ہوتی ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ ماں کا دودھ بچے کی اعصابی نشوونما میں اہم کردار ادا کرتا ہے خاص طور پر وہ بچے جو قبل از وقت، کم جسامت یا کم وزن والے پیدا ہوں ان کی اعصابی نشوونما کے لئے ماں کا دودھ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ (WHO 2002 P 56- lack of Breast-feeding)

یہاں ایک نکتہ قابل غور ہے کہ WHO نے سالہا سال کی تحقیقات کے بعد ۲۰۰۲ء میں یہ سفارش کی کہ بچے کو دو سال تک ماں کے دودھ کی ضرورت ہے جبکہ قرآن مجید نے ۱۴۰۰ سال پہلے یہ اعلان کیا:

۱۔ {مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔} (قرآن: ۲: ۲۳۳)

۲۔ {ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی (کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے) اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ تو میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر کر۔ (آخر تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔} (قرآن: ۳۱: ۱۴) یہ اسلام کے دینِ فطرت ہونے اور قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰىهُ وَ اَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ ۚۛ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَ اِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۱۵﴾

گیا[۲۰] تو اس نے کہا: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکرادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی ہے اور یہ کہ میں ایسے نیک کام کروں جن سے تو راضی ہو اور میرے لئے میری اولاد میں خیر رکھ دے، بے شک میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور بے شک میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔[۲۱]

[۲۰] چالیس سال کی عمر انسانی زندگی کا وہ سنہری دور ہے جہاں انسان کی عقل اتنی پختہ ہو جاتی ہے کہ پھر جوش اور جذبات اس پر غالب نہیں آتے بلکہ ہوش اور تجربات اس کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اسے حق اور باطل کے سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ ہاں اگر وہ جان بوجھ کر اپنی عقل پر ہٹ دھری اور جہالت کے پردے لٹکا دے تو پھر اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

سید محمود آلوسی ایک حدیث نقل کرتے ہیں: جس شخص کی عمر چالیس سال سے زیادہ ہو جائے اور پھر بھی وہ (گناہوں سے) توبہ نہ کرے تو شیطان اس کے منہ پر ہاتھ پھیرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ایسا چہرہ ہے جو کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔
(تفسیر روح المعانی: سورہ احقاف (۴۶): زیر آیت نمبر ۱۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس کے چالیس سال گزر جائیں پھر بھی اس کی نیکی اس کی برائی پر غالب نہ ہو تو ایسے شخص کو دوزخ کی تیاری کرنی چاہیے۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ احقاف (۴۶): زیر آیت نمبر ۱۵)

نبوت کے لئے عمومی عمر چالیس سال ہے

مفسرین کے نزدیک نبی کو چالیس سال کی عمر کے بعد مبعوث کیا جاتا ہے۔ اگر چہ بعض انبیائے کرام یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو چالیس سال کی عمر سے پہلے نبوت عطا کی گئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے لیکن اس کی سنت یہ ہے کہ نبوت چالیس سال کی عمر پوری ہونے کے بعد عطا کی جاتی ہے، جیسا کہ علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین کی طرف گئے تو ان کی عمر بارہ سال تھی، پھر دس سال وہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چراتے رہے، پھر حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی سے ساتھ شادی ہو جانے کے بعد مزید ۱۸ سال اپنی بیوی کے ساتھ مدین میں رہے اور ان کا ایک بیٹا ہوا۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر مکمل چالیس سال ہو گئی اور یہ وہ مدت ہے جس کے پورے ہونے پر انبیاء کو مبعوث کرنے کی اللہ تعالیٰ کی عادت مبارکہ ہے۔
(بحر محیط: سورہ طٰہٰ (۲۰): زیر آیت نمبر ۴۰)

[۲۱] بندہ مومن جب چالیس سال کی اس پختہ عمر کو پہنچتا ہے تو پہلے اگر وہ غفلت کا شکار رہا ہے تو اب اس عمر میں اس کا ضمیر بیدار ہو

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ نَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝١٦

١٦۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے نیک اعمال کو ہم قبول کرتے ہیں اور ان کی برائیوں سے درگزر کرتے ہیں، (یہ لوگ) اہل جنت میں سے ہیں، یہ سچا وعدہ ہے جو ان (اہل ایمان) سے کیا جاتا ہے۔ [٢٢]

وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۗ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٧

١٧۔ اور جس نے اپنے والدین سے کہا: تم پر افسوس ہے! کیا تم مجھے ڈراتے ہو کہ میں (قبر سے) نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں (ان میں سے تو کوئی اب تک زندہ نہ ہوا) اور وہ دونوں (یعنی ماں باپ) اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں (اور اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں:) تو ہلاک ہو جائے گا ایمان لے آ، بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، تو وہ کہتا ہے: یہ تو صرف پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں۔ [٢٣]

جاتا ہے اور اپنی غفلتوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے اپنے رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور دعا کرتا ہے: اے میرے رب! مجھے شکر اور نیک کام کی توفیق عطا فرما اور مجھے اور میری اولاد کو اپنی فرمانبرداری میں قبول فرما۔

اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت میں جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے اس کا مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چار نسلیں صحابی ہیں۔ یعنی والدین، خود، اولاد اور پوتا بھی۔ صحابہ کرام علیہم السلام میں اور کوئی ایسا نہیں جس کی چار نسلیں صحابی ہوں حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے بھی صحابی نہیں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں کوئی ایسا شخص نہیں جو خود بھی ایمان لایا ہو، اس کے ماں باپ بھی ایمان لائے ہوں اور اس کے تمام بیٹے اور بیٹیاں بھی ایمان لائی ہوں۔
(تفسیر قرطبی: سورہ احقاف (٤٦): زیر آیت نمبر ١٥)

[٢٢] جو لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنت ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنی اولاد کے لئے بھی بھلائی کی توفیق مانگتے ہیں، یہ وہ خوش نصیب ہیں جن کے نیک اعمال کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور ان کی نیکیوں کے باعث ان کی لغزشوں سے درگزر فرماتا ہے اور اپنے وعدہ کے مطابق انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔

[٢٣] اس آیت میں ایسے کافر کا ذکر ہے جس کے والدین مسلمان ہیں اور وہ اس کو آخرت کے عذاب سے ڈراتے ہیں، مگر وہ کافر

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں (اللہ تعالیٰ کے عذاب کا) فرمان ثابت ہو چکا ہے، (یہ) جنات اور انسانوں کے ان گروہوں میں سے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں، بے شک وہ لوگ نقصان اٹھانے والے تھے۔ [۲۴]

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ اور ہر ایک کے لئے ان کے اعمال کے مطابق درجات ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ [۲۵]

بیٹا والدین سے بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے کہتا ہے: تم کیسی عجیب باتیں کرتے ہو۔ تم مجھے آخرت سے ڈراتے ہو حالانکہ بہت سی امتیں گزر چکی ہیں، ان میں سے کوئی بھی دوبارہ زندہ نہیں ہوا تو پھر میں کیسے دوبارہ زندہ ہوں گا؟ اگرچہ مسلمانوں کا یہ دعویٰ کبھی نہیں رہا کہ قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ چونکہ ابھی تک قیامت نہیں آئی اس لئے اس سے پہلے دوبارہ کسی کو زندہ نہیں کیا جائے گا، لیکن اس کافر بیٹے کے والدین پھر بھی اس کی ہدایت کے لئے دعا کرتے ہیں اور اسے سمجھاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، قیامت ضرور آئے گی، لہٰذا تو ایمان لے آ، ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا اور تجھے رسوا کن عذاب سے واسطہ پڑے گا، مگر وہ کافر بیٹا پھر بھی اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہتا ہے اور والدین کو کہتا ہے: یہ پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں کہ قیامت آئے گی۔

[۲۴] جنات اور انسانوں کے بہت سے گروہ گزر چکے ہیں جو انکار قیامت کے باعث عذاب جہنم کے مستحق قرار پا چکے ہیں، اور جو بھی ان کی پیروی کریں گے، ظاہر ہے وہ بھی ان کے ساتھ مل کر نقصان اٹھائیں گے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیات حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبدالرحمان یا عبداللہ کے حق میں نازل ہوئیں کیونکہ وہ ابتدا میں اسلام نہیں لائے تھے، مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ان آیات میں جس سرکش بیٹے کا ذکر ہے اس کی موت کفر پر ہوئی اور وہ عذاب جہنم کا مستحق ٹھہرے گا جبکہ حضرت ابوبکرؓ کے دونوں بیٹوں نے بعد میں اسلام قبول کیا اور بقیہ زندگی اسلام کے مطابق گزاری۔

[۲۵] جنت اور دوزخ میں مختلف درجات ہیں۔ ہر ایک کا درجہ اس کے اعمال کے مطابق ہوگا۔ کسی مجرم کو اس کے جرم سے زیادہ سزا نہیں دی جائے گی اور نہ ہی کسی نیکوکار کے اجر میں کمی کی جائے گی بلکہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔

وَ يَوۡمَ يُعۡرَضُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا عَلَى النَّارِؕ اَذۡهَبۡتُمۡ طَيِّبٰتِكُمۡ فِىۡ حَيَاتِكُمُ الدُّنۡيَا وَاسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِهَا‌ۚ فَالۡيَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ عَذَابَ الۡهُوۡنِ بِمَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ وَبِمَا كُنۡتُمۡ تَفۡسُقُوۡنَ ؏ ۲۰

۲۰۔ اور جس دن کفار آتش جہنم کے سامنے پیش کئے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا:) تم اپنی مرغوب چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں لے چکے ہو اور تم ان سے لطف اندوز ہو چکے ہو، پس آج کے دن تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس وجہ سے کہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانی کرتے تھے۔ [۲۶]

ع

وَاذۡكُرۡ اَخَا عَادٍؕ اِذۡ اَنۡذَرَ قَوۡمَهٗ بِالۡاَحۡقَافِ وَقَدۡ خَلَتِ النُّذُرُ مِنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖۤ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّىۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ۲۱

۲۱۔ اور آپ قوم عاد کے بھائی (ہود علیہ السلام) کا ذکر کریں، جب انہوں نے احقاف میں اپنی قوم کو ڈرایا اور ان سے پہلے اور ان کے بعد کئی ڈرانے والے گزر چکے تھے کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بے شک مجھے تم پر بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔ [۲۷]

قَالُوۡۤا اَجِئۡتَـنَا لِتَاۡفِكَنَا عَنۡ اٰلِهَـتِنَا‌ ۚ فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ۲۲

۲۲۔ انہوں نے کہا: کیا آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے برگشتہ کر دیں؟ پس جس عذاب سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں اسے لے آؤ، اگر آپ سچوں میں سے ہیں۔ [۲۸]

---

[۲۶] کفار کو جہنم کے کنارے کھڑا کر کے کہا جائے گا: تم نے دنیا میں جو سخاوت، خدمت خلق، اور عدل و انصاف وغیرہ اچھے کام کئے تھے ان کا بدلہ تمہیں دنیا میں دے دیا گیا تھا، تم اپنی مرغوب چیزوں اور دنیوی نعمتوں سے خوب لطف اندوز ہو چکے ہو، مگر آج تمہیں جہنم کی آگ اور ذلت کے عذاب میں پھینکا جائے گا کیونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا اور زمین میں ناحق تکبر کرتے رہے۔

[۲۷] ریت کے بل کھاتے ہوئے ٹیلوں کو احقاف کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں احقاف سے مراد وہ ریگستان ہے جو عمان سے حضر موت تک پھیلا ہوا ہے۔ کبھی یہاں سرسبز و شاداب کھیت اور قوم عاد کی عظیم الشان بستیاں ہوتی تھیں۔ ان کے پاس کئی نبی آئے جنہوں نے انہیں فرمایا: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور حضرت ہود علیہ السلام نے بھی ان کو یہی فرمایا: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، ورنہ مجھے تم پر بڑے دن یعنی قیامت کے عذاب کا خطرہ ہے۔

[۲۸] قوم عاد کے لوگ بڑے سرکش تھے۔ انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو کہا: ہم آپ کی دعوت پر اپنے خداؤں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں اور جس عذاب سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں اگر آپ سچے ہیں تو اس کو ابھی کیوں نہیں لے آتے۔

قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَ اُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ ہود علیہ السلام نے فرمایا: اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اور میں تمہیں وہی پیغام پہنچا رہا ہوں جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں لیکن میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم جاہل لوگ ہو۔ [۲۹]

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ۙ

۲۴۔ پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو بادل کی طرح اپنی وادیوں کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ بادل ہے جو ہم پر برسنے والا ہے، بلکہ یہ تو وہ عذاب ہے جس کے لئے تم جلدی مچا رہے تھے، یہ آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ [۳۰]

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ یہ آندھی اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ و برباد کر دے گی، پس وہ ایسے (تباہ) ہو گئے کہ ان کے (ویران) گھروں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا، ہم مجرم لوگوں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ [۳۱]

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَةً ۡ فَمَاۤ

۲٦۔ اور بے شک ہم نے ان (یعنی قوم عاد کے) لوگوں کو ان چیزوں پر قدرت دی تھی جن پر (اے اہل مکہ!) تم

[۲۹] یعنی وہ عذاب کب آئے گا؟ اسی دنیا میں یا آخرت کے لئے مؤخر کر دیا جائے گا؟ اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، البتہ مجھے جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے وہ میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ اگر تم سرکشی سے باز نہ آئے تو تم پر عذاب ضرور آئے گا، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم جاہل لوگ ہو اور حقیقت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے۔

[۳۰] جب ان کے عذاب کا وقت مقرر آ گیا تو انہوں نے دیکھا کہ ایک سیاہ بادل ان کی وادیوں کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ ان کے ہاں ایک عرصہ سے بارش نہیں ہوئی تھی اور سارا علاقہ قحط سالی کا شکار تھا۔ وہ بادل کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور ایک دوسرے کو مبارکیں دینے لگے کہ بادل آ رہا ہے جو ہم پر برسے گا اور ہماری قحط سالی دور ہو جائے گی۔ اس وقت حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا: یہ بارش کا بادل نہیں بلکہ دردناک عذاب کی آندھی ہے جس کے لئے تم جلدی مچا رہے تھے۔ (صفوۃ التفاسیر)

[۳۱] چنانچہ وہ آندھی آئی اور مسلسل آٹھ روز تک چلتی رہی جس کی وجہ سے سارے انسان اور جانور ہلاک ہو گئے، مکانوں کی چھتیں اڑ گئیں۔ صرف ٹوٹی ہوئی دیواریں نشان عبرت کے طور پر باقی رہ گئیں۔ اللہ تعالیٰ مجرموں کو اسی طرح سخت سزا دیتا ہے۔

اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَ لَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَیْءٍ اِذْ كَانُوْا یَجْحَدُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ۠ ﴿۲٦﴾ ع ۳

کو قدرت نہیں دی اور ہم نے انہیں کان، آنکھیں اور دل دیئے تھے مگر ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کے دل انہیں کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور بالآخر اس عذاب نے انہیں گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ [۳۲]

وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَ صَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اور بے شک ہم نے تمہارے اردگرد کئی بستیوں کو تباہ و برباد کر ڈالا اور ہم نے مختلف انداز میں اپنی نشانیاں ظاہر کیں تا کہ وہ (حق کی طرف) رجوع کریں۔ [۳۳]

فَلَوْ لَا نَصَرَهُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَ ذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَ مَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ پس اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کو معبود بنا رکھا تھا انہوں نے ان کی مدد کیوں نہیں کی؟ بلکہ وہ تو ان سے غائب ہو گئے، اور یہ ان کا جھوٹ اور بہتان تھا جو وہ باندھتے تھے۔ [۳۴]

---

[۳۲] اس آیت میں اہل مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ قوم عاد کی طاقت اور شان و شوکت تم سے زیادہ تھی لیکن جب انہوں نے حق کو سننے، حق کو دیکھنے اور حق کو سمجھنے سے اعراض کیا اور بغیر سوچے سمجھے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کر دیا بلکہ عذاب الٰہی کا مذاق اڑانے لگے تو پھر ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کے دل انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکے، اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑاتے تھے اسی نے انہیں تباہ و برباد کر دیا، لہٰذا تم ان سے عبرت حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار نہ کرو وگرنہ تم پر بھی عذاب آ سکتا ہے۔

[۳۳] اے اہل مکہ! تمہارے اردگرد عاد و ثمود وغیرہ کی کئی بستیوں کو ہم نے تباہ کیا ہے۔ تم اپنے تجارتی سفروں میں ان کے کھنڈرات کو دیکھ چکے ہو۔ ہم نے ان کے پاس بھی انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے۔ انہوں نے انہیں معجزات دکھائے تا کہ وہ حق کی طرف رجوع کریں مگر وہ اپنی ہٹ دھرمی اور سرکشی سے باز نہ آئے جس کے نتیجہ میں انہیں ہلاک کر دیا گیا، لہٰذا تم ان سے عبرت حاصل کرو۔

[۳۴] قوم عاد و ثمود پر جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھا تھا انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی؟ بلکہ اس مصیبت کے وقت وہ اپنے پجاریوں سے غائب ہو گئے۔ دراصل کفار کا یہ عقیدہ ہی سراسر جھوٹ اور بہتان ہے کہ بتوں کی پرستش کرنے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے۔

وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٢٩﴾

٢٩۔ اور جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن (کی تلاوت) سنیں، پس جب وہ آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو انہوں نے (آپس میں) کہا: خاموش رہو، پھر جب (قرآن کی تلاوت) ختم ہو گئی تو وہ اپنی قوم کو (اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) ڈرانے کے لئے واپس لوٹے۔ [۳۵]

قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٣٠﴾

٣٠۔ انہوں نے کہا: اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک ایسی کتاب سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی ہے اور پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو حق اور سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣١﴾

٣١۔ اے ہماری قوم! تم اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرلو اور اس پر ایمان لے آؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے گا۔

وَ مَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٢﴾

٣٢۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول نہیں کرے گا تو وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والا نہیں ہے، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے کوئی مددگار ہوں گے، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

---

[۳۵] جنات کے مختلف گروہ مختلف مواقع پر نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور قرآن مجید کا پیغام سن کر مسلمان ہوئے۔ ان آیات میں اس سلسلہ کا یہ پہلا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ اس وقت آپ ﷺ مکہ کے قریب وادی نخلہ میں صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جنات جب وہاں پہنچے تو آپ ﷺ تلاوت فرما رہے تھے۔ جنات خاموشی کے ساتھ سنتے رہے اور جب نبی کریم ﷺ نے تلاوت ختم فرمائی تو وہ جنات (جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکار تھے) اپنی قوم کی طرف واپس لوٹے اور کہا: اے ہماری قوم! ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک ایسی کتاب کی تلاوت سنی ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو حق اور سیدھا راستہ دکھاتی ہے، لہٰذا تم اس رسول کی دعوت کو قبول کر و اور اس پر ایمان لے آؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ کیا وہ دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور ان کو پیدا کرنے سے وہ تھکا نہیں، وہ ضرور اس پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کردے، کیوں نہیں، بلکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔[۳۶]

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور جس دن کفار کو آتش جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا (تو ان سے کہا جائے گا): کیا یہ برحق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، ہمارے رب کی قسم! (یہ برحق ہے)، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب تم اس عذاب کا مزہ چکھو جس کا تم انکار کیا کرتے تھے۔[۳۷]

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

۳۵۔ ہمارے پیارے نبی! پس آپ صبر کریں جس طرح عالی ہمت رسولوں نے صبر کیا تھا اور ان (کفار) کے لئے (طلب عذاب میں) جلدی نہ کریں، جس دن وہ اس (عذاب آخرت) کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو (وہ خیال کریں گے) گویا وہ (دنیا میں) صرف دن کی ایک گھڑی رہے تھے، یہ پیغام حق ہے، پس نافرمان لوگوں کے علاوہ کسی کو

گناہ بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے گا، اور جو اس رسول کی دعوت قبول نہیں کرے گا وہ کھلی گمراہی میں ہوگا، وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ نہیں سکے گا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی کوئی مدد کر سکے گا۔

[۳۶] کیا کفار مکہ غور نہیں کرتے کہ جس اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان جیسی بڑی بڑی چیزیں بنائیں اور ان کے بنانے میں اس کو کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی تو اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ ایک چھوٹے سے انسان کو دوبارہ زندہ کردے حالانکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

[۳۷] کفار اسی دنیا کو سب کچھ سمجھتے تھے اسی لئے آخرت کے منکر تھے مگر قیامت کے دن جب انہیں آتش جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا: کیا یہ وہی جہنم نہیں جس کا تم انکار کیا کرتے تھے؟ تو وہ قسم کھا کر اعتراف کریں گے کہ واقعی قیامت برحق ہے اور ہم غلطی پر تھے، مگر اس وقت کا اعتراف کسی کافر کو عذاب سے نہیں بچا سکے گا۔

ہلاک نہیں کیا جائے گا۔ [۳۸]

[۳۸] ہمارے پیارے نبی! آپ اہل مکہ کی ایذا رسانی سے کبیدہ خاطر نہ ہوں اور اولوالعزم رسولوں کی طرح صبر کریں اور ان (کفار) کے لئے طلب عذاب میں جلدی نہ کریں۔ قیامت کے دن جب یہ لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو انہیں دنیا کی زندگی اتنی مختصر معلوم ہوگی جیسے دنیا کے دن کی ایک گھڑی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے کہ صرف نافرمان لوگوں پر عذاب مسلط کیا جائے گا۔ جو فرمانبردار ہیں ان کو عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا۔

اولوالعزم رسول کون ہیں؟

دراصل سب رسول اولوالعزم ہیں۔ پیغام الٰہی کی تبلیغ میں ہر رسول نے پورے عزم اور ہمت کا مظاہرہ کیا ہے، مگر قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق چونکہ بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت حاصل ہے، اس لئے جو رسول صفت عزم میں دوسروں سے زیادہ امتیاز رکھتے ہیں ان کے اسمائے گرامی کے ساتھ اولوالعزم مشہور ہوگیا ہے اور وہ پانچ ہیں: یعنی حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از عصر بروز پیر ۷ جون ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۹ مئی تا ۷ جون یعنی صرف نو دنوں میں سورہ احقاف کی تفسیر مکمل ہوگئی

الحمدللہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورة محمد (۴۷)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''محمد'' ہے جو اس کی آیت نمبر ۲ سے ماخوذ ہے۔ اس سورت کا دوسرا نام قتال ہے کیونکہ اس سورت میں قتال (جنگ) کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔

مضامین

قرآن مجید میں چار مقامات پر ہمارے پیارے نبی ﷺ کا اسم مبارک محمد ذکر کیا گیا ہے۔ ایک تو اس سورت کی آیت نمبر ۲ میں اور باقی تین مقامات درج ذیل ہیں: سورہ آل عمران (۳) کی آیت نمبر ۱۴۴، سورہ احزاب (۳۳) کی آیت نمبر ۴۰، اور سورہ فتح (۴۸) کی آیت نمبر ۲۹ میں۔

قتال

مدینہ میں پورے نو سال سے کفار سے جنگوں کا سلسلہ جاری تھا، اس حوالے سے اسلامی فوج کو حکم دیا جارہا ہے کہ جب جنگجو کفار لڑنے کے لئے مقابلہ میں آجائیں تو بزدلی نہ دکھاؤ بلکہ سردھڑ کی بازی لگادو جو مقابلے میں آئے اس کا سر اڑادو تاکہ آئندہ کسی دشمن کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوسکے۔

یہ صرف میدان جنگ کی بات ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حالت امن وصلح میں بھی اگر کوئی راستہ یا گلی میں ملے تو اسے قتل کردو ہرگز نہیں۔ ملاقات گلی میں ہو تو اس کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے، ملاقات میدان جنگ میں ہو تو اس کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے، لہٰذا میدان جنگ میں پوری جرأت سے مقابلہ کرو اور جب جنگ ختم ہوجائے تو مال غنیمت جمع کرنے سے پہلے جنگی قیدیوں کو اچھی طرح رسیوں سے باندھ لو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بھاگ جائیں اور پھر تمہارے لئے کوئی نئی مصیبت کھڑی کردیں۔

جنت ودوزخ

جس طرح اہل ایمان اور اہل کفر کے عقائد اور اعمال مختلف ہیں اسی طرح ان دونوں کا انجام بھی مختلف ہوگا۔ پرہیزگار ایسی جنت میں ہوں گے جس میں صاف پانی، دودھ، شراب، شہد کی نہریں اور ہر قسم کے پھل ہوں گے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی بخشش اور رضا حاصل ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان سے ناراض نہیں ہوگا۔ ان کے برعکس اللہ تعالیٰ کے منکروں کو دائمی آگ میں پھینک دیا جائے گا جہاں انہیں ایسا کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جس سے ان کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی۔

منافقین کی پہچان

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ منافقین کو پہچان لیتے تھے مگر ان کا نفاق اس وقت تک ظاہر نہیں فرمایا جب تک

کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے اظہار کی اجازت نہیں دی اور ان کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع نہیں فرمایا اور ان کی قبروں پر کھڑے ہونے سے منع نہیں فرمایا۔ (تفسیر کبیر: سورہ محمد (۴۷): زیر آیت نمبر ۳۰) اور جب آپ کو منافقین کا نام ظاہر کرنے کی اجازت مل گئی تو آپ ﷺ نے ان کے نام لے کر انہیں مسجد سے نکال دیا۔

جنگ میں صلح کی دعوت دینا

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور اگر کفار صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی صلح کی طرف مائل ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں} (قرآن: ۸:۶۱) یعنی اگر کفار صلح کی دعوت دیں تو تم ان کی دعوت قبول کرلو اور صلح کر کے جنگ بند کر دو، لیکن اس سورت کی آیت نمبر ۳۵ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صلح کی دعوت دینے سے منع فرمایا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسلمانوں کو صلح کی ابتدا نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو منافقوں کی طرح بزدلی اور کمزوری دکھاتے ہوئے صلح کی دعوت نہیں دینی چاہیے اور ایسی صورت میں بھی صلح کی دعوت نہیں دینی چاہیے جس کے نتائج مسلمانوں کے حق میں نقصان دہ ہوں۔ ہاں اگر ایسی صورت ہو جس میں مسلمانوں کے وقار اور دبدبہ میں فرق نہ آتا ہو تو ایسی حالت میں صلح کی دعوت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از مغرب بروز پیر ۷ جون ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ

ایاتہا ۳۸ ۴۷ سورۃ محمد مدنیۃ ۹۵ رکوعاتہا ۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعۡمَالَہُمۡ ①

۱۔ جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسروں کو) اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا، اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو برباد کر دیا۔[۱]

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ۙ کَفَّرَ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ وَ اَصۡلَحَ بَالَہُمۡ ②

۲۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور اس پر ایمان لائے جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا اور وہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی برائیاں ان سے دور کر دیں اور ان کے حال کی اصلاح کر دی۔[۲]

[۱] جو لوگ خود بھی کافر ہیں اور دوسروں کو بھی اسلام سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے اچھے کام بھی مثلاً صدقہ وخیرات، عدل وانصاف اور خدمت خلق وغیرہ آخرت میں ان کے کچھ کام نہیں آئیں گے کیونکہ ایمان کے بغیر اعمال پر اجر وثواب نہیں ملتا، البتہ دنیا میں ان کے اچھے کاموں کے بدلے میں انہیں دنیاوی آسائشیں اور راحتیں دیدی جاتی ہیں۔

[۲] ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر جو دین نازل کیا گیا ہے وہی دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک برحق دین ہے۔ جو لوگ اس دین پر ایمان لاتے ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں، ان کے ایمان لانے کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ کفر کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور نیک اعمال کی برکت سے ان کی زمانہ اسلام کی لغزشوں سے درگزر فرماتا ہے اور آئندہ انہیں نیک اعمال کی توفیق دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔} (قرآن: ۱۱: ۱۱۴) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نیکیوں کی برکت سے گناہ معاف فرماتا ہے اسی طرح نیکوں کی شفاعت سے گناہگاروں کو بھی معاف فرمائے گا۔

نیکیوں کی برکت

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ذرا بتلاؤ تو اگر تم سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ دفعہ غسل کرتا ہو تو تمہارا کیا خیال ہے! یہ غسل اس کے جسم پر میل کو باقی رہنے دے گا؟ صحابہ نے عرض کیا: یہ غسل اس کے جسم پر کوئی میل نہیں چھوڑے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی بھی یہی مثال ہے، اللہ تعالیٰ نماز کے ذریعہ اپنے بندے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (بخاری: ۵۲۸: کتاب مواقیت الصلاۃ: باب ۶)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سردی کے موسم میں جب درختوں کے پتے جھڑ رہے تھے باہر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے ایک درخت کی ایک شاخ کو پکڑا (اور اس کو حرکت دی تو) اس شاخ سے پتے جھڑنے لگے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! بندہ رضائے خداوندی کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ یوں جھڑتے ہیں جیسے اس درخت سے پتے جھڑ رہے ہیں۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۱۷۹)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: پانچ نمازیں، ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک ان گناہوں کا کفارہ ہوجاتے ہیں جو ان کے درمیان صادر ہوں جبکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ (مسلم: ۵۵۲: کتاب الطہارۃ: باب ۵)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حج کرے اور حج کے دوران نہ کوئی فحش کلامی کرے اور نہ ہی نافرمانی کا مرتکب ہو، وہ حج سے لوٹنے پر گناہوں سے یوں پاک ہوگا جیسے وہ اپنی ولادت کے دن گناہوں سے پاک تھا۔ (بخاری: ۱۵۲۱: کتاب الحج: باب ۴)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن روزہ اور قرآن بندہ کی شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا: اے میرے رب! دن کے وقت اس کو کھانے اور شہوت پوری کرنے سے میں نے روک دیا تھا اس کے لئے میری شفاعت قبول فرما اور قرآن کہے گا: اس کو رات کی نیند سے میں نے روک دیا تھا اس کے لئے میری شفاعت قبول فرما، پس ان دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (مسند احمد: جلد ۲: ص ۱۷۴)

نیکوکاروں کی برکت

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے امام مسلم نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ پھر دوزخ کے اوپر ایک پل رکھا جائے گا اور شفاعت کی اجازت مل جائے گی اور انبیائے کرام علیہم السلام کہیں گے: اے اللہ! سلامت رکھ، سلامت رکھ! ۔۔۔ بعض اہل ایمان اس پل سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے، بعض بجلی کی طرح، بعض ہوا کی طرح، بعض پرندوں کی طرح بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح اور بعض اونٹوں کی طرح، یہ سب سلامتی کے ساتھ گزر جائیں گے اور بعض جہنم میں گر جائیں گے، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جو مومن نجات پا کر جنت میں چلے جائیں گے وہ اپنے ان اہل ایمان بھائیوں کو جہنم سے چھڑانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اس شخص سے بھی زیادہ جھگڑا کریں گے جو اپنا حق مانگنے کے لئے کسی سے جھگڑا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کریں گے: اے ہمارے رب! یہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے، ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ حج کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا: جن لوگوں کو تم پہنچانتے ہو ان کو دوزخ سے نکال لو اور ان پر دوزخ کی آگ حرام کردی جائے گی، پھر جنت والے کثیر تعداد میں ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لائیں گے جن میں سے بعض کی نصف پنڈلیوں کو اور بعض کو گھٹنوں تک دوزخ کی آگ نے جلا ڈالا تھا۔ ۔۔۔ (مسلم: حدیث نمبر ۴۵۴: کتاب الایمان: باب ۸۱) اس سے معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کی سنگت اور دوستی قیامت کے دن جہنم سے نجات کا ذریعہ ہوگی۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مؤمن کے لئے چالیس اہل ایمان شفاعت کریں اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرماتا ہے۔ (ابن ماجۃ: ١٤٨٩ :ابواب الجنائز: باب ١٩)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: میری امت ایسی امت ہے جو خدا کی رحمت کے سائے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت سے توجہ فرماتا ہے۔ میرے امتی گناہوں سے آلودہ قبروں میں داخل ہوتے ہیں اور جب قبروں سے نکلتے ہیں تو ان کا دامن گناہوں سے خالی ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی ان کے لئے کی جانے والی دعاہائے مغفرت سے ان کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

(المعجم الأوسط للطبرانی: حدیث نمبر ١٩٠٠: جلد ٢: ص ٥٢٣، مجمع الزوائد: جلد ١٠: ص ٦٩)

☆ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تین لوگ شفاعت کریں گے، سب سے پہلے انبیاء پھر علماء اور پھر شہداء۔ (ابن ماجۃ: ٤٣١٣: ابواب الزھد: باب ٣٧)

☆ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قبیلہ ربیعۃ اور قبیلہ مضر کے افراد کے برابر لوگوں کی شفاعت کریں گے۔ (ترمذی: ٢٤٣٩ :ابواب صفۃ الجنۃ: باب ١٢)

قرآن مجید میں اسم محمد

قرآن مجید میں چار مقامات پر ہمارے پیارے نبی ﷺ کا اسم مبارک محمد ذکر کیا گیا ہے: سورہ آل عمران (٣) کی آیت نمبر ١٤٤، سورہ احزاب (٣٣) کی آیت نمبر ٤٠، سورہ محمد (٤٧) کی آیت نمبر ٢ اور سورہ فتح (٤٨) کی آیت نمبر ٢٩ میں۔

اسم محمد کی تشریح

ہمارے پیارے نبی ﷺ کے ذاتی نام محمد اور احمد ہیں۔ باقی سارے اسمائے گرامی صفاتی ہیں۔ اہل زبان لکھتے ہیں کہ جو ہستی صفاتِ خیر کی جامع یعنی مجموعہ خوبی ہو اور جس کی بار بار تعریف کی جائے اسے محمد کہتے ہیں۔ زمانہ جس قدر ترقی کرتا جا رہا ہے حضور اکرم ﷺ کے کمالات روشن سے روشن تر ہوتے جا رہے ہیں اور اسی لئے آپ کی تعریف کا سلسلہ بھی بڑھتا چلا جا رہا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {ہر آنے والی گھڑی آپ ﷺ کے لئے پہلی گھڑی سے بہتر ہے} (قرآن: ٩٣: ٤) یعنی ہر لحہ آپ ﷺ کی عظمتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔

یا محمد کہنا

امام مسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس کے آخر میں ہے: (جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو) مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے، بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے اور بلند آواز سے پکار رہے تھے: یا محمد! یا رسول اللہ! یا محمد! یا رسول اللہ! (مسلم: ٧٥٢٢: کتاب الزھد: باب ١٩)

ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ③

۳۔ یہ اس لئے کہ جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے باطل کی پیروی کی اور جو لوگ ایمان لائے انہوں نے اپنے رب کی طرف سے حق کی پیروی کی، اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے ان کے احوال بیان فرماتا ہے۔[۳]

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ ذٰلِكَ ۛ وَلَوْ يَشَآءُ

۴۔ پھر جب (میدان جنگ میں) تمہاری کافروں سے ملاقات ہو تو ان کی گردنیں اڑا دو، یہاں تک کہ جب تم انہیں خوب قتل کر چکو تو (زندہ گرفتار ہونے والوں کو) رسی کے ساتھ مضبوطی سے باندھ لو، پھر اس کے بعد یا تو احسان کر کے انہیں (بلا معاوضہ) رہا کر دو یا ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دو، یہاں تک کہ جنگ (کرنے والی قوم) اپنے ہتھیار ڈال دے، یہی حکم ہے،[۴] اور اگر

مدینہ منورہ آمد پر اہل مدینہ نے جو اشعار پڑھے اور نعرے لگائے اس کے لئے سورہ لقمان (۳۱) کی آیت نمبر ۶ کا حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ کریں۔

حافظ ابن کثیر نے حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے زمانہ خلافت کے احوال میں لکھا ہے: وکان شعارھم یومئذ یا محمداہ۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کا شعار یا محمداہ کہنا تھا۔ (البداية والنهاية : جلد ۳: جز ۶: ص ۳۲۴)

حضرت عبدالرحمان بن سعد ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر ؓ کا پاؤں سُن ہو گیا۔ ایک شخص نے انہیں کہا: اس کو یاد کرو جو تم کو سب سے زیادہ محبوب ہو، تو حضرت ابن عمر ؓ نے کہا: یا محمد۔ (الأدب المفرد : امام بخاری: ص ۲۸۵)

[۳] کفار کے اعمال اس لئے بے کار گئے کہ انہوں نے باطل کی پیروی کی اور اہل ایمان کے اعمال اس لئے کارگر ہوئے کہ انہوں نے حق کی پیروی کی۔ اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کی مثالیں اس لئے بیان کی ہیں تاکہ لوگ باطل کے انجام سے خوفزدہ ہوں اور حق کا راستہ اختیار کریں، لیکن پھر بھی اکثر لوگ اس حقیقت میں غور و فکر نہیں کرتے۔

[۴] مدینہ میں پورے نو سال کفار سے جنگوں کا سلسلہ جاری ہے، اس حوالے سے اسلامی فوج کو حکم دیا جا رہا ہے کہ جب جنگجو کفار لڑنے کے لئے مقابلہ میں آ جائیں تو بزدلی نہ دکھاؤ بلکہ سر دھڑ کی بازی لگا دو، جو مقابلے میں آئے اس کا سر اڑا دو تاکہ آئندہ کسی دشمن کو مقابلہ کی جرأت نہ ہو سکے۔

یہ صرف میدان جنگ کی بات ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حالت امن و صلح میں بھی اگر کوئی راستہ یا گلی میں ملے تو اسے

اللّٰہُ لَانۡتَصَرَ مِنۡہُمۡ وَلٰکِنۡ لِّیَبۡلُوَا۠ بَعۡضَکُمۡ بِبَعۡضٍ ؕ وَالَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَلَنۡ یُّضِلَّ اَعۡمَالَہُمۡ ﴿۴﴾

اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود ہی ان سے انتقام لے لیتا مگر وہ تم میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمانا چاہتا ہے، اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔[۵]

قتل کر دو ہرگز نہیں۔ ملاقات گلی میں ہو تو اس کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے، ملاقات میدان جنگ میں ہو تو اس کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے، لہٰذا میدان جنگ میں پوری جرأت سے مقابلہ کرو اور جب جنگ ختم ہو جائے تو مال غنیمت جمع کرنے سے پہلے جنگی قیدیوں کو اچھی طرح رسیوں سے باندھ لو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بھاگ جائیں اور پھر تمہارے لئے کوئی نئی مصیبت کھڑی کر دیں۔ میدان جنگ کے لئے یہ وہ احکام ہیں جن کی پابندی لازم ہے۔

اگر سب کفار کی گردنیں اڑانا ضروری ہوتا تو بذریعہ احسان یا فدیہ لے کر آزاد کرنے کا حکم نہ ہوتا اور قیدیوں کی بھی گردنیں اڑا دی جاتیں حالانکہ اسلام میں قیدیوں کو قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ نے اپنے ذلیل ترین دشمنوں کو کفر کے باوجود معاف کر دیا۔ اگر کافروں کو ہر صورت قتل کرنا ہی مقصود ہوتا تو اس دن کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑا جاتا، سب کو قتل کر دیا جاتا۔ نیز آپ ﷺ کی زندگی کے آخری سالوں میں کفار کے مختلف وفود آتے تھے، اگر انہیں قتل ہی کرنا ضروری ہوتا تو کوئی وفد زندہ واپس نہ جاتا، پھر آپ ﷺ کی وفات کے وقت بھی عرب میں یہود و نصاریٰ موجود تھے۔

جنگ کی حالت میں دشمنوں کو قتل کرنا اور زندہ قابو میں آ جانے والوں کو قیدی بنانا ایک ایسی روایت ہے جو قدیم زمانہ سے اب تک رواج پذیر ہے۔ اس سلسلہ میں بائبل کا ایک حوالہ ملاحظہ کریں:

جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لئے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باج گزار بن کر تیری خدمت کریں اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو اس کا محاصرہ کرنا اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا، لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں اور اس شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لئے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو کھانا۔ ان سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے بہت دور ہیں، اور وہ شہر جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے اس کی ہر زندہ چیز کو تباہ و برباد کر دینا، بلکہ تو ان کو یعنی حتی، اموری، کنعانی، فرزی، حوی اور یبوسی قوموں کو جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھ کو حکم دیا ہے بالکل نیست کر دینا تاکہ وہ تم کو اپنے سے مکروہ کام کرنے نہ سکھائیں جو انہوں نے اپنے دیوتاؤں کے لئے کئے ہیں اور یوں تم خداوند اپنے خدا کے خلاف گناہ کرنے لگو۔ (بائبل: استثناء: ۲۰: ۱۰-۱۸)

جہاد اور دہشت گردی کے متعلق مزید تفصیل کے لئے سورہ توبہ (۹) کا تعارف ملاحظہ فرمائیں۔

[۵] اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو کفار کو کسی عذاب میں مبتلا کر کے انتقام لے سکتا تھا مگر وہ آزمانا چاہتا ہے کہ تم میں سے کون میدان جنگ

سَيَهۡدِيۡهِمۡ وَيُصۡلِحُ بَالَهُمۡ ۝۵

۵۔ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو ہدایت دے گا اور ان کے حال کی اصلاح کردے گا۔[۶]

وَيُدۡخِلُهُمُ الۡجَـنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمۡ ۝۶

۶۔ اور ان کو جنت میں داخل فرمائے گا جس کی اس نے انہیں پہچان کرادی ہے۔[۷]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ يَنۡصُرۡكُمۡ وَيُثَبِّتۡ اَقۡدَامَكُمۡ ۝۷

۷۔ اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔[۸]

میں دادِ شجاعت دیتا ہے اور کون جہاد سے جی چراتا ہے؟ بہرحال جو خوش نصیب اس کی راہ میں شہید ہوں گے ان کی قربانی ضائع نہیں ہوگی بلکہ وہ اجرِ عظیم کے مستحق قرار پائیں گے۔

[۶] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ شہید کو جنت کا راستہ دکھائے گا اور اس کے حال کو اتنا پاک اور صاف کردے گا کہ وہ اپنے رشتہ داروں کی شفاعت بھی کر سکے گا، جیسا کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہید اپنے خاندان کے ستر (۷۰) افراد کے بارے میں شفاعت کرے گا۔ (ابو داؤد: ۲۵۲۲: کتاب الجهاد: باب ۲۶)

[۷] شہید اور دیگر اہل ایمان جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کو اپنے محلات تلاش کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی، بلکہ وہ پہلے سے ان کو پہچانتے ہوں گے، کیونکہ قبر میں انہیں روزانہ دو بار ان کے محلات دکھائے جاتے تھے اور جنتی اپنے محلات سے اس قدر مانوس ہو چکے تھے کہ جب ان کے محل کے درجہ میں اضافہ کیا گیا تو انہیں قبر سے ہی اس کا پتہ چل گیا تھا، جیسا کہ درج ذیل احادیث سے واضح ہوتا ہے:

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ---- جب اہل ایمان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! جنتی جنت میں اپنے گھر کو دنیا میں اپنے گھر کی بہ نسبت زیادہ پہچاننے والا ہوگا۔ (بخاری: ۶۵۳۵: کتاب الرقاق: باب ۴۸)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مر جاتا ہے تو صبح و شام اس پر اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے، اگر اہل جنت میں سے ہو تو اہل جنت میں سے (اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے) اور اگر وہ اہل دوزخ میں سے ہو تو اس سے کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانا ہے حتیٰ کہ تجھے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مبعوث فرمائے گا۔
(بخاری: ۱۳۷۹: کتاب الجنائز: باب ۸۹)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی کا جنت میں درجہ بلند کیا جاتا ہے تو وہ آدمی عرض کرتا ہے: مجھ پر یہ کرم کیسے ہوا؟ تو اسے جواب دیا جاتا ہے: اس استغفار کی وجہ سے جو تمہارے بیٹے نے تمہارے لئے کیا۔ (ابن ماجة: حدیث نمبر ۳۶۶۰: ابواب الأدب: باب ۱)

[۸] اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں اسلام پر

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۸﴾

۸۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے ہلاکت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۹﴾

۹۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اس (قرآن) کو ناپسند کیا جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔ [۹]

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ﴿۱۰﴾

۱۰۔ کیا وہ زمین میں چلتے پھرتے نہیں کہ وہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے ان پر تباہی نازل کر دی اور کافروں کے لئے اسی قسم کی سزائیں ہیں۔ [۱۰]

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾ ع

۱۱۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار ہے اور کافروں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ [۱۱]

ثابت قدم رکھے گا۔

[۹] جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کیا اور قرآن مجید کے احکام کو ناپسند کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے اچھے اعمال بھی ضائع کر دیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں فرماتا۔

[۱۰] یعنی کفار مکہ اپنے تجارتی سفروں میں گزشتہ کافر قوموں کے کھنڈرات دیکھ چکے ہیں اور ان کی تباہی و بربادی کے احوال بھی سن چکے ہیں، لہٰذا کفار مکہ کو ان کے برے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا چاہیے ورنہ ان پر بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے۔

[۱۱] کفار عرب کے ساتھ مسلمانوں کی جتنی جنگیں ہوئیں ان میں مسلمان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے لڑ رہے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی، مگر کفار بتوں کی رضا کے لئے لڑ رہے تھے اور بتوں میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ ان کی مدد کر سکتے، جیسا کہ غزوہ احد میں ابوسفیان نے کہا: (لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ) ہماری مدد کے لئے عزیٰ جیسے بت ہیں، تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ کے حکم سے مسلمانوں نے جواب دیا: (اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ) ہمارا مددگار اللہ تعالیٰ ہے تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے۔ (بخاری: ۴۰۴۳: کتاب المغازی: باب ۱۷)

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان جب صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی پیروی کے لئے میدان عمل

اِنَّ اللّٰهَ يُدۡخِلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ‌ؕ وَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يَتَمَتَّعُوۡنَ وَ يَاۡكُلُوۡنَ كَمَا تَاۡكُلُ الۡاَنۡعَامُ وَالنَّارُ مَثۡوًى لَّهُمۡ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، بے شک اللہ تعالیٰ ان کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ (دنیا میں) فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے۔ [۱۲]

وَ كَاَيِّنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ هِىَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنۡ قَرۡيَتِكَ الَّتِىۡۤ اَخۡرَجَتۡكَ‌ ۚ اَهۡلَكۡنٰهُمۡ فَلَا نَاصِرَ لَهُمۡ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اور کتنی ہی ایسی بستیاں تھیں جو تمہاری اس بستی سے زیادہ طاقتور تھیں جس (کے باشندوں) نے آپ کو نکال دیا، ہم نے انہیں ہلاک کر دیا تو کوئی ان کا مددگار نہ تھا۔ [۱۳]

اَفَمَنۡ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ كَمَنۡ زُيِّنَ لَهٗ سُوۡۤءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوۡۤا

۱۴۔ کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر قائم ہو اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے برے عمل کو اس

میں اترتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا ہے اور جب مسلمانوں کے ایمان کمزور اور دنیاوی مفادات مقدم ہو جاتے ہیں تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے محروم ہو جاتے ہیں۔

[۱۲] جانوروں کے کھانے کا مقصد صرف پیٹ بھرنا ہوتا ہے۔ وہ حلال و حرام اور پاک و ناپاک میں تمیز نہیں کر سکتے، اور کافر چونکہ آخرت کے حساب و کتاب پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے وہ بھی اسی زندگی کو خوب سے خوب تر بنانے کے لئے کھاتے ہیں اور پاک و ناپاک کا خیال نہیں رکھتے۔

[۱۳] اہل مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم نے اپنے نبی کریم ﷺ کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا، مگر تمہیں علم ہونا چاہیے کہ تم سے پہلے تم سے زیادہ طاقتور قوموں نے جب اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی مخالفت کی تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا اور کوئی بھی ان کی مدد کو نہ پہنچا۔ اسی طرح تم میں سے بھی جو لوگ نبی کریم ﷺ کی مخالفت سے باز نہ آئے انہیں بھی ہلاک کر دیا جائے گا۔ چنانچہ مختلف جنگوں میں بڑے بڑے مخالفین مارے گئے اور کوئی ان کی مدد کو نہ پہنچا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مکہ سے غار کی طرف نکلے تو آپ ﷺ نے مکہ کی طرف رخ کر کے فرمایا: اے مکہ! تو اللہ تعالیٰ کو سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے اور مجھے بھی تو سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر تجھ میں رہنے والے مشرکین مجھے نہ نکالتے تو میں تجھ سے جدا نہ ہوتا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ محمد (۴۷): زیر آیت نمبر ۱۳)

اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾

کے لئے مزین کر دیا گیا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ [۱۴]

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ۬ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جس میں بدبو پیدا نہیں ہوتی، اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ نہیں بدلتا، اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے لذت بخش ہے، اور صاف ستھرے شہد کی نہریں ہیں، اور ان کے لئے اس میں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے، کیا یہ (متقین) ان لوگوں کی طرح ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہیں گے اور جن کو ایسا کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ [۱۵]

وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْكَ ۚ حَتّٰۤی اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ

۱۶۔ اور ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگائے رکھتے ہیں حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو اہل علم سے پوچھتے ہیں کہ ابھی انہوں نے کیا کہا تھا؟ [۱۶] یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر

---

[۱۴] یعنی نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے پیروکار جو اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق صراط مستقیم پر قائم ہیں بھلا وہ ان لوگوں کی طرح کیسے ہو سکتے ہیں جو بغیر کسی دلیل کے اپنی نفسانی خواہشات اور کفر و شرک کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں؟

[۱۵] جس طرح اہل ایمان اور اہل کفر کے عقائد اور اعمال مختلف ہیں اسی طرح ان دونوں کا انجام بھی مختلف ہوگا۔ پرہیزگار ایسی جنت میں ہوں گے جس میں صاف پانی، دودھ، شراب، شہد کی نہریں اور ہر قسم کے پھل ہوں گے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی بخشش اور رضا حاصل ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان سے ناراض نہیں ہوگا۔ ان کے برعکس اللہ تعالیٰ کے منکروں کو دائمی آگ میں پھینک دیا جائے گا جہاں انہیں ایسا کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جس سے ان کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی۔

[۱۶] منافقین جمعہ کے خطبہ میں حاضر ہوتے اور مسلمانوں کو دکھانے کے لئے بظاہر وہ نبی کریم ﷺ کا خطاب بڑی توجہ سے سنتے

طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ⑯

اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ [۱۷]

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ⑰

۱۷۔ اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور انہیں تقویٰ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ [۱۸]

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ⑱

۱۸۔ وہ لوگ صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آجائے، بے شک اس کی نشانیاں تو آ چکی ہیں، پس جب قیامت ان کے پاس آ چکے گی تو پھر انہیں نصیحت قبول کرنے کا کیا فائدہ ہوگا؟ [۱۹]

کا تأثر دیتے مگر حقیقت میں وہ لاپرواہی اور غفلت سے کام لیتے کیونکہ وہ آپ ﷺ کو دل سے نبی نہیں مانتے تھے، اور جب منافقین مسجد سے باہر نکلتے تو اہل علم صحابہ کرام علیہم السلام سے پوچھتے کہ ابھی نبی کریم ﷺ نے کیا فرمایا تھا کیونکہ ہم اچھی طرح سمجھ نہیں سکے۔

[۱۷] دراصل منافقین نے نفسانی خواہشات کی پیروی میں اپنے دلوں کو اس قدر سیاہ اور ناکارہ کر دیا ہے کہ گویا ان پر مہر لگا دی گئی ہے اور اب ان میں قبولیت ہدایت کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔

[۱۸] جو لوگ نبی کریم ﷺ کے کلام کو دل کے کانوں سے سنتے ہیں اور خلوص نیت کے ساتھ ہدایت کے راستہ پر چلتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت اور ان کے تقویٰ میں اضافہ فرماتا ہے اور وہ ہدایت کی راہ پر ثابت قدم رہتے ہیں۔

[۱۹] منکرین قیامت کو قیامت کا انتظار ہے کہ اگر قیامت واقعی آگئی تو وہ ایمان لے آئیں گے لیکن انہیں علم ہونا چاہیے کہ قیامت اچانک آجائے گی، اس وقت کسی کو توبہ کا موقع ہی نہیں ملے گا اور اگر کسی کو موقع مل گیا تو بھی قیامت کو دیکھ کر کسی کا ایمان لانا قبول نہیں ہوگا۔

قیامت کے آنے کا اصل وقت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے مگر اس کے قریب آنے کی نشانیاں بیان کر دی گئی ہیں اور سب سے بڑی نشانی ہمارے پیارے نبی ﷺ کی بعثت ہے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری بعثت اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہے۔ (بخاری: ۶۵۰۴: کتاب الرقاق: باب ۳۹) یعنی اب میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، بس قیامت ہی آئے گی۔

قیامت کی نشانیاں

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک

تمہارے درمیان ابن مریم کا نزول نہ ہو، وہ عدل وانصاف کے احکام نافذ کریں گے، صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ اسے کوئی لینے والا نہیں ہوگا۔

(بخاری: ۲۴۷۶: کتاب المظالم: باب ۳۱)

☆ حضرت حذیفہ ؓ بیان کرتے ہیں: ایک دن ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم کیا باتیں کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا: ہم قیامت کے متعلق باتیں کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ پھر آپ نے ان دس نشانیوں کا ذکر فرمایا یعنی دھواں، دجال، زمین کا جانور، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول، اور یاجوج اور ماجوج، اور تین جگہ زمین کا دھنسنا یعنی مشرق میں زمین کا دھنسنا، مغرب میں زمین کا دھنسنا اور جزیرہ عرب میں زمین کا دھنسنا اور آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر محشر کی طرف لے جائے گی۔ (مسلم: ۷۲۸۵: کتاب الفتن: باب ۱۳)

☆ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم کم ہو جائے گا، جہالت کا غلبہ ہوگا، زنا عام ہوگا، عورتیں زیادہ ہوں گی، مرد کم ہوں گے حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا کفیل ایک مرد ہوگا۔

(بخاری: ۸۱: کتاب العلم: باب ۲۱)

☆ حضرت عبداللہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: --- اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت سے ایک آدمی (امام مہدی) کو بھیجے گا جس کا نام میرے نام کے موافق اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جو ان سے پہلے ظلم وستم سے بھری ہوئی تھی۔ (ابوداؤد: ۴۲۸۲: کتاب المہدی)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم ﷺ ایک محفل میں گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے پوچھا: قیامت کب آئے گی؟ --- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب امانت کو ضائع کیا جائے گا تو اس وقت قیامت کا انتظار کرنا۔ اس نے عرض کیا: امانت ضائع کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب کام نااہلوں کے سپرد کئے جائیں گے تو پھر قیامت کا انتظار کرنا۔ (بخاری: ۵۹: کتاب العلم: باب ۲)

☆ حضرت علی بن ابی طالب ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میری امت پندرہ کام کرے گی تو اس پر عذاب کا آنا جائز ہو جائے گا۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ! وہ کون سے کام ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ جب مال غنیمت کو ذاتی ملکیت بنا لیا جائے گا۔

۲۔ اور امانت کو مال غنیمت بنا لیا جائے گا۔

۳۔ اور زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھا جائے گا۔

۴۔ اور مرد اپنی بیوی کی پیروی کرے گا۔

۵۔ اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے گا۔

۶۔ اور اپنے دوست کے ساتھ نیکی کرے گا۔

فَاعۡلَمۡ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِكَ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ

۱۹۔ پس آپ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں [۲۰] اور آپ اپنے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کاموں) پر استغفار کریں [۲۱] اور مومن مردوں

۷۔ اور اپنے باپ کے ساتھ بے وفائی کرے گا۔

۸۔ اور مساجد میں آوازیں بلند ہوں گی۔

۹۔ اور قوم کا سرداران کا سب سے کمینہ شخص ہوگا۔

۱۰۔ اور آدمی کی عزت وتکریم اس کے شر کے ڈر کی وجہ سے کی جائے گی۔

۱۱۔ اور شرابیں پی جائیں گی۔

۱۲۔ اور ریشم پہنا جائے گا۔

۱۳۔ اور گانے والیوں کو رکھا جائے گا۔

۱۴۔ اور آلات موسیقی کا رواج ہوگا۔

۱۵۔ اور اس وقت کے پچھلے لوگ اپنے اگلوں کو برا کہیں گے۔

ان حالات میں تم سرخ آندھیوں کا انتظار کرو، خسف (زمین دھنسائے جانے اور زلزلہ) کا اور مسخ (شکل تبدیل ہونے) کا انتظار کرو۔ (ترمذی: ۲۲۱۰، ۲۲۱۱: ابواب الفتن: باب ۳۸)

[۲۰] آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا آپ اس حقیقت کو ہمیشہ یاد رکھیں اور دوسروں کو اس کی تبلیغ جاری رکھیں۔

[۲۱] لفظ ذنب کی تفسیر میں علامہ رازی لکھتے ہیں: ذنب سے مراد ترک افضل (خلاف اولیٰ) ہے جو آپ ﷺ کے بلند مرتبہ کے اعتبار سے گناہ ہے حالانکہ حقیقی گناہ سے آپ ﷺ پاک اور بہت دور ہیں۔ (تفسیر کبیر: سورہ محمد (۴۷): زیر آیت نمبر ۱۹)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے: آپ کفار و مشرکین کی اذیت رسانی پر صبر اختیار کریں اور خلاف اولیٰ کام جو شریعت کے اعتبار سے گناہ تو نہیں ہیں مگر آپ کے اعلیٰ تقویٰ کے اعتبار سے مجازاً انہیں گناہ کہا گیا ہے آپ ان سے استغفار کرتے رہیں تاکہ آپ کو اطمینان رہے اور خلاف اولیٰ کی کوئی خلش محسوس نہ ہو۔

استغفار صرف گناہوں کی معافی کے لئے نہیں کیا جاتا بلکہ درجات کی بلندی اور قرب خداوندی کے لئے بھی استغفار کیا جاتا ہے، سو استغفار کرنے سے گناہگاروں کے گناہوں کی بخشش ہوتی ہے لیکن صالحین جب استغفار کرتے ہیں تو اس سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک میں ایک دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔

(بخاری: ۶۳۰۷: کتاب الدعوات: باب ۳)

يَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَكُمۡ وَمَثۡوٰٮكُمۡ ﴿۱۹﴾

اور مومن عورتوں کے لئے بھی استغفار کریں، [۲۲] اور اللہ تعالیٰ تمہارے چلنے پھرنے اور تمہارے رہنے سہنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے۔ [۲۳]

وَ يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَوۡ لَا نُزِّلَتۡ سُوۡرَةٌ ۚ فَاِذَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ مُّحۡكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِيۡهَا الۡقِتَالُ ۙ رَاَيۡتَ الَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ يَّنۡظُرُوۡنَ اِلَيۡكَ نَظَرَ الۡمَغۡشِىِّ عَلَيۡهِ مِنَ الۡمَوۡتِ ؕ فَاَوۡلٰى لَهُمۡ ۚ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ اور اہل ایمان کہتے ہیں: (جہاد کے متعلق) کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی گئی؟ پھر جب کوئی واضح سورت نازل کر دی جاتی ہے اور اس میں قتال کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ جن کے دلوں میں (منافقت کی) بیماری ہے وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح وہ شخص دیکھتا ہے جس پر موت کی بے ہوشی طاری ہو، پس ان کے لئے بہتر یہ تھا۔ [۲۴]

طَاعَةٌ وَّ قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ ۟ فَاِذَا عَزَمَ الۡاَمۡرُ ۟ فَلَوۡ صَدَقُوا اللّٰهَ لَـكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۡ ۚ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ کہ اطاعت کرتے اور اچھی بات کہتے، پس جب جہاد کا قطعی حکم آ گیا تو اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچے رہتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔

علامہ احمد صاوی مالکی لکھتے ہیں: اس آیت میں امت کو استغفار کی تعلیم دینا مقصود ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح حضرت محمد ﷺ بھی اعلان نبوت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی تمام چھوٹے اور بڑے گناہوں سے معصوم ہیں۔ (حاشیہ صاوی، صفوۃ التفاسیر: سورہ مومن (۴۰): زیر آیت نمبر ۵۵)

[۲۲] اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر بڑا مہربان ہے کہ اس نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ اپنی امت کے مردوں اور عورتوں کے لئے دعائے مغفرت کریں اور نبی کریم ﷺ ایسے شفیع ہیں جن کی شفاعت مقبول ہے۔

[۲۳] اللہ تعالیٰ تمہارے دنیا کے مشاغل اور ان کے بدلے میں آخرت کے ٹھکانوں سے خوب آگاہ ہے۔

[۲۴] کفار کے مظالم سے تنگ آ کر جب مسلمان دعا کرتے کہ جہاد کی اجازت کے متعلق کوئی سورت نازل کیوں نہیں ہوتی تاکہ ہم بھی جوابی کاروائی کر سکیں، تو منافقین بھی ناچار اس دعا کا ساتھ دیتے ورنہ ان کے نفاق کے ظاہر ہونے کا خطرہ تھا، لیکن جب جہاد کا واضح حکم نازل ہو گیا تو منافقین کے اوسان خطا ہو گئے اور اس طرح دیکھنے لگے جیسے ان پر موت کی غشی طاری ہو گئی ہے، حالانکہ اگر وہ اپنی زبان سے کہی ہوئی بات کو سچا کر دکھاتے اور جہاد کے حکم کو دل سے قبول کر لیتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ (اے منافقو!) تم سے یہ بعید نہیں کہ اگر تم (اسلام سے) منہ پھیر لو تو تم زمین میں پھر فساد برپا کرو گے اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو گے۔ [۲۵]

[۲۵] اس آیت کی تفسیر میں علامہ خازن لکھتے ہیں: اے منافقو! اگر تم قرآن اور اس کے احکام سے منہ پھیر لو تو پھر تم اسی نظام جاہلیت کی طرف لوٹ جاؤ گے جس میں تم نافرمانی، بغاوت، قطع رحمی اور قتل و غارت کے ذریعہ زمین کو فساد سے بھر دو گے۔ (تفسیر الخازن) یعنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر صدیوں قتل و غارت کرتے رہو گے اور بیٹیوں کو زندہ دفن کر کے ماں اور بیٹی کے رشتوں کا خون کرتے رہو گے، لہٰذا اسلام کے تحفظ اور اس کے دفاع میں سستی نہ کرو تا کہ زمانہ جاہلیت کے ظلم و فساد اور قطع رحم کا خاتمہ ہو اور اسلام کے نظام عدل و انصاف اور صلہ رحمی کا آغاز ہو۔

صلہ رحمی کی فضیلت

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو اپنے مہمان کی تکریم کرنی چاہیے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو صلہ رحمی کرنی چاہیے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔

(بخاری: ۶۱۳۸: کتاب الادب: باب ۸۵)

☆ حضرت انس بن مالک ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔

(بخاری: ۵۹۸۶: کتاب الادب: باب ۱۲)

☆ حضرت عبد اللہ بن عمرو ﷛ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: صلہ رحمی کرنے والا صرف وہی نہیں جو صلہ رحمی کے بدلے میں صلہ رحمی کرے بلکہ اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کی جائے تو پھر بھی وہ صلہ رحمی کرے۔

(بخاری: ۵۹۹۱: کتاب الادب: باب ۱۵)

☆ حضرت سلمان بن عامر ﷛ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عام مسکینوں کو صدقہ دینے سے صرف صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور اگر اپنے رشتہ داروں کو صدقہ دیا جائے تو اس میں دو ثواب ہیں، ایک صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔

(مسند احمد: جلد ۴: ص ۲۱۴)

☆ حضرت جابر ﷛ روایت کرتے ہیں کہ پڑوسیوں کی تین قسمیں ہیں: بعض پڑوسی وہ ہیں جن کا صرف ایک حق ہے، بعض وہ ہیں جن کے دو حق ہیں اور بعض وہ ہیں جن کے تین حق ہیں۔ ایک حق والا پڑوسی وہ ہے جو مشرک یعنی غیر مسلم ہے اور اس کے ساتھ کوئی خونی رشتہ نہیں ہے۔ دو حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی ہونے کے ساتھ مسلمان بھی ہے اور تین حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی بھی ہے، مسلمان بھی ہے اور رشتہ دار بھی ہے۔

(کنز العمال: ۲۴۸۹۱: جلد ۹: ص ۵۱)

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾

٢٣۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور ان کو بہرا بنا دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔[٢٦]

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾

٢٤۔ کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پر تالے (لگے ہوئے) ہیں۔[٢٧]

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٥﴾

٢٥۔ بے شک جو لوگ پیٹھ پھیر کر پیچھے لوٹ گئے اس کے بعد کہ ان پر ہدایت واضح ہو چکی تھی شیطان نے ان کو دھوکہ دیا، اور انہیں لمبی زندگی کی امید دلائی۔[٢٨]

قطع رحمی کی مذمت

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رحم (خونی رشتہ) عرش کے ساتھ معلق ہے اور کہہ رہا ہے: جس نے مجھے جوڑا اللہ تعالیٰ اسے جوڑے رکھے اور جس نے مجھے قطع کیا اسے اللہ تعالیٰ ٹکڑے ٹکڑے کرے۔

(مسلم: ٦٥١٩: کتاب البر: باب ٦)

☆ حضرت عبدالرحمٰن ؓ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اللہ (تعالیٰ) ہوں اور میں رحمٰن ہوں۔ میں نے رحم کو پیدا کیا اور میں نے اس کا نام (رحم) اپنے نام (رحمٰن) سے بنایا۔ جو اس سے ملاپ رکھے گا میں اس سے ملاپ رکھوں گا اور جو اس کو کاٹے گا میں اس کو اپنی رحمت سے دور کر دوں گا۔

(ترمذی: ١٩٠٧: ابواب البر: باب ٩)

☆ حضرت جبیر ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(بخاری: ٥٩٨٤: کتاب الادب: باب ١١)

[٢٦] یہی منافقین ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اور ان کے کانوں کو حق کے سننے اور ان کی آنکھوں کو حق کے دیکھنے سے محروم کر دیا ہے، کیونکہ ان کے دلوں میں منافقت کی بیماری ہے جس نے ان کو حق سے غافل کر رکھا ہے۔

[٢٧] قرآن مجید نے تو حق و باطل کو بالکل واضح کر دیا ہے مگر منافقین نے اپنے دلوں پر تعصب کے تالے لگا رکھے ہیں اس لئے وہ قرآن مجید میں غور ہی نہیں کرتے۔

[٢٨] جن لوگوں کے سامنے ہدایت کا راستہ واضح ہو چکا تھا اس کے باوجود اگر انہوں نے ہدایت سے انحراف کیا تو دراصل شیطان نے انہیں اس دھوکہ میں ڈالا کہ ابھی تو بڑی لمبی زندگی پڑی ہے، جہاد میں شریک ہو کر اس کو جلدی ختم نہ کرو بلکہ صحت و جوانی سے خوب لطف اٹھاؤ اور بڑھاپے میں توبہ کر لینا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡا لِلَّذِيۡنَ كَرِهُوۡا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيۡعُكُمۡ فِىۡ بَعۡضِ الۡاَمۡرِ‌ ۖۚ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ اِسۡرَارَهُمۡ ۝٢٦

٢٦۔ یہ اس لئے کہ منافقوں نے ان لوگوں سے کہا جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کو ناپسند کرتے تھے کہ ہم بعض امور میں تمہاری پیروی کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے خفیہ مشوروں کو خوب جانتا ہے۔ [٢٩]

فَكَيۡفَ اِذَا تَوَفَّتۡهُمُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ يَضۡرِبُوۡنَ وُجُوۡهَهُمۡ وَاَدۡبَارَهُمۡ ۝٢٧

٢٧۔ پھر اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روحوں کو قبض کریں گے اور ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر ماریں گے؟ [٣٠]

---

[٢٩] منافقین مدینہ نے مشرکین مکہ کو یہ یقین دہانی کرا رکھی تھی کہ بظاہر وہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں مگر جنگ کی صورت میں وہ تمہاری ہدایت پر عمل کریں گے اور مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیں گے۔ منافقین کی یہ سازشیں اگرچہ بڑی مخفی تھیں مگر اللہ تعالیٰ ان کی سازشوں کو خوب جانتا ہے اور اس نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو ان کی سازشوں سے آگاہ فرما دیا ہے۔

[٣٠] منافقین اب تو میدان جہاد کی موت سے اعراض کرتے ہیں لیکن اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہوئے ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر ماریں گے؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جزا و سزا کا کچھ سلسلہ اس دنیاوی زندگی کے ختم ہونے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ چونکہ اس کا تعلق فرشتوں اور عالم برزخ سے ہے جو ہمارے ادراک اور مشاہدہ سے بالاتر ہے اس لئے ہم اس دنیا میں اس کا ادراک نہیں کر سکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: { جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہا کرو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔ } (قرآن: ٢: ١٥٤) مگر انبیائے کرام علیہم السلام اور فرشتوں کو برزخ کی جزا و سزا کا ادراک ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے ایک باغ کے پاس سے گزرے تو آپ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ان کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑی چیز کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ پھر خود ہی فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے درخت کی ایک شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کئے، پھر آپ نے ان قبروں میں سے ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان اہل قبور کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ (بخاری: ٢١٦: کتاب الوضوء: باب ٥٥) صحابہ کرام ؓ کو برزخ کے اس عذاب کا علم نہیں تھا مگر نبی کریم ﷺ مٹی کے نیچے عالم برزخ کے احوال سے بھی باخبر تھے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ؑ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اس چیز کی پیروی کی جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتی ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کو ناپسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔[۳۱]

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں (منافقت کی) بیماری ہے یہ خیال کر رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے کینوں کو ظاہر نہیں فرمائے گا۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اور اگر ہم چاہتے تو وہ (منافقین) آپ کو دکھا دیتے اور آپ انہیں ان کے چہروں سے پہچان لیتے، (بہر حال) آپ ان کو ان کے انداز کلام سے ضرور پہچان لیں گے،[۳۲] اور (اے لوگو!) اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کو خوب جانتا ہے۔

---

[۳۱] منافقین کو موت کے وقت سختی کا سامنا اس لئے کرنا پڑا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی سے اعراض کیا اور اپنی ان خواہشات کے پیچھے پڑے رہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب تھیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ان کے بظاہر اچھے اعمال بھی اس لئے ضائع کر دیئے کیونکہ آخرت میں ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔

[۳۲] منافقین کا خیال یہ تھا کہ ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف جو بغض وعناد ہے اس کو اللہ تعالیٰ نہیں جان سکتا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو فرمایا: اگر ہم چاہتے تو آپ کو منافقین کا فرداً فرداً مشاہدہ کرا دیتے کہ آپ انہیں دیکھتے ہی پہچان لیتے، لیکن پھر بھی وہ آپ سے مخفی نہیں ہیں کیونکہ آپ ان کو ان کے انداز کلام سے ہی پہچان لیتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ منافقین کو پہچان لیتے تھے مگر ان کا نفاق اس وقت تک ظاہر نہیں فرمایا جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے اظہار کی اجازت نہیں دی اور ان کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع نہیں فرمایا اور ان کی قبروں پر کھڑے ہونے سے منع نہیں فرمایا۔ (تفسیر کبیر: سورہ محمد (۴۷): زیر آیت نمبر ۳۰) اور جب آپ کو منافقین کا نام ظاہر کرنے کی اجازت مل گئی تو آپ ﷺ نے ان کے نام لے کر انہیں مسجد سے نکال دیا۔

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی، پھر فرمایا: تم میں منافقین ہیں، سو میں جس کا نام لوں وہ کھڑا ہو جائے، پھر فرمایا: اے فلاں! تم کھڑے ہو، اے فلاں! تم کھڑے

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے تاکہ تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو ظاہر کر دیں اور ہم تمہارے حالات کو بھی پرکھیں گے۔ [۳۳]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ شَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسرے لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا اور رسول ﷺ کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ان پر ہدایت واضح ہو چکی تھی وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، اور عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا۔ [۳۴]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسرے لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا، پھر وہ کفر کی حالت میں ہی مر گئے تو اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ [۳۵]

فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَ اَنْتُمُ

۳۵۔ (اے مسلمانو!) پس تم ہمت نہ ہارو اور (کمزوری

ہو، اے فلاں! تم کھڑے ہو، حتیٰ کہ آپ نے ۳۶ آدمیوں کا نام لیا، پھر فرمایا: تم میں منافقین ہیں، سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔
(مسند احمد: ۵: ۲۷۳)

[۳۳] اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو اور ان کے احوال کو خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آزمائش کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان پر حجت قائم ہو جائے اور دوسرے لوگوں کو بھی ان کی حقیقت کا علم ہو جائے۔

[۳۴] جن لوگوں پر دلائل اور معجزات سے نبی کریم ﷺ کی سچائی واضح ہو گئی، اس کے باوجود وہ آپ پر ایمان نہ لائے اور آپ ﷺ کی مخالفت میں سرگرم ہو گئے وہ اس مخالفت سے اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے بلکہ اپنا ہی نقصان کریں گے اور ان کے بظاہر اچھے کام بھی ایمان نہ لانے کی وجہ سے ضائع ہو جائیں گے۔

[۳۵] اہل ایمان کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ثابت قدم رہیں اور کفر و شرک کی طرف لوٹ کر اپنے اعمال کو ضائع نہ کریں کیونکہ کفر و شرک ایسے گناہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا۔

الْاَعْلَوْنَ ٭ وَ اللّٰہُ مَعَکُمْ وَ لَنْ یَّتِرَکُمْ اَعْمَالَکُمْ ﴿۳۵﴾

دکھاتے ہوئے) صلح کی دعوت نہ دو اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔[۳۶]

اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَہْوٌ ؕ وَ اِنْ

۳۶۔ یہ دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشا ہے،[۳۷] اور

---

[۳۶] یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی جبکہ جہاد کی اجازت مل چکی تھی اور کفار کے ساتھ جنگوں کا سلسلہ جاری تھا۔ اس آیت میں مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے کہ جب کفار سے جنگ کا واسطہ پڑے تو منافقین کی طرح ہمت نہ ہارو بلکہ پوری جرأت کے ساتھ مقابلہ کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔

جنگ میں صلح کی دعوت دینا

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور اگر کفار صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی صلح کی طرف مائل ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں۔} (قرآن: ۸:۶۱) یعنی اگر کفار صلح کی دعوت دیں تو تم ان کی دعوت قبول کر لو اور صلح کر کے جنگ بند کر دو، لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صلح کی دعوت دینے سے منع فرمایا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسلمانوں کو صلح کی ابتدا نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو منافقوں کی طرح بزدلی اور کمزوری دکھاتے ہوئے صلح کی دعوت نہیں دینی چاہیے اور ایسی صورت میں بھی صلح کی دعوت نہیں دینی چاہیے جس کے نتائج مسلمانوں کے حق میں نقصان دہ ہوں۔ ہاں اگر ایسی صورت ہو جس میں مسلمانوں کے وقار اور دبدبہ میں فرق نہ آتا ہو تو ایسی حالت میں صلح کی دعوت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام ؓ کو خوش خبری سنائی ہے کہ وہ تمہارے ساتھ ہے اور تم ہی غالب رہو گے، اور تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام ؓ کو عظیم الشان فتوحات عطا فرمائیں۔ آج بھی اگر ہم صحابہ کرام ؓ جیسا ایمان اور جذبہ پیدا کر لیں تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی ضرور مدد فرمائے گا۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

[۳۷] یہ دنیا اور اس کا مال و متاع سب فانی ہے کھیل تماشے کی طرح ایک دن ختم ہو جائے گا، جب کہ آخرت کی زندگی اور جنت کا گھر دائمی ہے۔ کاش کفار اس حقیقت کو جان لیتے کہ یہ دنیاوی زندگی تو محض آزمائش کی ایک مختصر سی مدت ہے تو وہ اس کو کھیل

تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَ لَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿٣٦﴾

اگر تم ایمان لے آؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو وہ تمہیں تمہارے اجر عطا فرمائے گا اور تم سے تمہارے مال طلب نہیں فرمائے گا۔

اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿٣٧﴾

٣٧۔ اگر وہ تم سے تمہارے مال طلب کرے اور اس پر اصرار کرے تو تم بخل کرنے لگو اور وہ تمہاری ناگواریوں کو ظاہر کردے گا۔ [٣٨]

تماشے میں ضائع نہ کرتے۔

اس آیت میں دنیا کی زندگی سے مراد کافر کی زندگی ہے کیونکہ کافر اس فانی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے اور وہ آخرت اور اعمال کی جواب دہی پر ایمان نہیں رکھتا اس لئے اس کی زندگی لہو ولعب اور نفسانی خواہشات کے گرد گھومتی ہے، لیکن جن کے دلوں میں آخرت کا یقین اور اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے یہ دنیا ان کے لئے نعمت ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ دنیا اس شخص کے لئے بہترین گھر ہے جو اس دنیا سے اپنی آخرت کے لئے توشہ تیار کرتا ہے۔ (المقاصد الحسنة: ص ٢٢٧) اور دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ (المقاصد الحسنة: ص ٢٢٧) اسی طرح اہل علم کہتے ہیں کہ بچپن جوانی کی کھیتی اور جوانی بڑھاپے کی کھیتی ہے۔

قرآن وحدیث میں جہاں بھی اس دنیا کی زندگی اور اس کے مال ومتاع کی مذمت کی گئی ہے وہ ان لوگوں کی زندگی ہے جو اس دنیا کو نفسانی خواہشات کے لئے استعمال کرتے ہیں اور بالآخر نارِ جہنم کے سزاوار قرار پاتے ہیں، لیکن جن لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے وہ اس دنیا کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے استعمال کرتے ہیں اور بالآخر جنت کے مستحق قرار پاتے ہیں، ان کے لئے یہ دنیا نعمت ہے اور اسی لئے حضورِ اکرم ﷺ درج ذیل دعا کو کثرت سے پڑھا کرتے تھے: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔
(قرآن: ٢:٢٠١)

[٣٨] اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کا تمہیں پورا اجر عطا فرمائے گا اور وہ آخرت میں تمہیں اجر وثواب دینے کے لئے تم سے تمہارے سارے اموال طلب نہیں کرتا بلکہ زکوٰۃ کی مد میں ایک تھوڑی سی مقدار طلب کرتا ہے اور وہ بھی اپنے لئے نہیں بلکہ تمہارے ہی غریب بھائیوں کے لئے مانگتا ہے، اور اگر وہ تم سے تمہارے سارے اموال طلب کرتا اور وصول کرنے پر اصرار کرتا تو تم میں سے اکثر بخل کرنے لگتے اور ناگواری کے آثار تمہارے چہروں سے ظاہر ہوجاتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تم سے تمہارے سارے اموال کا مطالبہ نہیں کیا، لیکن پھر بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح کئی ایسے خوش نصیب حضرات گزر چکے ہیں جنھوں نے اپنے سارے اموال اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کردیئے۔

هَاَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَآءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ۚ فَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يَّبۡخَلُ‌ۚ وَمَنۡ يَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا يَبۡخَلُ عَنۡ نَّفۡسِهٖ‌ؕ وَاللّٰهُ الۡغَنِىُّ وَاَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ‌ۚ وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا يَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡۙ ثُمَّ لَا يَكُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَـكُمۡ ﴿۳۸﴾ ع ۸

۳۸۔ ہاں تم ہی وہ لوگ ہو جن کو یہ دعوت دی جاتی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں سے بعض بخل کرتے ہیں، اور جو بخل کرتا ہے تو وہ اپنی ذات سے ہی بخل کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم سب محتاج ہو، [۳۹] اور اگر تم روگردانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا، پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔ [۴۰]

[۳۹] اے ایمان والو! اپنے کچھ مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھی خرچ کیا کرو۔ اس سے تمہارا مال پاک ہوگا اور آخرت میں تمہیں اس کا اجر عظیم ملے گا۔ اس کے باوجود تم میں سے کچھ لوگ بخل کرتے ہیں اور جو مومن بھی بخل کرتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے یعنی آخرت میں اپنے آپ کو اجر عظیم سے محروم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اس کو تمہارے مال کی ضرورت نہیں، البتہ تمہیں قیامت کے دن نیکیوں کی ضرورت ہوگی اور اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے، اسی لئے تم سے مال طلب کرتا ہے تا کہ قیامت کے دن اس کے اجر و ثواب کو کئی گنا زیادہ کر کے تمہیں واپس کرے۔

[۴۰] اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی کی اور زمین کو بخل اور ظلم سے بھر دیا تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کریں گے اور تمہاری طرح بخیل اور ظالم نہیں ہوں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از مغرب بروز اتوار ۱۳ جون ۲۰۱۰ء بمطابق یکم رجب ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۷ تا ۱۳ جون یعنی صرف چھ دنوں میں سورہ محمد کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الفتح (۴۸)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام فتح ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ یہ سورت چھ ہجری میں حدیبیہ سے مدینہ کی طرف واپس آتے ہوئے راستہ میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں جس فتح کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔

صلح حدیبیہ کا مختصر تذکرہ

مدینہ طیبہ میں مہاجرین وانصار کو بیت اللہ شریف کی زیارت کا شوق ہر وقت بے چین رکھتا تھا۔ چنانچہ ذوالقعدہ چھ ہجری کو نبی کریم ﷺ چودہ سو صحابہ ﷺ کو لے کر مکہ روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کا ارادہ صرف عمرہ کی ادائیگی تھی اس لئے ہتھیاروں کے بجائے قربانی کے جانور ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ قریش کو جب نبی کریم ﷺ کی آمد کی اطلاع ملی تو انہوں نے خیال کیا کہ عمرہ محض بہانہ ہے اصل مقصد مکہ پر قبضہ کرنا ہے، لہٰذا انہوں نے طے کرلیا کہ وہ کسی قیمت پر مسلمانوں کو مکہ میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

مسلمانوں نے حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ اہل مکہ نے عروہ بن مسعود ثقفی کو کہا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جاکر گفتگو کرے اور انہیں واپس چلے جانے پر آمادہ کرے۔ عروہ نے نبی کریم ﷺ سے تبادلہ خیال کیا۔ اسے یقین ہوگیا کہ نبی کریم ﷺ کا مقصد نہ اہل مکہ سے جنگ کرنا ہے اور نہ مکہ پر قبضہ کرنا ہے بلکہ نبی کریم ﷺ اپنے مخلص ساتھیوں کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے یہاں آئے ہیں۔ عروہ نے اہل مکہ کو اپنے مشاہدات سے آگاہ کیا اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ مسلمانوں کی مزاحمت کا ارادہ ترک کردیں۔ وہ چند دن یہاں ٹھہر کر واپس مدینہ چلے جائیں گے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی جب واپس مکہ گیا تو اس نے قریش کو کہا: اے میری قوم! خدا کی قسم! میں قیصرو کسریٰ اور نجاشی وغیرہ کئی بادشاہوں کے پاس وفود لے کر گیا ہوں۔ بخدا میں نے کسی بادشاہ کی ایسی تعظیم نہیں دیکھی جیسی محمد (ﷺ) کے اصحاب (حضرت) محمد (ﷺ) کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب بھی آپ (ﷺ) تھوکتے تو کوئی نہ کوئی صحابی اس کو اپنی ہتھیلی پر لے لیتا، پھر اس لعاب کو اپنے چہرے اور جسم پر ملتا اور جب آپ (ﷺ) کسی کام کا حکم دیتے تو سب اس کام کو کرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کرتے اور جب آپ (ﷺ) وضو کرتے تو آپ (ﷺ) کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لئے وہ سب ایک دوسرے پر اس طرح جھپٹ پڑتے جیسے وہ ایک دوسرے کو قتل کردیں گے اور جب آپ (ﷺ) بات کرتے تو آپ (ﷺ) کے سامنے سب خاموش ہوجاتے اور آپ (ﷺ) کی تعظیم کی وجہ سے آپ (ﷺ) کو گھور کر نہیں دیکھتے۔ (بخاری: ۲۷۳۱: کتاب الشروط: باب ۱۵) لہٰذا مسلمانوں کا مقابلہ تمہارے بس کا روگ نہیں ہے، مگر اہل مکہ اپنی ضد پر اڑے ہوئے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کی طرف بھیجا تا کہ صحیح صورت حال سے انہیں آگاہ کیا جائے کہ ہم جنگ کرنے کی غرض سے نہیں آئے، ہم عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ اسی لئے ہم نے احرام باندھا ہوا ہے اور ہمارے ساتھ ہتھیار نہیں بلکہ قربانی کے جانور ہیں، مگر اہل مکہ نے کہا: ہم نے قسم کھائی ہے کہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ آپ لوگ اس وقت واپس چلے جائیں، البتہ آئندہ سال کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔

اہل مکہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کہا: دوسرے مسلمانوں کو تو نہ ہم مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دیں گے اور نہ وہ کعبہ کا طواف کر سکیں گے، البتہ آپ ہمارے مہمان ہیں آپ طواف کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں اس وقت تک کعبہ کا طواف نہیں کروں گا جب تک میرا پیارا محبوب اور اللہ تعالیٰ کا رسول طواف نہیں کرے گا۔ اس سے نبی کریم ﷺ کی تعظیم اور ان سے محبت ظاہر ہوتی ہے۔

جب اہل مکہ نے بات چیت کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ میں روک لیا تو اس اثناء میں یہ افواہ پھیل گئی کہ اہل مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ جب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ نہیں لے لیں گے یہاں سے نہیں ہٹیں گے، لہٰذا سب جان کی بازی لگانے کی بیعت کرو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پروانوں کی طرح دوڑتے آتے اور بیعت کرتے۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس بیعت کے کرنے والوں کو اپنی رضا کی خوش خبری سنائی ہے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیعت کر چکے تو آخر میں نبی کریم ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ! یہ ہاتھ عثمان کی طرف سے ہے کیونکہ وہ تیرے اور تیرے رسول کے حکم کی تعمیل میں گیا ہوا ہے۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ کو علم تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر صحیح نہیں ہے لیکن پھر بھی یہ بیعت لینے میں حکمت یہ تھی کہ کفار مکہ مسلمانوں کے جذبات کے متعلق سن کر مرعوب ہو جائیں اور جنگ کرنے کا ارادہ ترک کر دیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس بیعت کی اطلاع جب اہل مکہ کو ملی تو ان کے اوسان خطا ہو گئے اور ان کی ہٹ دھرمی کافور ہو گئی اور سہیل بن عمرو کو صلح کے لئے روانہ کیا۔ اور طویل گفت وشنید کے بعد درج ذیل شرائط پر صلح کی گئی:

صلح حدیبیہ کی شرائط

١۔ اس سال مسلمان عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں۔ آئندہ سال ہتھیاروں کے بغیر آئیں اور صرف تین دن مکہ میں قیام کر کے واپس چلے جائیں۔

٢۔ یہ صلح دس سال کے لئے ہوگی، اس دوران فریقین آپس میں جنگ نہیں کریں گے۔

٣۔ اگر اہل مکہ سے کوئی شخص مسلمانوں کے پاس آئے گا تو اس کو واپس کرنا لازم ہوگا اور اگر کوئی مسلمان مکہ آ گیا تو اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

٤۔ سب قبائل کو اختیار ہے خواہ وہ حضرت محمد ﷺ کے حلیف بن جائیں یا قریش کے حلیف بن جائیں۔ چنانچہ بنوخزاعہ حضرت محمد ﷺ کے حلیف بن گئے اور بنوبکر قریش مکہ کے حلیف بن گئے۔

اس معاہدہ کے بعد نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نے احرام کھول دیئے اور قربانی کے جانوروں کو ذبح کر دیا۔ اس معاہدہ کی بعض شرائط مسلمانوں کو پسند نہ تھیں مگر تھوڑے عرصہ کے بعد جب اس کے اثرات ظاہر ہونے لگے تو مسلمانوں کا اضطراب ختم ہو گیا کیونکہ کفار مکہ نے ان شرائط کو مان کر مسلمانوں کی آزاد حیثیت کو گویا تسلیم کر لیا تھا۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان حالت جنگ کی کیفیت ختم ہو گئی اور آنے جانے پر پابندیاں اٹھ گئیں، تبلیغ اسلام کی رفتار بڑھ گئی اور کئی قبائل نے اسلام قبول کر لیا۔

غیر مسلموں کے ساتھ معاہدہ کی پاسداری

ابن ہشام لکھتے ہیں: (جب شرائط طے پا چکیں اور) رسول اللہ ﷺ اور سہیل بن عمرو صلح نامہ لکھ رہے تھے اس وقت سہیل کے بیٹے ابو جندل ؓ بیڑیوں میں گھسٹتے ہوئے حضورِ اکرم ﷺ کے سامنے آئے ۔۔۔ جب سہیل نے اپنے بیٹے ابو جندل ؓ کو دیکھا تو وہ ابو جندل ؓ کے پاس گیا اور ان کے منہ پر تھپڑ مارا اور ان کو پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا اور کہا: اے محمد! (ﷺ) ہمارے اور آپ کے درمیان اس کے آنے سے پہلے معاہدہ ہو چکا ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے سچ کہا، پھر وہ حضرت ابو جندل ؓ کو گریبان سے پکڑ کر گھسیٹنے لگا تا کہ قریش کی طرف لے جائے اور حضرت ابو جندل ؓ بلند آواز سے فریاد کرنے لگے: اے مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف لوٹا دیا جاؤں گا؟ یہ مجھے میرے دین کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کر دیں گے۔ مسلمانوں کو ان کی فریاد کی وجہ سے اور زیادہ تکلیف ہوئی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو جندل! صبر کرو اور اجر و ثواب کی نیت کرو۔ تمہیں اور تمہارے دوسرے کمزور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نجات دینے والا ہے اور ان کے لئے کشادگی کرنے والا ہے۔ میں ان لوگوں سے صلح کا معاہدہ کر چکا ہوں اور میں ان سے عہد شکنی نہیں کروں گا۔ پھر حضرت ابو جندل ؓ دل شکستہ ہو کر اپنے باپ کے ساتھ چلے گئے اور معاہدہ پورا ہو گیا۔ (سیرت ابن ہشام: جلد ۳: ص ۲۰۴) حضرت براء بن عازب ؓ بیان کرتے ہیں ۔۔۔ اس دوران حضرت ابو جندل ؓ (جو کہ مسلمان ہو چکے تھے) بیڑیوں میں چلتے ہوئے مسلمانوں کی طرف آئے تو نبی کریم ﷺ نے انہیں مشرکین کی طرف واپس کر دیا۔ (بخاری: ۲۷۰۰: کتاب الصلح: باب ۷)

حضرت حذیفہ بن یمان ؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں میرے شامل نہ ہونے کی وجہ صرف یہ تھی کہ میں اور میرے والد حُسَیل دونوں (مکہ سے) نکلے تو ہمیں کفار قریش نے پکڑ لیا اور کہا کہ تم محمد ﷺ کے پاس جانا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا: ہم ان کے پاس نہیں جانا چاہتے، ہم تو صرف مدینہ جانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ہم سے یہ عہد اور میثاق لیا کہ ہم مدینہ جائیں گے اور آپ ﷺ کے ساتھ مل کر جنگ نہیں کریں گے۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوٹ جاؤ، ہم ان سے کیا ہوا عہد پورا کریں گے اور ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں گے۔ (مسلم: ۱۷۸۷: کتاب الجہاد: باب ۳۵) نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو اپنے عہد کی پاسداری نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔

(مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۳۵)

نبی کریم ﷺ کا خود لکھنا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب صلح نامہ حدیبیہ میں یہ لکھا کہ: ھٰذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ فقالوا: لا نُقِرُّ بھا، فلو نعلم انک رسول اللہ ما منعناک لکن انت محمدُ بنُ عبداللہ، قال: انا رسول اللہ و انا محمد بن عبداللہ، ثم قال لِعلی: امحُ رسولَ اللہ، قال: لا واللہ لا امحوک ابداً، فاخذ رسولُ اللہ الکتاب فکتب: ھٰذا ما قاضی علیہ محمدُ بنُ عبداللہ ۔۔۔ (بخاری: ۲۶۹۹: کتاب الصلح: باب ۶) یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی، کفار نے کہا: ہم اس کو نہیں مانتے، اگر ہم کو یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ ﷺ کو (عمرہ کرنے سے) منع نہ کرتے لیکن آپ محمد بن عبداللہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں رسول اللہ بھی ہوں اور میں محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: رسول اللہ (کے الفاظ) مٹا دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! میں آپ (یعنی رسول اللہ کے الفاظ) کو کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ تب رسول اللہ نے اس مکتوب کو پکڑا ("رسول اللہ" کے الفاظ اپنے ہاتھ سے مٹائے۔ بخاری: ۲۶۹۸) اور لکھا: یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ۔۔۔
(بخاری: ۲۶۹۹: کتاب الصلح: باب ۶)

شجرہ بیعت

وہ درخت جس کے نیچے بیٹھ کر رحمت عالم ﷺ نے یہ بیعت لی اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی حکمت کے تحت اس کو غائب کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوبارہ گزر جب اس جگہ سے ہوا تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت وہ درخت تلاش کرنے کی کوشش کی۔ جب لوگوں کا اس درخت کی جگہ میں اختلاف بڑھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چلو آگے چلو! وہ درخت غائب کر دیا گیا ہے۔ مگر بعد میں جب آپ کو پتہ چلا کہ کچھ لوگ کسی دوسرے درخت کو شجرہ بیعت سمجھنے لگے تھے تو آپ نے اس درخت کو کاٹنے کا حکم دے دیا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان
بعد از مغرب بروز منگل ۱۵ جون ۲۰۱۰ء بمطابق ۳ رجب ۱۴۳۱ھ

ایاتہا ۲۹ ۴۸ سُورَۃُ الْفَتْحِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۱۱ رکوعاتہا ۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ﴿۱﴾

۱۔ (اے نبی مکرم!) بے شک ہم نے آپ کو واضح فتح عطا فرمائی ہے۔[۱]

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴿۲﴾

۲۔ تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کام) معاف فرمادے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کردے اور آپ کو سیدھی راہ پر قائم رکھے۔[۲]

[۱] اکثر مفسرین کے نزدیک اس واضح فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے کیونکہ یہ صلح دو سال بعد فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اسی لئے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد حدیبیہ ہے۔ (بخاری: ۴۸۳۴: کتاب تفسیر القرآن: سورۃ الفتح: باب ۱) حضرت موسیٰ بن عقبہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حدیبیہ سے واپسی کے وقت کہا: یہ فتح نہیں ہے کیونکہ ہم کو بیت اللہ کی زیارت سے روک دیا گیا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ یہ سب سے عظیم فتح ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الفتح: زیر آیت نمبر ۱) حضرت مجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حدیبیہ سے لوٹے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کی پہلی آیت تلاوت فرمائی تو ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد کی جان ہے! بے شک یہ فتح ہے۔

(ابوداؤد: ۲۷۳۶: کتاب الجہاد: باب ۱۴۳)

گزشتہ ۱۹ سالوں سے مشرکین مکہ اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ اس سلسلہ میں بدر، احد اور خندق جیسی جنگیں بھی لڑی جا چکی تھیں مگر صلح حدیبیہ اتنی بڑی فتح تھی جس میں مشرکین نے خود دس سال کی جنگ بندی کے لئے صلح کی درخواست کی، اور جن مسلمانوں کو وہ دنیا میں کہیں بھی زندہ دیکھنا نہیں چاہتے تھے ان کو آئندہ سال مکہ میں آکر عمرہ ادا کرنے کی اجازت دی۔ یہ اسی صلح کی برکت تھی کہ مسلمان مشرکین کے حملوں سے بے خوف ہو کر اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہو گئے اور اسلام اس تیزی سے پھیلا کہ حدیبیہ کے موقع پر چھ ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۱۴۰۰ صحابہ تھے اور صرف دو سال بعد جب مشرکین نے عہد شکنی کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار کا لشکر جرار لے کر مکہ میں داخل ہوئے اور مشرکین اس قدر مرعوب ہو گئے کہ وہ مقابلہ کی جرأت نہ کر سکے اور مکہ کا اقتدار مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔

[۲] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو واضح فتح اس لئے دی گئی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے پچھلے خلاف اولیٰ کام معاف فرمادے۔ آپ پر

اسلام کی نعمت پوری کر دے، آپ کو صراط مستقیم پر ہمیشہ قائم رکھے اور آپ کی ایسی زبردست مدد و نصرت فرمائے کہ آئندہ کفار آپ کو تنگ نہ کر سکیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور چند سالوں کے بعد پورے عرب پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

انبیائے کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں

علامہ احمد صاوی مالکی لکھتے ہیں: تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح حضرت محمد ﷺ بھی اعلان نبوت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی تمام چھوٹے اور بڑے گناہوں سے معصوم ہیں۔

(حاشیہ صاوی، صفوۃ التفاسیر: سورہ مؤمن (۴۰): زیر آیت نمبر ۵۵)

لفظ ذنب کی تفسیر میں علامہ رازی لکھتے ہیں: ذنب سے مراد ترک افضل (خلاف اولیٰ) ہے جو آپ ﷺ کے بلند مرتبہ کے اعتبار سے گناہ ہے حالانکہ حقیقی گناہ سے آپ ﷺ پاک اور بہت دور ہیں۔

(تفسیر کبیر: سورہ محمد (۴۷): زیر آیت نمبر ۱۹)

مفتی امجد علی لکھتے ہیں: انبیاء علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعثِ نفرت ہو جیسے کذب و خیانت و جہل وغیرہا صفات ذمیمہ سے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں، قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمد أصغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔

(بہار شریعت: جلد اول: ص ۱۱)

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا انبیائے کرام علیہم السلام بھی گناہ کر سکتے ہیں؟ اس کے متعلق میرے شیخ طریقت حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا جامع تبصرہ کیا ہے جس کا خلاصہ عرض خدمت ہے: انبیائے کرام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ان کی مطلق اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر ان سے گناہ کا ارتکاب ہو سکے تو ان کے گناہوں کی اطاعت بھی لازم آئے گی جس سے ہدایت کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ قرآن حکیم میں جا بجا انبیائے کرام کی طرف ایسی چیزیں منسوب ہیں جو گناہ ہیں اور پھر ان امور پر انبیائے کرام کی شدید ندامت اور استغفار بھی منقول ہے ایسے میں مطلق عصمت کا قول کیونکر ممکن ہے۔ اس شبہ کے ازالہ کے لئے ایک چیز کو ہمیشہ ذہن نشین رکھنا چاہیے، وہ یہ کہ کوئی فعل گناہ اس وقت ہوتا ہے جب کسی حکم کی نافرمانی کا عزم اور قصد پایا جائے، اور اگر عزم اور قصد مفقود ہے بلکہ بے ارادہ بھول چوک سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جائے جو بظاہر کسی حکم کے خلاف ہے تو اسے گناہ نہیں کہتے اور ایسے امور کا صدور عصمت انبیاء کے منافی نہیں۔ نیز انبیائے کرام کی عصمت آنکھ کی طرح نرم و نازک ہوتی ہے جس میں ایک ہلکا سا بال بھی پہاڑ سے گراں محسوس ہوتا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن: سورہ بقرہ: زیر آیت نمبر ۳۶) یعنی معمولی نسیان اور خطائے اجتہادی بھی وہ اپنے حق میں بڑا گناہ خیال کرتے ہیں اور توبہ واستغفار میں انتہا کر دیتے ہیں۔

وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ③

۳۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست مدد فرمائے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ④

۴۔ وہی ہے جس نے مؤمنوں کے دلوں میں سکون نازل فرمایا تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو، [۳] اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۙ⑤

۵۔ تاکہ اللہ تعالیٰ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو ان جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے [۴] اور اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو ان سے دور کردے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔

چونکہ انبیائے کرام نے معمولی لغزش کو انتہائی تقویٰ کی بدولت اپنے حق میں گناہ خیال کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی لغزش کا ذکر کرتے وقت اسی لفظ کو استعمال کیا ورنہ حقیقت میں اگر نبی خود گناہ یا ظلم کرے تو دوسروں کو نیکی اور امن کی تبلیغ کیسے کرسکتا ہے۔

[۳] صلح حدیبیہ کی شرائط پر مسلمانوں کے دل رنجیدہ اور بے چین تھے مگر واپسی پر جب اللہ تعالیٰ نے فتح مبین کی خوش خبری دے کر ان کے دلوں میں سکون نازل فرمایا یعنی اس صلح سے گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ اسلام کے غلبہ کا پیش خیمہ ہوگی تو مسلمانوں کو اطمینان ہوگیا اور ان کے ایمان کی قوت دوگنا ہوگئی۔

[۴] زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے بے شمار لشکر موجود ہیں۔ مثال کے طور پر اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو فرشتوں کا ایک لشکر بھیج کر کفار کو ہلاک کردیتا مگر اس نے اپنی حکمت کے تحت مسلمانوں کو یہ موقع دیا کہ وہ جہاد میں شریک ہوکر اپنی بندگی کا حق ادا کریں، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرمادے گا اور ان کو جنتوں میں داخل فرمائے گا اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ سے واپسی پر جب اس سورت کی دوسری آیت یعنی { تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کام) معاف فرمادے ـ ـ ـ } نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا: آج مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے روئے زمین کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر نبی ﷺ نے مسلمانوں کے سامنے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ یہ سن کر مسلمانوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو مبارک ہو، بے شک

وَّ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝

۶۔ اور تا کہ منافق مردوں اور منافق عورتوں، اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں برا گمان رکھتے ہیں، ان ہی پر بری گردش ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان پر غضب فرمایا اور ان پر لعنت فرمائی اور ان کے لئے دوزخ تیار کی، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ [۵]

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

۷۔ اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب (اور) بڑی حکمت والا ہے۔ [۶]

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ

۸۔ بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا [۷]، خوش

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا ہے کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ (لیکن ہمیں بھی بتائیں کہ) ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ تو پھر یہ پانچویں آیت نازل ہوئی۔ (ترمذی: ۳۲۶۳ تفسیر القرآن: سورۃ الفتح: باب ۴۸) یعنی اللہ تعالیٰ مومن مردوں اور مومن عورتوں کے گناہ معاف کر کے انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔

[۵] چھ ہجری میں نبی کریم ﷺ ۱۴۰۰ صحابہ کرام ؓ کو لے کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کا ارادہ صرف عمرہ کی ادائیگی تھی اس لئے ہتھیاروں کے بجائے قربانی کے جانور ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ منافقین مدینہ نے خیال کیا کہ مسلمان بغیر ہتھیاروں کے دشمنوں کے گھر میں جارہے ہیں، ان میں سے ایک بھی زندہ واپس نہیں آئے گا، کفار مکہ ان کو ہلاک کردیں گے، اس لئے منافقین نے حیلے بہانے بنا کر ساتھ جانے سے معذرت کرلی۔ ادھر کفار مکہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ انہوں نے مسلمانوں کو عمرہ سے روک کر اور اپنی من مانی شرائط پر صلح کر کے نمایاں کامیابی حاصل کرلی ہے۔ اس طرح گویا کفار و منافقین نے اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ بدگمانی قائم کرلی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مدد نہیں فرمائی، مگر اللہ تعالیٰ نے کفار و منافقین کو ان کی سازشوں اور بدگمانیوں کی ایسی سزا دی کہ صرف دو سالوں کے بعد مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا اور اسلام کی روزافزوں ترقی دیکھ کر منافقین مدینہ بھی ذلیل و خوار ہوگئے۔ یہ سزا تو انہیں اس دنیا میں ملی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہوگا اور ان کو اپنی رحمت سے محروم کر کے جہنم رسید کردے گا جو کہ بہت ہی برا ٹھکانا ہوگا۔

[۶] اس آیت کی تفسیر کے لئے گزشتہ سے پیوستہ حاشیہ نمبر ۴ ملاحظہ کریں۔

[۷] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یعنی نبی کریم ﷺ اپنی امت کے تمام اچھے اور برے اعمال کا مشاہدہ کررہے ہیں، اور ایک قول یہ

نَذِيْرًا ﴿۸﴾

خبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۹﴾

۹۔ تاکہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور ان کی تعظیم کرو، [۸] اور صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ

۱۰۔ بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، [۹] پھر جس شخص نے اس بیعت کو توڑا تو اس کا وبال اسی پر ہوگا اور جس نے اللہ

ہے کہ آپ ﷺ اپنی امت کے افعال کا اب مشاہدہ فرما رہے ہیں اور قیامت کے دن ان کے اعمال پر گواہی دیں گے۔
(تفسیر قرطبی: سورۃ الفتح (۴۸): زیر آیت نمبر ۸)

شاہد کی مفصل تفسیر کے لئے سورہ احزاب (۳۳) کی آیت نمبر ۴۵ کا حاشیہ نمبر ۵۱، اور سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۳ کا حاشیہ نمبر ۹۸ ملاحظہ کریں۔

[۸] اللہ تعالیٰ نے رسول مکرم ﷺ کو اس لئے بھیجا تاکہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اسلام کی اشاعت میں نبی کریم ﷺ کی مدد کرو اور رسول مکرم ﷺ کی تعظیم بجالاؤ۔ نیز صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو۔ تعظیم رسول کے متعلق تفصیلی بیان کے لئے سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۱۵۷ کا حاشیہ نمبر ۸۳ ملاحظہ کریں۔

[۹] نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کی طرف بھیجا تاکہ صحیح صورت حال سے انہیں آگاہ کیا جائے کہ ہم جنگ کرنے کی غرض سے نہیں آئے، ہم عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں، اسی لئے ہم نے احرام باندھا ہوا ہے اور ہمارے ساتھ ہتھیار نہیں بلکہ قربانی کے جانور ہیں، مگر اہل مکہ نے کہا: ہم نے قسم کھائی ہے کہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ آپ لوگ اس وقت واپس چلے جائیں، البتہ آئندہ سال کے بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔

اہل مکہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کہا: دوسرے مسلمانوں کو تو نہ ہم مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دیں گے اور نہ وہ کعبہ کا طواف کرسکیں گے، البتہ آپ ہمارے مہمان ہیں آپ طواف کرسکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں اس وقت تک کعبہ کا طواف نہیں کروں گا جب تک میرا پیارا محبوب اور اللہ تعالیٰ کا رسول طواف نہیں کرے گا۔ اس سے نبی کریم ﷺ کی تعظیم اور ان سے محبت ظاہر ہوتی ہے۔

جب اہل مکہ نے بات چیت کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ میں روک لیا تو اس اثناء میں یہ افواہ پھیل گئی کہ اہل مکہ نے

عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۰﴾ ع

تعالیٰ سے کیا ہوا عہد پورا کیا تو عنقریب اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑا اجر دے گا۔ [۱۰]

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا

۱۱۔ (اے نبی مکرم!) دیہاتیوں میں سے جو لوگ (سفر حدیبیہ سے) پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے وہ عنقریب آپ سے کہیں گے: ہمارے اموال اور ہمارے اہل وعیال نے ہمیں مشغول رکھا، سو آپ ہمارے لئے

حضرت عثمان ﷛ کو شہید کر دیا ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے صحابہ ﷛ کو حکم دیا کہ جب تک حضرت عثمان ﷛ کے خون کا بدلہ نہیں لے لیں گے یہاں سے نہیں ہٹیں گے، لہٰذا سب جان کی بازی لگانے کی بیعت کرو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہ کرام ﷛ پروانوں کی طرح دوڑتے آتے اور بیعت کرتے جاتے۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، کیونکہ جن اہل ایمان نے اس بیعت میں حصہ لیا اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رضا کی خوش خبری سنائی ہے۔ (قرآن: ۴۸:۱۸) حضرت جابر ﷛ سے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے: جن اہل ایمان نے اس درخت کے نیچے میرے ساتھ بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔

(تفسیر ابن کثیر: سورہ فتح (۴۸): زیر آیت نمبر ۱۰)

جب صحابہ کرام ﷛ بیعت کر چکے تو آخر میں نبی کریم ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ! یہ ہاتھ عثمان کی طرف سے ہے کیونکہ وہ تیرے اور تیرے رسول کے حکم کی تعمیل میں گیا ہوا ہے۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ کو علم تھا کہ حضرت عثمان ﷛ کے قتل کی خبر صحیح نہیں ہے لیکن پھر بھی یہ بیعت لینے میں حکمت یہ تھی کہ کفار مکہ مسلمانوں کے جذبات کے متعلق سن کر مرعوب ہو جائیں اور جنگ کرنے کا ارادہ ترک کر دیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس بیعت کی اطلاع جب اہل مکہ کو ملی تو ان کے اوسان خطا ہو گئے اور ان کی ہٹ دھرمی کافور ہو گئی اور سہیل بن عمرو کو صلح کے لئے روانہ کیا۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ صحابہ کرام ﷛ کے ہاتھوں کے اوپر بظاہر نبی کریم ﷺ کا ہاتھ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے یعنی جس شخص نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے بیعت لی تھی۔ یہ اسی طرح ہے جیسے سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔} (قرآن: ۴:۸۰)

[۱۰] اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا اور ساتھ وارننگ بھی دے دی کہ جو شخص اس بیعت کو توڑے گا وہ اس عہد شکنی کی سزا سے نہ بچ سکے گا اور جو شخص اس بیعت کو پورا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ⑪

مغفرت طلب کریں، وہ اپنی زبانوں سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں، آپ فرما دیں: اگر اللہ تعالیٰ تمہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے یا تمہیں نفع پہنچانے کا ارادہ کرے تو کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہو؟ بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں سے خوب باخبر ہے۔[١١]

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ ظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖۚ وَ كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ⑫

١٢۔ بلکہ تم نے یہ گمان کیا تھا کہ اب رسول اور ایمان والے کبھی بھی اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے اور یہ گمان تمہارے دلوں میں بڑا خوش نما بنا دیا گیا تھا اور تم نے بہت برا گمان کیا تھا اور تم ہلاک ہونے والی قوم بن گئے۔

[١١] چھ ہجری میں نبی کریم ﷺ نے تمام مسلمانوں کو دعوت دی کہ وہ ان کے ساتھ عمرہ کی ادائیگی کے لئے مکہ چلیں تو مدینہ کے اردگرد دیہاتوں میں جو منافقین رہتے تھے انہوں نے سوچا کہ پہلے کفار مکہ نے مدینہ آکر ان پر حملہ کیا ہے، یہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکے اور خندق کھود کر اپنی جان بچائی ہے۔ اب تو یہ بغیر ہتھیار کے مکہ جا رہے ہیں، ان میں سے کوئی زندہ واپس نہیں آئے گا۔ ہم ان کے ساتھ جا کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہیں ڈال سکتے، اس لئے وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نہ گئے۔ دراصل شیطان نے ان کے دلوں میں اس گمان کو خوش نما بنا دیا تھا حالانکہ یہ بہت برا گمان تھا، لیکن جب نبی کریم ﷺ صحیح وسلامت مکہ سے واپس آرہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ اپنے پیارے نبی ﷺ کو بتا دیا تھا کہ جب آپ مدینہ پہنچیں گے تو دیہاتی منافق آپ کے پاس آکر بہانہ سازی کریں گے کہ ان کے پاس ان کے اموال اور اہل وعیال کی حفاظت کا کوئی متبادل انتظام نہیں تھا اس لئے وہ آپ کے ساتھ نہ جا سکے، لہٰذا آپ ہمارے حق میں مغفرت طلب کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ہماری یہ کوتاہی معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ یہ صرف زبانی ملمع سازی کریں گے ان کے دل اپنی منافقت پر مطمئن ہیں کیونکہ موت کے ڈر سے وہ مکہ نہیں گئے تھے، لہٰذا آپ ان کو فرما دیں کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں گھروں میں بیٹھے ہوئے نقصان پہنچانا چاہے یا سفر حدیبیہ میں جاتے ہوئے نفع پہنچانا چاہے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے، لہٰذا تمہارا فیصلہ درست نہیں تھا، تمہارے اس فیصلہ نے تمہیں ان سعادتوں سے محروم رکھا جو سفر حدیبیہ میں جانے والوں کو نصیب ہوئی ہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ تمہاری نیتوں اور حرکتوں کو خوب جانتا ہے اور اسی کے مطابق تمہیں سزا دے گا۔

وَ مَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَعِیْرًا ⑬

۱۳۔ اور جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لایا تو بے شک ہم نے کافروں کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ⑭

۱۴۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، وہ جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ [۱۲]

سَیَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْۚ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُۚ فَسَیَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَاؕ بَلْ كَانُوْا لَا یَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ⑮

۱۵۔ جب تم اموالِ غنیمت کو حاصل کرنے کی طرف چلو گے تو (سفر حدیبیہ سے) پیچھے چھوڑے جانے والے کہیں گے: ہمیں بھی اجازت دو کہ ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں، وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو بدل دیں، آپ فرما دیں: تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے، اللہ تعالیٰ نے اسی طرح پہلے ہی فرما دیا ہے، پھر وہ کہیں گے: بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو، (حالانکہ بات حسد کی نہیں ہے) بلکہ وہ (حق بات کو) بہت کم سمجھتے ہیں۔ [۱۳]

[۱۲] اس آیت میں سفر حدیبیہ سے پیچھے رہ جانے والے منافقین کو توبہ کی ترغیب دی جا رہی ہے کہ اب بھی اگر وہ سچے دل سے توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کی کوتاہی کو بخش دے گا کیونکہ وہ بہت بخشنے والا ہے۔

[۱۳] یہ سورت صلح حدیبیہ سے واپسی پر راستہ میں نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو پیشگی بتا دیا کہ جب آپ مدینہ پہنچیں گے تو سفر حدیبیہ میں شریک نہ ہونے والے منافقین آپ کے پاس آ کر بہانہ سازی کریں گے اور جھوٹی معذرت کریں گے اور مال غنیمت کے لالچ کے پیش نظر لشکر خیبر میں شریک ہونے کی درخواست بھی کریں گے، مگر اللہ تعالیٰ نے اموال خیبر کی خوش خبری صلح حدیبیہ میں شریک ہونے والوں کو سنائی ہے، لہٰذا آپ منافقین کو بتا دینا کہ تم اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں بدل سکتے اور اس کا فرمان یہی ہے کہ تم ہمارے ساتھ خیبر نہیں جا سکتے۔ اس وقت منافقین کہیں گے: تم ہمارے ساتھ حسد کرتے ہو، تو آپ انہیں بتا دینا: اس میں حسد کی کوئی بات نہیں، دراصل تم حقیقت کو نہیں سمجھ رہے۔ اس مال غنیمت کی خوش خبری اللہ تعالیٰ نے صرف ان لوگوں کو دی ہے جو سفر حدیبیہ میں شریک تھے، لہٰذا منافقین لشکر خیبر میں شریک نہیں ہو سکتے۔

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٦﴾

١٦۔ دیہاتیوں میں سے جو لوگ (سفر حدیبیہ سے) پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے آپ ان سے فرما دیں: عنقریب تم ایک سخت جنگجو قوم کی طرف بلائے جاؤ گے تم ان سے لڑائی کرو گے حتیٰ کہ وہ ہتھیار ڈال دیں گے، پس اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اچھا اجر عطا فرمائے گا اور اگر تم روگردانی کرو گے جیسے تم نے پہلے (سفر حدیبیہ کے وقت) روگردانی کی تھی تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔ [١٤]

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٧﴾ ع

١٧۔ نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ مریض پر کوئی گناہ ہے، [١٥] اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور جو شخص روگردانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دردناک عذاب دے گا۔

[١٤] دیہاتی لشکر خیبر میں شریک ہونے کے لئے بے قرار تھے کیونکہ وہاں سے کثیر مال غنیمت کی امید تھی، اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: ذرا صبر کرو، یہ کوئی آخری معرکہ نہیں ہے، ابھی بہت سے معرکے پیش آنے والے ہیں اور خاص طور پر تمہیں ایک بڑی سخت جنگجو قوم سے لڑائی کا موقع ملے گا جو بالآخر تمہارے سامنے سر تسلیم خم کر دے گی۔ اس وقت اگر تم اپنے امیر کی اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اچھا اجر عطا فرمائے گا اور اگر تم نے اس وقت بھی سفر حدیبیہ کی طرح روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ آخرت میں تمہیں دردناک عذاب دے گا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں جس جنگجو قوم کا ذکر کیا گیا ہے امام زہری اور مقاتل کے نزدیک اس قوم سے مراد مسیلمہ کذاب کے ساتھی بنی حنیفہ ہیں۔ اور رافع بن خدیج نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اس آیت کو پہلے پڑھتے تھے لیکن ہمیں علم نہیں تھا کہ وہ جنگجو قوم کون ہے حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہمیں بنی حنیفہ کے خلاف جنگ کی دعوت دی تو پھر ہمیں معلوم ہوا کہ اس قوم سے مراد بنی حنیفہ ہیں۔ (تفسیر قرطبی: سورہ فتح (٤٨): زیر آیت نمبر ١٦)

[١٥] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب گزشتہ آیت نازل ہوئی جس میں ان لوگوں کو دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی جو سفر حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے تھے تو جو معذور لوگ تھے (اور اپنی معذوری کی وجہ سے سفر حدیبیہ میں شریک نہ ہو سکے)

انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا کیا بنے گا؟ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی یعنی اندھے، لنگڑے یا کمزور لوگ اگر جہاد میں شریک نہ ہوں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ (تفسیر قرطبی)

معذوروں کے حقوق

معذور شخص عام افراد کی نسبت زیادہ توجہ کا مستحق ہے۔ اس کی عزت نفس اور معذوری کا خیال رکھنا ہر انسان کی ذمہ داری ہے۔

۱۔ سعید بن یربوع ؓ ایک صحابی تھے جن کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ خلیفہ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے ان سے کہا کہ آپ جمعہ میں کیوں نہیں آتے۔ انہوں نے کہا: میرے پاس آدمی نہیں کہ مجھ کو راستہ بتائے۔ حضرت عمر ؓ نے ایک آدمی مقرر کر دیا جو ہمیشہ ان کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔ (الفاروق: علامہ شبلی نعمانی: ص ۳۲۲)

۲۔ ایک دفعہ خلیفہ حضرت عمر فاروق ؓ لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے، ایک شخص کو دیکھا وہ بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، آپ نے اس کے پاس جا کر کہا کہ داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا: جنگ موتہ میں میرا دایاں ہاتھ جاتا رہا۔ حضرت عمر فاروق ؓ کو رقت ہوئی، اس کے برابر بیٹھ گئے اور رو کر کہنے لگے کہ افسوس تم کو وضو کون کراتا ہوگا اور سر کون دھوتا ہوگا؟ پھر ایک نوکر مقرر کر دیا اور اس کے لئے تمام ضروری چیزیں خود مہیا کر دیں۔ (الفاروق: علامہ شبلی نعمانی: ص ۳۳۲)

۳۔ خلافت راشدہ کے دور میں جب کوئی مسلمان اپاہج یا ضعیف ہو جاتا اور محنت و مزدوری کرنے کے قابل نہ رہتا تو بیت المال سے اس کا وظیفہ جاری کیا جاتا تھا۔ اسی طرح ذمی اپاہج اور ضعیف کو بھی بیت المال سے وظیفہ دیا جاتا، جیسا کہ خالد بن ولید نے حیرہ کے ذمیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا اس میں لکھا ہے: ''میں نے ان کو یہ حق دیا کہ اگر کوئی بوڑھا شخص کام کرنے سے معذور ہو جائے یا اس پر کوئی آفت آن پڑے یا پہلے دولت مند تھا پھر غریب ہو گیا تو اس کا جزیہ موقوف کر دیا جائے گا اور اس کو اور اس کے اہل وعیال کو مسلمانوں کے بیت المال سے نفقہ دیا جائے گا۔''

(کتاب الخراج: ابو یوسف: ص ۱۵۷، الفاروق: علامہ شبلی نعمانی: ص ۲۹۴)

۴۔ ایک دفعہ حضرت عمر ؓ نے ایک بوڑھے یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو اس سے بھیک مانگنے کی وجہ پوچھی؟ اس نے کہا۔ ''مجھ پر جزیہ لگایا گیا ہے اور میرے پاس اس کو ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے۔'' حضرت عمر ؓ اس کو اپنے گھر لے گئے۔ کچھ نقدی اس کو دی اور بیت المال کے داروغہ کو لکھ بھیجا کہ اس قسم کے معذوروں کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فقراء اور مساکین کو صدقہ کا مستحق قرار دیا ہے۔ (قرآن: ۹: ۶۰) اور فرمایا فقراء سے مراد غریب مسلمان ہیں اور مساکین سے مراد غریب اہل کتاب ہیں۔

(کتاب الخراج: ابو یوسف: ص ۱۳۹، الفاروق: علامہ شبلی نعمانی: ص ۲۹۵)

۵۔ ایک دفعہ حضرت طلحہ ؓ نے دیکھا کہ حضرت عمر فاروق ؓ رات کی تاریکی میں اپنے گھر سے نکلے تو پہلے ایک گھر میں گئے، پھر دوسرے گھر میں گئے۔ جب صبح ہوئی تو طلحہ ؓ اس گھر میں گئے (جس میں رات کو حضرت عمر فاروق ؓ گئے

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾

۱۸۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس وقت مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں میں جو (صدق وخلوص) تھا اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا، پس اللہ تعالیٰ نے ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں بہت جلد فتح (خیبر) کا انعام عطا فرمایا۔[۱۶]

وَّ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾

۱۹۔ اور انہیں بہت سے اموال غنیمت عطا فرمائے جن کو وہ (عنقریب) حاصل کریں گے، اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَ كَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَ لِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾

۲۰۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سے اموال غنیمت کا وعدہ فرمایا ہے جن کو تم حاصل کرو گے مگر یہ (غنیمت خیبر) تو تمہیں جلدی عطا فرما دی ہے اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا ہے، اور تاکہ یہ مومنوں کے لئے نشانی ہو جائے اور تاکہ وہ تمہیں صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔[۱۷]

تھے) تو طلحہؓ نے دیکھا کہ اس گھر میں ایک اندھی اپاہج بوڑھی عورت بیٹھی ہے، حضرت طلحہؓ نے اس سے پوچھا: یہ رات کو جو آدمی آپ کے پاس آتا ہے اس کا کیا معاملہ ہے؟ اس بوڑھی عورت نے جواب دیا: وہ اتنے عرصہ سے میری دیکھ بھال کرتا ہے، وہ میری ضرورت کی چیزیں لاتا ہے اور میری تکالیف دور کرتا ہے۔

(سیرۃ عمر بن الخطاب: ابن الجوزی: ص ۶۲)

[۱۶] حاشیہ نمبر ۹ میں اس بیعت کا پس منظر لکھا جا چکا ہے۔ اس آیت میں اس بیعت کرنے والوں کی عظمت بیان کی جا رہی ہے۔ یعنی اس بیعت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہو گیا۔ ان مشکل حالات میں بھی صحابہ کرامؓ کے دلوں میں جو صدق اور خلوص موجزن تھا اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو سکون واطمینان عطا فرمایا اور بہت جلد فتح خیبر کا انعام عطا فرمایا جس میں انہیں بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا۔

[۱۷] اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بہت سے اموال غنیمت کا وعدہ فرمایا ہے، ان میں سے خیبر کے اموال غنیمت تمہیں جلد عطا کر

وَّ اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اور دوسری فتوحات جن پر تم قادر نہ تھے بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کا بھی احاطہ فرمالیا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۱۸]

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور اگر کافر لوگ تم سے جنگ کرتے تو وہ ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے، پھر کوئی دوست اور مددگار بھی نہ پاتے۔ [۱۹]

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

۲۳۔ یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔ [۲۰]

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اور وہی ہے جس نے وادی مکہ میں کفار کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا، اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر غلبہ دے دیا تھا، اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ [۲۱]

دیئے ہیں۔ نیز صلح حدیبیہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کے دلوں پر تمہارا ایسا رعب و دبدبہ طاری کر دیا کہ ان کے ہاتھ تمہاری طرف نہ اٹھ سکے۔ اس میں تمہاری تسکین کے لئے بڑی نشانی ہے یعنی تمہاری قلت تعداد کے باوجود اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد فرمائی اور تمہیں صراط مستقیم پر قائم رکھا۔

[۱۸] صلح حدیبیہ کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں فتح خیبر عطا فرمائی اور اس کے بعد بہت سی ایسی فتوحات بھی عطا کیں جیسے فتح مکہ اور فتح حنین وغیرہ جن پر تم قادر نہیں تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان سب کو تمہارے لئے آسان بنا دیا کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

[۱۹] چھ ہجری میں حدیبیہ کے مقام پر اگر کفار مکہ صلح نہ کرتے اور جنگ کا راستہ اختیار کرتے تو وہ شکست کھا کر بھاگ جاتے اور کوئی بھی ان کی مدد نہ کر سکتا۔

[۲۰] اللہ تعالیٰ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا اور اس کی سنت ہمیشہ سے یہی رہی ہے کہ مومنین جب ایمان کے سارے تقاضوں کے مطابق باطل سے ٹکراتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {تم ہی غالب رہو گے اگر تم کامل مومن ہو۔} (قرآن: ۳:۱۳۹)

[۲۱] حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ (حدیبیہ کے مقام پر) صبح کی نماز کے وقت اہل مکہ کے اسی (۸۰) مسلح افراد جبل تنعیم کی

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ الْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَ لَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾

۲۵۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے لئے وقف جانوروں کو بھی اپنی قربانی کی جگہ پر پہنچنے سے روکا، اور اگر (مکہ میں) کئی ایسے مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم نہیں جانتے (اور یہ اندیشہ نہ ہوتا) کہ تم انہیں پامال کر ڈالو گے اور تمہیں بھی لاعلمی میں ان کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے گی (تو تمہیں کفار سے لڑنے کی اجازت دے دی جاتی لیکن یہ اجازت نہیں دی گئی) تاکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کر دے، اور اگر وہ (مسلمان کافروں سے) الگ ہوتے تو ہم ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔[۲۲]

طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر اترے اور وہ رسول اللہ کو قتل کرنا چاہتے تھے مگر وہ گرفتار کر لئے گئے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترمذی: ۳۲۶۴: تفسیر القرآن: باب ۴۸) یعنی اس کے باوجود کہ مسلمانوں نے ان کو گرفتار کر لیا مگر اللہ تعالیٰ نے فریقین کو ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے روک دیا کیونکہ اس وقت صلح ہی مسلمانوں کے لئے بہتر تھی۔

[۲۲] کفار مکہ نے تمہیں مسجد حرام میں داخل ہونے اور قربانی کے جانوروں کو قربانی کی جگہ تک پہنچنے سے روکا تھا۔ ان کی اس ہٹ دھرمی کے باعث چاہیے تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان پر حملہ کرنے کی اجازت دے دیتا، مگر اللہ تعالیٰ نے دو وجوہات کی بنا پر حملہ کرنے کی اجازت نہ دی۔

ایک وجہ تو یہ تھی کہ مکہ میں کچھ مسلمان عورتیں اور مرد موجود تھے جنہوں نے کفار کے شر سے بچنے کے لئے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا یا ان کا ایمان تو ظاہر تھا مگر اپنی بے بسی کے باعث ہجرت نہیں کر سکتے تھے۔ اب اگر تمہیں حملہ کرنے کی اجازت دے دی جاتی تو لاعلمی میں کفار مکہ کے ساتھ کئی مسلمان بھی شہید ہو جاتے، جس سے ایک طرف تمہیں خود افسوس ہوتا اور دوسرا کفار تمہیں طعنہ دیتے کہ تم کتنے ظالم لوگ ہو کہ تم نے کفار کے ساتھ اپنے مسلمان بھائیوں کو بھی قتل کر دیا ہے۔

اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو موقع دیا تاکہ وہ اپنے رویہ پر نظر ثانی کریں اور اسلام کے دامن رحمت میں آ جائیں۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ اس صلح کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسا جرنیل، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جیسا سیاستدان اور دیگر بہت سے نامور لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ الغرض اگر لاعلمی میں

اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۟۲۶ ع

۲۶۔ جب کافروں نے اپنے دلوں میں جاہلانہ تعصب کو جگہ دی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنوں پر تسکین نازل فرمائی اور انہیں تقویٰ کی بات پر مستحکم کر دیا اور وہی اس کے اہل اور زیادہ حقدار تھے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ [۲۳]

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

۲۷۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حق کے ساتھ سچا خواب دکھایا کہ تم ان شاء اللہ ضرور مسجد حرام میں

کمزور مسلمانوں کے شہید ہو جانے کا خطرہ نہ ہوتا اور کئی کفار کے ایمان لانے کی امید نہ ہوتی اور مسلمان اور کفار علیحدہ علیحدہ آباد ہوتے تو کفار پر حملہ کر کے انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا۔

عمرہ میں قربانی کا مسئلہ

عمرہ میں قربانی کرنا واجب نہیں ہے مگر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نفلی قربانی کے لئے اونٹ ساتھ لے گئے تھے تاکہ نفلی ثواب بھی ہو اور کفار مکہ کو مزید یقین ہو جائے کہ مسلمان لڑنے کے لئے نہیں بلکہ صرف عمرہ اور حرم میں قربانی کرنے کے لئے آئے ہیں۔

[۲۳] عرب میں ہر شخص کو حج یا عمرہ کے لئے بیت اللہ کی زیارت کا حق حاصل تھا مگر کفار مکہ نے جاہلانہ تعصب میں آ کر مسلمانوں کو اس حق سے محروم کر دیا اور انہیں مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ نیز کفار مکہ نے مسلمانوں سے ایسی شرائط پر صلح کی جو مسلمانوں کے لئے بظاہر تکلیف دہ تھیں مگر مسلمانوں نے اپنے پیارے نبی ﷺ کے حکم کے مطابق صبر و تحمل سے کام لیا۔ اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے دلوں پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو تقویٰ کی بات یعنی توحید پر مستحکم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ اعزاز بلاوجہ نہیں دیا بلکہ وہ اپنے صدق و خلوص کی وجہ سے واقعی اس اعزاز کے اہل اور زیادہ حقدار تھے۔

اللہ تعالیٰ ان نفوس قدسیہ پر راضی ہو اور ان کی برکت سے ہم تمام مسلمانوں پر بھی راضی ہو۔ وہ کیا خوش نصیب تھے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے تسکین اور توحید کو راسخ کر دیا تھا۔ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ تسکین اور توحید کو راسخ فرما دے، دنیا کی کوئی طاقت ان کو گمراہ نہیں کر سکتی، اور جو لوگ ان خوش نصیب ہستیوں کے بارے میں سوئے ظن رکھتے ہیں وہ اپنے ایمان کا علاج کرائیں۔ قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھائیں گے جس نے ان کے دلوں میں توحید اور تقویٰ کو مستحکم کر دیا ہے۔

اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾

امن و امان کے ساتھ داخل ہو گے، کچھ اپنے سروں کو منڈواتے ہوئے اور کچھ اپنے بال کترواتے ہوئے، (اس حال میں کہ) تمہیں کسی کا خوف نہیں ہوگا، [۲۴] پس اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے، [۲۵] سو اس نے اس (یعنی فتح مکہ) سے پہلے ہی بہت جلد ایک اور فتح (یعنی فتح خیبر) عطا فرمادی۔

---

[۲۴] امام ابن کثیر لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ مکہ میں تشریف لائے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ نبی کریم ﷺ نے یہ خواب صحابہ کرام ؓ کو سنایا اور ذوالقعدہ چھ ہجری میں ۱۴۰۰ صحابہ کرام ؓ کے ساتھ مکہ روانہ ہوئے۔ کفار مکہ نے حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کو روک دیا اور طے پایا کہ اس سال مسلمان عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں اور آئندہ سال انہیں عمرہ کرنے سے نہیں روکا جائے گا۔ اس سے بعض مسلمانوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہوئے (کہ نبی کریم ﷺ کا خواب سچا نہ ہوا) حضرت عمر فاروق ؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک، لیکن کیا میں نے تمہیں یہ بتایا تھا کہ تم اس سال بیت اللہ کا طواف کرو گے؟ حضرت عمر فاروق ؓ نے عرض کیا: نہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یقیناً تم بیت اللہ کے پاس آنے والے ہو اور اس کا طواف کرنے والے ہو۔ اس کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر)

اگرچہ نبی کریم ﷺ نے واضح کر دیا تھا کہ خواب میں اسی سال عمرہ کرنے کی تصریح نہیں تھی مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اس کی خود وضاحت فرمادی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو جو خواب دکھایا ہے وہ بالکل سچا ہے، تم ان شاء اللہ ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ چنانچہ آئندہ سال یعنی ساتویں ہجری میں وہ امن و امان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے، عمرہ ادا کیا، بعض نے سر منڈائے اور بعض نے بال کتروائے۔ تاریخ میں اس کو عمرۃ القضاء کہا جاتا ہے۔

[۲۵] مسلمانوں کو صلح حدیبیہ کی بعض شرائط پسند نہیں تھیں اور وہ چاہتے تھے کہ اسی سال اہل مکہ پر حملہ کر کے عمرہ ادا کیا جاتا مگر اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اگر اس سال اہل مکہ پر حملہ کر دیا جاتا تو وہ کمزور مسلمان عورتیں اور مرد جنہوں نے کفار کے شر سے بچنے کے لئے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا وہ بھی لاعلمی میں کفار مکہ کے ساتھ شہید ہو جاتے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس عمرہ سے پہلے خیبر فتح ہو جائے تاکہ مسلمانوں کی مالی حالت بھی بہتر ہو جائے اور وہ پورے اطمینان کے ساتھ عمرہ ادا کریں۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد جب کفار مکہ کی طرف سے جنگ وقتی طور پر بند ہو گئی تو اسلام اتنی تیزی سے پھیلا کہ چھ ہجری میں مکہ جانے والوں کی تعداد چودہ سو تھی اور صرف دو سال بعد فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد دس ہزار ہو گئی۔

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿۲۸﴾

۲۸۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے،[۲۶] اور اللہ تعالیٰ ہی (آپ ﷺ کی رسالت کا) گواہ کافی ہے۔[۲۷]

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ

۲۹۔ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں،[۲۸] اور جو لوگ ان کے ساتھی ہیں، وہ کفار پر بہت سخت ہیں،[۲۹]

---

[۲۶] اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کو سراپا ہدایت قرآن مجید اور سراپا حق دین اسلام دے کر بھیجا تا کہ وہ اسلام کو تمام دینوں پر غالب فرما دے۔

دلائل و براہین کے میدان میں اسلام تمام ادیان پر ہمیشہ غالب رہا ہے۔ اسی وجہ سے آج بھی غیر مسلم قوموں میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا دین اسلام ہی ہے اور مادیت کے میدان میں بھی اسلام ہر اس وقت غالب رہا ہے جب مسلمانوں نے اس پر مکمل عمل کیا ہے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ خلافت راشدہ اور قرون وسطیٰ کے ادوار میں اسلام کو مادی غلبہ بھی حاصل رہا اور جب مسلمانوں نے اسلام پر عمل کرنے میں کوتاہی کی تو پھر زوال کا آنا ایک لازمی امر تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم کامل مومن ہو۔} (قرآن: ۳:۱۳۹)

[۲۷] اللہ تعالیٰ نے معجزات کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کی رسالت کو ثابت کر دیا ہے۔ اس کے باوجود اگر کفار مکہ نہیں مانتے تو کوئی فرق نہیں پڑتا، آپ ﷺ کی صداقت کے لئے اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔

[۲۸] اس سورت کے تعارف میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ صلح حدیبیہ میں کفار مکہ نے آپ ﷺ کے اسم گرامی کے ساتھ رسول اللہ کے الفاظ لکھنے پر اعتراض کیا تھا کیونکہ وہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول نہیں مانتے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ کے الفاظ لکھ کر بتا دیا کہ صرف ایک صلح نامہ حدیبیہ پر آپ کے نام کے ساتھ رسول اللہ کے الفاظ نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کے نام کے ساتھ یہ الفاظ نازل کر دیئے ہیں جو دنیا کے ہر کونے میں قیامت تک پڑھے جاتے رہیں گے اور روزانہ پانچ دفعہ اذان میں بھی آپ کی رسالت کی گواہی دی جاتی رہے گی۔

[۲۹] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ ان کا پہلا وصف یہ ہے کہ وہ کفار پر سخت ہیں یعنی اگر کفار سے لڑائی ہو جائے تو وہ چٹان کی طرح سختی اور ثابت قدمی سے ان کا مقابلہ کرتے ہیں اور اپنے دین پر اتنے پختہ ہیں کہ کوئی طاقت ان کو دین سے جدا نہیں کر سکتی۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ بے رحم اور سنگدل تھے اور کفار کے ساتھ ظلم و زیادتی اور ناانصافی سے پیش آتے تھے۔

غیر مسلموں کے ساتھ عدل وانصاف

اسلام عدل وانصاف کا دین ہے، وہ میدان جنگ میں بھی کسی کے ساتھ ظلم اور زیادتی کی اجازت نہیں دیتا بلکہ صرف اسی کافر کے ساتھ لڑائی کی اجازت دیتا ہے جو ہتھیار لے کر تمہارے مقابلے میں آئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔} (قرآن: ۲: ۱۹۰) یعنی جنگ کی نوبت آجائے تو صرف ان لوگوں پر تلوار اٹھائی جائے جو تمہارے خلاف لڑائی میں شریک ہوں۔ ان کے علاوہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور راہبوں کو قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کسی مقتول کی لاش کا مثلہ نہ کیا جائے، حتیٰ کہ جانوروں، سرسبز کھیتوں اور پھلدار درختوں کو بھی بلاضرورت نقصان نہ پہنچایا جائے۔ (موطا امام مالک: کتاب الجھاد: باب ۳) یعنی عین جنگ کے عالم میں جہاں جذبات پر قابو نہیں رہتا اور آتش انتقام بھڑک رہی ہوتی ہے وہاں بھی اسلام مجاہدین کو عدل وانصاف اور قواعد وضوابط کا پابند بناتا ہے تاکہ کسی کے ساتھ زیادتی اور بے انصافی نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ کیا آج کی ترقی یافتہ دنیا میں کوئی قوم ایسی موجود ہے جس نے حالت جنگ میں قانون اور عدل وانصاف کا یوں لحاظ رکھا ہو؟ آج تو جنگ شروع ہوتے ہی شہروں اور آباد بستیوں کو بموں سے اڑا دیا جاتا ہے۔ پرامن شہریوں، عورتوں، کمسن بچوں اور بوڑھوں کسی سے درگزر نہیں کی جاتی۔ ہسپتالوں، عبادت خانوں اور درسگاہوں تک کو مسمار کر دیا جاتا ہے۔ یہ شرف صرف اسلام ہی کو حاصل ہے جو عین میدان جنگ میں بھی کسی بے گناہ پر زیادتی کی اجازت نہیں دیتا۔

غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع نہیں فرماتا کہ جن لوگوں (کفار) نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا کہ تم ان کے ساتھ حسن سلوک اور عدل وانصاف کا برتاؤ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں کی دوستی سے منع فرماتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہیں دیس نکالا دینے والوں کی مدد کی، جو لوگ ایسے کفار سے دوستی کریں گے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔} (قرآن: ۶۰: ۸۔ ۹) ان آیات میں ایک بدیہی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یعنی کوئی قوم اپنے کسی فرد کو اپنے دشمن کے ساتھ دوستی رکھنے کی اجازت نہیں دیتی کیونکہ اس کے ذریعہ قومی راز دشمن تک پہنچنے کا امکان ہوتا ہے، اس لئے اس کو غدار قرار دے کر اسے قرار واقعی سزا دیتی ہے لیکن جو قوم دشمنی نہیں کرتی اس کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع نہیں کرتی۔

☆ بعض اسرائیلی روایات میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے، جب ان کے سامنے کھانا پیش کیا جاتا تو وہ کسی آدمی کو تلاش کرتے جو ان کے ساتھ کھانا کھائے۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک اجنبی آدمی کو ملے۔ جب وہ آپ کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو فرمایا: بسم اللہ پڑھو۔ اس نے جواب دیا: میں نہیں

رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ

آپس میں رحمدل ہیں،[۳۰] آپ انہیں رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کا

جانتا کہ اللہ کون ہے؟ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو کھانے سے اٹھا دیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کے کفر کے باوجود ساری عمر اس کو رزق دیتا رہا ہوں اور تم نے اس کو ایک لقمہ دینے میں بھی بخل کیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام گھبرا کر اس کی تلاش میں نکلے اور اس کو واپس بلایا۔ اس نے کہا: میں اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک تم مجھے یہ نہ بتاؤ کہ اب مجھے واپس کیوں بلا رہے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارا واقعہ سنایا، تو اس نے کہا: یہ تو بڑا کریم رب ہے۔ پھر وہ ایمان لے آیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں واپس آ گیا اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۶۹)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی: اے میرے خلیل! لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ اگر چہ کفار کے ساتھ واسطہ پڑے، تم نیک لوگوں کے زمرہ میں داخل ہو جاؤ گے۔ میں نے پہلے ہی سے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ جو اچھے اخلاق کا برتاؤ کرے گا میں اس کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دوں گا، جنت کے خاص مشروبات سے سیراب کروں گا اور اپنے پڑوس میں قرب عطا کروں گا۔ (المعجم الاوسط: امام طبرانی: ۶۵۰۲: جلد ۷: ص ۲۶۱، الترغیب والترہیب: جلد ۳: ص ۴۰۷: الترغیب فی الخلق الحسن)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک بکری ذبح کی گئی تو انہوں نے دوبار گھر والوں سے پوچھا کہ تم نے ہمارے پڑوسی جو کہ یہودی ہے کے لئے گوشت کا تحفہ بھیجا ہے یا نہیں؟ کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جبریل امین مجھ کو ہمیشہ پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے یہ گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو میرا وارث کر دیں گے۔ (ترمذی: ۱۹۴۳: ابواب البر: باب ۲۸) پڑوسیوں کے ساتھ اچھے مراسم رکھنے کا ایک طریقہ تحائف کا تبادلہ ہے مگر تبادلۂ تحائف کے وقت فریقین کو ایک دوسرے کے مذہبی جذبات کا احترام کرنا چاہیے اور کسی ایسی چیز کا تبادلہ نہ کیا جائے جو دوسرے کے مذہب میں ناپسندیدہ ہو۔

☆ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ میرے پاس آئیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مشرکہ تھیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! وہ اسلام سے اعراض کرتی ہیں۔ کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں تم ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ (بخاری: ۲۶۲۰: کتاب الادب: باب ۳)

[۳۰] آپس میں رحمدل

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں رحمدل اور ہمدرد ہیں حتیٰ کہ جب وہ کفار پر سخت ہوتے ہیں اس حال میں بھی وہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس کی جنگیں نفسانی خواہشات کے باعث نہ تھیں بلکہ اختلاف رائے کی بنا پر تھیں۔

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل اور ہدایت کے ستارے ہیں۔ ان کی تعظیم واجب

وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۖۛ وَ	فضل اوراس کی رضا طلب کرتے ہیں،[۳۱]ان کی نشانی ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے،[۳۲] ان کی یہ صفات تورات میں بھی ہیں، اور انجیل میں بھی

معانقۃ ۱۵

ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا ہے تو کسی اور کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان پر زبانِ طعن دراز کرے۔ ان کے باہمی اختلافات اور قتال سب اجتہادی امور پر مبنی تھے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں} (قرآن: ۱۱: ۱۱۴) اور صحابہ کرام ﷺ کی نیکیوں کے برابر کسی دوسرے کی نیکیاں نہیں ہوسکتیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے عفو ودرگزر کے جتنے مستحق صحابہ کرام ﷺ ہیں کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔ ہمیں ان پر نکتہ چینی کے بجائے اپنی خطاؤں پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے۔ یا اللہ! ان خوش نصیب مجاہدین اسلام کے صدقے ہم پر بھی کرم فرما اور ہمارے گناہ معاف فرمادے۔ آمین!

☆ حضرت ابوموسیٰ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مومن کا تعلق مومن کے ساتھ ایسا ہے جیسے دیوار کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو سہارا دیئے ہوئے ہوتا ہے۔ (نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا اور) پھر اپنے (دونوں) ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ملا دیا۔ (بخاری: ۶۰۲۶: کتاب الادب: باب ۳۶)

☆ حضرت نعمان بن بشیر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومنین کی آپس میں محبت، رحمت اور مہربانی کی مثال ایک جسم کی طرح ہے، اگر اس کا کوئی عضو بیمار ہوتا ہے تو سارا جسم بخار میں مبتلا ہوجاتا ہے اور اس کی نیند ختم ہوجاتی ہے۔
(مسلم: ۶۵۸۶: کتاب البر: باب ۱۷)

[۳۱] صحابہ کرام ﷺ کو اپنے رب کی عبادت سے اتنی محبت تھی کہ کبھی رکوع میں جھکے ہوئے نظر آتے تو کبھی سجدہ ریز دکھائی دیتے۔ اور اس ساری عبادت وریاضت کا مقصد صرف یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا حاصل ہوجائے۔

[۳۲] صحابہ کرام ﷺ کے سجدوں اور ان کی شب بیداریوں کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں تھے، جیسا کہ حضرت جابر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص رات کو کثرت سے نمازیں پڑھتا ہے دن کو اس کا چہرہ بہت حسین لگتا ہے۔
(ابن ماجہ: ۱۳۳۳: اقامۃ الصلوات: باب ۱۷۴)

اس سے مراد وہ سیاہ نشان نہیں جو سخت چیز پر سجدہ کرنے کی وجہ سے بعض نمازیوں کی پیشانی پر پڑ جاتا ہے کیونکہ وہ نشان سیاہ رنگت والوں کی پیشانی پر نمایاں نہیں ہوتا، بلکہ اس سے مراد پرہیزگاری، شرافت، انسانی ہمدردی اور خوش اخلاقی کا نور ہے جو نیک لوگوں کے چہروں پر نمایاں ہوتا ہے۔ انسان کا چہرہ ایک مفصل کتاب کا ایسا سرورق ہے جس کو دیکھتے ہی پوری کتاب کے مندرجات کا اندازہ ہوجاتا ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اولیاء اللہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی یاد آجائے۔ (ابن ابی حاتم: حدیث نمبر ۱۰۴۵۵) یعنی ان کی شکل و صورت، کردار اور گفتار میں توحید پرستی کے آثار اس قدر غالب اور نمایاں ہوتے ہیں کہ ان کو دیکھنے والے کے ذہن وضمیر میں اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔

مَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ ع

ہیں، [۳۳] وہ (یعنی صحابہ کرام ؓ) اس کھیتی کی طرح ہیں جس نے پہلے اپنی باریک سی کونپل نکالی، پھر اس کو تقویت دی، پھر وہ موٹی ہوگئی، پھر وہ اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور کاشتکاروں کو خوش کرنے لگی تا کہ ان کے ذریعے وہ کافروں کے دل جلائے، [۳۴] اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

---

[۳۳] قرآن مجید کی اس آیت میں صحابہ کرام ؓ کے جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں وہ پہلے تورات اور انجیل میں بھی بیان ہو چکے ہیں۔

[۳۴] صحابہ کرام ؓ کی مثال اس کھیت کی طرح ہے جس میں پہلے ایک باریک سی کونپل نکلتی ہے، پھر وہ بتدریج مضبوط ہو کر جب مکمل پودے کی صورت میں لہلہاتی ہے تو کاشتکاروں کو خوش کر دیتی ہے مگر ان کاشتکاروں کے دشمن حسد سے جلنے لگتے ہیں۔ اسی طرح ابتدا میں تنہا نبی کریم ﷺ تھے جنہوں نے اسلام کی دعوت دی، پھر بتدریج ایک ایک دو دو کر کے لوگ مسلمان ہوتے گئے، اور جب مسلمان ایک مضبوط قوت بن گئے تو ان کی کثرت اور قوت کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ تو خوش ہو گئے مگر کفار حسد وغضب سے جلنے لگے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام ؓ کے اخلاص اور تقویٰ کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ تو خوش تھے مگر کفار ان کی کامیابیوں کو دیکھ کر حسد وبغض سے جلتے تھے۔ آج بھی اہل ایمان تو ان نفوس قدسیہ کے کارناموں کو سن کر خوش ہوتے ہیں مگر جن کے دلوں میں ان کے متعلق بغض وعناد ہے انہیں نبی کریم ﷺ کے درج ذیل پیارے پیارے ارشادات کا غور سے مطالعہ کرنا چاہیے اور ان نفوس قدسیہ کے متعلق اپنے دل کو پاک اور صاف رکھنا چاہیے:

صحابی کی تعریف

صحابی اس خوش نصیب انسان کو کہتے ہیں جو ایمان کی حالت میں نبی آخر الزمان ﷺ کی صحبت یا زیارت سے فیض یاب ہوا، پھر ایمان پر قائم رہا اور اس کی وفات بھی ایمان کی حالت میں ہوئی۔

حضرت ابو بکر ؓ کی افضلیت

اہل اسلام کے نزدیک انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد انسانوں میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق ؓ ہیں۔

اس سلسلہ میں چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

۱۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب فضائل اصحاب کے باب نمبر چار کا عنوان بنایا ہے: "فضل ابی بکر بعد النبی" نبی کے بعد ابو بکر کی فضیلت کا باب۔ اس باب میں عبد اللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہم لوگوں کے

درمیان ترجیح دیا کرتے تھے تو ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتے، پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو۔

(بخاری: فضائل اصحاب: باب ۴)

اس حدیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں۔ وعلی هذا اهل السنة والجماعة۔ اہل سنت و جماعت اسی عقیدہ پر ہیں۔ (عمدۃ القاری: جلد ۱٦: ص ۱۷۷) اور امام ابن حجر عسقلانی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے: (اجمع الصحابة وأتباعهم على افضلية ابی بکر) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ افضل ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ (فتح الباری: جلد ۷: ص ۱۷)

۲۔ عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ کہتے ہوئے سنا (خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں سے بہتر ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد لوگوں سے بہتر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(ابن ماجہ: مقدمہ: حدیث نمبر ۱۰٦)

۳۔ محمد بن الحنفیہ یعنی محمد بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں سے بہتر کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ، میں نے عرض کیا: پھر کون بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ پھر مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں کہوں کہ عمر رضی اللہ عنہ کے بعد کون بہتر ہے تو آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے اس لئے میں نے پوچھا: میرے ابا جان! پھر عمر رضی اللہ عنہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: میں مسلمانوں میں سے ایک عام انسان ہوں۔ (ابو داؤد: کتاب السنہ: باب ۸: حدیث نمبر ۴٦۲۹)

۴۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم کہا کرتے تھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (افضل امة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعدہٗ ابوبکر) پھر عمر رضی اللہ عنہ، پھر عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

(ابو داؤد: کتاب السنہ: باب ۸: حدیث نمبر ۴٦۲۸)

۵۔ گذشتہ حدیث کے آخر میں کچھ اضافے کے ساتھ طبرانی بیان کرتے ہیں: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم کہا کرتے تھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات تھے کہ اس امت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں، پھر عمر رضی اللہ عنہ اور پھر عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری یہ بات سنا کرتے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اس کا انکار نہیں فرمایا۔

(عمدۃ القاری: جلد ۱٦: ص ۱۷۷)

٦۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا: اے ابودرداء! کیا تم اس شخص کے آگے چلتے ہو جو تم سے دنیا و آخرت میں بہتر ہے؟ قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے! نبیوں اور رسولوں کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی شخص نہیں ہے جس پر سورج طلوع یا غروب ہوا ہو۔ (السیرۃ الحلبیۃ: جلد ۲: ص ۵٦)

۷۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں مجھے فرمایا: میرے لئے اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ تاکہ میں (ان کے لئے) ایک مکتوب لکھ دوں، کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے

والا تمنا کرے گا اور یہ کہے گا کہ میں ہی (خلافت کا) زیادہ مستحق ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا سب کو مسترد کردیں گے۔ (مسلم:۶۱۸۱: کتاب فضائل الصحابۃ: باب ۱)

۸۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل امین میرے پاس آئے۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں پسند کرتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ ہوں تاکہ آپ (کے چہرہ) کو دیکھتا رہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! بے شک میری امت میں آپ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

(ابوداؤد: ۴۶۵۲: کتاب السنۃ: باب ۸)

خلفائے راشدین کے فضائل

اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ کفار پر سخت ہونے سے مراد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپس میں رحمدل سے مراد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ رکوع اور سجدہ کرنے والوں سے مراد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا طلب کرنے والوں سے مراد دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ (تفسیر الخازن)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مسلمان کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو (ایمان کی نظر سے) دیکھا۔

(ترمذی: حدیث نمبر ۳۸۵۸: ابواب المناقب: باب ۵۶)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو کہو: تمہارے شر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۳۸۶۶: ابواب المناقب: باب ۵۹)

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا نہ کہو، اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو وہ میرے صحابہ کے ایک کلوگرام بلکہ آدھا کلوگرام (جو خیرات کرنے کے اجر) کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (بخاری: ۳۶۷۳: فضائل اصحاب: باب ۵)

☆ حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب میں سے جو شخص کسی علاقہ میں فوت ہو جائے تو قیامت کے دن وہ شخص اس علاقہ والوں کے لئے قائد اور نور بنا کر اٹھایا جائے گا۔

(ترمذی: ۳۸۶۵: ابواب المناقب: باب ۵۸)

☆ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے بعد ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا، پس جو شخص ان

سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے، اور جو ان سے بغض رکھتا ہے تو وہ مجھ سے بغض کے باعث ایسا کرتا ہے، اور جس نے ان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی، اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ تعالیٰ عنقریب اس کی گرفت فرمائے گا۔

(ترمذی: ۳۸۶۲: ابواب المناقب: باب ۵۸)

☆ حضرت حسین بن علی ﷛ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اسلام کا لباس حیا ہے، اس کی زینت وفا ہے، اس کی مروت عمل صالح ہے، اس کا ستون تقویٰ ہے۔ ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے محبت اور ان کے اہل بیت کی محبت ہے۔ (کنز العمال: ۳۲۵۲۳: جلد ۱۱: ص ۵۳۹)

☆ حضرت عبد اللہ بن عمر ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: ۔۔۔ بنی اسرائیل کے بہتر فرقے تھے اور میری امت کے تہتر (۷۳) فرقے ہوں گے اور ایک ملت کے سوا باقی تمام فرقے جہنم میں ہوں گے۔ مسلمانوں نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کون سی ملت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: جس پر میں اور میرے اصحاب ﷛ ہیں۔

(ترمذی: ۲۶۴۱: ابواب الایمان: باب ۱۸)

☆ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ (مشہور محدث) عمر بن حبیب ایک روز خلیفہ ہارون الرشید کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ وہاں ایک مسئلہ پر گرما گرم بحث شروع ہوگئی۔ ایک شخص نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے حضرت ابو ہریرہ ﷛ کی روایت کردہ حدیث پیش کی۔ دوسرے فریق نے اس حدیث کو صحیح ماننے سے انکار کر دیا اور کہا: ہم ابو ہریرہ کی روایات کو نہیں مانتے کیونکہ وہ متہم (مشکوک) ہیں۔ عمر بن حبیب کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ ہارون الرشید بھی انہی کی طرف مائل ہیں اور ان کی بات کی تائید کرنے لگے۔ میں نے کہا: یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور حضرت ابو ہریرہ ﷛ روایت احادیث میں ثقہ اور صادق ہیں۔ ہارون الرشید نے غضبناک نگاہوں سے میری طرف دیکھا تو میں وہاں سے اٹھ کر گھر چلا آیا۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ مجھے بتایا گیا کہ خلیفہ کا قاصد دروازے پر کھڑا ہے۔ جب وہ اندر آیا تو اس نے کہا: فوراً امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو، تجھے قتل کیا جائے گا، لہٰذا کفن بھی پہن لو اور خوشبو بھی لگا لو۔ میں نے یہ سنا تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی: اے اللہ تعالیٰ! تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے نبی ﷺ کے صحابی کا دفاع کیا ہے اور اس طرح تیرے نبی ﷺ کی شان کو بلند کیا ہے۔ اے میرے اللہ! تو مجھے ہارون کے شر سے بچا۔ یہ دعا مانگی اور ہارون کی طرف روانہ ہوا۔ وہ سونے کی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، اس نے اپنی آستینیں چڑھائی ہوئی تھیں۔ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور اس کے سامنے چمڑے کا ٹکڑا بچھا ہوا تھا، مجھے دیکھ کر بولا: اے عمر! میری بات کو آج تک ایسی گستاخی سے کسی نے رد نہیں کیا جس طرح تو نے کیا ہے۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! میں نے صرف اس بات کی تردید کی ہے جس سے نبی کریم ﷺ کی شان پر حرف آتا تھا اور نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی توہین ہوتی تھی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام جھوٹ بولا کرتے تھے تو شریعت باطل ہو جائے گی۔ نماز، روزہ، طلاق، نکاح اور حدود کے بارے میں جتنے احکام ہیں سب مردود اور

غیر مقبول قرار پائیں گے۔ میری یہ بات سن کر وہ اپنی ذات کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: اے عمر بن حبیب! تو نے مجھے از سر نو زندہ کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ تجھے سلامت رکھے، اور دس ہزار درہم بطور انعام مجھے دینے کا حکم دیا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ فتح (۴۸): زیر آیت نمبر ۲۹)

☆ عویم بن ساعدہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب مخلوقات سے اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا اور پھر میرے لئے اصحاب کا انتخاب فرمایا۔ ان میں سے میرے لئے وزیر، داماد اور سسر بنائے، پس جس نے ان کو برا بھلا کہا، اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے کوئی معاوضہ اور کوئی بدلہ قبول نہ کرے گا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ فتح (۴۸): زیر آیت نمبر ۲۹)

☆ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ ؓ سارے کے سارے عادل ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے دوست اور اس کے منتخب کردہ ہیں اور اس کی مخلوق میں اس کے انبیاء و رسل کے بعد سب سے بہتر ہیں۔
(تفسیر قرطبی: سورہ فتح (۴۸): زیر آیت نمبر ۲۹)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز اتوار ۱۱ جولائی ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۹ رجب ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۵ جون تا ۱۱ جولائی یعنی صرف ۲۶ دنوں میں سورہ فتح کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ الحجرٰت (۴۹)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''حجرات'' ہے جو اس کی آیت نمبر ۴ سے ماخوذ ہے۔

مضامین

☆ اس سورت کے آغاز میں صحابہ کرام ﷺ کو نبی کریم کی بارگاہ کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ آپ کے پاس حاضری کا طریقہ اور بات کرنے کا سلیقہ بتایا گیا ہے۔

☆ مومن آپس میں بھائی ہیں، اگر ان کے درمیان لڑائی ہو جائے تو ان میں صلح کرا دو اور اگر وہ صلح نہ کریں تو تم تماشائی نہ بنو بلکہ اس کا ساتھ دو جو حق پر ہے۔

☆ مومنین کو بدگمانی اور غیبت سے پرہیز کرنا چاہیے اور ایک دوسرے کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے کیونکہ ہوسکتا ہے دوسرا شخص اس سے بہتر ہو۔

☆ سارے لوگ ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم انگلستان

بروز بدھ بعد از اشراق ۱۴ جولائی ۲۰۱۰ء بمطابق ۲ شعبان ۱۴۳۱ھ

آیاتہا ۱۸ (۴۹) سورۃ الحجرات مدنیۃ (۱۰۶) رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

۱۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے (کسی معاملہ میں) سبقت نہ کیا کرو[۱] اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ (سب کچھ) سننے

[۱] اس سورت کی ابتدائی آیات میں نبی کریم ﷺ کا ادب واحترام سکھایا گیا ہے۔ یعنی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اگر کوئی معاملہ پیش ہو تو اس کے فیصلے میں سبقت نہ کیا کرو بلکہ نبی کریم ﷺ کے حکم کا انتظار کرو اور جب آپ ﷺ فیصلہ صادر فرمادیں تو اس کی اطاعت میں آگے بڑھو اور اپنی خواہشات کو پس پشت ڈال دو۔

یہ حکم تو نبی کریم ﷺ کی ظاہری زندگی میں تھا۔ اب اس حکم پر عمل کرنے کی صورت یہ ہوگی کہ جو بھی مسئلہ درپیش ہو پہلے اس کا حل قرآن وسنت سے تلاش کیا جائے اور اگر وہاں نہ ملے تو پھر قرآن وسنت کی روشنی میں اپنی عقل وخرد کو بروئے کار لایا جائے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ جب معاذ بن جبل ؓ کو یمن (کا حاکم بنا کر) بھیجنے لگے تو فرمایا: اے معاذ! جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آیا تو تم کیسے فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا: میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملا تو پھر کیا کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا: پھر میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں وہ مسئلہ نہ رسول اللہ کی سنت میں ملا اور نہ ہی کتاب اللہ میں ملا تو پھر کیا کرو گے؟ معاذ بن جبل ؓ نے عرض کیا: پھر میں اپنی رائے کے مطابق پوری کوشش (یعنی اجتہاد) کروں گا اور ذرہ کوتاہی نہیں کروں گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے اپنے رسول کے نمائندے کو اس طریقہ کی توفیق بخشی جو اس کے رسول کو پسند ہے۔ (ابوداؤد: ۳۵۹۲: کتاب القضاء: باب ۱۱)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: کسی قول یا فعل میں نبی کریم ﷺ پر سبقت نہ کی جائے حتیٰ کہ کھانے کی مجلس میں آپ ﷺ سے پہلے کھانا شروع نہ کیا جائے، اور اگر آپ ﷺ چل رہے ہیں تو کوئی آپ ﷺ سے آگے نہ بڑھے۔ (صفوۃ التفاسیر)

علماء ومشائخ کا احترام

علمائے کرام اور مشائخ عظام کا بھی اسی طرح احترام کرنا چاہیے کیونکہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث ہیں، جیسا کہ حضرت ابو درداء ؓ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابو بکر ؓ کے آگے چل رہا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① والا خوب جاننے والا ہے۔[۲]

دیکھ کر فرمایا: اے ابودرداء! کیا تم اس شخص کے آگے چلتے ہو جو تم سے دنیا و آخرت میں بہتر ہے؟ قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے! نبیوں اور رسولوں کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی شخص نہیں ہے جس پر سورج طلوع یا غروب ہوا ہو۔
(السیرة الحلبیة: جلد ۲: ص ۵۶)

والدین کا احترام

والدین کا بھی اسی طرح احترام کرنا چاہیے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو دیکھا اور ان میں سے ایک سے پوچھا: اس دوسرے شخص کے ساتھ تیرا کیا رشتہ ہے؟ اس نے کہا: یہ میرا باپ ہے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے باپ کو اس کے نام سے نہ پکارا کر، اس کے آگے نہ چلا کر اور نہ ہی اس سے پہلے بیٹھا کر۔

(امام بخاری: الأدب المفرد: ص ۲۲)

حکایت ہے کہ ایک آدمی استاذ ابواسحاق کے پاس آیا اور کہا: میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ آپ کی داڑھی لعل اور موتیوں کے ساتھ مرصع تھی۔ ابواسحاق نے کہا: تو نے سچ کہا: آج رات میں نے سونے سے پہلے اپنی داڑھی کو ماں کے قدموں کے تلووں کے ساتھ مس کیا تھا اور یہ ماں کے قدموں کی برکت ہے۔ ابواسحاق اپنے ہاتھ سے والدین کی خدمت کرتا تھا اور ان کی خدمت کسی اور کے سپرد نہیں کرتا تھا کیونکہ آدمی کے لئے اپنے والدین، استاذ اور مہمان کی خدمت کرنے میں کوئی عیب نہیں ہے، لہٰذا بیٹے کو چاہیے کہ وہ اپنے والدین سے آگے نہ چلے اور نہ ہی کسی مجلس میں والدین سے بلند جگہ پر بیٹھے اور نہ ہی کھانے، پینے اور بات کرنے میں ان سے سبقت کرے۔

(تفسیر روح البیان: سورۃ بنی اسرائیل (۱۷): زیر آیت نمبر ۲۳)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پیر اور جمعرات کے دن انسانوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں اور جمعہ کے دن انبیائے کرام اور والدین کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں تو وہ اپنے بعد والوں کی نیکیوں کو دیکھ کر خوش ہوتے اور ان کے چہرے خوشی سے چمک اٹھتے ہیں، پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور (گناہ کر کے) اپنے فوت شدہ آباء و اجداد کو اذیت نہ پہنچاؤ۔
(کنز العمال: ۴۵۴۹۳: جلد ۱۶: ص ۴۶۹)

استاذ کا احترام

علم سکھانے کے حوالے سے استاذ بھی باپ کی طرح احترام کا مستحق ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے لئے باپ کی حیثیت رکھتا ہوں کیونکہ میں تمہیں علم سکھاتا ہوں۔

(ابوداؤد: ۸: کتاب الطہارۃ: باب ۴)

[۲] اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہا کرو کیونکہ وہ تمہاری باتوں کو بھی سنتا ہے اور تمہاری نیتوں کو بھی جانتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲

۲۔ اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ ان سے اس طرح بلند آواز سے بات کیا کرو جیسے تم آپس میں بلند آواز سے بات کرتے ہو، کہیں (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ [۳]

[۳] اس آیت میں اہل ایمان کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں جب تم آپس میں گفتگو کرو تو تمہاری آواز نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند نہ ہو اور جب تم نبی کریم ﷺ سے بات کرو تو اس طرح بلند آواز سے بات نہ کرو جس طرح تم آپس میں بلند آواز سے بات کرتے ہو۔ نیز جس طرح تم ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو اس طرح نبی کریم ﷺ کو یا محمد کہہ کر نہ پکارو بلکہ پورے ادب کے ساتھ معزز القاب مثلاً یا رسول اللہ کہہ کر خطاب کرو کیونکہ اگر تم نے بارگاہ رسالت کے ادب و احترام کو ملحوظ خاطر نہ رکھا تو اس بے ادبی اور گستاخی کی وجہ سے تمہاری ساری نیکیاں ضائع ہو جائیں گی اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

نبی کریم ﷺ کی تعظیم کے متعلق تفصیلی بیان سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۱۵۷ کے حاشیہ نمبر ۸۳ میں ملاحظہ کریں جس میں درج ذیل عنوانات کے حوالوں سے آپ ﷺ کی تعظیم کو بیان کیا گیا ہے۔ یعنی نبی کریم ﷺ کی تعظیم قرآن مجید کی روشنی میں، نبی کریم ﷺ کی تعظیم حدیث پاک کی روشنی میں، نبی کریم ﷺ کی تعظیم کے متعلق اہل بیت اطہار ؓ اور صحابہ کرام ؓ کا طرز عمل، وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کی تعظیم، نبی کریم ﷺ کی احادیث کی تعظیم اور نبی کریم ﷺ کے آثار و تبرکات کی تعظیم۔

نبی کریم ﷺ کی بے ادبی

نبی کریم ﷺ کی بے ادبی اتنا بڑا گناہ ہے کہ صحابہ کرام ؓ جیسی مقدس ہستیوں کی خلوص بھری نیکیاں بھی ضائع ہو سکتی ہیں تو ہم جیسے گنہگار اگر بے ادبی کر بیٹھیں تو ان کی نیکیوں کا کیا حشر ہوگا۔ امام ابو یوسف نے فرمایا: جو مسلمان رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دے، آپ ﷺ کی تکذیب کرے، آپ ﷺ میں نقص نکالے یا آپ ﷺ کی شان میں کمی کرے وہ اللہ تعالیٰ کا منکر اور کافر ہو جاتا ہے۔ (کتاب الخراج: امام ابو یوسف: ص ۱۹۹)

نبی کریم ﷺ کی بے ادبی اور دیگر گناہوں میں فرق

ایک بے نمازی اور گستاخ میں فرق یہ ہے کہ بے نمازی کو اپنے گناہ کا علم ہے۔ اسے کبھی توبہ کا خیال آ سکتا ہے مگر نبی کریم ﷺ کے گستاخ کو اپنے گناہ کا علم ہی نہیں تو وہ توبہ کیسے کرے گا؟ لہٰذا نبی کریم ﷺ کی ذات اور ان کی عظمت کے متعلق انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔ یا اللہ تعالیٰ! ہمیں اپنے پیارے حبیب ﷺ کے ادب و احترام کی توفیق عطا فرما اور ان کی بے ادبی سے محفوظ فرما۔ آمین!

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَهُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ لِلتَّقۡوٰی ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ③

۳۔ بے شک جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے پرکھ لیا ہے، ان ہی کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ [۴]

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ④

۴۔ بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ [۵]

ضرورت کے وقت بلند آواز سے بولنا منع نہیں ہے

نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں اس طرح بلند آواز سے بولنا جس سے آپ ﷺ کے دل کو تکلیف پہنچے وہ بے ادبی اور گستاخی ہے، لیکن جس بلند آواز سے نبی کریم ﷺ کو خوشی ہو وہ منع نہیں ہے، جیسے آپ ﷺ کی موجودگی میں بلند آواز سے اذان دینا، میدان جنگ میں مجاہدین کو بلند آواز سے پکارنا، حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا بلند آواز سے نعت سنانا اور مدینہ منورہ میں آمد کے موقع پر خواتین و حضرات، بچوں اور بچیوں کا بلند آواز سے اللہ اکبر جاء رسول اللہ اور طلع البدر علینا پڑھنا وغیرہ۔

[۴] اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم کریں ورنہ ان کے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ نفوس قدسیہ تھے جو آزمائشوں اور تکلیفوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تعمیل میں نبی کریم ﷺ کی تعظیم کا خاص اہتمام کرتے اور آپ ﷺ کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے تھے۔ فرمان خداوندی کی تعمیل اور نبی ﷺ کی تعظیم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے اس قدر خالص کر دیا تھا کہ ان میں تقویٰ کے خلاف کوئی چیز نہیں آتی تھی۔ اس تقویٰ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے گذشتہ گناہوں کو بخش دیا اور آئندہ اجر عظیم کی نوید سنائی۔ آج بھی جو اللہ تعالیٰ کی مقدس ہستیوں اور مقدس نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے یہ اس کے متقی ہونے کی نشانی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو بے شک یہ دلوں کے تقویٰ میں سے ہے۔}

(قرآن: ۲۲:۳۲)

[۵] نبی کریم ﷺ کی زندگی انتہائی مصروف تھی۔ مسجد میں نمازوں کے علاوہ تعلیم کتاب و حکمت کا سلسلہ جاری رہتا۔ گھر میں عبادت کے علاوہ افراد خانہ کو وقت دیا جاتا۔ نزول وحی کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ آپ کو آرام کے لئے رات کا کچھ حصہ اور دوپہر کا قیلولہ ہی میسر تھا، اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکثر اسی وقت حاضر ہوتے جب آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہوتے۔ اور اگر آپ ﷺ گھر میں ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد میں آپ ﷺ کی آمد کا انتظار کرتے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

۵۔ اور اگر وہ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ خود ہی ان کی طرف باہر تشریف لے آتے تو یہ ان کے لئے بہت بہتر ہوتا، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝

٦۔ اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی خوب تحقیق کر لیا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں تکلیف پہنچا بیٹھو، پھر تم اپنے کیے پر پچھتانے لگو۔ [٦]

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

٧۔ اور خوب جان لو کہ تمہارے درمیان رسول اللہ ﷺ موجود ہیں، اگر وہ بہت سے کاموں میں تمہارا کہنا مان لیتے تو تم مشکل میں پڑ جاتے، [٧] لیکن اللہ

ایک دفعہ دوپہر کو قیلولہ کے وقت قبیلہ بنی تمیم کے بعض دیہاتی لوگ آئے اور کاشانہ نبوت کے باہر کھڑے ہو کر آواز دینے لگے: یا محمد! باہر آؤ۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی یہ لوگ بڑے ناسمجھ ہیں اور نبی کریم ﷺ کی مصروفیات کو نہیں سمجھتے۔ اگر وہ تھوڑا صبر اور انتظار کرتے اور نبی کریم ﷺ خود اپنی مرضی سے باہر تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا۔ چونکہ وہ دیہاتی آپ ﷺ کے آداب سے ناواقف تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی فرمائی۔ انہیں نصیحت کر دی مگر سزا نہیں دی۔

[٦] اس آیت میں فاسق سے مراد کون ہے؟ اہل تفسیر نے یہاں حضرت ولید بن عقبہ ؓ کا ذکر کیا ہے مگر امام رازی نے اس کی سختی سے تردید کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: یہ حکم کسی کے لئے خاص نہیں ہے، بلکہ ایک عام اصول بیان کیا گیا ہے تاکہ کسی بھی فاسق کی خبر پر اعتماد نہ کیا جائے بلکہ اس کی پوری طرح تحقیق کی جائے۔ (تفسیر کبیر: سورہ حجرات (٤٩): زیر آیت نمبر ٦) مثلاً اگر کوئی فاسق آدمی تمہیں کسی قوم کی شکایت کرے اور تم اس کی خبر پر اعتماد کر کے اس قوم پر حملہ کر دو اور بعد میں پتہ چلے کہ اس فاسق آدمی نے غلط خبر دی تھی تو خود سوچو تمہیں اپنی جلد بازی پر کتنی ندامت ہو گی، لہٰذا کسی فاسق آدمی کی خبر پر اعتماد کرنے سے پہلے اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو تاکہ بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔

[٧] اس آیت میں صحابہ کرام ؓ کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ بعض دفعہ تم جذبات میں آ کر ایسی بات کہہ دیتے ہو جس کا انجام تمہارے لئے بہتر نہیں ہوتا اور اگر نبی کریم ﷺ تمہارے کہنے کو مان لیں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ

حَبَّبَ اِلَيۡكُمُ الۡاِيۡمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ وَكَرَّهَ اِلَيۡكُمُ الۡكُفۡرَ وَالۡفُسُوۡقَ وَالۡعِصۡيَانَ‌ ؕ اُولٰٓـئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوۡنَ ۙ‏ ﴿۷﴾

تعالیٰ نے ایمان کوتمہارے لئے محبوب بنادیا ہے اور اس کوتمہارے دلوں میں مزین کردیا ہے اور کفر، فسق اور نافرمانی کوتمہارے لئے قابل نفرت بنادیا ہے، یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ [۸]

فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعۡمَةً‌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ‏ ﴿۸﴾

۸۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور انعام ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا‌ ۚ فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰٮهُمَا عَلَى الۡاُخۡرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىۡ تَبۡغِىۡ حَتّٰى تَفِىۡٓءَ اِلٰٓى اَمۡرِ اللّٰهِ‌ ۚ فَاِنۡ فَآءَتۡ فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا بِالۡعَدۡلِ وَاَقۡسِطُوۡا‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ‏ ﴿۹﴾

۹۔ اور اگر مومنوں کے دوگروہ آپس میں لڑائی کریں توان کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے توتم (سب مل کر) اس گروہ سے لڑائی کرو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ گروہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پس اگر وہ (فرمان خداوندی کی طرف) لوٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف سے کام لو، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ [۹]

تمہارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود موجود ہیں، وہ تمہارے مصالح کو زیادہ بہتر جانتے ہیں، لہٰذا تم ان کی تعظیم اور اطاعت میں سرگرم رہو تو تم ہمیشہ کامیاب رہو گے۔

[۸] اے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم! اللہ تعالیٰ کا تم پر خاص فضل وکرم ہے کہ اس نے تمہارے خلوص کی وجہ سے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت اور کفر وفسق کی نفرت ڈال دی ہے، اور یہ اس چیز کا کافی ثبوت ہے کہ تم ہدایت یافتہ ہو۔

[۹] اے ایمان والو! اگر تم میں سے دوگروہ آپس میں لڑ پڑیں توتم ان کے درمیان صلح کرادو اور اگر ان میں سے ایک گروہ ظلم و زیادتی پر کمربستہ ہو اور وہ صلح کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو توتم سب مل کر ظالم گروہ کے خلاف لڑائی کرو حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی طرف لوٹ آئے اور ظلم سے توبہ کرلے، پس اگر ظالم گروہ اپنے ظالمانہ رویہ سے توبہ کرلے تو پھر دونوں گروہوں کے درمیان صلح کرادو اور عدل وانصاف کے تقاضوں کا خاص خیال رکھو تا کہ کسی گروہ کے ساتھ ناانصافی نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

صحابہ کرام ﷺ کی لڑائیاں

☆ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں: (صحابہ کرام ﷺ کی لڑائیوں کے بارے میں) کسی صحابی کی طرف قطعی طور پر غلطی کو منسوب کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنے افعال میں اجتہاد کیا اور سب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی تھی۔ وہ سب ہمارے پیشوا ہیں۔ ہمیں حکم ہے کہ ان کے باہمی اختلافات کے بارے میں خاموش رہیں اور ان کا ذکر ہمیشہ احسن طریقہ سے کریں کیونکہ صحابی ہونا بڑی عزت کی بات ہے اور نبی کریم ﷺ نے انہیں برا کہنے سے منع فرمایا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے انہیں بخش دیا اور ان سے راضی ہوا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ حجرات (۴۹): زیر آیت نمبر ۹)

☆ علامہ ابن فورک نے فرمایا: ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ صحابہ کرام ﷺ کے درمیان جو تنازعات ہوئے ان کی مثال ایسی ہے جیسے حضرت یوسف ؑ اور ان کے بھائیوں کے درمیان واقعات پیش آئے مگر پھر بھی وہ ولایت اور نبوت کی حدود سے خارج نہیں ہوئے۔ صحابہ کرام ﷺ کا معاملہ بھی بالکل ایسا ہی ہے یعنی وہ صحابیت سے خارج نہیں ہوئے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ حجرات (۴۹): زیر آیت نمبر ۹)

☆ حضرت حسن بصری سے صحابہ کرام ﷺ کے باہمی قتال کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ ایسا قتال تھا جس میں صحابہ کرام ﷺ موجود تھے اور ہم موجود نہیں تھے۔ وہ پورے حالات کو جانتے تھے اور ہم نہیں جانتے۔ جس معاملہ پر تمام صحابہ کرام ﷺ کا اتفاق ہے ہم اس میں ان کی پیروی کرتے ہیں اور جس معاملہ میں ان کا اختلاف ہے اس میں ہم سکوت اختیار کرتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی: سورہ حجرات (۴۹): زیر آیت نمبر ۹)

☆ علامہ محاسبی نے فرمایا: ہم بھی وہی بات کہتے ہیں جو حسن بصری نے فرمائی: ہم جانتے ہیں کہ صحابہ کرام ﷺ جن معاملات میں داخل ہوئے وہ ان معاملات کو ہم سے بہتر جانتے تھے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اس کی اتباع کریں جس پر وہ سب متفق تھے اور اس میں خاموشی اختیار کریں جس میں ان کا اختلاف ہوا اور اپنی طرف سے کوئی نئی رائے پیدا نہ کریں۔ ہم جانتے ہیں کہ انہوں نے اجتہاد کیا اور ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی تھی، لہٰذا دین کے معاملہ میں تمام صحابہ کرام ﷺ پر کوئی الزام نہیں ہے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ حجرات (۴۹): زیر آیت نمبر ۹)

☆ حضرت ابوبکرہ ﷺ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر دیکھا۔ آپ ﷺ کے پہلو میں (منبر پر) حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ نبی کریم ﷺ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حسن ﷺ کی طرف دیکھتے اور پھر فرمایا: بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔ (بخاری: ۲۷۰۴: کتاب الصلح: باب ۹) نبی کریم ﷺ کی یہ پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی۔ اس میں نبی کریم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ ﷺ اور حضرت امام حسن ﷺ کی دونوں جماعتوں کو مسلمان قرار دیا ہے۔

☆ بعض علماء سے اس خون کے بارے میں پوچھا گیا جو صحابہ کرام ﷺ کی باہمی لڑائیوں میں بہایا گیا تو انہوں نے یہ آیت تلاوت کردی: {وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی، ان کے لئے وہی ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے وہی ہوگا جو تم نے کمایا اور ان کے اعمال کے بارے میں تم سے سوال نہیں کیا جائے گا۔} (قرآن: ۲: ۱۳۴) اور بعض نے یہ جواب دیا: یہ

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع

۱۰۔ بے شک سب مومن آپس میں بھائی ہیں، سو تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو [۱۰] اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا

۱۱۔ اے ایمان والو! مردوں کا کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان (مذاق اڑانے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ وہ عورتیں ان (مذاق اڑانے

وہ خون ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے، اب میں اپنی زبان کو اس خون سے آلودہ نہیں کروں گا۔

(تفسیر قرطبی: سورہ حجرات (۴۹): زیر آیت نمبر ۹)

☆ حضرت علی ؓ سے پوچھا گیا کہ جن لوگوں نے آپ سے جمل اور صفین کی جنگیں لڑی ہیں کیا وہ مشرک ہیں؟ آپ ؓ نے فرمایا: ہرگز نہیں بلکہ وہ تو شرک سے بھاگ کر اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ پھر پوچھا گیا: کیا وہ منافق ہیں؟ آپ ؓ نے فرمایا: ہرگز نہیں منافقین تو اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں (مگر ان لوگوں کی زبانیں تو ذکر الٰہی سے تر رہتی تھیں) پوچھا گیا: پھر وہ کون ہیں؟ آپ ؓ نے فرمایا: وہ ہمارے مسلمان بھائی ہیں لیکن انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔

(تفسیر قرطبی: سورہ حجرات (۴۹): زیر آیت نمبر ۹)

[۱۰] سب مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔ اگر دو مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہو جائے تو تم اپنے مسلمان بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو، یہ بہت بڑی نیکی ہے۔

☆ حضرت ابو درداء ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس کا درجہ روزے، نماز اور صدقہ سے افضل ہے؟ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا: ضرور بتائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانا۔ نیز فرمایا: بے شک دو آدمیوں کے درمیان فساد کرانا ایمان کو مونڈ کر رکھ دیتا ہے۔

(ترمذی: ۲۵۰۹: صفة القیامة: باب ۵۶)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر نہ ظلم کرے اور نہ ہی اس کو بے یار و مددگار چھوڑے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے مصائب دور کر دے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(بخاری: ۲۴۴۲: کتاب المظالم: باب ۳)

مِنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾

والیوں) سے بہتر ہوں،[۱۱] اور تم ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے بلاؤ، کسی کے ایمان لانے کے بعد اسے فاسق کہنا بہت ہی بُرا نام ہے، اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔[۱۲]

[۱۱] ان دو آیات میں ان عوامل اور اسباب سے روکا جا رہا ہے جو معاشرہ میں لڑائی اور فساد کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے اہل ایمان مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کا مذاق اڑانے سے منع کیا گیا ہے، جو انسان کسی دوسرے کا مذاق اڑاتا ہے ظاہر ہے وہ اسے اپنے سے حقیر اور کمتر سمجھتا ہے لیکن اسے کیا خبر کہ وہ اس سے بہتر ہو، لہٰذا کسی مسلمان مرد یا عورت کو کسی دوسرے کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے۔

[۱۲] کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی پر عیب لگائے یا اسے برے القاب سے بلائے۔ اسی طرح کسی نومسلم کو اس کے گزشتہ کفر و فسق کا طعنہ دینا یا اسے کافر و فاسق کہنا بھی بہت برا ہے۔ اگر کسی مسلمان میں مذکورہ بُرے اعمال پائے جاتے ہیں تو اس کو ان اعمال سے فوراً توبہ کر لینی چاہیے ورنہ وہ ظالموں میں شمار کیا جائے گا۔

☆ حضرت ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے اسلامی بھائی کو کافر کہا تو کفر دونوں میں سے ایک کی طرف ضرور لوٹے گا۔ اگر وہ شخص واقعی کافر ہو گیا تھا تو ٹھیک ہے ورنہ کفر کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔
(مسلم: ۲۱۶: کتاب الایمان: باب ۲۶)

☆ حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا: اس آیت میں بُرے اَلقاب سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے برائی کی اور پھر توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو گزشتہ برائی کا طعنہ دینے سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کو ایسے گناہ کا طعنہ دے جس سے اس نے توبہ کر لی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی گناہ میں مبتلا کر کے دنیا و آخرت میں رسوا کرے گا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ حجرات (۴۹): زیر آیت نمبر ۱۱)

☆ حضرت ابو عبیدہ نے اپنے باپ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ (ابن ماجۃ: ۴۲۵۰: ابواب الزھد: باب ۳۰)

☆ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے ساتھ مقرر فرشتوں کو اس کے گناہ بھلا دیتا ہے، اس کے اعضاء (ہاتھ پاؤں) کو اور زمین کے ان مقامات کو بھی اس کے گناہ بھلا دیتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن جب وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گا تو اس کے گناہ کا کوئی گواہ نہیں ہو گا۔ (الترغیب والترھیب: کتاب التوبۃ: جلد ۴: ص ۹۴)

میدانِ حشر میں جب انصاف کی عدالت قائم ہو گی تو اتمام حجت کے لئے فرشتے، اعضاء اور زمین کے مقامات گواہیاں

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ؗ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ

۱۲۔ اے ایمان والو! بکثرت گمانوں سے اجتناب کیا کرو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں، [۱۳] اور کسی کی جاسوسی نہ کیا کرو، [۱۴] اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کیا کرو، کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ سو تم اسے ناپسند کرتے

دیں گے لیکن جس خوش نصیب نے سچی توبہ کر لی اللہ تعالیٰ ان گواہوں کو اس کے گناہ بھلا دے گا اور کوئی گواہ نہ ہونے کے باعث اس کی نجات ہو جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی انسان سچی توبہ کر لے تو اسے گزشتہ گناہوں کا طعنہ نہیں دینا چاہیے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو گناہوں سے پاک کر دیا ہے اور فرشتوں کو بھی اس کے گناہ بھلا دیئے ہیں تو ہمیں بھی اس کے سابقہ گناہ بھلا کر موجودہ نیکیوں کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

[۱۳] ہر وقت ہر کسی کے بارے میں گمان کرنے سے اجتناب کیا کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔ مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کے متعلق نیک گمان رکھنا چاہیے کیونکہ بلاوجہ کسی کے بارے میں بدگمانی کرنا گناہ ہے، البتہ جس شخص میں فسق و فجور کی علامات واضح ہوں اس کے متعلق بدگمانی جائز ہے، لیکن جب تک یقینی دلائل موجود نہ ہوں محض گمان کی بنیاد پر اس کے خلاف کوئی کاروائی کرنا جائز نہیں ہے۔

کسی مسلمان کو کافر کہنا

اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نعیمی نے لکھا ہے کہ علماء فرماتے ہیں: اگر کسی مسلمان کے کلام میں ۹۹ معنیٰ کفر کے ہوں اور ایک معنیٰ ایمان کا تو اسے اس بنا پر کافر نہ کہو۔ (تفسیر نور العرفان: سورہ حجرات (۴۹): زیر آیت نمبر ۱۲) اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی گزشتہ حاشیہ نمبر ۱۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

[۱۴] جو شخص کسی دوسرے کو رسوا کرنے کے لئے اس کی خامیاں تلاش کرتا ہے تو جب دوسرے شخص کو علم ہو گا تو وہ بھی اس کی خامیاں تلاش کرے گا۔ اس طرح دونوں کی رسوائی ہو گی کیونکہ کوئی شخص خامیوں سے پاک نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ کسی کی جاسوسی اور عیب جوئی نہ کریں بلکہ اس کی پردہ پوشی کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر نہ ظلم کرے اور نہ ہی اس کو بے یار و مددگار چھوڑے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے مصائب دور کر دے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(بخاری: ۲۴۴۲: کتاب المظالم: باب ۳)

مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ⑫

ہو، [۱۵] اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

[۱۵] کسی کو بدنام اور رسوا کرنے کے لئے لوگوں کے سامنے اس کی برائیاں بیان کرنے کو غیبت کہا جاتا ہے۔ اسلام میں کسی کی غیبت کرنا اتنا مکروہ فعل ہے جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے، البتہ کسی ضرورت یا شرعی مصلحت کے لئے کسی کے عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے، جیسے ظالم اور نافرمان لوگوں کے شر سے بچنے کے لئے ان کے عیب بیان کرنا یا بچوں کی اصلاح کے لئے ان کے والدین اور اساتذہ کو ان کی کوتاہیوں سے آگاہ کرنا غیبت نہیں ہے کیونکہ اس سے ظالموں اور بچوں کی رسوائی مقصود نہیں بلکہ ان کی اصلاح مقصود ہے۔

غیبت کرنے کا نقصان

☆ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟ صحابہ ؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کے اس عیب کا ذکر کرو جس کو وہ ناپسند کرتا ہو۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا: یہ بتایئے اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جس کو میں بیان کرتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہارے بھائی میں وہ عیب ہو جس کو تم بیان کرتے ہو تب ہی تو تم اس کی غیبت کرو گے اور اگر اس میں وہ عیب نہ ہو تو پھر تم اس پر بہتان باندھو گے۔ (مسلم: ٦۵۹۳: کتاب البر: باب ۱۸)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ ؓ اور ابوسعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غیبت زنا سے زیادہ سخت گناہ ہے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا: وہ کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی زنا کرتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے، جبکہ غیبت کرنے والے کی اس وقت تک مغفرت نہیں ہوتی جب تک کہ جس کی غیبت کی ہے وہ اس کو معاف نہ کر دے۔ (الترغیب والترھیب: باب الغیبة: جلد ۳: ۵۱۱)

☆ حضرت ابوامامہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک آدمی کا نامہ اعمال کھول کر اس کے سامنے رکھا جائے گا تو وہ کہے گا: اے میرے رب! میری فلاں فلاں نیکیاں میرے نامہ اعمال میں نہیں ہیں حالانکہ میں نے وہ نیکیاں کی تھیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: چونکہ تو لوگوں کی غیبت کرتا تھا اس لئے وہ مٹادی گئی ہیں۔

(الترغیب والترھیب: باب الغیبة: جلد ۳: ۵۱۵)

☆ حضرت ماعز اسلمی ؓ (جن کو زنا کا اعتراف کرنے کے بعد رجم کر دیا گیا تھا) کے ساتھیوں میں سے ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا: ماعز کی طرف دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈالا مگر اس نے اپنے آپ کو نہیں چھوڑا حتیٰ کہ کتے کی طرح سنگسار کر دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کی بات سنی اور خاموش رہے، پھر آپ ﷺ کچھ دیر چلتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ ایک مردہ گدھے کے پاس سے گزرے اور فرمایا: فلاں اور فلاں کہاں ہیں؟ ان دونوں نے عرض کیا:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہیں مختلف قومیں اور قبیلے بنادیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے، [۱۶] بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا خوب باخبر ہے۔

یارسول اللہ! ہم دونوں یہاں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں اپنی سواری سے اترو اور اس مردہ گدھے کو کھاؤ۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! اس مردار کو کون کھائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے جو ابھی اپنے بھائی کی عزت پامال (یعنی غیبت) کی ہے وہ اس مردار کو کھانے سے زیادہ سخت تھی۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! بے شک وہ (یعنی ماعز رضی اللہ عنہ) تو اب جنت کی نہروں میں تیر رہا ہے۔

(ابوداؤد: ۴۴۲۸: کتاب الحدود: باب ۲۴)

[۱۶] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ کے حکم سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کعبہ کی چھت پر چڑھے اور اذان دینا شروع کی تو (قریش مکہ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اور تفاخر کی بیماری میں مبتلا تھے، جب انہوں نے ایک کالے غلام یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی چھت پر دیکھا تو ان پر قیامت ٹوٹ پڑی اور) عتاب بن اسید کہنے لگا: اللہ کا شکر ہے کہ میرا باپ پہلے ہی مر گیا اور اسے یہ روز بد دیکھنا نہیں پڑا۔ حارث بن ہشام کہنے لگا: محمد (ﷺ) کو اس کالے کوے کے سوا کوئی ایسا آدمی نہیں ملا جو کعبہ پر چڑھ کر اذان دیتا۔ ابوسفیان نے کہا: میں تو کچھ نہیں کہتا کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ میں نے اگر کچھ کہا تو آسمان کا رب حضرت محمد (ﷺ) کو ہماری گفتگو بتا دے گا۔ چنانچہ جبریل امین تشریف لائے اور نبی ﷺ کو ان کی گفتگو سے آگاہ کر دیا۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کو بلا کر پوچھا کہ تم کیا کہہ رہے تھے؟ انہوں نے اقرار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر قرطبی: سورہ حجرات (۴۹): زیر آیت نمبر ۱۳) یعنی تم سب ایک ماں باپ کی اولاد ہو۔ تمہاری قومیں اور تمہارے قبیلے تمہاری پہچان کے لئے بنائے گئے ہیں، لہٰذا انسان ہونے کے ناطے سے کسی کو کسی پر برتری حاصل نہیں ہے، سب انسان برابر ہیں، البتہ فضیلت کا مستحق وہ خوش نصیب ہے جو دوسروں سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ کسی قوم یا قبیلہ میں پیدا ہونا انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے، اس لئے قرآن مجید نے اس کو وجہ فضیلت نہیں بنایا بلکہ فضیلت کی وجہ تقویٰ کو قرار دیا ہے تا کہ انسان کوشش کر کے اسے حاصل کرے۔

اسلام میں رنگ، نسل اور ذات پات کا امتیاز نہیں ہے

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ

تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کی خامیاں اور اپنے باپ دادا پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے۔ لوگوں کی دو قسمیں ہیں: ایک مؤمن جو کہ متقی اور کریم ہے اور دوسرا فاجر جو کہ بدبخت اور ذلیل ہے۔ سب لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ (شعب الایمان: ۵۱۳۰: جلد ۴: ص ۲۸۶)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایام تشریق کے وسط میں خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ غور سے سن لو! کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت ہے۔ کسی سرخ کو کسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت ہے سوائے تقویٰ کے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔ غور سے سن لو! کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں، یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں حاضر ہونے والے کو چاہیے کہ وہ یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ (شعب الایمان: ۵۱۳۷: جلد ۴: ص ۲۸۹، مسند احمد: ۲۳۵۳۶: جلد ۵: ص ۴۱۱)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کا آخری لشکر جو رومیوں کے مقابلہ کے لئے روانہ فرمایا اس کا سپہ سالار اپنے آزاد کردہ غلام کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا، حالانکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ وغیرہ اس لشکر میں شریک تھے۔ اس پر بعض لوگوں نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں کہ اتنے تجربہ کار اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں ایک غلام کے بیس سالہ غیر تجربہ کار نوجوان بیٹے کو سپہ سالار کیوں بنایا گیا ہے؟ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت غصہ آیا اور منبر پر تشریف لا کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: اسامہ کو میں نے سپہ سالار بنایا ہے اور وہ اس منصب کا اہل ہے۔

(سیرت ضیاء النبی: جلد ۴: ص ۷۹۴۔۷۹۵)

☆ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم غور سے سنو اور اطاعت کرو، اگرچہ حبشی غلام تمہارا امیر بنا دیا جائے جس کا سر کشمش کے دانہ کی مانند (چھوٹا اور سیاہ) ہو۔ (بخاری: ۷۱۴۲: کتاب الاحکام: باب ۴) امیر کی اطاعت اور اس کی نافرمانی کے حوالے سے درج ذیل دو احادیث غور طلب ہیں:

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے (مقرر کردہ) امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

(بخاری: ۷۱۳۷: کتاب الاحکام: باب ۱)

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے، اطاعت صرف نیکی میں ہوتی ہے۔ (مسلم: ۴۷۶۵: کتاب الامارۃ: باب ۸)

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں، آپ فرمادیں: تم ایمان نہیں لائے، بلکہ یوں کہو: ہم نے اطاعت اختیار کرلی ہے، اور ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا، اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال (کے اجر) سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔[۱۷]

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ (کامل) مؤمن تو صرف وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے، پھر انہوں نے کوئی شک نہیں کیا، اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے رہے، وہی لوگ سچے ہیں۔

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ

۱٦۔ آپ فرمادیں: کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دین سے آگاہ کررہے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ

[۱۷] علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ یہ آیت بنی اسد کے دیہاتی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ایک دفعہ قحط کے سال میں وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ انہوں نے اسلام لانے کا اظہار کیا مگر ان کے دل نور ایمان سے محروم تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ہم اپنے بال بچے لے کر آپ کے پاس آگئے ہیں۔ دوسرے قبائل کی طرح ہم نے آپ کے ساتھ جنگ نہیں کی، لہٰذا آپ صدقات سے ہماری مدد فرمائیں۔ نیز وہ رسول اللہ ﷺ پر اپنا احسان جتانے لگے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی) یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: دراصل تم نے دل سے اسلام قبول نہیں کیا صرف دنیاوی مفادات حاصل کرنے کے لئے اسلام کا نام استعمال کیا ہے، لہٰذا اس منافقت کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ہاں اگر تم دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت قبول کرلو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کا پورا اجر تمہیں عطا فرمائے گا اور اس میں کوئی کمی نہیں فرمائے گا۔ جو شخص بھی سچے دل سے اسلام قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر مہربانی فرماتا ہے اور اس کے گزشتہ سارے گناہ بخش دیتا ہے۔

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾

تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ [۱۸]

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ وہ آپ پر احسان جتلاتے ہیں کہ وہ اسلام لائے ہیں، آپ فرمادیں: تم اپنے اسلام لانے کا مجھ پر احسان نہ جتلاؤ، بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان فرماتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان لانے کی ہدایت بخشی اگر تم (اپنے ایمان کے دعویٰ میں) سچے ہو۔ [۱۹]

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع

۱۸۔ بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے سب غیب جانتا ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔

[۱۸] پیارے نبی! آپ منافقین کو بتادیں کہ تم صرف زبانی قبولِ اسلام سے کس کو دھوکہ دینا چاہتے ہو؟ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے ظاہری دین کی خبر دینا چاہتے ہو حالانکہ وہ زمین وآسمان کی ہر چیز اور تمہارے دل کی نیت سب کو خوب جانتا ہے، اس کو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا۔

[۱۹] بعض دیہاتی قبائل نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوکر اسلام قبول کرتے اور آپ ﷺ پر احسان جتاتے کہ انہوں نے بغیر کسی جنگ کے اسلام قبول کرلیا ہے، لہٰذا تم ضروریات زندگی میں ہماری مدد کرو۔ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں جواب دیا: یہ تمہارا مجھ پر احسان نہیں کہ تم نے اسلام قبول کیا ہے بلکہ اگر تم اپنے ایمان لانے میں سچے ہو تو یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان لانے کی توفیق بخشی، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ، وہ تمہارے دلوں کے راز بھی جانتا ہے اور تمہارے اعمال کا بھی مشاہدہ فرماتا ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بروز بدھ بعد از اشراق ۲۱ جولائی ۲۰۱۰ء بمطابق ۹ شعبان ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۱۴ تا ۲۱ جولائی یعنی صرف سات دنوں میں سورہ حجرات کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ ق (۵۰)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''قاف'' ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

☆ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی اسلام کے بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت اور آخرت کا بیان ہے مگر زیادہ تفصیل کے ساتھ آخرت اور اس کے احوال کو بیان کیا گیا ہے کیونکہ کفار مکہ کو سب سے زیادہ اعتراض اس بات پر تھا کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر ہم کو کیسے زندہ کیا جائے گا؟

☆ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے روزمرہ کے مشاہدات سے عقیدہ آخرت کو بیان فرمایا ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل کر کے مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے اسی طرح مردہ انسان کو دوبارہ زندہ کرنا بھی اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ بہرحال آج کوئی مانے یا نہ مانے قیامت کے دن سب کو مشاہدہ ہو جائے گا۔

☆ اللہ تعالیٰ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہے، اس کی ہر سوچ اور ہر حرکت سے وہ آگاہ ہے لیکن پھر بھی اس نے انسان کے دائیں بائیں دو فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو اس کے اقوال اور اعمال کو نوٹ کر رہے ہیں اور قیامت کے دن اس کے سامنے لا کر رکھ دیں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بروز بدھ بعد از ظہر ۲۱ جولائی ۲۰۱۰ء بمطابق ۹ شعبان ۱۴۳۱ھ

اٰیاتُہا ۴۵ ۵۰ سُوْرَۃُ قٓ مَکِّیَّۃٌ ۳۴ رُکُوْعَاتُہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۚ ﴿۱﴾

۱۔ قاف، [۱] قسم ہے قرآن مجید کی۔ [۲]

بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۚ ﴿۲﴾

۲۔ بلکہ انہوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈرسنانے والا آ گیا تو کفار کہنے لگے: یہ عجیب بات ہے۔ [۳]

---

[۱] یہ حروف مقطعات میں سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

اس کی تفسیر میں علامہ اسماعیل حقی نے ابن عطا کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے دل کی قوت کی قسم کھائی ہے یعنی آپ ﷺ کے دل کا حال اتنا بلند ہے کہ آپ ﷺ نے پورے تحمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ بھی کیا اور شرف تکلم بھی حاصل کیا جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خدائی نور کی تجلی کے متحمل نہ ہو سکے اور غش کھا کر گر پڑے۔

(تفسیر روح البیان: سورہ ق (۵۰): زیر آیت نمبر ۱)

[۲] قرآن ہر لحاظ سے عظیم الشان ہے۔ اس کے الفاظ کی فصاحت و بلاغت اور اس کی تعلیمات کی افادیت دونوں عظیم الشان ہیں۔ نیز یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ کا کوئی ہمسر نہیں ہے اسی طرح اس کا کلام بھی لاجواب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان کلام کی قسم اس لئے اٹھائی ہے کہ میرا حبیب مکرم جو تمہیں آخرت کا ڈر سنا رہا ہے وہ خود بھی سچا رسول ہے اور اس کا پیغام بھی سچا ہے۔

[۳] کفار مکہ کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈر سنانے والا آ گیا ہے حالانکہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں تھی کیونکہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام بھی اپنی قوم ہی کے فرد ہوا کرتے تھے۔

دراصل تعجب کی بات تو یہ تھی کہ اگر ان کی طرف غیر قوم سے کسی عجمی کو یا غیر جنس سے کسی فرشتہ کو نبی بنا کر بھیج دیا جاتا تو اس کے ساتھ گفتگو اور معاملات کرنے میں انہیں مشکلات پیش آتیں، مگر اہل مکہ بڑے عجیب لوگ ہیں کہ اپنے جانے پہچانے اور صادق و امین بھائی کی نبوت پر تعجب کر رہے ہیں حالانکہ انہیں اس بات پر اطمینان اور فخر کرنا چاہیے تھا کہ ان کے قومی بھائی کو نبی بنایا گیا ہے۔

ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجۡعٌۢ بَعِيۡدٌ ③

٣۔ کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے (تو پھر ہم زندہ کئے جائیں گے؟) یہ لوٹنا تو (عقل سے) بعید ہے۔ [۴]

قَدۡ عَلِمۡنَا مَا تَنۡقُصُ الۡاَرۡضُ مِنۡهُمۡ ۚ وَعِنۡدَنَا كِتٰبٌ حَفِيۡظٌ ④

۴۔ بے شک ہم جانتے ہیں کہ زمین ان (مردہ جسموں) سے کتنا کم کرتی ہے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔ [۵]

---

[۴] کفار مکہ کے لئے سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ جب وہ مرکر مٹی ہو جائیں گے تو پھر انہیں زندہ کیا جائے گا۔ یہ بات انہیں عقل سے بہت دور لگتی تھی حالانکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں غور کرتے تو عقلی طور پر بھی یہ کوئی مشکل بات نہیں تھی۔

[۵] کفار کا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ جب وہ مرکر مٹی ہو جائیں گے تو ان کا دوبارہ زندہ ہونا بعید از عقل ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا جواب دیا ہے کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ زمین انسانی جسموں میں سے کتنا حصہ فنا کر دیتی ہے اور کتنا حصہ باقی رکھتی ہے؟ اور یہ ہمارے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ ہم نے اس کو پہلے سے لوح محفوظ میں درج کر رکھا ہے کہ زمین انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام کو فنا نہیں کرے گی، البتہ دیگر انسانوں کے سارے اجزا مٹی ہو جائیں گے سوائے پشت کی ایک چھوٹی سی ہڈی کے جس سے انسان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عَجۡبُ الذَّنَبِ (ریڑھ کی ہڈی کے رائی برابر حصے) کے سوا انسان کا پورا جسم بوسیدہ ہو جاتا ہے، قیامت کے دن اسی سے اس کا جسم (دوبارہ) بنایا جائے گا۔
(بخاری: ۴۹۳۵: کتاب التفسیر: سورہ عم یتساءلون)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان کے جسم میں ایک ایسی ہڈی ہے جس کو زمین کبھی نہیں کھاتی اور قیامت کے دن اسی سے انسان (دوبارہ) بنایا جائے گا۔ صحابہ ؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کون سی ہڈی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ عَجۡبُ الذَّنَبِ ہے۔ (مسلم: ۷۴۱۶: کتاب الفتن: باب ۲۸)

☆ حضرت حذیفہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: (پہلی امتوں میں) ایک شخص کی موت قریب آئی اور جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی: جب میں مرجاؤں تو مجھے جلانے کے لئے بہت سی لکڑیاں اکٹھی کر کے اس میں آگ لگا دینا حتیٰ کہ جب آگ میرے گوشت کو جلا کر میری ہڈیوں تک پہنچ جائے اور وہ بھی جل (کر سیاہ ہو) جائیں تو ان کو پیس لینا، پھر جس دن تیز ہوا ہو اس (راکھ) کو سمندر میں بکھیر دینا، سو اس کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی راکھ کو جمع کر کے (اسے زندہ کیا اور) فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا: تیرے ڈر کی وجہ سے، پس اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ بخش دیئے۔

(بخاری: ۳۴۵۲: کتاب الانبیاء: باب ۵۲)

بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ⑤

۵۔ بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس آیا، سو وہ الجھن میں پڑے ہوئے ہیں۔[۶]

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ⑥

۶۔ کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا؟ ہم نے اسے کس طرح بنایا ہے اور اسے کیسے آراستہ کیا ہے اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہے۔[۷]

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ⑦

۷۔ اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا اور اس پر مضبوط پہاڑ نصب کر دیئے اور اس میں ہر قسم کے خوش نما پودے اُگائے۔[۸]

☆ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، اسی دن ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن سب لوگ بے ہوش ہوں گے، پس اس دن تم مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے جسموں کے کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

(ابن ماجہ:۱۰۸۵: اقامۃ الصلاۃ: باب ۷۹)

[۶] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کفار مکہ کے پاس دین حق لے کر آئے تو انہوں نے نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تعجب کیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا۔ الغرض وہ خود ساختہ اضطراب اور الجھن کا شکار ہیں، اسی لئے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا اور جادوگر کہتے ہیں، اور کبھی شاعر اور دیوانہ کہتے ہیں۔

[۷] ان آیات میں منکرین آخرت کو دعوت فکر دی جا رہی ہے۔ کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو کس طرح ستونوں کے بغیر قائم کر رکھا ہے اور اسے ستاروں سے آراستہ کر دیا ہے اور صدیاں گزر گئی ہیں اس میں کوئی شگاف نہیں پڑا۔ اللہ تعالیٰ جب اس عظیم آسمان کو بنا سکتا ہے تو اسے مردہ انسان کو دوبارہ زندہ کرنے میں کیا مشکل ہے؟

[۸] اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلایا اور اس پر پہاڑ نصب کر دیئے تاکہ یہ ہر وقت ڈولتی نہ رہے، پھر زمین سے ہر قسم کے خوش نما پودے اگائے جو تمہاری روزی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب اس وسیع و عریض زمین کو پیدا کر سکتا ہے تو اسے مردہ انسان کو دوبارہ زندہ کرنے میں بھی کوئی مشکل نہیں ہے۔

تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ⑧

۸۔ (یہ سب چیزیں) بصیرت اور نصیحت ہیں ہر اس بندے کے لئے جو (اللہ تعالیٰ کی طرف) رجوع کرنے والا ہے۔[۹]

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ⑨

۹۔ اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس سے باغات اور کھیتوں کے غلہ کو پیدا کیا۔

وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ⑩

۱۰۔ اور کھجور کے لمبے لمبے درخت جن کے خوشے تہ بہ تہ ہوتے ہیں۔

رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ⑪

۱۱۔ بندوں کی روزی کے لئے، اور ہم نے اس پانی سے مردہ شہر کو زندہ کیا، اسی طرح (تمہارا قبروں سے) نکلنا ہوگا۔[۱۰]

---

[۹] زمین و آسمان کی تخلیق میں اگر غور کیا جائے تو اس میں بصیرت اور نصیحت کی بے شمار نشانیاں موجود ہیں جو انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی توحید پر یقین کرنے کے لئے کافی ہیں لیکن ان نشانیوں سے نصیحت اسی شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جو تلاش حق کی طرف رجوع کرے۔

[۱۰] قحط سالی کے دوران زمین بالکل خشک ہو جاتی ہے، کہیں سبزہ کا نام و نشان نظر نہیں آتا، پھر جب اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کا بابرکت پانی نازل فرماتا ہے تو ہر طرف باغات اور غلے کے پودے نکلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ کھجور کے لمبے لمبے درختوں پر تہ بہ تہ خوشے دعوت نظارہ دینے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس طرح خشک اور مردہ زمین کو پانی کے ذریعہ سرسبز اور زندہ کر دیتا ہے تا کہ بندوں کو روزی مہیا کرے اسی طرح قیامت کے دن وہ انسانوں کو زندہ کر کے قبروں سے نکالے گا تا کہ ان کے اعمال کے مطابق انہیں جزا و سزا دی جائے۔

کھجور کا درخت مسلمان کی مثل ہے

حضرت ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: درختوں میں ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور بے شک وہ مسلمان کی مثل ہے، پس مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ صحابہ ؓ کے خیالات جنگل کے درختوں میں چلے گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے کہا: میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، لیکن مجھے (اپنی کم سنی کے باعث بتانے سے) حیا آئی، پھر صحابہ ؓ نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں بتائیں وہ کون سا درخت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔ (بخاری: ۶۱: کتاب العلم: باب ۴)

جس طرح کھجور کے درخت کی ہر چیز کار آمد ہوتی ہے، یعنی اس کا تنا ستون اور شہتیر کے کام آتا ہے، اس کے پتوں سے

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ ﴿١٢﴾

١٢۔ ان (اہل مکہ) سے پہلے قوم نوح نے، اصحاب رس نے اور ثمود نے بھی جھٹلایا تھا۔

وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿١٣﴾

١٣۔ اور عاد نے، فرعون نے اور قوم لوط نے بھی جھٹلایا تھا۔

وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿١٤﴾

١٤۔ اور ایکہ والوں نے اور قوم تبع نے، سب نے رسولوں کو جھٹلایا، پس ہمارا عذاب کا وعدہ پورا ہو گیا۔[١١]

اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿١٥﴾ ع

١٥۔ تو کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ بلکہ وہ از سر نو پیدا ہونے کے متعلق شک میں مبتلا ہیں۔[١٢]

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ

١٦۔ اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم ان وسوسوں کو جانتے ہیں جو اس کا نفس (امارہ اس کے دل میں) ڈالتا ہے اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی

چٹائیاں، رسیاں اور ہاتھ کے پنکھے بنائے جاتے ہیں، اس کا پھل تازہ بھی کھایا جاتا ہے اور سوکھنے کے بعد چھوہارا کی صورت میں بھی کھایا جاتا ہے، اسی طرح مسلمان جب اپنی زندگی احکام خداوندی کے مطابق گزارتا ہے تو اس کا کھانا پینا اور سونا جاگنا سب عبادت شمار ہوتا ہے۔

[١١] کفار مکہ جو کل تک نبی کریم ﷺ کو صادق اور امین کہتے تھے بعثت کے بعد یکدم وہ آپ کو جادوگر اور دیوانہ کہنے لگے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ کفار مکہ کی تکذیب پر غمگین نہ ہوں، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ ان سے پہلے قوم نوح، اصحاب رس، ثمود، عاد، قوم فرعون، قوم لوط، اصحاب ایکہ اور قوم تبع نے بھی اپنے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا اور ان پر اللہ تعالیٰ کی وعید کے مطابق عذاب نازل ہوا تھا۔ اگر کفار مکہ بھی اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو ان کو بھی سخت شکست سے دوچار ہونا پڑے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ منکرین میں سے بعض جنگوں میں مارے گئے اور باقی فتح مکہ کے دن اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

[١٢] کیا کفار مکہ نے یہ گمان کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلی بار پیدا کر کے تھک گیا ہے اس لئے وہ دوبارہ پیدا نہیں کر سکے گا حالانکہ پہلی بار پیدا کر لینے کے بعد اس جیسی چیز کو دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ بات بالکل واضح ہے اور کفار کے پاس اس کے انکار کے لئے کوئی دلیل بھی نہیں ہے مگر وہ دوسری بار پیدا ہونے کے متعلق خود ساختہ اور بلا دلیل شبہ میں مبتلا ہیں۔

الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾

زیادہ اس کے قریب ہیں۔ [۱۳]

اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ جب دو لینے والے (فرشتے اس کے ہر قول و فعل کو لکھ) لیتے ہیں جو اس کی دائیں اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے ہیں۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ وہ جو بات بھی کہتا ہے اس کے پاس ایک نگہبان (فرشتہ لکھنے کے لئے) تیار ہوتا ہے۔ [۱۴]

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ اور موت کی بے ہوشی حق کے ساتھ آ پہنچی، یہی وہ چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔ [۱۵]

---

[۱۳] وسوسہ اس خیال کو کہتے ہیں جو انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے اور اس کا کسی دوسرے شخص کو علم نہیں ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ انسان کا خالق ہے، وہ انسان کے اجزائے ترکیبی کی حقیقت اور اس کے دل کے خیالات کو خوب جانتا ہے اور وہ اپنے علمی احاطہ کے اعتبار سے انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہے۔ شہ رگ گردن کی اس رگ کو کہتے ہیں جس کے کٹ جانے سے انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

علامہ خازن نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ہم انسان کو اتنا زیادہ جانتے ہیں کہ وہ بھی اپنے آپ کو اتنا نہیں جانتا کیونکہ انسان کے بعض اعضاء اس کے علم کے لئے حجاب بن جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے علم کے لئے کوئی چیز حجاب نہیں ہو سکتی۔
(تفسیر الخازن)

[۱۴] مجاہد کہتے ہیں کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ انسان کے تمام احوال کو خوب جانتا ہے لیکن پھر بھی اتمام حجت کے لئے اس نے دو فرشتے رات کو اور دو فرشتے دن کو مقرر کر رکھے ہیں جو اس کے اعمال اور اقوال کو لکھنے کے لئے ہر وقت حاضر اور تیار رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک انسان کی دائیں طرف ہے جو اس کی نیکیاں لکھتا ہے اور دوسرا اس کی بائیں طرف جو اس کی برائیاں لکھتا ہے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ (۵۰): زیر آیت نمبر ۱۷)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں کو) فرمایا: جب میرا بندہ گناہ کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو فوراً نہ لکھو، پھر اگر وہ گناہ کرلے تو اس کا ایک گناہ لکھو اور جب وہ نیکی کرنے کا ارادہ کرے اور ابھی اس نے وہ نیکی نہ کی ہو تو اس کی ایک نیکی لکھ لو اور اگر وہ اس نیکی کو کرلے تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھ لو۔
(مسلم: ۳۳۴: کتاب الایمان: باب ۵۹)

[۱۵] ہر شخص جانتا ہے کہ موت کا آنا برحق ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، البتہ موت کے بعد برزخ اور آخرت کی زندگی اور

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿٢٠﴾

٢٠۔ اور صور پھونکا جائے گا، یہی وعید کا دن ہے۔[١٦]

وَ جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ ﴿٢١﴾

٢١۔ اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک ہانک کر لانے والا (فرشتہ) اور ایک گواہی دینے والا ہوگا۔[١٧]

لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿٢٢﴾

٢٢۔ بے شک تو اس (دن) سے غفلت میں تھا، پس ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا، سو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔[١٨]

اس میں جزا و سزا کے عمل کو کچھ لوگ نہیں مانتے، اسی لئے وہ اسی دنیا میں رہنا پسند کرتے ہیں اور موت سے دور بھاگتے ہیں، لیکن جب موت کی گھڑی آ پہنچتی ہے، دنیا سے اس کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے اور برزخ کے احوال اسے نظر آنے لگتے ہیں تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ آخرت بالکل برحق ہے۔ اس وقت اسے کہا جائے گا: یہی وہ موت ہے جس سے تو دور بھاگتا تھا اور یہی وہ جزا و سزا کا عالم ہے جس کا تو انکار کرتا تھا۔

[١٦] اس سے مراد دوسرا صور ہے یعنی پہلی بار صور پھونکنے سے ہر چیز فنا ہو جائے گی اور دوسری بار صور پھونکنے سے سب لوگ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس وقت انہیں کہا جائے گا: یہی وہ حساب و کتاب اور جزا و سزا کا دن ہے جس سے انبیائے کرام علیہم السلام تمہیں ڈرایا کرتے تھے۔

[١٧] علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: قیامت کے دن جب انسان دوبارہ زندہ کئے جائیں گے تو ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوں گے۔ ایک فرشتہ اس کو میزان عدل کی طرف لے جائے گا اور دوسرا اس کے اعمال کی گواہی دے گا یعنی اس کا اعمال نامہ پیش کرے گا۔ (صفوة التفاسیر)

[١٨] (اے سرکش انسان!) دنیا میں جب میرے انبیائے کرام علیہم السلام تجھے آخرت کے عذاب سے ڈراتے تھے تو تو اپنے دل، کانوں اور آنکھوں پر غفلت اور جہالت کے پردے ڈال لیتا تھا اور بغیر سوچے سمجھے ان کی تعلیمات کا انکار کر دیتا تھا، لیکن قیامت کے دن جب یہ سارے پردے ہٹ جائیں گے تو تجھے وہ سارے احوال نظر آ جائیں گے جن کا تو دنیا میں انکار کیا کرتا تھا۔

اس آیت سے معلوم ہوا قیامت کے دن کوئی شخص نابینا نہیں ہوگا، بلکہ ہر شخص اپنے اعمال نامہ اور قیامت کے احوال کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوگا۔

وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ۝۲۳

۲۳۔ اور اس کا ساتھی (فرشتہ) کہے گا: یہ (اس کا اعمال نامہ) ہے جو میرے پاس تیار ہے۔ [۱۹]

اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝۲۴

۲۴۔ (اے فرشتو!) تم دونوں ہر ناشکرگزار، سرکش کو جہنم میں ڈال دو۔ [۲۰]

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ ۝۲۵

۲۵۔ جو نیکی سے روکنے والا، حد سے بڑھنے والا (اور) شک کرنے والا تھا۔

الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ۝۲۶

۲۶۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود بنالیا تھا، پس تم دونوں اس کو سخت عذاب میں ڈال دو۔

قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ۝۲۷

۲۷۔ اس کا ساتھی (شیطان) کہے گا: اے ہمارے رب! میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی بڑی دور کی گمراہی میں مبتلا تھا۔ [۲۱]

---

[۱۹] دنیا میں ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہوتے ہیں جو اس کے اعمال کا ریکارڈ تیار کرتے ہیں۔ قیامت کے دن جب اس انسان کو زندہ کیا جائے گا تو پھر یہی دو فرشتے اس کے پاس آئیں گے۔ ان میں سے ایک اسے میزان عدل کی طرف لائے گا اور دوسرا اس کا اعمال نامہ پیش کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرے گا: یہ اس کا اعمال نامہ ہے جو میرے پاس تیار ہے۔

[۲۰] پھر اللہ تعالیٰ ان دونوں فرشتوں کو فرمائے گا: ہر ناشکرگزار، سرکش، نیکی سے روکنے والے، حد سے بڑھنے والے، دین میں شک کرنے والے یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود بنانے والے کو جہنم کے سخت عذاب میں ڈال دو۔

[۲۱] اس آیت میں ساتھی سے مراد وہ شیطان ہے جو زندگی میں اس کے ساتھ رہتا ہے اور اس کو برائی کی ترغیب دیتا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ہر شخص کے ساتھ جنات میں سے ایک ساتھی مقرر کر رکھا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، میرے ساتھ بھی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی، وہ مسلمان ہوگیا اور وہ مجھے نیکی کے سوا اور کوئی مشورہ نہیں دیتا۔ (مسلم: ۲۸۱۴: کتاب المنافقین: باب ۱۶)

قیامت کے دن دوزخی اپنی گمراہی کا مجرم اپنے ساتھی شیطان کو قرار دے گا اور کہے گا: اے ہمارے رب! مجھے اس

قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَ قَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے سامنے جھگڑا نہ کرو، میں تم کو پہلے ہی وعید سنا چکا ہوں۔ [۲۲]

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۲۹﴾ ع

۲۹۔ میرے ہاں حکم بدلا نہیں جاتا اور نہ ہی میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں۔

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اس دن ہم جہنم سے پوچھیں گے: کیا تو بھر گئی ہے؟ اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور زیادہ بھی ہے؟ [۲۳]

شیطان نے گمراہ کیا ہے۔ اس پر شیطان کہے گا: اے ہمارے رب! تو خوب جانتا ہے کہ میں اس کو زبردستی گمراہ نہیں کر سکتا تھا، بلکہ یہ خود ہی گمراہی میں بہت دور جا چکا تھا۔

[۲۲] قیامت کے دن دوزخی اپنے ساتھی شیطان کو ملامت کرتے ہوئے کہے گا: تیرا ستیاناس ہو تو نے مجھے گمراہ کیا۔ شیطان اسے کہے گا: میں نے تجھے کب مجبور کیا تھا کہ تو ضرور میری پیروی کر، میں نے تو تجھے صرف برائی کی ترغیب دی اور تو نے اپنی نفسانی خواہشات اور دنیاوی مفادات کی خاطر میری پیروی اختیار کر لی، جیسا کہ قرآن مجید میں شیطان کا قول مذکور ہے: {میرا تم پر کوئی غلبہ تو تھا نہیں (کہ میں نے تمہیں برائی کرنے پر مجبور کیا ہو) میں نے تو تمہیں صرف (برائی کی) دعوت دی اور تم نے میری دعوت قبول کر لی، لہٰذا اب مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔} (قرآن: ۱۴:۲۲) مثال کے طور پر اگر کوئی تجھے کہے کہ سمندر میں چھلانگ لگا دو اس کی تہہ میں ہیرے اور جواہرات ہیں، ان کو نکال لاؤ۔ اب اگر چھلانگ لگانے سے تیری موت واقع ہو جائے تو اس ہلاکت کا ذمہ دار وہ شخص نہیں ہوگا جس نے تجھے ترغیب دی بلکہ اس کا ذمہ دار تو خود ہوگا جس نے یہ حماقت کی ہے۔

دوزخی اور اس کے ساتھی شیطان کے درمیان جب یہ تکرار بڑھے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے سامنے جھگڑا مت کرو۔ اب میدان حشر میں اس جھگڑے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ میں نے پہلے ہی رسولوں کے ذریعہ تمہیں آگاہ کر دیا تھا کہ شیطان اور اس کے پیروکار جہنم رسید ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {(اے شیطان!) میں تجھ سے اور تیرے تمام پیروکاروں سے جہنم کو بھر دوں گا} (قرآن: ۳۸:۸۵) نیز میرے فیصلوں میں تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ میرے فیصلے عدل و انصاف اور حق و صداقت پر مبنی ہوتے ہیں اور میں کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرتا۔

[۲۳] اللہ تعالیٰ نے سورہ ہود میں فرمایا: {میں جہنم کو سب (سرکش) جنوں اور (سرکش) انسانوں سے بھر دوں گا} (قرآن: ۱۱: 119) اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق جہنم سے پوچھے گا: کیا تو سرکش جنوں اور سرکش انسانوں سے بھر گئی ہے یا نہیں؟ جہنم کہے گی: کیا کچھ اور لوگ بھی ہیں؟ یعنی جتنے بھی سرکش ہیں ان کو لے آؤ میں سب کو عذاب دینے کے لئے تیار ہوں۔ اگرچہ

وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اور جنت پرہیزگاروں کے لئے قریب کردی جائے گی، وہ ان سے دور نہیں ہوگی۔ [۲۴]

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ یہی (وہ جنت) ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، یہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو (اللہ تعالیٰ کی طرف) رجوع کرنے والا (اور اپنے دین کی) حفاظت کرنے والا ہے۔ [۲۵]

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ جو بن دیکھے رحمان تعالیٰ سے ڈرتا رہا اور (اللہ تعالیٰ کی طرف) رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔

ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ تم اس (جنت) میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ ان کے لئے اس (جنت) میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی وہ خواہش کریں گے اور ہمارے پاس (ان کے لئے) اس سے بھی زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ دوزخ میں مزید جگہ ہے یا نہیں مگر اس انداز بیان سے دوزخ کا غیظ و غضب بیان کرنا مقصود ہے تاکہ سرکش لوگوں کے دلوں میں دوزخ کا زیادہ ڈر پیدا ہو اور وہ سرکشی سے باز آجائیں۔

دوزخ کی اگرچہ زبان نہیں ہے مگر قیامت کے دن جس طرح انسان کے ہاتھ اور پاؤں گواہی دیں گے اور جس طرح پتھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کہا کرتے تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوزخ بھی کلام کر سکے گا۔

[۲۴] قیامت کے دن پرہیزگاروں کو جب جنت میں داخل ہونے کی اجازت ملے گی تو انہیں جنت تک چل کر جانے اور مزید انتظار کرنے کی زحمت نہیں دی جائے گی بلکہ جنت ان کے قریب کردی جائے گی۔ جونہی جنت میں جانے کا حکم ہوگا جنت ان کے پاس موجود ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی خصوصی عزت افزائی فرمائے گا۔

[۲۵] اس دنیا میں جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے، اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے، بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اس کا دل بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے سرشار رہتا ہے، قیامت کے دن جب اسے جنت میں داخل ہونے کی اجازت ملے گی تو

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اور ہم نے ان (اہل مکہ) سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر دیا جو قوت میں ان سے کہیں زیادہ تھیں، پس انہوں نے شہروں کو چھان مارا کہ کہیں بھاگ جانے کی کوئی جگہ ہو۔[۲۶]

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ بے شک اس میں نصیحت ہے اس شخص کے لئے جس کے پاس قلب (سلیم) ہے یا وہ حاضر دماغ ہو کر کان لگائے۔[۲۷]

اسے کہا جائے گا: یہی وہ جنت ہے جس کا دنیا میں تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اب تم اطمینان کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔ یہ تمہارا دائمی ٹھکانا ہے، یہاں تمہیں ہر وہ چیز ملے گی جس کی تم خواہش کرو گے بلکہ ہمارے پاس تمہارے لئے بہت سی اور نعمتیں بھی ہیں جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔ (بخاری: ۴۷۷۹: کتاب تفسیر القرآن: سورۃ السجدۃ)

حضرت انس ؓ اور حضرت جابر ؓ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں مزید سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔ (تفسیر قرطبی) جنت میں یہ سب سے بڑی نعمت ہوگی، جیسا کہ حضرت صہیب ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم یہاں کوئی مزید چیز بھی چاہتے ہو؟ اہل جنت کہیں گے: کیا تو نے ہمارے چہروں کو سفید نہیں کیا؟ کیا تو نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نجات نہیں دی؟ پھر اللہ تعالیٰ حجاب کھول دے گا اور اہل جنت کو ایسی کوئی چیز نہیں عطا کی گئی ہوگی جو ان کو اپنے رب تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو۔

(مسلم: حدیث نمبر ۴۴۹: کتاب الایمان: باب ۸۰)

[۲۶] اس آیت میں اہل مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم سے پہلے بہت سی قومیں گزر چکی ہیں جو تم سے زیادہ طاقتور تھیں۔ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو انہوں نے بہت سے شہروں میں پناہ تلاش کی مگر انہیں ہمارے عذاب سے بچنے کی کوئی پناہ نہ مل سکی، لہٰذا تم اگر سرکشی سے باز نہ آئے تو تمہیں بھی کوئی جائے پناہ نہیں مل سکے گی۔

[۲۷] بے شک قرآن مجید اور اس میں بیان کردہ عبرت آموز واقعات میں نصیحت کا سامان موجود ہے مگر ان سے فائدہ وہی شخص اٹھا سکتا ہے جو سنگ دل نہیں بلکہ قلب سلیم کا مالک ہو یعنی بات کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور پیغام قرآن کو پوری توجہ اور حاضر دماغی سے سنے، کیونکہ اگر کسی کا جسم تو مجلس میں حاضر ہو مگر اس کا دماغ غیر حاضر ہو تو اس کا سننا اور نہ سننا برابر ہے۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا فرمایا [۲۸] اور ہمیں کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی۔ [۲۹]

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ پس آپ ان کی (دل آزار) باتوں پر صبر کریں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے۔ [۳۰]

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ اور رات کے کچھ حصہ میں بھی اس کی تسبیح کریں اور نمازوں کے بعد بھی۔

[۲۸] یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے میں چھ دن کیوں صرف کئے جبکہ وہ قادرِ مطلق ہے اور صرف لفظ کُنْ سے ایک لمحہ میں ساری کائنات پیدا کرسکتا ہے، اور پھر دن سے کتنا وقت مراد ہے؟ کیونکہ سورج ابھی پیدا ہی نہیں ہوا جس کے طلوع وغروب سے دن کا تعین ہوتا ہے۔ دراصل ان ساری باتوں کی حکمت اور حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا لیکن اگر کسی کام کی حکمت ہماری سمجھ میں نہ آئے تو بھی بغیر کسی تردّد کے اس پر ایمان لانا ہمارے لئے فرض ہے۔

[۲۹] کیا کفار مکہ غور نہیں کرتے کہ جس اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان جیسی بڑی بڑی چیزیں بنائیں اور ان کے بنانے میں اس کو کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ ایک چھوٹے سے انسان کو دوبارہ زندہ کردے حالانکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: یہ آیت یہود کے رد میں نازل ہوئی ہے کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں یعنی اتوار تا جمعہ میں پیدا فرما کر تھک گیا اور پھر ہفتہ کے دن آرام کیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کی ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) بائبل میں اس کو اس طرح بیان کیا گیا ہے: خداوند نے چھ دن میں آسمان اور زمین اور سمندر اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب بنایا اور ساتویں دن آرام کیا، اس لئے خداوند نے سبت کے دن کو برکت دی اور اس کو آرام کے لئے مختص کردیا۔ (خروج: ۲۰:۱۱: دی لیونگ بائبل: برٹش ایڈیشن ۱۹۷۵ء)

[۳۰] میرے پیارے نبی! کفار آپ کے اور اسلام کے بارے میں جو نازیبا اور دل آزار باتیں کرتے ہیں آپ ان پر صبر کریں اور اپنے دل کی تسکین کے لئے اپنے رب کی حمد اور تسبیح کیا کریں۔

حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ طلوع آفتاب سے قبل نماز سے مراد فجر ہے، اور غروب آفتاب سے قبل سے مراد ظہر اور عصر ہے، اور رات کے کچھ حصہ سے مراد مغرب اور عشاء ہے، اور نمازوں کے بعد سے مراد وہ نوافل ہیں جو

وَ اسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ اور غور سے سنو! جس دن منادی کرنے والا قریب کی جگہ سے پکارے گا۔[۳۱]

يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ جس دن سب لوگ یقیناً سخت چیخ کو سنیں گے، یہی قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا۔

اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔[۳۲]

يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ جس دن زمین ان کے اوپر سے پھٹ جائے گی اور وہ جلدی سے نکل پڑیں گے، یہ جمع کرنا ہمارے لئے بہت آسان ہے۔[۳۳]

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَ مَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿۴۵﴾ ع

۴۵۔ ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں، پس آپ قرآن کے ذریعہ اس شخص کو نصیحت کریں جو میری وعید سے ڈرتا ہے۔[۳۴]

فرائض کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ (تفسیر روح المعانی)

[۳۱] اے مخاطب! غور سے سن لے! جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو اس کی آواز اتنی سخت ہوگی کہ دنیا کے ہر کونے میں مدفون انسان کو ایسے محسوس ہوگا جیسے اس کے بالکل قریب سے کوئی اسے پکار رہا ہے۔ اس سخت آواز کا آنا برحق ہے اور یہی وہ قیامت کا دن ہوگا جس میں سب مردے زندہ ہوکر قبروں سے باہر نکل آئیں گے۔

[۳۲] ہم انسان کو زندگی اور موت دیتے ہیں اور قیامت کے دن سب نے ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے جہاں ہم ان کے اعمال کے مطابق ان کی جزا و سزا کا فیصلہ کریں گے۔

[۳۳] قیامت کے دن جب مردوں کے اوپر سے زمین پھٹ جائے گی تو سب لوگ زندہ ہوکر جلدی سے نکل پڑیں گے۔ جس طرح انسانوں کو پہلی بار پیدا کرنا ہمارے لئے آسان ہے اسی طرح دوسری بار زندہ کر کے میدان حشر میں جمع کرنا بھی ہمارے لئے آسان ہے۔

[۳۴] میرے پیارے نبی! کفار آپ کے بارے میں جو دل آزار باتیں کرتے ہیں اور آپ پر ایمان نہیں لاتے، آپ ان سے

کبیدہ خاطر نہ ہوں کیونکہ ان کو ایمان لانے پر مجبور کرنا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے اور نہ ہی ہماری حکمت اس کا تقاضا کرتی ہے، ہمیں صرف وہی ایمان منظور ہے جو اپنے اختیار اور مرضی سے قبول کیا جائے۔ بہر حال آپ قرآن مجید کے ذریعہ نصیحت کرنے کا سلسلہ جاری رکھیں، جس کے دل میں میرے عذاب کا ڈر ہوگا وہ ضرور ایمان لے آئے گا۔

حضرت قتادہ یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں سے کردے جو تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں اور تیرے وعدے کی امید رکھتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی) یا اللہ تعالیٰ! یہ گناہگار فقیر بھی تمام امت مسلمہ کی طرف سے یہی دعا کرتا ہے: (اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِمَّنْ یَّخَافُوْنَ وَعِیْدَکَ وَیَرْجُوْنَ مَوْعِدَکَ) اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں سے کردے جو تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں اور تیرے وعدے کی امید رکھتے ہیں۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز بدھ ۲۸ جولائی ۲۰۱۰ء بمطابق ۱٦ شعبان ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۲۱ تا ۲۸ جولائی یعنی صرف سات دنوں میں سورہ ق کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورة الذّٰريٰت (۵۱)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''ذاریات'' ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

مضامین

☆ اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسمیں اٹھا کر پوری تاکید کے ساتھ فرمایا کہ قیامت کا وعدہ سچا ہے اور جزا وسزا کا دن ضرور آئے گا۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

جو لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں ان کے پاس اس انکار کی کوئی معقول دلیل نہیں ہے صرف ان کی قیاس آرائیاں ہیں جن پر وہ خود بھی مطمئن نہیں ہیں، اسی لئے وہ آپس میں بھی اختلاف کا شکار ہیں، لیکن انہیں حقیقت کا پتہ اس وقت چلے گا جب وہ جہنم کی آگ میں پھینک دیئے جائیں گے۔

☆ جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، نیک اعمال کرتے ہیں اور سائل ومحروم لوگوں کے لئے اپنے اموال سے حصہ نکالتے ہیں، وہ جنت میں داخل ہوں گے جہاں وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

☆ آیات نمبر ۲۴ تا ۳۷ میں حضرت ابراہیم ؑ کے مہمان فرشتوں کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے حضرت ابراہیم ؑ کو پیرانہ سالی میں صاحب علم بیٹے کی خوش خبری سنائی۔

☆ اس کے بعد چند سرکش قوموں کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو عبرت ناک سزا دی۔

☆ آخر میں انسان کی تخلیق کا مقصد بیان کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو اس لئے پیدا فرمایا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کریں اور اس کی عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ کو انسانوں کی عبادت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس میں انسانوں کا اپنا فائدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بے نیاز اور قادر مطلق ہے، ساری کائنات اس کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز بدھ ۲۸ جولائی ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۶ شعبان ۱۴۳۱ھ

ایاتہا ٦٠ ٥١ سُوْرَةُ الذّٰرِیٰتِ مَکِّیَّةٌ ٦٧ رکوعاتہا ٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝١

١۔ گرد وغبار اڑانے والی ہواؤں کی قسم۔

فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝٢

٢۔ اور (بارش کا) بوجھ اٹھانے والی ہواؤں کی قسم۔

فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۝٣

٣۔ اور آرام سے چلنے والی کشتیوں کی قسم۔

فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝٤

٤۔ اور حکم (الٰہی) سے تقسیم کرنے والے فرشتوں کی قسم۔

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝٥

٥۔ بے شک جو وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے وہ بالکل سچا ہے۔

وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۝٦

٦۔ اور بے شک جزا وسزا ضرور واقع ہو کر رہے گی۔ [١]

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝٧

٧۔ اور راستوں والے آسمان کی قسم۔

اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝٨

٨۔ بے شک تم مختلف (بے ربط) باتوں میں پڑے ہوئے ہو۔ [٢]

---

[١] اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسمیں اٹھا کر پوری تاکید کے ساتھ فرمایا کہ قیامت کا وعدہ سچا ہے اور جزا وسزا کا دن ضرور آئے گا۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

جن چیزوں کی قسم اٹھائی گئی ہے اگر ان میں غور کیا جائے تو یہ بھی قیامت کے وقوع پر دلالت کرتی ہیں یعنی جس ذات اقدس کے حکم سے ہوائیں گرد وغبار اڑاتی ہیں، بادل بارش کا پانی اٹھاتے ہیں، سمندر میں کشتیاں چلتی ہیں اور فرشتے مختلف امور سرانجام دیتے ہیں اس کے حکم سے انسان بھی دوبارہ زندہ ہو سکتے ہیں۔

[٢] آسمان پر بے شمار ستارے جب جگمگاتے ہیں تو مختلف راہیں اور کہکشائیں سی نظر آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس چمکتے دمکتے آسمان کی قسم اٹھا کر کفار کو خطاب فرمایا: تمہارا کسی بات پر اتفاق نہیں ہے۔ نیز تمہارے پاس انکار قرآن کے بارے میں کوئی عقلی دلیل بھی نہیں ہے۔ اسی لئے تم کبھی قرآن کو جادو یا شعر کہتے ہو اور کبھی من گھڑت کلام یا پہلے لوگوں کے قصے کہتے ہو۔

يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ﴿٩﴾

٩۔ اس (قرآن) سے وہی روگردانی کرتا ہے جس کی عقل میں فتور ہو۔ [٣]

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ﴿١٠﴾

١٠۔ اٹکل پچو سے باتیں بنانے والے رحمت خداوندی سے دور کردیئے گئے ہیں۔ [٤]

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ﴿١١﴾

١١۔ جو غفلت میں (آخرت کو) بھولے ہوئے ہیں۔

يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿١٢﴾

١٢۔ وہ پوچھتے ہیں: جزا کا دن کب آئے گا؟

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ﴿١٣﴾

١٣۔ (آپ فرمادیں!) جس دن وہ آگ میں تپائے جائیں گے۔ [٥]

ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٤﴾

١٤۔ (ان سے کہا جائے گا:) اپنی سزا کا مزہ چکھو، یہی وہ سزا ہے جس کو تم جلد طلب کرتے تھے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٥﴾

١٥۔ بے شک پرہیزگار لوگ (اس دن) باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔

---

[٣] قرآن مجید کی تعلیمات فطرت اور عقل کے مطابق ہیں اس لئے عقل سلیم کا مالک ہی قرآن مجید کی صحیح قدردانی کرسکتا ہے، اور ظاہر ہے جس شخص کی عقل میں فتور اور فساد ہو وہ قرآن مجید سے دور ہی رہے گا۔

[٤] اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں: جھوٹی باتیں بنانے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کردی گئی ہے۔ (تفسیر قرطبی) یعنی جو لوگ بغیر کسی معقول دلیل کے صرف جھوٹی اور قیاسی باتوں سے قرآن مجید کا انکار کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کردیئے گئے ہیں اور اس انکار کی وجہ سے ان پر غفلت اور گمراہی اس قدر چھا گئی ہے کہ وہ آخرت کو بھول گئے ہیں۔

[٥] منکرین قیامت بطور مذاق پوچھتے ہیں کہ جس قیامت کے عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو آخر وہ کب آئے گی؟ ہم تو اس کو نہیں مانتے، لہٰذا اگر تم سچے ہو تو پھر وہ عذاب ابھی کیوں نہیں آجاتا۔ اب اگر انہیں بتادیا جاتا کہ فلاں تاریخ کو قیامت قائم ہوگی تو پھر بھی وہ ماننے والے نہیں تھے جب تک کہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیتے، اس لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم نے فرمایا: جس وقت تم آگ میں جل رہے ہوگے اور تمہیں عذاب آخرت کا مشاہدہ ہوچکا ہوگا اس وقت تمہیں کہا جائے گا: یہ ہے وہ عذاب جس کو تم دنیا میں جلد طلب کرتے تھے، لہٰذا اب تم انکار قیامت کا مزہ چکھو۔

اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ؕ ﴿۱۶﴾

۱٦۔ ان کا رب جو کچھ انہیں عطا فرمائے گا وہ اسے (خوشی سے) لے رہے ہوں گے، [٦] بے شک وہ لوگ اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) نیکوکار تھے۔

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔ [۷]

وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ اور سحری کے وقت مغفرت طلب کرتے تھے۔

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ اور ان کے اموال میں سائل اور محروم لوگوں کا حق مقرر تھا۔

---

[٦] ان آیات میں پرہیزگار لوگوں کے احوال بیان کئے گئے ہیں۔ پہلے ان کے اجر وثواب کا ذکر ہے یعنی وہ جنت کے ایسے سدا بہار باغات میں ہوں گے جہاں درختوں اور پودوں پر رنگارنگ پھل اور پھول ہوں گے اور ان کے نیچے پاک اور شفاف پانی کے چشمے جاری ہوں گے۔ اس خوشگوار ماحول میں سب سے عظیم بات یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ خود انہیں اپنے دیدار اور دیگر انعامات سے سرفراز فرمائے گا اور وہ خوشی کے ساتھ ان انعامات کو وصول کر رہے ہوں گے۔

[۷] اب پرہیزگار لوگوں کے وہ اعمال بتائے جا رہے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں خصوصی انعامات سے نوازا۔ یعنی انہوں نے اپنی دنیاوی زندگی ظلم اور نافرمانی میں نہیں گزاری تھی بلکہ نیکوکاری اور فرمانبرداری میں بسر کی تھی۔ وہ رات کو بہت کم سوتے تھے بلکہ سحری کے وقت اٹھ کر اپنے رب کو یاد کرتے اور اس سے بخشش طلب کرتے تھے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے انہیں جو مال ومتاع عطا فرمایا تھا وہ اس پر سانپ بن کر بیٹھ نہیں گئے تھے بلکہ اس میں انہوں نے ضرورتمندوں اور غریب لوگوں کے لئے بھی حصہ مقرر کر رکھا تھا اور وہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی غریبوں پر خرچ کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ رات کو اٹھ کر اپنے رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور دن کو مخلوق خدا کی ہمدردی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں خصوصی انعامات سے نوازے گا۔

نماز تہجد کی فضیلت

☆ حضرت عمرو بن عبسہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے، اگر تم اس وقت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر سکو تو یاد کرو۔

(ترمذی: ۳۵۷۹: کتاب الدعوات: باب ۱۱۸)

☆ حضرت بلال ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم رات کی نماز کے قیام کو لازم رکھو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور رات کے قیام سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور رات کا قیام گناہوں کو روکتا ہے اور گناہوں کا کفارہ ہے اور جسمانی بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ (ترمذی: ۳۵۴۹: کتاب الدعوات: باب ۱۰۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات کو رات کے آخری تیسرے حصہ میں آسمان دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) جلوہ گر ہوتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں؟
(بخاری: ۱۱۴۵: کتاب التھجد: باب ۱۴، ترمذی: ۴۴۶)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان کے بعد سب سے افضل روزے محرم کے روزے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔ (مسلم: ۱۱۶۳: کتاب الصیام: باب ۳۸)

☆ حضرت عبداللہ بن سلام ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ اور نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، تو تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔
(ترمذی: ۲۴۸۵: صفۃ الجنۃ: باب ۴۲)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اس قدر زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں سوج کر پھٹ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کام) بخش دیئے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا میں اس بات کو پسند نہ کروں کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ ہوں۔ (بخاری: ۴۸۳۷: کتاب التفسیر: سورہ ۴۸)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو صبح تک سویا رہتا ہے اور نماز پڑھنے کے لئے نہیں اٹھتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا ہے۔
(بخاری: ۱۱۴۴: کتاب التھجد: باب ۱۳)

غریبوں اور محتاجوں کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور ان (امیر لوگوں) کے اموال میں سائل اور نادار لوگوں کا حق ہے۔} (قرآن: ۵۱: ۱۹)
یعنی اللہ تعالیٰ نے حکومت کے علاوہ امیر لوگوں کے اموال میں اڑھائی فی صد بطور زکوٰۃ غریب لوگوں کا حق مقرر کر دیا ہے، لہٰذا امیر لوگوں کے پاس یہ غریبوں کی امانت ہے اور ان کا فرض ہے کہ وہ اس امانت کو جتنا جلد ہو سکے غریبوں تک پہنچائیں، ممکن ہے ان کو اس امانت کی اشد ضرورت ہو۔ نیز اللہ تعالیٰ نے غریب لوگوں پر یہ فرض عائد نہیں کیا کہ وہ امیر لوگوں کے پاس جا کر اپنے اس حق کا مطالبہ کریں بلکہ امیر لوگوں پر یہ فرض عائد کیا ہے کہ وہ اپنے فرض کو ادا کرنے کے لئے خود جا کر غریب کو تلاش کریں اور اس کو اس کا حق ادا کریں۔ کاش سارے مسلمان اگر دیانتداری سے اپنا یہ فرض ادا کرتے تو مسلمان ممالک میں کوئی غریب نظر نہ آتا۔

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے ملازم سے اس نے کہہ رکھا تھا کہ جب تو کسی تنگ دست (مقروض) کے پاس رقم واپس لینے جائے تو اسے معاف کر دے۔

ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو معافی دیدے۔ فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملا تو رب تعالیٰ نے اس سے درگزر فرمایا۔
(بخاری: ۳۴۸۰: کتاب الانبیاء: باب ۵۴)

☆ حضرت ابو قتادہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت کی تکالیف سے نجات دے تو اسے چاہیے کہ وہ تنگدست (مقروض) کو مہلت دے یا معاف کردے۔
(مسلم: ۴۰۰۰: کتاب المساقاۃ: باب ۶)

☆ حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور برے انجام سے بچالیتا ہے۔ (ترمذی: ۶۶۴: ابواب الزکوۃ: باب ۲۸)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بیوہ اور مسکین کے لئے امدادی کوشش کرنے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح جو رات کو قیام کرے اور دن کو روزہ رکھے۔
(بخاری: ۵۳۵۳: کتاب النفقات: باب ۱)

☆ حضرت ابو امامہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی یتیم کے سر پر محبت بھرا ہاتھ پھیرے تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ گزرے گا ہر بال کے بدلے اسے نیکیاں ملیں گی اور جس نے کسی یتیم بچے یا بچی کے ساتھ حسن سلوک کیا، میں اور وہ جنت میں ان (دو انگلیوں) کی طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں یعنی درمیانی اور شہادت کی انگلی کے درمیان فاصلہ کیا۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۲۵۰)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو (میری رضا کے لئے انسانوں پر) خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ (بخاری: ۵۳۵۲: کتاب النفقات: باب ۱)

☆ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: اپنی مٹھی کو بند نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم پر اپنے خزانے بند کردے گا۔ (بخاری: ۱۴۳۳: کتاب الزکوٰۃ: باب ۲۱)

☆ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: خرچ کرو اور گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم کو گن کر دے گا۔ (مسلم: ۲۳۷۵: کتاب الزکوۃ: باب ۲۸)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تیری عیادت کیسے کرتا حالانکہ تو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ (پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا:) اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا تھا۔ وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تھا، اگر تو

اس کو کھانا کھلا دیتا تو تو اس کو میرے پاس پاتا۔ (پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا:) اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا تھا۔ وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تو نے اسے پانی نہیں پلایا تھا، اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔ (مسلم: ۶۵۵۶: کتاب البر: باب ۱۳)

☆ حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت دور کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبت دور کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔

(مسلم: ۶۵۷۸: کتاب البر: باب ۱۵)

☆ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پہلی وحی کے بعد جب نبی کریم ﷺ نے گھبراہٹ کا اظہار فرمایا تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں فرمائے گا کیونکہ آپ

☆ صلہ رحمی کرتے ہیں۔

☆ بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

☆ ناداروں کو کما کر کھلاتے ہیں۔

☆ مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں۔

☆ راہ حق میں پیش آنے والے مصائب پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ (بخاری: حدیث نمبر ۳: کتاب بدء الوحی: باب ۳)

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے گھبراہٹ کے وقت آپ کو تسلی دینے کے لئے جن اوصاف کا ذکر کیا ان کا تعلق غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد کرنے سے ہے حالانکہ آپ کا صادق اور امین ہونا زیادہ مشہور تھا۔ اس سے معلوم ہوا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے نزدیک غریبوں کی مدد کرنے والے صرف آخرت میں ہی کامیاب نہیں ہوں گے بلکہ اس دنیا میں بھی سرخرو ہوتے ہیں، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے اچھا وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ (کنز العمال: ۴۴۱۵۴: جلد ۱۶ ص ۱۲۸)

علامہ اقبال کہتے ہیں:

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

اس ضمن میں چند واقعات ملاحظہ کریں

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے، جب ان کے سامنے کھانا پیش کیا جاتا تو وہ کسی آدمی کو تلاش کرتے جوان

وَ فِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿٢٠﴾ ۲۰۔ اور یقین رکھنے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔[۸]

کے ساتھ کھانا کھائے۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک اجنبی آدمی کو ملے۔ جب وہ آپ کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو فرمایا: بسم اللہ پڑھو۔ اس نے جواب دیا: میں نہیں جانتا کہ اللہ کون ہے؟ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو کھانے سے اٹھا دیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کے کفر کے باوجود ساری عمر اس کو رزق دیتا رہا ہوں اور تم نے اس کو ایک لقمہ دینے میں بھی بخل کیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام گھبرا کر اس کی تلاش میں نکلے اور اس کو واپس بلایا۔ اس نے کہا: میں اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک تم مجھے یہ نہ بتاؤ کہ اب مجھے واپس کیوں بلا رہے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارا واقعہ سنایا، تو اس نے کہا: یہ تو بڑا کریم رب ہے، پھر وہ ایمان لے آیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں واپس آ گیا اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا۔

(تفسیر قرطبی: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ٦۹)

۲۔ اسلم (جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا غلام تھا) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رات کو گشت کے لئے نکلے، مدینہ سے تین میل پر صرار ایک مقام ہے، وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت کچھ پکا رہی ہے اور دو تین بچے رو رہے ہیں، آپ نے اس کے پاس جا کر حقیقت حال دریافت کی۔ اس نے کہا کہ کئی وقتوں سے بچوں کو کھانا نہیں ملا، ان کے بہلانے کے لئے خالی ہانڈی میں پانی ڈال کر چڑھا دی ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسی وقت اٹھے، مدینہ میں آ کر بیت المال سے آٹا، گوشت، گھی اور کھجوریں لیں اور اسلم سے کہا کہ میری پیٹھ پر رکھ دو، اسلم نے کہا: میں لئے چلتا ہوں، فرمایا: ناں! لیکن قیامت میں میرا بار تم نہیں اٹھاؤ گے۔ غرض سب چیزیں خود اٹھا کر لائے اور اس عورت کے آگے رکھ دیں۔ اس نے آٹا گوندھا، ہانڈی چڑھائی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود چولہا پھونکتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ عورت نے کہا: خدا تم کو جزائے خیر دے، سچ تو یہ ہے کہ امیر المؤمنین ہونے کے قابل تم ہو نہ کہ عمر رضی اللہ عنہ۔

(الفاروق: شبلی نعمانی: ص ۳۳۰، کنز العمال: ۳۵۹۷۸: جلد ۱۲: ص ٦۴۸)

۳۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رات کو گشت کر رہے تھے، ایک بدو اپنے خیمہ سے باہر زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے پاس جا کر بیٹھے تو اچانک خیمہ سے رونے کی آواز آئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کون روتا ہے؟ اس نے کہا: میری بیوی درد زہ میں مبتلا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھر پر آئے اور اپنی زوجہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ساتھ لیا اور بدو سے اجازت لے کر اپنی بیوی کو خیمہ میں بھیجا، تھوڑی دیر کے بعد بچہ پیدا ہوا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پکارا کہ امیر المؤمنین اپنے ساتھی کو مبارک باد دو۔ امیر المؤمنین کا لفظ سن کر بدو چونک پڑا اور مؤدب ہو کر بیٹھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فکر نہ کرو، کل میرے پاس آنا، میں اس بچے کا وظیفہ مقرر کر دوں گا۔ (الفاروق: شبلی نعمانی: ص ۳۳۱)

[۸] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت پر یقین رکھتے ہیں ان کے لئے اس زمین کی وسعت، آب و ہوا اور اس میں رونما ہونے

وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اور تمہارے نفسوں میں بھی (نشانیاں ہیں) تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔ [۹]

وَ فِی السَّمَآءِ رِزۡقُکُمۡ وَ مَا تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور وہ بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ [۱۰]

فَوَ رَبِّ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ اِنَّہٗ لَحَقٌّ مِّثۡلَ مَاۤ اَنَّکُمۡ تَنۡطِقُوۡنَ ﴿۲۳﴾ ع

۲۳۔ پس آسمان اور زمین کے رب کی قسم! یہ (قرآن) اسی طرح برحق ہے جس طرح تمہارا کلام کرنا (برحق ہے)۔ [۱۱]

ہَلۡ اَتٰىکَ حَدِیۡثُ ضَیۡفِ اِبۡرٰہِیۡمَ الۡمُکۡرَمِیۡنَ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ کیا آپ کے پاس ابراہیم ؑ کے معزز مہمانوں (فرشتوں) کی خبر پہنچی ہے؟ [۱۲]

والے تغیرات میں بے شمار ایسی نشانیاں ہیں جو ان کے عقیدۂ توحید کو مزید پختہ کرتی ہیں، مگر جن لوگوں میں طلب حق کی جستجو نہیں ہے اور انہوں نے انکارِ توحید کی قسم کھا رکھی ہے انہیں یہ نشانیاں مطمئن نہیں کر سکتیں کیونکہ وہ تو انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔

[۹] صرف زمین ہی نہیں انسان اگر اپنی ذات ہی میں غور کرے کہ کس طرح پانی کے ایک بے جان قطرہ سے اتنا بڑا انسان بن گیا جو سارے جانوروں پر حکومت کر رہا ہے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کے لئے ایک عظیم نشانی اور کافی دلیل ہے۔

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اتنی عظیم صلاحیتوں والا انسان خود بخود تو نہیں بن سکتا آخر کسی نے اس کو بنایا ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا: {بے شک ہم نے انسان کو سب سے اچھی صورت پر پیدا فرمایا۔} (قرآن: ۹۵: ۴)

[۱۰] یعنی بارش بھی آسمان سے ہوتی ہے جس سے تمہارا رزق پیدا ہوتا ہے اور تمہارے اعمال کے بدلے میں جنت اور دوزخ کا جو وعدہ کیا گیا ہے وہ لوحِ محفوظ میں درج ہے اور لوحِ محفوظ بھی آسمان میں ہے۔

[۱۱] اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم اٹھا کر فرمایا: یعنی اے انسان! جب تو بات کرتا ہے تو تجھے اپنی بات میں کوئی شبہ نہیں ہوتا بلکہ تجھے یقین ہوتا ہے کہ تو خود ہی یہ بات کر رہا ہے۔ اسی طرح یہ قرآن میرا ہی کلام ہے اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

[۱۲] یعنی آپ کے پاس حضرت ابراہیم ؑ کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچ چکی ہے اور یہ واقعہ سورہ ہود اور سورہ حجر میں گزر چکا ہے۔ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کچھ فرشتے انسانی شکل میں حضرت ابراہیم ؑ کے پاس آئے۔ سلام اور جواب سلام کے بعد حضرت ابراہیم ؑ نے سوچا کہ یہ مسافر اور اجنبی لوگ ہیں، ان کو کھانے کی ضرورت ہوگی۔ چنانچہ آپ آہستہ سے اپنے گھر گئے اور ایک

اِذۡ دَخَلُوۡا عَلَیۡهِ فَقَالُوۡا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوۡمٌ مُّنۡكَرُوۡنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ جب وہ (فرشتے) ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے سلام کہا، ابراہیم علیہ السلام نے بھی (جواب میں) سلام کہا (اور دل میں سوچا) یہ اجنبی لوگ ہیں۔

فَرَاغَ اِلٰۤی اَهۡلِهٖ فَجَآءَ بِعِجۡلٍ سَمِیۡنٍ ﴿ۙ۲۶﴾

۲٦۔ پھر ابراہیم علیہ السلام چپکے سے اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ایک (بھنا ہوا) موٹا بچھڑا لے آئے۔

بھنا ہوا بچھڑا لے کر آئے اور مہمانوں کے سامنے رکھ دیا۔ جب مہمانوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اندیشہ لاحق ہوا کہ یہ کوئی مشکوک لوگ ہیں۔ فرشتوں نے کہا: آپ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ ہم فرشتے ہیں، ہم آپ کو اہل علم بیٹے کی خوش خبری دینے آئے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سلام کہنا اور سلام کا جواب دینا انبیائے کرام علیہم السلام اور فرشتوں کی سنت ہے، نیز گھر میں موجود اچھے کھانے سے مہمانوں کی خدمت کرنا بھی نبیوں کی سنت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو عظیم الشان صورت پر پیدا فرمایا۔ ان کا قد ساٹھ گز تھا، اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو فرمایا: جاؤ فرشتوں کی اس بیٹھی ہوئی جماعت کو سلام کہو اور سنو وہ تمہیں کیا جواب دیتے ہیں؟ وہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔ آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو کہا: السلام علیکم (تم پر سلامتی ہو) فرشتوں نے جواب دیا: السلام علیک و رحمۃ اللہ (تم پر بھی سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی ہو) فرشتوں نے سلام پر ''رحمۃ اللہ'' کا اضافہ کیا، پس جو جنت میں داخل ہوگا وہ آدم علیہ السلام کی صورت میں (ساٹھ گز لمبا) ہوگا۔ اس کے بعد اب تک قد میں کمی ہوتی رہی۔ (بخاری: ۶۲۲۷: کتاب الاستیذان: باب ۱)

مہمان اور میزبان کے متعلق اسلام کا حکم

☆ حضرت ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی تکریم کرے اور اس کا جائزہ ادا کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مہمان کا جائزہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دن اور ایک رات (اس کی زیادہ خاطر تواضع کرے) اور تین دن اس کی ضیافت ہے اور اس سے زیادہ دن مہمان پر صدقہ ہیں۔ (بخاری: ۶۰۱۹: کتاب الأدب: باب ۳۱)

☆ حضرت ابو شریح خزاعی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہمان نوازی تین دن ہے اور جائزہ ایک دن اور ایک رات ہے اور کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس اتنے دن قیام کرے کہ اس کو گناہ میں مبتلا کر دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ اس کو گناہ میں کیسے مبتلا کرے گا؟ فرمایا: وہ اس کے پاس ایسی حالت میں قیام کرے کہ اس کے پاس اس کی مہمان نوازی کے لئے کچھ نہ ہو۔ (مسلم: ۴۵۱۴: کتاب اللقطۃ: باب ۳)

فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اور بچھڑے کو مہمانوں کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا: تم لوگ کھاتے کیوں نہیں؟

فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کچھ خوف محسوس کیا، انہوں نے کہا: آپ خوف نہ کریں، اور انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو ایک اہل علم بیٹے کی بشارت دی۔

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حیرت سے آگے بڑھی اور اپنے منہ پر ہاتھ مار کر کہنے لگی: (میں تو) بوڑھی اور بانجھ ہوں۔ [۱۳]

قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ انہوں (یعنی فرشتوں) نے کہا: آپ کے رب نے ایسے ہی فرمایا ہے، بے شک وہ بڑی حکمت والا بہت علم والا ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَیُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: اے بھیجے ہوئے فرشتو! تمہارا (ہمارے بیٹے کی بشارت کے علاوہ اور) کیا اہم کام ہے؟

قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ انہوں نے کہا: بے شک ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ [۱۴]

---

[۱۳] حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے بطن سے ایک بیٹا یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام پہلے سے موجود تھا لیکن سارہ علیہا السلام کی کوئی اولاد نہیں تھی اور ان کی تمنا تھی کہ انہیں بھی بیٹا ملے۔ اس وقت حضرت سارہ علیہا السلام کی عمر ۹۰ سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال تھی۔ (تفسیر قرطبی: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۷۲) عمر کے اس حصہ میں بیٹے کی خوش خبری سن کر حیرانگی سے آگے بڑھیں اور اپنے منہ پر ہاتھ مار کر زور سے بولیں: میں بوڑھی اور بانجھ ہوں۔ بھلا میرے ہاں بیٹا کیسے ہوسکتا ہے؟ اس پر فرشتوں نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، لہٰذا کسی تعجب اور حیرانگی کی ضرورت نہیں ہے۔

[۱۴] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا: ہمیں بیٹے کی بشارت دینے کے علاوہ تمہارے بھیجے جانے کا اہم مقصد کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہمیں اللہ تعالیٰ نے مجرم قوم یعنی قوم لوط کو تباہ کرنے کے لئے بھیجا ہے، کیونکہ وہ فسق و فجور اور لواطت

لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِينٍ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیں۔

مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ جو آپ کے رب کے نزدیک حد سے بڑھنے والوں کے لئے نشان زدہ ہیں۔

فَأَخْرَجْنَا مَن كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ پھر ہم نے (نزول عذاب سے پہلے) اس بستی میں سے ان سب کو نکال لیا جو ایمان والے تھے۔

فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ تو ہم نے اس بستی میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا اور کوئی مسلمان گھر نہ پایا۔[۱۵]

وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اور ہم نے اس بستی میں ان لوگوں کے لئے (عبرت کی) ایک نشانی باقی رکھی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔[۱۶]

وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بھی (عبرت کی نشانی ہے) جب ہم نے انہیں فرعون کی طرف واضح دلیل دے کر بھیجا۔

فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ وَقَالَ سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ تو اس نے اپنی قوت کے بل بوتے پر روگردانی کی اور کہنے لگا: یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔[۱۷]

میں حد سے بڑھنے والے ہیں۔ ہم ان پر مٹی کے ایسے سخت کنکر برسائیں گے جو پتھروں کی طرح سخت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مجرم کے لئے ایک کنکر پر خصوصی نشان لگا دیا ہے جو اس کی تباہی کا باعث بنے گا۔

[۱۵] اس بستی میں صرف حضرت لوط علیہ السلام کا گھر ہی مسلمان تھا، لہٰذا ہم نے اس بستی کی تباہی سے پہلے حضرت لوط علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو وہاں سے بحفاظت نکال لیا تھا۔

[۱۶] ہم نے اس تباہ شدہ بستی کے کھنڈرات کو نشانِ عبرت کے طور پر کچھ عرصہ تک باقی رکھا تاکہ لوگ اس کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور یہ نشانِ عبرت بھی ان لوگوں کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں کیونکہ وہی لوگ ان نشانیوں میں غور و فکر کر کے عبرت حاصل کرتے ہیں۔

[۱۷] عذاب الٰہی سے ڈرنے والوں کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بھی نشانِ عبرت ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ نے حضرت

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ وَهُوَ مُلِیْمٌ ؕ۝۴۰

۴۰۔ پس ہم نے فرعون کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور ان کو سمندر میں پھینک دیا کیونکہ وہ قابلِ ملامت کام کرنے والا تھا۔

وَ فِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ ۚ۝۴۱

۴۱۔ اور عاد میں بھی (نشانِ عبرت ہے) جب ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیجی۔ [۱۸]

مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ ؕ۝۴۲

۴۲۔ وہ (آندھی) جس چیز پر بھی گزری اسے ریزہ ریزہ کر دیا۔

وَ فِیْ ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِیْنٍ ۝۴۳

۴۳۔ اور ثمود میں بھی (نشانِ عبرت ہے) جب انہیں کہا گیا کہ تم ایک مخصوص وقت تک فائدہ اٹھالو۔ [۱۹]

موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا، عصا اور دیگر معجزات دے کر فرعون کی طرف بھیجا تو فرعون کے پاس ان معجزات کے انکار کی کوئی دلیل نہیں تھی صرف اپنی فوج اور قوت کے بل بوتے پر اس نے روگردانی کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر اور دیوانہ کہنے لگا۔ فرعون کے اس قابلِ ملامت رویہ پر اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کی فوجوں سمیت سمندر میں غرق کر دیا۔ اس وقت فرعون اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا اور ایمان لانے کا اظہار کیا مگر عذاب کو دیکھ کر ایمان لانا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہوتا۔

[۱۸] قوم عاد کی تباہی میں بھی نشانِ عبرت ہے۔ قوم عاد یمن کے علاقہ احقاف میں آباد تھی اور انہوں نے کئی معبود بنا رکھے تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں فرمایا: تم ان کی عبادت چھوڑ دو اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو ورنہ تم پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا عذاب نازل ہوگا۔ قوم کے سرداروں کو یہ بات ناگوار گزری اور انہوں نے کہا: ہم تو اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں، تم جس عذاب کی دھمکی دے رہے ہو وہ ابھی لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ اس پر حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں کہ وہ کب نازل ہوگا؟ چنانچہ سخت ہوا کا طوفان آیا جو آٹھ دن جاری رہا جس نے ہر چیز کو تہس نہس کر دیا اور اس طاقتور قوم کے لاشے کھجور کے کٹے ہوئے تنوں کی طرح زمین پر بکھرے پڑے تھے۔ اس آندھی میں حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ وہی لوگ محفوظ رہے جو آپ علیہ السلام پر ایمان لائے اور شرک سے توبہ کر لی۔

[۱۹] قوم ثمود کی تباہی میں بھی نشانِ عبرت ہے۔ یہ لوگ مشرک تھے اور حجاز اور شام کے درمیان آباد تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں توحید کی دعوت دی تو انہوں نے مطالبہ کیا کہ پتھر کی اس چٹان سے زندہ اونٹنی نکال کر دکھاؤ اگر تم سچے نبی ہو۔

فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ پس انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو ایک ہولناک کڑک نے انہیں آ پکڑا اور وہ دیکھتے ہی رہ گئے۔

فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّ مَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ پھر وہ کھڑے نہ ہو سکے اور نہ ہی کوئی مدد حاصل کر سکے۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾ ع

۴۶۔ اور ان سے پہلے قوم نوح میں بھی (نشان عبرت ہے)، بے شک وہ نافرمان لوگ تھے۔[۲۰]

چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس چٹان سے اونٹنی ظاہر فرما دی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: یہ اونٹنی میری نبوت کی دلیل اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے، لہٰذا تم اس کو آزاد چھوڑ دو، جہاں سے اس کا جی چاہے کھاتی پھرے، کوئی اس کو تنگ نہ کرے ورنہ تم پر دردناک عذاب نازل ہوگا۔

قوم ثمود کے متکبر سرداروں نے سازش کر کے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ذبح کرا دیا اور حضرت صالح علیہ السلام کو کہا کہ ہم نے اونٹنی کو ہلاک کر دیا ہے تم اسے نقصان پہنچانے پر جس عذاب کی ہمیں دھمکی دیتے تھے وہ عذاب لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں بتایا کہ وہ تین دن اپنے گھروں میں گزار لیں پھر انہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ تین دنوں کے بعد ایک سخت آواز کے ساتھ جب زلزلہ آیا تو وہ اسے دیکھ رہے تھے مگر ان میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ کھڑے ہی ہو سکیں اور اپنے اوپر نازل ہونے والے عذاب سے کوئی بچاؤ کر سکیں۔ چنانچہ صبح کے وقت وہ سب اپنے گھروں میں اوندھے منہ مرے پڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل ایمان ساتھیوں کو محفوظ رکھا۔

[۲۰] قوم نوح کی تباہی میں بھی نشان عبرت ہے۔ یہ قوم عراق میں آباد تھی اور شرک میں مبتلا تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا: صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، قبر وحشر، حساب وکتاب اور جنت ودوزخ کے ثواب وعذاب کے متعلق وہ خبریں دیتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

قوم کے سرداروں نے تعجب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتے کو نبی کیوں نہیں بنایا، یا اگر مرد کو ہی نبی بنانا تھا تو ہم میں سے کسی سردار کو نبی بناتا آپ جیسے نادار اور مسکین کو نبی کیوں بنایا گیا؟ ہمیں تو ایسے نظر آتا ہے جیسے تم گمراہ ہو گئے ہو۔ اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: میں گمراہ نہیں ہوں بلکہ میں تمہارا خیرخواہ ہوں۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچاتا ہوں تاکہ تم متقی بن جاؤ اور اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تسلیم نہ کیا اور سابقہ شرک پر قائم رہے تو مجھے خطرہ ہے کہ تمہارے اوپر ایک بڑا عذاب آنے والا ہے۔ اس خیر خواہی اور وارننگ کے باوجود ان دل کے اندھوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی جس کی سزا کے طور پر انہیں پانی کے سیلاب میں غرق کر دیا گیا اور حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی

وَ السَّمَآءَ بَنَیۡنٰهَا بِاَیۡىدٍ وَّ اِنَّا لَمُوۡسِعُوۡنَ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اور آسمانی کائنات کو ہم نے اپنے دست قدرت سے بنایا اور بے شک ہم (اس کائنات کو) وسعت دے رہے ہیں۔[۲۱]

وَالۡاَرۡضَ فَرَشۡنٰهَا فَنِعۡمَ الۡمٰهِدُوۡنَ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ اور ہم نے زمین کا فرش بچھایا، پس ہم کیا خوب فرش بچھانے والے ہیں۔[۲۲]

وَ مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَیۡنِ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے (نر اور مادہ) بنائے تاکہ تم غور وفکر کرو۔[۲۳]

میں صرف وہی لوگ بچ نکلے جو آپ ﷺ پر ایمان لائے اور شرک سے توبہ کر لی۔

[۲۱] اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا ہے یعنی آسمان پہلے ہی بہت وسیع ہے مگر ہم اس کو مزید وسیع کرنے یا اس جیسا اور آسمان بنانے کی طاقت رکھتے ہیں، بلکہ قیامت کے دن فی الواقع اللہ تعالیٰ نئی زمین اور نیا آسمان بنائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:{جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے جو ایک ہے اور غالب ہے۔} (قرآن: ۱۴: ۴۸) قیامت کے دن زمین و آسمان نئی قسم کے ہوں گے۔ آسمان پر ستارے نہیں ہوں گے اور زمین پر بھی نہ بلند پہاڑ اور ٹیلے ہوں گے اور نہ ہی گہرے غار بلکہ ایک صاف اور ہموار میدان کی صورت میں ہوگی۔

اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانی کائنات کو وسعت دے رہا ہے جیسا کہ جدید تحقیق بھی یہی ہے۔

The universe is expanding, with the galaxies moving apart from each other and the space between them getting larger. (The Hutchinson Encyclopedia, New 8th edition, universe, page No. 1196)

(کائنات پھیل رہی ہے کیونکہ سیارے ایک دوسرے سے الگ ہو رہے ہیں اور ان کے درمیان فاصلہ بڑھ رہا ہے۔)

[۲۲] زمین اگرچہ گول ہے مگر وہ اتنی وسیع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو فرش کی طرح بچھا دیا ہے جس پر انسان آسانی سے چل سکتا ہے اور اس میں اپنی ضروریات کی تمام چیزیں مہیا کر سکتا ہے۔

[۲۳] اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے جوڑے یعنی نر اور مادہ بنائے ہیں۔ انسان اور دیگر جانوروں میں نر اور مادہ کے جوڑوں کا وجود تو ایک عام حقیقت ہے جس کو زمانہ قدیم سے ہر شخص جانتا ہے، مگر اُنیسویں صدی میں جرمنی اور اٹلی کے سائنس دانوں نے ثابت کیا کہ انسانوں کی طرح نباتات میں بھی نر اور مادہ پائے جاتے ہیں اور ان کے عمل تلقیح سے بیج اور پھل بنتے ہیں۔ عمل تلقیح کی مزید تفصیل کے لئے سورہ رعد (۱۳) کی آیت نمبر ۳ کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ کریں۔

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۚ﴿۵۰﴾

۵۰۔ پس تم اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑو، بے شک میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا ڈرسنانے والا ہوں۔ [۲۴]

وَ لَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۚ﴿۵۱﴾

۵۱۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بناؤ، بے شک میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا ڈرسنانے والا ہوں۔

كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۚ﴿۵۲﴾

۵۲۔ اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کی طرف جو بھی رسول آیا انہوں نے یہی کہا کہ یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔ [۲۵]

اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۚ﴿۵۳﴾

۵۳۔ کیا انہوں (پہلے لوگوں) نے ایک دوسرے کو یہی وصیت کی تھی؟ بلکہ وہ سرکش لوگ تھے۔ [۲۶]

نباتات میں نر اور مادہ کا انکشاف انیسویں صدی کی تحقیق ہے لیکن قرآن مجید نے ۱۴۰۰ سال پہلے یہ اعلان کیا کہ ہر چیز حتیٰ کہ نباتات میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں اور ان کے عمل تلقیح سے بیج اور پھل بنتے ہیں۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ قرآن مجید انسانی کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کیونکہ نزول قرآن کے وقت کسی کو علم نہیں تھا کہ نباتات میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں، بلکہ قرآن حکیم نے تو ایسے جوڑوں کا بھی ذکر کیا ہے جن کا ابھی لوگوں کو علم نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا (نر اور مادہ) پیدا فرمایا جنہیں زمین اُگاتی ہے اور خود ان کے نفسوں کو بھی اور ان چیزوں کو بھی جنہیں ابھی وہ نہیں جانتے۔} (قرآن: ۳۶:۳۶)

[۲۴] اس میں کفار کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عذاب سے ڈرانے کے لئے بھیجا ہے، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ اور اس پر ایمان لانے میں جلدی کرو کیونکہ موت کسی بھی وقت آسکتی ہے اور پھر پچھتانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

[۲۵] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ کفار مکہ اگر آپ کو جادوگر اور دیوانہ کہہ رہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، ان سے پہلی قوموں نے بھی اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کو جادوگر اور دیوانہ کہا ہے، لہٰذا آپ ان کی تکذیب سے کبیدہ خاطر نہ ہوں۔

[۲۶] سب قوموں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب میں جن الفاظ کا سہارا لیا ہے ان میں جادوگر اور دیوانہ سرفہرست ہیں۔ کیا ایسا تو نہیں ہوا کہ پہلی قوموں نے بعد میں آنے والی قوموں کو یہ وصیت کی ہو کہ تم بھی انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب میں یہی الفاظ استعمال کرنا؟

فَتَوَلَّ عَنۡهُمۡ فَمَاۤ اَنۡتَ بِمَلُوۡمٍ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ پس آپ ان سے رخ انور پھیر لیں، آپ پر (ان کے ایمان نہ لانے کی) کوئی ملامت نہیں۔[۲۷]

وَّ ذَكِّرۡ فَاِنَّ الذِّكۡرٰى تَنۡفَعُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ اور آپ نصیحت کرتے رہیں، بے شک نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے۔[۲۸]

وَ مَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔[۲۹]

لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ بعض قوموں کے علاقہ اور زمانہ میں بہت فرق ہے۔ دراصل ان سب قوموں کی سرشت میں سرکشی پائی جاتی ہے اور اس قدر مشترک کی وجہ سے ان کے انکار کا رویہ ایک جیسا تھا۔

[۲۷] میرے پیارے نبی! آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے۔ جو لوگ دین کو سمجھ لینے کے باوجود صرف بغض و عناد کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے، آپ ان پر زیادہ توجہ نہ دیں کیونکہ وہ تعصب میں مبتلا ہیں۔ آپ سے ان کے ایمان نہ لانے کے بارے میں باز پرس نہیں ہوگی۔

☆ حضرت ابو ثعلبۃ خُشَنی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جا رہی ہے، خواہش کی پیروی کی جا رہی ہے، دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اترا رہا ہے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو اور عام لوگوں کی فکر کرنا چھوڑ دو۔

(ترمذی: ۳۰۵۸: ابواب تفسیر القرآن: سورۃ المائدۃ)

☆ حضرت ابو درداء ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم یہ سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کی تصدیق کر دو اور جب تم یہ سنو کہ کسی شخص کی خُلق یعنی فطرت بدل گئی ہے تو اس کی تصدیق نہ کرو کیونکہ وہ شخص اسی سرشت کی طرف لوٹ جائے گا جس پر اس کو پیدا کیا گیا ہے۔

(مسند احمد: جلد ۶: ص ۴۴۳، مجمع الزوائد: جلد ۷: ص ۱۹۶) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

[۲۸] البتہ عام لوگوں کو دعوت و نصیحت کا سلسلہ جاری رکھیں، جن کے دل میں تعصب کی بیماری نہیں ہوگی وہ آپ پر ایمان لے آئیں گے اور ایمان کی برکتوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔

[۲۹] اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں کو اس لئے پیدا فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کریں اور اس کی عبادت کریں، مگر اکثر لوگ اپنے مقصد تخلیق سے غافل ہیں۔

عبادت سے مراد صرف یہ نہیں کہ انسان سارا دن نماز، روزہ اور تسبیح میں مصروف رہے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ

مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾

۵۷۔ میں ان سے کسی رزق کو طلب نہیں کرتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے (کھانا) کھلائیں۔ [۳۰]

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ بے شک اللہ تعالیٰ (تو خود سب کو) رزق دینے والا ہے، وہ بڑا طاقتور (اور) زبردست ہے۔

فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ بے شک ظالموں کے لئے بھی عذاب کا ویسا ہی حصہ مقرر ہے جیسا (ان سے پہلے) ان کے ساتھیوں کا تھا، لہٰذا وہ مجھ سے (عذاب کو) جلد طلب نہ کریں۔ [۳۱]

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

۶۰۔ پس کفار کے لئے ان کے اس دن میں بڑی تباہی ہے جس دن (کے عذاب) کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

کے احکام کے مطابق زندگی گزارے۔ یعنی نماز پڑھے، سچ بولے، رزق حلال کمائے اور کسی کا حق غصب نہ کرے، لہٰذا جو انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا اس کا ہر فعل حتیٰ کہ اس کا سونا اور کھانا بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا مستحق قرار پاتا ہے۔

[۳۰] اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس لئے پیدا نہیں فرمایا کہ اس کو ان سے کسی رزق یا کھانے کی حاجت ہے، بلکہ وہ تو خود ساری مخلوق کا روزی رسان اور سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ دراصل اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی عبادت اور اطاعت کے لئے پیدا فرمایا اور اس میں انسان کا اپنا فائدہ ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گا اور اس کی روزی، زندگی اور آخرت میں برکت آجائے گی۔

[۳۱] جس طرح پہلی سرکش قوموں کو ان کے عذاب کا حصہ ملا تھا اسی طرح موجودہ سرکش لوگوں کے لئے بھی عذاب کا ایک حصہ مقرر ہے جو انہیں مل کر رہے گا، مگر اس کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ اہل مکہ اسے جلدی طلب نہ کریں بلکہ اس مہلت سے فائدہ اٹھائیں اور اپنی اصلاح کرلیں، ورنہ جب وہ متعین دن آگیا تو ان کے لئے بہت بڑی تباہی ہوگی۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعۃ الکرم، انگلستان

بروز بدھ بعد از مغرب ۴؍اگست ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۳ شعبان ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۸ جولائی تا ۴؍اگست یعنی صرف سات دنوں میں سورہ ذاریات کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورة الطور (۵۲)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''طور'' ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

مضامین

☆ اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے مختلف چیزوں کی قسمیں کھا کر تاکید فرمائی کہ قیامت ضرور آئے گی اور اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اس دن منکرین قیامت کو پکڑ کر جہنم میں پھینکا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا: یہی وہ جہنم ہے جس کا تم انکار کرتے تھے۔

☆ آیت نمبر ۱۷ سے متقی لوگوں کے اجر عظیم کا سلسلہ بیان کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کو جنتوں میں رنگا رنگ نعمتوں سے نوازے گا، ان کی مومن اولاد کو بھی ان کے پاس پہنچا دے گا اور وہ جنت میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے جس نے ان کو عذاب جہنم سے بچالیا۔

☆ آیت نمبر ۲۹ سے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ ان کی دلآزار باتوں سے کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید آپ نے خود ہی بنایا ہے تو انہیں چاہیے کہ وہ اس جیسی ایک بات ہی لاکر دکھائیں اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔

☆ ہمارے پیارے نبی! ان منکرین کے پاس قیامت اور توحید کے انکار کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ تعصب کی وجہ سے آپ کی مخالفت میں سرگرم ہیں مگر آپ فکر نہ کریں آپ ہماری آنکھوں میں ہیں، ہم آپ کے محافظ ہیں۔ کوئی آپ کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔ آپ ان کی دلآزار باتوں پر صبر کریں اور اطمینان وسکون کے لئے اپنے رب تعالیٰ کی تسبیح وتحمید جاری رکھیں۔ خاص کر جب آپ سو کر اٹھیں، نماز کے لئے کھڑے ہوں، مجلس سے اٹھ کر تشریف لے جائیں، نماز تہجد پڑھیں یا نماز فجر اپنے رب تعالیٰ کی حمد وثنا میں سرگرم رہیں۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از مغرب بروز پیر ۹ راگست ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۸ شعبان ۱۴۳۱ھ

اٰیاتہا ۴۹ | ۵۲ سورۃ الطور مکیۃ ۷۶ | رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں / کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالطُّوْرِ ۙ﴿۱﴾ — ۱۔ قسم ہے (کوہ) طور کی۔ [۱]

وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ﴿۲﴾ — ۲۔ اور (قسم ہے) کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے۔ [۲]

فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ﴿۳﴾ — ۳۔ کھلے ورق میں۔

وَّالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ ۙ﴿۴﴾ — ۴۔ اور (قسم ہے) بیت معمور کی۔ [۳]

وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۙ﴿۵﴾ — ۵۔ اور (قسم ہے) بلند چھت کی۔ [۴]

---

[۱] طور سے مراد وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ (تفسیر قرطبی) اس پہاڑ کو طور سینا اور طور سینین بھی کہا جاتا ہے۔

[۲] لکھی ہوئی کتاب سے مراد قرآن مجید ہے جس کو اہل ایمان پڑھتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی) یہ کھلے ہوئے ورق کی طرح بالکل واضح اور عیاں ہے، جس کا جی چاہے آئے اور اس کو پڑھ کر ہدایت حاصل کرے۔

[۳] جس طرح زمین پر بیت اللہ ہے جہاں انسان عبادت کرتے ہیں اسی طرح ساتویں آسمان پر بیت معمور ہے جہاں فرشتے عبادت کرتے ہیں۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیت معمور ساتویں آسمان میں ہے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور جو فرشتہ ایک بار داخل ہوتا ہے وہ دوبارہ قیامت تک داخل نہیں ہوگا۔

(مستدرک للحاکم: ۳۷۴۲: جلد ۲: ص ۵۰۸: تفسیر سورۃ الطور)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا تو وہاں ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بیت معمور کی طرف اپنی پشت سے ٹیک لگائی ہوئی تھی اور اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور دوبارہ نہیں آتے۔ (مسلم: ۴۱۱: کتاب الایمان: باب ۷۴)

[۴] بلند چھت سے مراد آسمان ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: آسمان کو چھت اس لئے فرمایا کیونکہ وہ زمین کے لئے ایسا ہے جیسا گھر کے لئے چھت ہوتی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝۶	۶۔ اور (قسم ہے پانی سے) بھرے ہوئے سمندر کی۔
اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝۷	۷۔ بے شک آپ کے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔[۵]
مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝۸	۸۔ اسے کوئی روکنے والا نہیں۔
يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝۹	۹۔ جس دن آسمان بری طرح لرز رہا ہوگا۔[۶]
وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝۱۰	۱۰۔ اور پہاڑ تیزی سے چل رہے ہوں گے۔
فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۱	۱۱۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے تباہی ہوگی۔
الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝۱۲	۱۲۔ جو بے ہودہ باتوں میں کھیل رہے ہیں۔[۷]
يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝۱۳	۱۳۔ جس دن وہ دھکیل کر آتش جہنم کی طرف لائے جائیں گے۔
هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝۱۴	۱۴۔ (انہیں کہا جائے گا:) یہ ہے وہ دوزخ کی آگ جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔[۸]

[۵] اللہ تعالیٰ نے پانچ مختلف چیزوں کی قسمیں کھا کر تاکید فرمائی کہ منکرین کو قیامت کے جس عذاب سے ڈرایا گیا ہے وہ ضرور آئے گا اور اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں مدینہ آیا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں بات چیت کروں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ مغرب کی نماز میں سورہ طور پڑھ رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کی آٹھویں آیت تک پہنچے تو گویا ان آیتوں نے میرا دل چیر ڈالا اور میں نے نزول عذاب کے خوف سے فوراً اسلام قبول کرلیا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ طور: زیر آیت نمبر ۸)

[۶] وقوع قیامت کے وقت جب اس کائنات کی تباہی کا سلسلہ شروع ہوگا تو آسمان لرز رہا ہوگا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر روئی کے گالوں اور خاک کے ذروں کی طرح ہوا میں اڑ رہے ہوں گے۔ جب آسمان جیسی مضبوط اور پہاڑوں جیسی ٹھوس چیزوں کا یہ حشر ہوگا تو آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ دیگر عام چیزوں کی تباہی کا عالم کیا ہوگا۔

[۷] جو لوگ فضول کھیل اور بے ہودہ باتیں بنانے میں مصروف رہتے ہیں اور آخرت کو جھٹلاتے ہیں قیامت کے دن ان کے لئے سخت تباہی ہوگی۔

[۸] منکرین آخرت کو جب زبردستی دھکیل کر آتش جہنم کی طرف لایا جائے گا تو فرشتے ان سے کہیں گے: یہ ہے وہ آتش جہنم جس کو تم

اَفَسِحۡرٌ هٰذَاۤ اَمۡ اَنۡتُمۡ لَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۱۵﴾	۱۵۔ (اب بتاؤ) کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھ نہیں رہے؟[۹]
اِصۡلَوۡهَا فَاصۡبِرُوۡۤا اَوۡ لَا تَصۡبِرُوۡا ۚ سَوَآءٌ عَلَيۡكُمۡ ؕ اِنَّمَا تُجۡزَوۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۶﴾	۱۶۔ اس (دوزخ) میں داخل ہو جاؤ، اب خواہ تم صبر کرو یا نہ کرو، تمہارے لئے برابر ہے، تمہیں صرف انہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔[۱۰]
اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ جَنّٰتٍ وَّنَعِيۡمٍ ﴿۱۷﴾	۱۷۔ بے شک پرہیزگار لوگ جنتوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔
فٰكِهِيۡنَ بِمَاۤ اٰتٰٮهُمۡ رَبُّهُمۡ ۚ وَوَقٰٮهُمۡ رَبُّهُمۡ عَذَابَ الۡجَحِيۡمِ ﴿۱۸﴾	۱۸۔ ان کے رب تعالیٰ نے جو انہیں عطا فرمایا وہ اس پر خوش ہوں گے اور ان کے رب تعالیٰ نے انہیں جہنم کے عذاب سے بچالیا۔[۱۱]
كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا هَنِيۡٓــًٔا ۢ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۹﴾	۱۹۔ (ان سے کہا جائے گا:) تم خوب مزے سے کھاؤ اور پیو ان (نیک) اعمال کے بدلے میں جو تم کرتے تھے۔[۱۲]

جھٹلایا کرتے تھے۔

[۹] انبیائے کرام علیہم السلام نے لوگوں کو توحید اور آخرت کی تبلیغ کی مگر متعصب اور ہٹ دھرم لوگوں نے ان کے کلام اور ان کے معجزات کو جادو کہہ کر انکار کر دیا۔ قیامت کے دن جب انہیں آتش جہنم کے قریب لایا جائے گا تو فرشتے ان سے پوچھیں گے: یہ آگ جو تمہیں نظر آ رہی ہے، اب بتاؤ کیا یہ بھی کوئی جادو کا کرتب ہے؟ یا جس طرح تم دنیا میں حق کو دیکھنے سے اندھے تھے کیا اسی طرح تمہیں یہ عذاب بھی نظر نہیں آ رہا؟

[۱۰] جو لوگ اس دنیا میں توحید اور آخرت کی تکذیب کرتے رہے قیامت کے دن انہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا: اب چاہے تم صبر کرو یا چیخ و پکار کرو تمہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور تمہیں اپنے کرتوتوں کی سزا بھگتنا ہی پڑے گی۔

[۱۱] جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں جہنم سے بچا کر جنت میں داخل فرمائے گا اور انہیں رنگارنگ نعمتوں سے نوازے گا۔ اہل جنت اپنے رب تعالیٰ کی عنایات اور نوازشات پر خوش اور شکر گزار ہوں گے۔

[۱۲] جنت میں متقی لوگوں کو کہا جائے گا: چونکہ تم دنیا میں نیک اعمال کرتے تھے اس لئے ان کے صلہ میں اپنے رب تعالیٰ کی نعمتوں کو خوب مزے سے کھاؤ اور پیو۔

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ⑳

۲۰۔ وہ قطاروں میں بچھے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور ہم انہیں بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے۔[۱۳]

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِیٍٴۢ بِمَا

۲۱۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، ہم ان کی اولاد کو (جنت میں) ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ہم ان کے عمل میں کوئی کمی نہیں کریں گے،[۱۴] ہر شخص اپنے عمل (کی جزا و سزا)

---

[۱۳] جنت میں متقی لوگوں کے لئے آمنے سامنے قطاروں میں تخت بچھائے جائیں گے اور وہ ان پر اطمینان سے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ نیز خوبصورت آنکھوں والی حوروں کے ساتھ ان کے نکاح کر دیئے جائیں گے۔

[۱۴] اللہ تعالیٰ اپنے مقبول اور متقی بندوں کو جنت میں بلند درجات عطا فرمائے گا اور ان کی اولاد میں سے جو اپنے والدین کی پیروی کریں گے اگر جنت میں ان کا درجہ کم ہوا تو بھی والدین کے اعمال کی برکت سے ان کی اولاد کا درجہ بلند کر کے انہیں والدین کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ یعنی والدین کو ان کے اعمال کے مطابق بلند درجہ میں ہی رکھا جائے گا اور ان کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی، البتہ والدین کا دل خوش کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ان کی اولاد پر فضل و کرم فرمائے گا اور ان کے درجات بلند کر کے انہیں اپنے والدین کے ساتھ ملا دے گا۔

والدین کی نیکیوں کا فائدہ

☆ حضرت سعید بن جبیرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جنت میں مومن کی اولاد کو مومن کے ساتھ اس کے درجہ میں بلند فرمائے گا خواہ اس کی اولاد کا عمل اس کے برابر نہ ہوتا کہ اولاد کی وجہ سے مومن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ (تفسیر قرطبی)

☆ حضرت سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے فرمایا اور میرا گمان یہ ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی شخص جنت میں داخل ہوگا تو وہ اپنے والدین، بیوی اور اولاد کے متعلق پوچھے گا (وہ کہاں ہیں)؟ تو اس سے کہا جائے گا: وہ تمہارے درجہ کو نہیں پہنچے (اس لئے ان کا جنت میں الگ مقام ہے)۔ یہ شخص عرض کرے گا: اے میرے رب! میں نے جو عمل کیا وہ اپنے لئے اور ان سب کے لئے کیا تھا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا: ان کو بھی جنت کے اسی درجہ میں اس شخص کے ساتھ ملا دو۔ (تفسیر ابن کثیر: سورہ طور (۵۲): زیر آیت نمبر ۲۱) لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ صدقہ و خیرات کرتے وقت اپنے والدین اور بیوی بچوں کو بھی اپنی نیت میں شامل کر لے۔ اس سے اس کے صدقہ و خیرات میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

كَسَبَ رَهِينٌ ﴿٢١﴾ میں گرفتار ہوگا۔[۱۵]

علامہ ثناءاللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن کفار کی رشتہ داریاں اور دوستیاں منقطع ہو جائیں گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اس دن گہرے دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔} (قرآن: ۴۳:۶۷) لہٰذا اہل ایمان کی رشتہ داریاں اور دوستیاں باقی رہیں گی کیونکہ یہ رشتہ داریاں اور دوستیاں نبی کریم ﷺ کے سبب سے ہیں اور نبی کریم ﷺ سارے اہل ایمان کے روحانی باپ ہیں اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات تمام اہل ایمان کی روحانی مائیں ہیں۔ (تفسیر مظہری: سورۃ الرعد: زیر آیت نمبر ۲۳) اسی طرح اسلامی اساتذہ اور روحانی شیوخ بھی اسلامی اور روحانی باپ کی حیثیت رکھتے ہیں اور جو ان کی اتباع میں نیک اعمال کریں گے تو وہ اساتذہ اور شیوخ بھی اپنے شاگردوں اور مریدوں کو فائدہ پہنچائیں گے۔

اولاد کی نیکیوں کا فائدہ

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جس طرح نیک والدین کے اعمال کی برکت سے اولاد کو فائدہ پہنچے گا اسی طرح نیک اولاد کے اعمال کا والدین کو بھی فائدہ پہنچے گا، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر باپ دادا کا درجہ بلند ہوا تو اللہ تعالیٰ اولاد کے درجہ کو بلند کر کے باپ دادا کے ساتھ ملا دے گا اور اگر اولاد کا درجہ بلند ہوا تو اللہ تعالیٰ باپ دادا کے درجہ کو بلند کر کے اولاد کے ساتھ ملا دے گا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ طور (۵۲): زیر آیت نمبر ۲۱) اس کی تائید میں حافظ ابن کثیر نے درج ذیل دو احادیث بیان کی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی کا جنت میں درجہ بلند کیا جاتا ہے تو وہ آدمی عرض کرتا ہے: مجھ پر یہ کرم کیسے ہوا؟ تو اسے جواب دیا جاتا ہے: اس استغفار کی وجہ سے جو تمہارے بیٹے نے تمہارے لئے کیا۔ (ابن ماجة: حدیث نمبر ۳۶۶۰: ابواب الأدب: باب ۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے، البتہ تین طرح سے اس کے عمل کا سلسلہ جاری رہتا ہے: صدقہ جاریہ، علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔ (مسلم: ۴۲۲۳: کتاب الوصیة: باب ۳)

[۱۵] مقاتل نے کہا: ہر شخص سے مراد کافر ہے جو اپنے شرک کی وجہ سے دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہوگا۔ (تفسیر بغوی) کیونکہ مومن ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {ہر شخص اپنے عمل (کی جزا و سزا) میں گرفتار ہوگا سوائے اصحاب یمین (اہل ایمان) کے۔} (قرآن: ۷۴:۳۹-۳۸)

علامہ قرطبی نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کے ساتھ گروی ہے۔ کسی شخص کے عمل کے ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی، البتہ کسی کے ثواب میں زیادتی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (تفسیر قرطبی) اور یہ اس کا فضل ہوگا جو انصاف کے خلاف نہیں ہے۔

وَ اَمۡدَدۡنٰهُمۡ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحۡمٍ مِّمَّا يَشۡتَهُوۡنَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور ہم انہیں ایسے پھل اور گوشت دیتے رہیں گے جو وہ چاہیں گے۔[۱۶]

يَتَنَازَعُوۡنَ فِيۡهَا كَاۡسًا لَّا لَغۡوٌ فِيۡهَا وَلَا تَاۡثِيۡمٌ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ وہ جنت میں جامِ شراب لینے میں ایک دوسرے پر سبقت کریں گے مگر اس شراب (کی تاثیر) میں نہ کوئی لغو بات ہوگی اور نہ ہی کوئی گناہ (کا موجب فعل) ہوگا۔[۱۷]

وَ يَطُوۡفُ عَلَيۡهِمۡ غِلۡمَانٌ لَّهُمۡ كَاَنَّهُمۡ لُؤۡلُؤٌ مَّكۡنُوۡنٌ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اور ان کے خدام ان کے گرد گھوم رہے ہوں گے گویا کہ وہ چھپائے ہوئے موتی ہیں۔[۱۸]

وَ اَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ يَّتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے کے احوال پوچھیں گے۔

---

[۱۶] جس قسم کے پھل اور گوشت کی خواہش ان کے دل میں پیدا ہوگی وہ انہیں پیش کر دیئے جائیں گے۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: حدیث میں ہے کہ جب تم جنت میں کسی پرندے کو کھانے کی خواہش کرو گے تو وہ بھنا ہوا پرندہ تمہارے سامنے آ گرے گا۔ (تفسیر روح البیان: سورہ طور (۵۲): زیر آیت نمبر ۲۲)

[۱۷] وہ جنت میں خوش طبعی کرتے ہوئے شراب طہور کے جام لینے میں ایک دوسرے پر سبقت کریں گے لیکن اس شراب میں دنیوی شراب کی طرح کوئی بدمستی نہیں ہوگی بلکہ وہ پاک اور خوش گوار ہوگی۔ اس کے پینے سے نہ تو وہ کوئی لغو بات کریں گے اور نہ ہی کسی گناہ کا ارتکاب کریں گے۔

[۱۸] اہل جنت کو نوعمر خدام بھی دیئے جائیں گے جو ان کی خدمت کے لئے ان کے گرد گھوم رہے ہوں گے اور وہ ان موتیوں کی طرح خوبصورت اور صاف ستھرے ہوں گے جن کو چھپا کر رکھا گیا ہوتا کہ ان پر گرد و غبار نہ پڑے۔ اس آیت کی تفسیر میں امام بغوی نقل کرتے ہیں کہ:

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل جنت میں سے ہر شخص کی خدمت میں ایک ہزار غلام ہوں گے اور ہر غلام اپنے مالک کے حکم پر عمل کرنے کے لئے کمربستہ ہوگا۔

☆ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یا نبی اللہ! جب خادم اتنا حسین ہوگا تو مخدوم کا کیا عالم ہو گا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خادم پر مخدوم کی فضیلت ایسی ہوگی جیسے چودھویں کے چاند کی تمام ستاروں پر فضیلت ہے۔ (تفسیر معالم التنزیل: سورہ طور (۵۲): زیر آیت نمبر ۲۴)

قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ وہ کہیں گے: بے شک ہم اس سے پہلے اپنے اہل خانہ میں (عذاب الٰہی سے) ڈرتے رہتے تھے۔[۱۹]

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالیا۔

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿۲۸﴾ ع

۲۸۔ بے شک ہم اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے، بے شک وہ بڑا محسن (اور) رحیم ہے۔[۲۰]

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾ۭ

۲۹۔ پس آپ نصیحت کرتے رہیں کیونکہ آپ اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون۔[۲۱]

---

[۱۹] جنت کا کھانا کھانے اور شراب طہور پینے کے بعد جب جنتی آپس میں مل بیٹھیں گے تو کہیں گے: ہم دنیا میں اپنی آخرت کے متعلق بڑے فکر مند رہتے تھے۔ تنہائی میں بھی اور اپنے اہل خانہ میں بھی ڈرتے رہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا تو جہنم کی آگ میں جلنا پڑے گا مگر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائی اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالیا۔

[۲۰] ہم دنیا میں بھی یہی کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے وہ ہماری خطاؤں کو معاف فرما دے گا اور ہم اکثر یہ دعا کرتے تھے: {اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا} (قرآن: ۲:۲۰۱) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا اور اپنی رحمت کے صدقے ہمیں عذاب سے بچالیا۔ واقعی وہ بڑا محسن اور بہت ہی مہربان ہے۔

[۲۱] **دیوانہ کون ہوتا ہے؟**

مجنون اور دیوانہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی عقل میں فتور واقع ہو جائے، وہ سچ اور جھوٹ، دانائی اور بے وقوفی اور امانت و خیانت میں فرق نہ کر سکے اور بے ربط باتیں اور بے مقصد کام کرے۔

کاہن کون ہوتا ہے؟

کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جو وحی کے بغیر اپنے اندازے اور اٹکل پچو سے مستقبل کی باتیں بیان کرتا ہے۔

کفار آپ ﷺ کو کبھی کاہن اور کبھی دیوانہ کہتے تھے۔ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ ان

أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ کیا وہ (کفار) کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں اور ہم آپ ﷺ کے متعلق گردش زمانہ (یعنی موت) کا انتظار کر رہے ہیں۔ [۲۲]

قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ آپ فرما دیں: تم انتظار کرتے رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔ [۲۳]

أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَٰذَا ۚ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ کیا ان کی عقلیں انہیں یہ حکم دیتی ہیں یا وہ سرکش لوگ ہیں؟ [۲۴]

أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ ۚ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ یا وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں (رسول ﷺ) نے اس (قرآن) کو خود ہی گھڑ لیا ہے، دراصل وہ ایمان لانے والے نہیں۔

کی دلآزار باتوں کی پرواہ نہ کریں کیونکہ آپ اپنے رب تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون بلکہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، لہٰذا آپ نصیحت و دعوت کا سلسلہ جاری رکھیں۔

[۲۲] کفار مکہ کہتے تھے کہ آپ ﷺ شاعر ہیں اور پہلے شعراء کی طرح جب آپ ﷺ فوت ہو جائیں گے تو آپ ﷺ کا کلام اور دین بھی ختم ہو جائے گا، لہٰذا وہ انتظار کر رہے ہیں کہ ان کی فطری موت کا وقت آ جائے یا بتوں کی بددعا سے ان پر کوئی مصیبت ٹوٹ پڑے تو پھر اہل مکہ کا انتشار ختم ہو جائے گا۔

[۲۳] یعنی تم میرے انجام کا انتظار کرو اور میں تمہارے انجام کا انتظار کرتا ہوں۔ عنقریب ظاہر ہو جائے گا کہ کون حق پر تھا اور کون گمراہ تھا؟ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ چند ہی سالوں کے بعد سرزمین عرب سے کفر و شرک کا خاتمہ ہو گیا اور ہر طرف اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

[۲۴] کفار مکہ جب نبی کریم ﷺ کی علم و حکمت سے لبریز تعلیمات کا جواب نہ دے سکتے تو کبھی آپ کو کاہن کہتے اور کبھی مجنون یا شاعر کہہ دیتے، حالانکہ ایک ہی شخص کاہن، شاعر یا مجنون نہیں ہو سکتا کیونکہ کاہن بڑا شاطر اور باریک بین ہوتا ہے جو لوگوں کے مستقبل کے بارے میں اندازے لگاتا ہے اور شاعر اپنی زبان کا ماہر ہوتا ہے جو اپنے تخیلات کو اشعار کی صورت میں بیان کرتا ہے جبکہ مجنون کی باتیں بے ربط اور بے مقصد ہوتی ہیں۔

کیا کفار مکہ کی عقلیں کاہن اور مجنون کے اس واضح فرق کو نہیں سمجھتیں کہ ایک صادق و امین اور دانا و حکیم ہستی کو کاہن اور مجنون قرار دیتی ہیں۔ دراصل یہ ان کی عقلوں کا فیصلہ نہیں بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٣٤﴾

۳۴۔ پس انہیں چاہیے کہ وہ اس (قرآن) جیسی ایک بات ہی لے آئیں اگر وہ سچے ہیں۔[۲۵]

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿٣٥﴾

۳۵۔ کیا وہ بغیر کسی (خالق) کے پیدا کر دیئے گئے ہیں یا وہ خود ہی (اپنے) خالق ہیں؟[۲۶]

أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾

۳۶۔ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ دراصل وہ یقین رکھنے والے نہیں۔[۲۷]

أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ﴿٣٧﴾

۳۷۔ کیا ان کے پاس آپ کے رب تعالیٰ کے خزانے ہیں یا وہ ان (خزانوں) پر حاکم ہیں۔[۲۸]

گمراہی سے چمٹے ہوئے ہیں۔

[۲۵] کفار مکہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کا اپنا کلام ہے۔ دراصل یہ ان کے ایمان نہ لانے کا بہانہ ہے۔ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو وہ بھی انسان ہیں، لہٰذا وہ اس قرآن جیسی ایک بات ہی بنا کر دکھائیں۔

[۲۶] منکرین توحید سے پوچھا جا رہا ہے کہ کیا وہ بغیر کسی خالق کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا انہوں نے اپنے آپ کو خود ہی پیدا کیا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ تعالیٰ نے (پیدا کیا ہے)، تو پھر وہ کہاں بھٹک رہے ہیں} (قرآن: ۴۳: ۸۷) کفار مکہ جب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر ان کی عقل کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ توحید کی روشنی کو چھوڑ کر شرک کی تاریکی میں بھٹک رہے ہیں۔

[۲۷] منکرین توحید کہتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اب ان سے دوسرا سوال کیا جا رہا ہے کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو ظاہر ہے وہ یہی کہیں گے کہ زمین و آسمان کو انہوں نے پیدا نہیں کیا بلکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی تخلیق ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا خالق کہتے ہیں تو پھر اس کی عبادت کیوں نہیں کرتے؟ دراصل وہ صرف زبان سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کا خالق ہے مگر دل سے یقین نہیں رکھتے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے۔

[۲۸] علم و حکمت، رزق اور نبوت کے خزانوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ کیا یہ کفار ان خزانوں کے مالک و حاکم ہیں؟ اور اپنی مرضی سے ان خزانوں کو تقسیم کرتے ہیں، اس لئے وہ اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہیں اور اس کے احکام سے اعراض کرتے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام خزانوں کا حقیقی مالک اور حاکم ہے۔ وہ جس کو چاہے نبی بنا دے اسے کوئی روکنے والا نہیں

اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۳۸	۳۸۔ کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے کہ (جس پر چڑھ کر آسمان کی باتیں) وہ سن لیتے ہیں، (اگر ایسا ہے) تو ان میں سے سننے والے کو چاہیے کہ وہ کوئی روشن دلیل پیش کرے۔[۲۹]
اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ۝۳۹	۳۹۔ کیا اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں ہیں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں؟[۳۰]
اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝۴۰	۴۰۔ کیا آپ ان سے کوئی معاوضہ طلب کرتے ہیں کہ وہ تاوان کے بوجھ سے دبے جا رہے ہیں۔[۳۱]

ہے، تو پھر کفار اس حقیقت کو کیوں نہیں سمجھتے اور اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔

[۲۹] اس آیت میں کفار سے پوچھا جا رہا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ پر ایمان نہیں لاتے اور اپنے باپ دادا کی اتباع کو ہی صحیح سمجھتے ہیں۔ ان کے پاس اس کی صحت کی کیا دلیل ہے؟ کیا ان کے پاس کوئی ایسی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر وہ عالم بالا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی باتیں سن لیتے ہیں اور انہیں یقین ہے کہ ان کا عقیدہ صحیح ہے؟ اگر ایسا ہے تو ان میں سے جس آدمی کا عالم بالا سے براہ راست رابطہ ہے وہ سامنے آئے اور اس کی کوئی روشن دلیل پیش کرے، اور اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو انہیں اس صادق و امین ہستی کا انکار نہیں کرنا چاہیے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے نبی بنا کر بھیجا ہے۔

[۳۰] عرب کی اکثریت بیٹیوں سے نفرت کرتی تھی جبکہ بعض قبائل فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ ان آیات میں مشرکین عرب سے پوچھا جا رہا ہے کہ تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کو پیدا فرمایا تو کیا اس وقت تم وہاں موجود تھے اور تم نے دیکھا کہ وہ واقعی لڑکیاں تھیں؟ یا تمہارے پاس اس بات کا کوئی تحریری ثبوت ہے کہ کسی نبی یا کسی آسمانی کتاب نے اس کا ذکر کیا ہو؟ اور اگر تمہارے پاس ان دونوں میں سے کوئی ثبوت بھی نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر یہ کتنا بڑا احمقانہ اور گستاخانہ فیصلہ ہے کہ تم اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں قرار دیتے ہو جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے، لہٰذا اس کی اولاد قرار دینا بہت بڑا جھوٹ اور بہتان ہے۔

[۳۱] میرے پیارے نبی! اگر آپ تبلیغ اسلام کے بدلے میں ان سے کوئی اجرت طلب کرتے جو ان کے لئے ناقابل برداشت ہوتی تو ان کے انکار کی کوئی بات بھی تھی، مگر آپ تو بلا معاوضہ ان کی بہتری کے لئے کوشاں ہیں، پھر یہ کتنے نادان ہیں جو آپ کی بات نہیں سنتے۔

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ کیا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے جس کو وہ لکھ لیتے ہیں؟ [۳۲]

اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۚ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ کیا وہ کوئی فریب کرنا چاہتے ہیں؟ تو کفار خود ہی اپنے فریب کا شکار ہو جائیں گے۔ [۳۳]

---

[۳۲] میرے پیارے نبی! یہ کفار قرآن کی آیات اور آپ کے معجزات کے باوجود آپ کو نہیں مانتے۔ آپ ان سے پوچھیں کہ ان کے پاس اس انکار کی کیا دلیل ہے؟ اگر ان کے پاس کوئی غیب کی خبر آتی ہے جس کو وہ لکھ لیتے ہیں تو وہ تحریر پیش کریں، لیکن ان کے پاس غیبی علم کی کوئی تحریر نہیں ہے، یہ صرف تعصب اور عناد کی وجہ سے آپ پر ایمان نہیں لاتے۔

[۳۳] قریش کے سرداروں نے تعصب اور تکبر میں آ کر نہ صرف یہ کہ نبی کریم ﷺ کی تکذیب کی بلکہ آپ کو شہید کرنے کی سازشیں کرنے لگے، لیکن وہ اس حقیقت کو بھول گئے کہ جو کسی کے لئے کنواں کھودتے ہیں بالآخر ایک دن وہ خود اس میں گرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ تو نبی کریم ﷺ کو اہل مکہ سے بچا کر مدینہ لے آیا مگر قریش کے سردار جنگ بدر میں مارے گئے اور جو بچ گئے انہوں نے فتح مکہ کے دن اپنی شکست تسلیم کر لی۔

دارالندوہ میں نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی سازش

مشرکین مکہ کی تیرہ سالہ انتہائی سخت مخالفت کے باوجود اسلام کی روشنی جب مدینہ تک پہنچ گئی اور اکثر مسلمان ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو اہل مکہ کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اگر (حضرت) محمد (ﷺ) بھی ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو عین ممکن ہے کہ کچھ عرصہ بعد وہ مکہ پر حملہ کر کے ہمارا کچومر نکال دیں۔ اس سے پیشتر کہ حالات قابو سے باہر ہو جائیں انہیں کوئی فیصلہ کن قدم اُٹھانا چاہیے، چنانچہ مکہ کے سرداروں کا ٹاؤن ہال (دارُالندوہ) میں ایک خفیہ اجلاس ہوا جو مختلف تاریخ اور تفسیر کی کتب میں موجود ہے۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے:

جب قریش کے سردار ٹاؤن ہال میں داخل ہونے لگے تو شیطان ایک بڑے بزرگ کی صورت میں آیا۔ قریش کے سرداروں نے اس سے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں نجد کا ایک شیخ ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ تم یہاں ایک اہم مسئلہ کے لئے جمع ہو رہے ہو۔ میں نے چاہا کہ میرا مشورہ بھی اس میں شامل ہو جائے۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے تم بھی آ جاؤ۔ شیخ نجدی نے کہا: اس شخص (حضرت محمد ﷺ) کے بارے میں سنجیدگی سے غور کر دو ورنہ یہ تم پر غالب آ جائے گا۔ ایک آدمی نے کہا: اس کو رسیوں سے باندھ کر کسی مکان میں بند کر دو حتیٰ کہ یہ بھوکا پیاسا ہلاک ہو جائے۔ شیخ نجدی نے کہا: یہ رائے درست نہیں ہے، جب اس کے ساتھیوں کو علم ہو گا تو وہ اس کو تمہاری قید سے چھڑا لیں گے۔ دوسرے آدمی نے کہا: اس کو مکہ سے نکال دو تا کہ تم سب کو اس سے نجات مل جائے۔ شیخ نجدی نے کہا: یہ رائے بھی درست نہیں ہے۔ کیا تمہیں اس کے دلکش کلام اور شیریں بیان کا علم نہیں، یہ جہاں بھی جائے گا اہل عرب اس کے گرویدہ ہو جائیں گے اور تم پر حملہ کر کے تمہیں مکہ سے

اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی اور معبود ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے پاک ہے جس کو وہ (اللہ تعالیٰ کا) شریک ٹھہراتے ہیں۔ [۳۴]

وَ اِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ اور اگر وہ آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھ لیں تو وہ کہیں گے کہ یہ گہرا بادل ہے۔ [۳۵]

نکال دیں گے، پھر ابو جہل نے کہا: ہم ہر قبیلہ سے ایک نوجوان لیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک تیز تلوار دیں اور وہ سب مل کر یکبارگی ان پر حملہ کر دیں اور جب سب مل کر ان کو قتل کر دیں گے تو ان کا خون ہر قبیلہ کے ذمہ ہوگا تو بنی ہاشم تمام قبائل سے جنگ کرنے کی بجائے دیت لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم کو ان کی ایذا رسانی سے ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے گی۔ اس پر شیخ نجدی نے کہا: بخدا یہی رائے صحیح ہے اس کے علاوہ اور کوئی رائے صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ سب سرداروں نے اس رائے پر اتفاق کر لیا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: سورۃ الأنفال (۸): زیر آیت نمبر ۳۰)

ہجرت کی رات قریش قبائل کے منتخب نوجوان تلواریں لے کر حضورِ اکرم ﷺ کے گھر کے باہر جمع ہو گئے۔ جبریل امین نے حضورِ اکرم ﷺ کو کفار کی سازش کی خبر دی اور عرض کیا: آج رات آپ اپنے بستر پر آرام نہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہجرت کی اجازت عطا فرما دی ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فرمایا: آج رات مجھے ہجرت کا حکم ہو گیا ہے تم میرے بستر پر میری سبز چادر اوڑھ کر سو جاؤ تمہارے پاس ان کی طرف سے کوئی ایسی چیز نہ آسکے گی جو تمہیں ناپسند ہو۔ (سبل الھدیٰ والرشاد: جلد ۳: ص ۳۲۶)

حضورِ اکرم ﷺ نے اہل مکہ کی امانتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیں، باہر تشریف لائے، مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور سورہ یٰسین کی درج ذیل آیت پڑھ کر مٹی اپنے دشمن نوجوانوں پر پھینک دی: {ہم نے بنا دی ان کے سامنے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، پس وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے۔} (قرآن: ۳۶: ۹)

چنانچہ وہ سارے نوجوان نیند سے اونگھنے لگے اور حضورِ اکرم ﷺ ان کے درمیان سے گزر کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو ساتھ لے کر غار ثور کی طرف روانہ ہو گئے۔ (ضیاء النبی: جلد ۳: ص ۵۸) غار ثور کے احوال کے متعلق سورہ توبہ (۹) آیت نمبر ۴۰ کا حاشیہ ملاحظہ کریں۔

[۳۴] گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے مختلف دلائل سے کفار کو سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس کے باوجود اگر وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور معبود کو مانتے ہیں تو یہ ان کی سرکشی اور خام خیالی ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف ایک ہے اور ہر اس چیز سے پاک ہے جس کو وہ اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے ہیں۔

[۳۵] کفار مکہ کا ایک مطالبہ یہ تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو ہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا کر دکھائیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے

فَذَرۡهُمۡ حَتّٰى يُلٰقُوۡا يَوۡمَهُمُ الَّذِىۡ فِيۡهِ يُصۡعَقُوۡنَ ۙ۝۴۵

۴۵۔ سو آپ ان کو (ان کے حال پر) چھوڑ دیں حتیٰ کہ وہ اپنے اس دن کو پالیں جس میں وہ بے ہوش کر دیئے جائیں۔[۳۶]

يَوۡمَ لَا يُغۡنِىۡ عَنۡهُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـًٔا وَّلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ؕ۝۴۶

۴۶۔ جس دن ان کا مکروفریب ان کے کچھ کام نہیں آئے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔

وَاِنَّ لِلَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا عَذَابًا دُوۡنَ ذٰلِكَ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝۴۷

۴۷۔ اور بے شک ظالموں کے لئے اس (یعنی عذاب قیامت) سے پہلے بھی عذاب ہے[۳۷] لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

وَاصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعۡيُنِنَا وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ حِيۡنَ تَقُوۡمُ ۙ۝۴۸

۴۸۔ (اے رسول مکرم!) آپ اپنے رب کے حکم سے صبر کرتے رہیں بے شک آپ ہماری نظروں میں ہیں اور آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں جب بھی آپ کھڑے ہوں۔[۳۸]

ان کا رد فرمایا ہے کہ یہ کفار اپنے تعصب اور عناد میں اتنے آگے جا چکے ہیں کہ اگر بالفرض ان پر آسمان سے کوئی ٹکڑا نیچے گرا دیا جائے اور وہ دیکھ لیں کہ آسمان کا ٹکڑا گرتا ہوا نیچے آ رہا ہے تو پھر بھی وہ ماننے والے نہیں بلکہ کہیں گے کہ یہ آسمان کا ٹکڑا نہیں بلکہ گہرا بادل ہے جو نیچے آ رہا ہے۔

[۳۶] اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ حق واضح ہو جانے کے باوجود اگر یہ مشرکین حق کو قبول نہیں کرتے اور اپنے باطل نظریات پر قائم ہیں تو آپ ان کی ہٹ دھری کی پرواہ نہ کریں اور ان کے ایمان نہ لانے پر غمگین نہ ہوں۔ یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ قیامت کے دن جب یہ اپنے کرتوتوں کا انجام دیکھیں گے تو ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔ اس دنیا میں اسلام کے خلاف جو مکر وفریب وہ کرتے رہے قیامت کے دن نہ تو ان کا مکر وفریب ان کے کام آئے گا اور نہ ہی کوئی اور ان کی مدد کر سکے گا۔

[۳۷] عذاب قیامت سے پہلے جو ظالموں کو عذاب ہوگا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس سے مراد عذاب قبر ہے۔ (تفسیر قرطبی) عذاب قبر کے متعلق مزید تفصیل کے لئے سورہ مؤمن (۴۰) کی آیت نمبر ۴۶ کا حاشیہ نمبر ۳۸ ملاحظہ کریں۔

[۳۸] ہمارے پیارے نبی! ان منکرین کے پاس قیامت اور توحید کے انکار کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ تعصب کی وجہ سے آپ کی

ع ۲

وَ مِنَ الَّيۡلِ فَسَبِّحۡهُ وَ اِدۡبَارَ النُّجُوۡمِ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ اور رات کے کچھ حصہ میں (یعنی نماز تہجد کے بعد) بھی اس کی تسبیح کریں اور اس وقت بھی جب ستارے ڈوب رہے ہوں (یعنی نماز فجر کے بعد بھی)۔

مخالفت میں سرگرم ہیں مگر آپ فکر نہ کریں آپ ہماری آنکھوں میں ہیں، ہم آپ کے محافظ ہیں، کوئی آپ کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔ آپ ان کی دلآزار باتوں پر صبر کریں اور اطمینان وسکون کے لئے اپنے رب تعالیٰ کی تسبیح وتحمید جاری رکھیں۔ خاص کر جب آپ سو کر اٹھیں، نماز کے لئے کھڑے ہوں، مجلس سے اٹھ کر تشریف لے جائیں، نماز تہجد پڑھیں یا نماز فجر اپنے رب تعالیٰ کی حمد وثنا میں سرگرم رہیں۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بروز ہفتہ بعد از ظہر ۱۴راگست ۲۰۱۰ء بمطابق ۳ رمضان ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۹ تا ۱۴ راگست یعنی صرف پانچ دنوں میں سورہ طور کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

☆ تفسیر امداد الکرم کی چوتھی جلد بیس سورتوں (سورہ احزاب تا سورہ طور) پر مشتمل ہے۔ چوتھی جلد لکھنے کی ابتدا بارہ نومبر ۲۰۰۹ء کو ہوئی تھی اور آج ۱۴ راگست ۲۰۱۰ھ کو یعنی نو ماہ اور دو دنوں کے بعد اختتام پذیر ہوئی۔ الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ

فہرست مطالب

سورة الأحزاب تا سورة الطور

امت مسلمہ

اہل بیت

صحابہ کرامؓ

انسان اور اس کی عظمت

شیطان

فہرست مطالب

عبادت اور عابدین

علم اور اہل علم

عالم اور عابد میں فرق۔۱۰۰ کا قاتل	39	53	48	1976
قرآن سکھانے والے کی قبر کی زیارت کے لئے فرشتے کثیر تعداد میں آئیں گے	40	46	38	2004
علماء انبیاء کے وارث ہیں	41	33	29	2047
مسلمان علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں	41	33	29	2047
جب لوگ نہ سنیں تو اپنی فکر کرو	42	15	15	2067
ہر چیز کے جوڑے اور عمل تلقیح	43	12	12	2099
گمراہ کی تقلید جائز نہیں	43	27	25	2105
کائنات میں غور وفکر کرنے کی فضیلت	45	13	10	2146
ایک گھڑی کا غور وفکر ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے	45	13	10	2146
سب سے افضل وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور کرتے ہیں	45	13	10	2146
سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور نہ کریں	45	13	10	2146
اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور نہ کرو کیونکہ تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے	45	13	10	2146
کائنات میں غور وفکر سب سے افضل عبادت ہے	45	13	10	2146
تین لوگ شفاعت کریں گے	47	2	2	2189
علماء ومشائخ کا احترام	49	1	1	2239
استاد والد کی طرح قابل احترام ہے	49	1	1	2239
کائنات پھیل رہی ہے	51	47	21	2283
عمل تلقیح: ہر چیز کے جوڑے ہیں	51	49	23	2283
جب لوگ نہ سنیں تو اپنی فکر کرو	51	54	27	2285
موت کے بعد تین طرح سے عمل کا سلسلہ جاری رہتا ہے	52	21	14	2291

تقویٰ اور اہل تقویٰ

ایمان اور اہل ایمان۔ اولیاء اللہ

توبہ، موت اور قبر

نکاح اور طلاق

عورت کا مقام اور اس کے حقوق و فرائض

نماز

حج اور روزہ

زکوٰۃ اور صدقات

متفرقات

ماخذ ومراجع

کتب تفاسیر

۱۔ تفسیر ضیاء القرآن: پیر محمد کرم شاہ الازہری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور پاکستان، 1995 (۵ جلدیں)

۲۔ الدر المنثور: امام جلال الدین السیوطی: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ (۸ جلدیں)

۳۔ الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی): محمد بن احمد الأنصاری القرطبی: دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان (۳۰ جلدیں)

۴۔ التفسیر الکبیر: امام فخر الدین الرازی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۶ جلدیں)

۵۔ حاشیۃ الصاوی علی الجلالین: شیخ احمد الصاوی المالکی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)

۶۔ فی ظلال القرآن (اردو): سید قطب شہید: ادارہ منشورات اسلامی لاہور، پاکستان، ۱۹۹۶

۷۔ جامع البیان (تفسیر طبری/تفسیر ابن جریر): ابو جعفر محمد بن جریر الطبری: دار الفکر، بیروت، لبنان ۱۹۸۴ (۱۵ جلدیں)

۸۔ تفسیر روح البیان: امام اسماعیل حقی: دار لفکر، بیروت، لبنان (۱۰ جلدیں)

۹۔ صفوۃ التفاسیر: محمد علی الصابونی: دار القرآن الکریم، بیروت، لبنان، ۱۹۸۱ (۳ جلدیں)

۱۰۔ تفسیر البیضاوی: امام ناصر الدین البیضاوی: دار الکتاب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۸ (۲ جلدیں)

۱۱۔ تفسیر فتح العزیز (تفسیر عزیزی: اردو): شاہ عبد العزیز دہلوی: علیمی پریس، دہلی، انڈیا

۱۲۔ تفسیر ابن کثیر: الحافظ اسماعیل بن کثیر: دار القلم، بیروت، لبنان (۴ جلدیں)

۱۳ تفسیر مظہری: قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی: دار الاشاعت، کراچی، پاکستان، ۱۹۹۹ (۱۲ جلدیں)

۱۴۔ تفسیر نعیمی: مفتی احمد یار خان نعیمی: مکتبہ اسلامیہ، گجرات، پاکستان

۱۵۔ تفسیر روح المعانی: امام شہاب الدین السید محمود البغدادی: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۸ (۱۰ جلدیں)

۱۶۔ تفسیر الشعراوی: محمد متولی الشعراوی: دار اخبار الیوم، قاہرہ، مصر، ۱۹۹۱ (۱۴ جلدیں)

۱۷۔ تفسیر الحسنات: علامہ ابو الحسنات القادری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور پاکستان (۷ جلدیں)

۱۸۔ تفسیر الخازن: امام علاء الدین البغدادی: دار الفکر، بیروت، لبنان ۱۹۷۹ (۷ جلدیں)

۱۹۔ تنویر المقباس: عبداللہ بن عباس: المکتبة الشعبية، قاہرہ مصر ۱۹۷۲

۲۰۔ البحر المیحط: محمد بن یوسف الغرناطی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۱ جلدیں)

۲۱۔ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی): امام عبداللہ بن احمد النسفی: دار النفائس، بیروت، لبنان، ۱۹۹۶

۲۲۔ خزائن العرفان: سید محمد نعیم الدین مراد آبادی: حفیظ بک ڈپو، دہلی، انڈیا

۲۳۔ احکام القرآن: امام احمد بن علی الجصاص: دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان

۲۴۔ زھرة التفاسیر: محمد ابو زھرة: دار الفکر العربی، قاہرہ، مصر

۲۵۔ تفسیر المنار: محمد رشید رضا: دار الفکر، بیروت، لبنان

۲۶۔ تفسیر الکشاف: محمود بن عمر الزمخشری: دار لکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۸۷

۲۷۔ فتح القدیر: محمد بن علی الشوکانی: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

۲۸۔ تفسیر القرآن العظیم: حافظ ابن ابی حاتم: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۴ جلدیں)

۲۹۔ تفسیر جلالین: متن حاشیہ صاوی، دار الفکر، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)

۳۰۔ تفسیر منیر: دکتور وھبہ زحیلی، دار الفکر، دمشق، شام (۱۷ جلدیں)

۳۱۔ زاد المسیر: عبدالرحمٰن الجوزی، دار الکتب العلمية، بیروت، لبنان (۸ جلدیں)

۳۲۔ تفسیر ماجدی: عبدالماجد دریاآبادی، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور کراچی، پاکستان (۲ جلدیں)

۳۳۔ تفسیر احکام القرآن: ابوبکر بن العربی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان (۲ جلدیں)

۳۴۔ تفسیر معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ادارة المعارف، کراچی، پاکستان (۸ جلدیں)

۳۵۔ تفہیم القرآن: سید ابو الاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔ انڈیا (۶ جلدیں)

۳۶۔ تفسیر عثمانی: شبیر احمد عثمانی، دار الاشاعت، اُردو بازار کراچی، پاکستان (۲ جلدیں)

۳۷۔ تفسیر بغوی: الحسین بن مسعود البغوی، دار الفکر، بیروت، لبنان، حاشیہ تفسیر خازن (۷ جلدیں)

۳۸۔ تفسیر تبیان القرآن: علامہ غلام رسول سعیدی: فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور، پاکستان

۳۹۔ تفسیر ابی السعود: قاضی محمد بن محمد: دار الفکر، بیروت، لبنان

۴۰۔ تفسیر حقانی: علامہ عبدالحق حقانی: میر محمد کتب خانہ، آرام باغ کراچی، پاکستان

۴۱۔ تفسیر المراغی: احمد مصطفٰی المراغی: دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان

کتب احادیث

۴۲۔ صحیح البخاری: محمد بن اسماعیل البخاری: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۳۔ صحیح مسلم: مسلم بن الحجاج القشیری: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۴۔ سنن ترمذی: محمد بن عیسیٰ: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۵۔ سنن ابن ماجہ: محمد بن یزید القزوینی: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۶۔ سنن ابو داؤد: سلیمان بن الاَشعث: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۷۔ سنن النسائی: احمد بن شعیب: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۸۔ مسند احمد: امام احمد بن حنبل: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۴۹۔ الموطا: امام مالک بن انس: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱

۵۰۔ مشکوۃ المصابیح: امام ابو محمد البغوی: قدیمی کتب خانہ، کراچی، پاکستان، ۱۳۸۸ھ

۵۱۔ المعجم الکبیر: سلیمان بن احمد الطبرانی: مطبۃ الزہراء الحدیثۃ، موصل، عراق، ۱۹۸۴ (۲۵ جلدیں)

۵۲۔ المستدرک: امام الحاکم النیشاپوری: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰ (۴ جلدیں)

۵۳۔ الجامع الصغیر: محمد ناصر الدین الالبانی: مکتبہ الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰ (۲ جلدیں)

۵۴۔ ریاض الصالحین: یحیٰ بن شرف النووی الشافعی: دار القلم، بیروت، لبنان، ۱۹۷۰

۵۵۔ سنن الدارقطنی: علی بن عمر الدارقطنی: عالم الکتب، بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ (۴ جلدیں)

۵۶۔ شعب الایمان: احمد بن الحسین البیہقی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰

۵۷۔ الترغیب والترہیب: عبد العظیم المنذری: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۶۸

۵۸۔ السنن الکبریٰ: احمد بن الحسین البیہقی: نشر السنۃ، ملتان، پاکستان، (۱۰ جلدیں)

۵۹۔ المعجم الاوسط: سلیمان بن احمد الطبرانی: مکتبۃ المعارف، ریاض، سعودی عرب (۱۱ جلدیں)

۶۰۔ صحیح ابن حبان: دار الفکر، بیروت، لبنان۔ (۶ جلدیں)

۶۱۔ سنن دارمی: امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی، دار الدعوۃ، استنبول، ترکی (۱۹۸۱ء)

۶۲۔ مصنف عبدالرزاق: المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان (۱۱ جلدیں)

۶۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ: عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، دار الفکر، بیروت، لبنان

۶۴۔ معجم صغیر: امام طبرانی: دار الفکر، بیروت، لبنان

۶۵۔ جمع الجوامع: امام جلال الدین سیوطی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان

۶۶۔ جامع صغیر: امام جلال الدین سیوطی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان

دیگر کتب

۶۷۔ معجزات الرسول: محمد متولی الشعراوی: مکتبۃ الاسلامیۃ الشعراویۃ، قاہرہ مصر

۶۸۔ الخصائص الکبری: امام جلال الدین السیوطی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۷۵ (۲ جلدیں)

۶۹۔ السیرۃ النبویۃ: عبد الملک بن ھشام: دار الجیل، بیروت، لبنان، (۴ جلدیں)

۷۰۔ البدایۃ والنہایۃ: الحافظ اسماعیل ابن کثیر: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۸۲ (۷ جلدیں)

۷۱۔ المفردات: امام راغب الاصفہانی: مکتبۃ مصطفی البابی، مصر ۱۹۶۱

۷۲۔ لسان العرب: ابن منظور: دار المعارف، قاہرہ مصر (۸ جلدیں)

۷۳۔ المنجد: دار المشرق، بیروت، لبنان، ۱۹۷۵

۷۴۔ شرح المواھب اللدنیۃ: امام محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی: دار الفکر، بیروت، لبنان.

۷۵۔ دلائل النبوۃ: احمد بن الحسین البیھقی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۲ (۷ جلدیں)

۷۶۔ کتاب المبسوط: شمس الدین السرخسی: دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۰، (۱۵ جلدیں)

۷۷۔ الفتاوٰی العالمگیریۃ: علامہ نظام الدین: بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ، بلوچستان، پاکستان، ۱۹۸۵ (۶ جلدیں)

۷۸۔ فتاوٰی قاضی خان: حسن بن منصور الفرغانی الحنفی: بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ، بلوچستان، پاکستان، ۱۹۸۵ (۶ جلدیں)

۷۹۔ ردالمحتار: ابن عابدین: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۹ (۸ جلدیں)

۸۰۔ حاشیۃ الطحطاوی: امام احمد الطحطاوی: میر محمد کتب خانہ، کراچی، پاکستان

۸۱۔ مراقی الفلاح: حسن بن عمار الحنفی: میر محمد کتب خانہ، کراچی، پاکستان

۸۲۔ فتاوٰی افریقیۃ: امام احمد رضا قادری: مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، پاکستان

۸۳۔ بہار شریعت: علامہ محمد امجد علی: شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور پاکستان

۸۴۔ امداد الفقہ: محمد امداد حسین پیرزادہ: دار السلام، قاہرہ مصر، ۲۰۰۳

۸۵۔ اسلامی عقائد: محمد امداد حسین پیرزادہ: الکرم پبلی کیشنز، ایٹن ہال، ناٹنگھم شائر، یو کے، ۱۹۹۹

۸۶۔ کنز العمال: علامہ علاء الدین البرھان فوری: متوسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۵ (۱۶ جلدیں)

۸۷۔ مجمع الزوائد: علی بن ابی بکر الھیثمی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، ۱۹۸۸ (۱۰ جلدیں)

۸۸۔ نزھۃ المجالس (اردو) عبد الرحمن صفوری شافعی: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، پاکستان

۸۹۔ نور الایضاح: الشیخ حسن بن علی: کتب خانہ مجیدیہ، ملتان، پاکستان

۹۰۔ قصیدہ البردہ: امام بوصیری: انگریزی ترجمہ، محمد امداد حسین پیرزادہ، الکرم پبلی کیشنز ایٹن ہال ناٹنگھم شائر، یوکے

۹۱۔ السیرہ النبویۃ: الحافظ اسماعیل بن کثیر: دار الفکر، بیروت، لبنان

۹۲۔ ضیاء النبی: پیر کرم شاہ الازہری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۴۱۵ھ (۷ جلدیں)

۹۳۔ صراط مستقیم: شاہ اسماعیل دہلوی: اسلامی اکیڈمی، لاہور، پاکستان

۹۴۔ القول الجمیل (اردو): شاہ ولی اللہ: مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، پاکستان

۹۵۔ سبل الھدیٰ والرشاد: امام محمد بن یوسف الشامی: وزارۃ الاوقاف، قاہرہ: مصر (۱۲ جلدیں)

۹۶۔ المنتظم فی تواریخ الملوک والامم: امام عبد الرحمن الجوزی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۳ جلدیں)

۹۷۔ تاریخ الاسلام: مورخ شمس الدین الذھبی: دار الکتاب العربی، بیروت (۵۲ جلدیں)

۹۸۔ امتاع الاسماع: تقی الدین المقریزی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۱۵ جلدیں)

۹۹۔ حلیۃ اولیاء: امام ابو نعیم الاصفھانی: در الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۱۲ جلدیں)

۱۰۰۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ: وہبہ زحیلی دار الفکر، دمشق، شام، ۱۹۸۹ء (۸ جلدیں)

۱۰۱۔ الفقہ الحنفی وادلتہ: شیخ صاغر جی، دار الکلم الطیب، دمشق، شام ۲۰۰۰ء (۳ جلدیں)

۱۰۲۔ الفقہ علی المذاھب الاربعۃ: عبد الرحمٰن الجزیری، دار الفکر، بیروت، لبنان (۵ جلدیں)

۱۰۳۔ لسان المیزان: ابن حجر عسقلانی، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، لبنان ۲۰۰۲ء (۱۰ جلدیں)

۱۰۴۔ الادب المفرد: امام بخاری، مکتبۃ الآداب

۱۰۵۔ السیرۃ الحلبیۃ: نور الدین الحلبی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)

۱۰۶۔ شرح شفا: قاضی عیاض، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۲ جلدیں)

۱۰۷۔ طبقات ابن سعد: مکتبۃ الخانجی، قاہرہ، مصر، ۲۰۰۱ء (۱۱ جلدیں)

۱۰۸۔ بدائع الصنائع: علاء الدین کاسانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۳ء (۱۰ جلدیں)

۱۰۹۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا، الفیصل ناشران، اُردو بازار، لاہور، پاکستان (۲ جلدیں)

۱۱۰۔ تاریخ بغداد: الخطیب البغدادی، مکتبۃ الخانجی، قاہرہ، مصر (۱۰ جلدیں)

۱۱۱۔ الھدایۃ: علی بن ابی بکر الفرغانی، مکتبۃ شرکۃ علمیۃ، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، پاکستان (۲ جلدیں)

۱۱۲۔ فقہ السنۃ: السید السابق: دار الفکر، بیروت لبنان، ۱۹۸۲ء (۳ جلدیں)

۱۱۳۔ عمدۃ القاری: علامہ بدر الدین عینی، دار الفکر، بیروت لبنان، (۲۵ جلدیں)

۱۱۴۔ فتح الباری: امام ابن حجر عسقلانی، دار الفکر، بیروت لبنان (۱۳ جلدیں)

۱۱۵۔ الاحکام الفقھیة: احمد محمد عساف، دار احیاء العلوم، بیروت، لبنان

۱۱۶۔ جامع بیان العلم وفضله: یوسف بن عبداللہ قرطبی، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ۲۰۰۰ء

۱۱۷۔ المقاصد الحسنة: شمس الدین السخاوی، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان ۱۹۸۷ء

۱۱۸۔ الفاروق: علامہ شبلی نعمانی، مشتاق بک کارنر، اُردو بازار، لاہور، پاکستان

۱۱۹۔ المواہب اللدنیہ: امام احمد قسطلانی، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان (۴ جلدیں)

۱۲۰۔ الحاوی للفتاوٰی: امام جلال الدین، دار الکتب العلمیة، لبنان (۲ جلدیں)

۱۲۱۔ الکواکب السائرة: شیخ نجم الدین، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)

۱۲۲۔ الفوائد المجموعة: محمد بن علی الشوکانی، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان

۱۲۳۔ حقوق الاولاد: محمد شریف الصواف، دار الفکر، دمشق، شام

۱۲۴۔ الاتقان فی علوم القرآن: جلال الدین سیوطی، المکتبة العصریة، بیروت، لبنان ۱۹۸۸ء (۴ جلدیں)

۱۲۵۔ سیرة النبی: سید سلیمان ندوی، ناشران قرآن لمیٹڈ، اُردو بازار لاہور، پاکستان

۱۲۶۔ الخطبة العصریة: ابراھیم محمد الجمل مکتبة القرآن، قاہرہ، مصر

۱۲۷۔ کتاب الخراج: امام ابویوسف: مکتبة الازھریة للتراث، قاہرہ، مصر

۱۲۸۔ شرح شمائل ترمذی: سلیمان بن عمر الازہری: دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان

۱۲۹۔ البدر المنیر: امام شعرانی: مکتبہ عالم الفکر، قاہرہ، مصر

۱۳۰۔ الکامل لابن اثیر: دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان

۱۳۱۔ ارشاد العباد: عبدالعزیز محمد سلمان: مطابع الخالد، ریاض، سعودی عرب

۱۳۲۔ نسیم الریاض: شہاب الدین خفاجی: دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان

۱۳۳۔ اسد الغابة: ابوالحسن الجزری: دار المعرفة، بیروت، لبنان

۱۳۴۔ الاصابہ: حافظ ابن حجر عسقلانی: دار الفکر، بیروت، لبنان

۱۳۵۔ جلاء الافہام: ابن قیم الجوزیة: دار الحدیث، قاہرہ، مصر

۱۳۶۔ سیرة عمر بن خطاب: ابوالفرج بن الجوزی: دار الدعوة الاسلامیة، قاہرہ، مصر

۱۳۷۔ الفاروق عمر: محمد حسین ہیکل: دار المعارف، قاہرہ، مصر

۱۳۸۔ فیوض القرآن: سید حامد حسن بلگرامی: فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، پاکستان

۱۳۹۔ نزہة القاری شرح بخاری: مفتی محمد شریف الحق امجدی: دائرۃ البرکات، گھوسی، اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا

۱۴۰۔ منہاج البخاری: محمد معراج الاسلام: عرفان القرآن، اعوان ٹاؤن، لاہور، پاکستان

۱۴۱۔ ارشادالساری شرح بخاری: شہاب الدین قسطلانی: دارالفکر، بیروت، لبنان

۱۴۲۔ ایہاالولد: امام غزالی: Awakening Publications 200 UK Swansea

English Books

143) **Miracles of the Qur'an** : *Muhammad Mutawali ash-Sha'raawi Published by Daar-ul-Taqwa Ltd. Londom*

144) **Encyclopedia Britannica** : *Peter B. Norton Joseph Espsito, USA, 1995, 15th-edition (32 volumes)*

145) **Islam & the West** : *H.R.H. Charles Prince of Wales, Printed by Uniskill Ltd. Eynsham, Oxford, UK.*

146) **Muhammad at Madinah** : *Montgomery Watts. Oxford University Press, 2006.*

147) **Oxford Encyclopedia Dictionary**: *Published by Oxford University Press, USA, 1991.*

148) **Shari'ah the Islamic Law** : *Abdur Rahmaan Doi (Zia-un-Nabi)*

149) **The Holy Bible** : *Published by Collins, London, 1954.*

150) **The Living Bibble :** *British Edition, 1975.*

151) **The Hutchinson Encyclopedia** : *1999 Edition.*

152) **The New Universal Encyclopedia** : *Caxton Publishing Co, Ltd. London.*

153) **The English Pig** : *Published by The Hambledon Press, London 1998.*

154) **American Government** : *Lowi & Ginsberg. Published by W.W.Norton Publications 1998.*

155) **Fream's Agriculture** : *Printed by Butler & Tanner Ltd. London, 16th Edition 1983.*

156) **Oxford Advanced Learner's Dictionary** : *4th Edition 1989.*

157) **The Hans Wehr Dictionary of Modern Written Arabic:** *Edited by J. M. Cowan, 3rd Edition.*

158) **The 100 : Michael H. Hart,** *Citadel Press, 1987, Secaucus, New Jersey, USA.*

159) **The Bible, The Qur'an and Science:** *Maurice, 1979, North America, Trust Publication, USA.*

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ